who return them late time of return

ہفتہ وار



سرفراز لکھنؤ

رجب نمبر

جلد نمبر ۴۸ | ۲۵ ستمبر ۱۹۷۰ء مطابق ۲۲ رجب المرجب ۱۳۹۰ھ | نمبر ۲۵ و ۲۶

ایڈیٹر

مصطفیٰ حسن رضوی

قیمت ـ دو روپیہ

سید انصار حسین رضوی پرنٹر اینڈ پبلشر نے
سرفراز قومی پریس نادان محل روڈ لکھنؤ سے
برائے آل انڈیا شیعہ کانفرنس طبع کراکر
دفتر سرفراز قومی گھر سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

بحث غلو و تفضیل

از علامہ سید محمد سبطین صاحب مرحوم سرسوی

علامہ سید محمد سبطین صاحب مرحوم کی ذات دنیائے علم و ادب میں محتاج تعارف نہیں۔ رسالہ البرہان لکھنؤ عرصہ سے شائع ہوتا تھا۔ اس کے سرپرست علامہ موصوف ہی تھے جن حضرات کے پاس البرہان کی جلدیں محفوظ ہیں وہ آپ کی شان کو سمجھ سکتے ہیں۔

آپ نے "الصراط السوی فی احوال المہدی" خاتم المرسلین کے بارہویں اور آخری جانشین کے تذکرے پر مشتمل تحقیقی اور علمی کتاب لکھی۔ علامہ مرحوم علامہ عبدالعلی ہروی اعلی اللہ مقامہ کے خاص شاگرد تھے ان کے موعظوں کو جمع کرکے اردو میں علامہ مرحوم نے کتاب "موعظہ حسنہ" کے نام سے شائع فرمائی۔ آپ کی پوری زندگی درس و تدریس اور علمی مشاغل میں گذری۔ کتاب ... تقوی کا اردو ترجمہ ... سے شائع ہوا تھا جس پر ایک عظیم اور مبسوط مقدمہ علامہ مرحوم نے لکھا تھا۔ مقالہ کی افادیت کے پیش نظر ہم اس کو ناظرین سرفراز کی خدمت میں خاص نمبر کی حیثیت سے پیش کرنے کا فخر حاصل کرتے ہیں

(ایڈیٹر)

تمہید

صاحبان عقل و بصیرت اور عالمان علم و ایمان پر یہ حقیقت واضح ہے کہ اول دین معرفت خدائے تعالیٰ ہے اور اس کے بعد معرفت رسول اللہ اور ان کے جانشینوں کا سلسلۂ امامت قیامت تک قائم اور جاری ہے اور ہر زمانہ میں معرفت امام وقت واجب اور فرض ہے کیونکہ قیام و بقائے دین و ایمان اس سے وابستہ ہے اور اس پر بندے کا حشر و نشر موقوف ہے قال سبحانہ وتعالیٰ یوم ندعوا کل اناس بامامھم ہر ایک شخص کو روز قیامت اس کے امام وقت کے ساتھ محشور کیا جائیگا اور جہاں وہ پہنچایا جائے گا وہیں اس کے پیرو۔ وَجَاءَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ۔ اور ہر ایک نفس قیامت میں اس طرح بارگاہ احکم الحاکمین میں حاضر ہوگا کہ اس کے ساتھ اس کا ہنکانے والا اور اس کا گواہ ہوگا

اور معرفت خدا، معرفت اوصاف باری تعالیٰ ہے معرفت ذات من حیث ہو ذات کسی کے لیے ممکن نہیں

اور اوصاف باری تعالیٰ غیر محدود ہیں لَا تَقِفُ عِنْدَ حَدٍّ کسی مقام پر بھی جاکر منتہی نہیں ہو سکتے۔ سالک عارف کے لیے روز بروز اس معرفت اوصاف اسماء اور افعال باری تعالیٰ میں زیادتی ممکن ہے۔ اور اسی لیے ہم بڑے سے بڑا عالم اور عارف کامل بھی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ

کی جو پوری معرفت تھی میں سب معلوم کرچکا یا جہاں تک حد تھی میں پہنچ گیا۔ مقام معرفت ختم ہوگیا۔ اور اسی نے اکمل العارفین واعرف السالکین وافضل المرسلین حضرت خاتم النبیین وسید المرسلین بھی اس مقام پر یہ فرماتے ہیں کہ ... فناك حق معرفتك۔ وما عبدناك ... تك

پروردگار! جو تیری معرفت کا حق ہے ہم اس حد تک نہیں پہنچ سکتے اور جو تیری عبادت کا حق ہے اس کو پورا ادا نہیں کرسکتے جیسے جو پہنچا اپنی حد امکان تک پہنچا اپنی حد امکان تک پہنچا اور میرا مقام اس سے بلند ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات خدا کے علم لدنی میں بھی اضافہ ہوتے رہتے ہیں ... سے علم ما کان اور ما یکون کے عالم اور کل کائنات پر احاطہ علمی رکھتے ہیں۔ کیونکہ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ... تصرف میں ہر دور قدرت کی ایک نئی شان ہے اور ہر آن کسی ایک صفت کا ظہور۔ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ "کہ جو ہو ... سے کچھ ثابت ہوتا ہے۔ کچھ بنتا ہے اور کچھ بگڑتا ہے علامہ مجلسی رحمہ اللہ اس اشکال کو دفع کرتے ہوئے کہ جن افراد کاملہ کو محل معرفت حامل علم کلی اور مورد وحی والہام اور عالم بما کان وما یکون ہیں وہ ... اوں سے علم پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے علم میں اضافہ کیا جاتا ہے" فرماتے ہیں:

الرابع ماهو اقوی عندی وانهم علیهم السلام فی النشاتین سابقا علی الحیوة البدنی ولاحقا بعد ها قسم یعرجون فی المعارف الربانیة

چوتھی صورت جواب یہ ہے اور یہی میرے نزدیک سب سے قوی وجہ ہے کہ یہ ائمہ قبل خلقت جسمانی نشاء اولی میں اور بعد حصول خلقت جسمانی نشاء دنیا میں اور بعد وفات نشاء آخرت میں

لغیر المتناهیة علی مدارج الکمال اذ لا نهایة لعرفانه تعالی وقربه ودرجات ذاته من کثیر من الاخبار و ظاهرهم انهم اذا علوا الی حد و ماتهم علما لانقصوا عن ذلك المرتبة ویحصل لهم بسبب ازدیاد العلم وقرب القرب والطاعات والحکم والترقیات فی معرفة الرب تعالی کیف لا یحصل لهم ویحصل لسائر الخلق مع نقص قابلیتهم واستعدادهم فهم علیهم السلام اولی بذلك واحری ولعل هذا احد وجوه استغفارهم وتوبتهم فی کل یوم سبعین مرة والتزاد عبد عمر و کلهم کل درجة رفیعة من درجات العرفان یرون انهم کانوا فی المرتبة

معارف ربانیہ غیر متناہیہ میں اعلی ترین مدارج کمال پر عروج فرماتے رہتے ہیں کیونکہ معرفت اور قرب ... الٰہی تعالی کی کوئی حد نہیں ہے اور ... ... کی احادیث سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ... اگر ... انتہا ... ات میں جو کچھ ... قدرت سے حاصل کرنے میں اسی مرتبہ پر نہیں ٹھہرے رہتے بلکہ ان کو ... سبب مزید قرب و طاعات وعبادات اور حق تعالی معرفت حق میں روزانہ علم وحکم اور مزید ترقیاں حاصل ہوتی رہتی ہیں اور ... ترقیات معرفت ... کو کس طرح حاصل نہ ... حالانکہ دوسری مخلوق کو باوجود ان کے نقص قابلیت واستعداد ترقیات معرفت حاصل ہوتی ہیں تو یہ بزرگوار تو اس کے زیادہ مستحق اور سزاوار ہیں

السابقة فی النقصان
مستغفرون منھا و
یتوبون الیہ تعالی
وسائل بحار ص ۳

اور ت بدنا ؤ خود معصوم ہوتے ہوئے کیا وجہ ہے کہ ہر روز ستر مرتبہ استغفار اور توبہ کرتے تھے ایک یہی وجہ وجیہ ہے اس لیے کہ جس وقت بھی وہ ایک درجہ سے دوسرے بلند درجہ پر فائز ہوتے ہیں تو وہ دیکھتے ہیں کہ وہ مرتبہ سابقہ میں ناقص تھے۔ اور اس لیے اس سے توبہ و استغفار کرتے ہیں۔

پس معارف الٰہیہ کی کوئی حد نہیں ہے ابدالآباد تک ان میں اضافہ ممکن ہے اور یہی علت ان حضرات پر درود پڑھنے کی ہے اور محققین علمائے کرام نے صلوات کو سعی وصل سے قرار دیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب ہم کہتے ہیں اللھم صل علی محمد و آل محمد تو دعا یہ ہوتا ہے کہ پروردگارا اپنے قرب اور اپنے وصل کو ان کے لیے اور زیادہ فرما

جس وقت ان عرفاء کاملین کے لیے بھی معارف الٰہیہ کی انتہا نہیں تو ان کے غیر عام مخلوقات کے لیے اس کی انتہا کیونکر ممکن ہے عارف کو چاہئے کہ کسی مقام پر نہ ٹھہر جائے بلکہ ہمیشہ اس میں ازدیاد کے خیال سے بوسیلہ دعا وظائف و عبادات و ریاضات سعی کرے ہر روز اضافہ ہوگا۔ اور ہر وقت نیا باب معرفت کھلے گا۔ اور قلب روشن اور سینہ کشادہ تر ہوتا جائے گا

اور یہی حقیقت علم ہے

فان العلم لیس ما	کیونکہ علم حقیقی یہ نہیں ہے
یحصل بالسماع و قرأۃ	جو کتابوں کے پڑھنے یا سننے
الکتب و حفظھا فان	کے رٹنے اور علماء کے
ذالک تقلید و انما	مقالات اور کتب کے الفاظ
العلم ما یفیض من عند	حفظ کرنے سے حاصل ہوتا ہے
اللہ تبارک و تعالی	یہ تو تقلید ہے اور بلکہ علم
علی قلب المومن	وہ ہے جو مومن کے قلب پر
یوما فیوما و ساعۃ	روز بروز ساعت بساعت
فساعۃ فینکشف	بجانب اللہ فیضان ہوتا
بہ من الحقائق ما	ہے حقائق اشیاء اور معارف
تطمئن بہ النفس	حقہ اس پر منکشف ہو جائیں
و ینشرح لہ الصدر	کہ جس سے نفس کو اطمینان کلی حاصل
و یتنور بہ القلب۔	ہو جائے اور اس سے سینہ کھل جائے

(شرح صدر ہو جائے) اور آئینہ دل روشن ہو جائے۔ [illegible] للعارفین۔

پس سب سے مقدم مسئلہ معارف اسلامیہ ہے کہ یہی دلیل دین ہے اور صحت عمل اسی پر موقوف ہے۔ اگر معرفت صحیحہ حاصل نہیں اور اعتقاد درست نہیں ہے تو عمل اکارت ہے ”عاملۃ ناصبۃ تصلی نارا حامیۃ“ بہت سے نفوس ہیں جو عمل کرتے ہیں اور اس میں تکلیف اٹھاتے اور رنج سہتے ہیں لیکن وہ عمل ان کے لیے آتش جہنم بنتے جلتے ہیں۔ وَھَل نُنَبِّئُکُم بِالاَخسَرِینَ اَعمَالًا الآیہ۔ کیا ہم تمہیں ان کی خبر دیں جو باوجود اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں۔ اور ان کی سعی عمل اس دنیا میں اکارت ہو گئی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے آیات کا انکار کرتے تھے اور روز قیامت میں ان کے اعمال کا کوئی وزن نہیں وَقَدِمنَا اِلٰی مَا عَمِلُوا فَجَعَلنَاہُ ھَبَاءً مَنثُورًا ہم ان کے اعمال کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو خاک کرکے اڑا دیا وخسر الدنیا والآخرۃ۔

معرفت خدا کے بعد درجہ معرفت رسول ہے [illegible] اسی طرح اہم۔ اول تو صحیح معرفت خدا بغیر [illegible] ممکن [illegible] اور اگر بفرض محال ممکن بھی ہو جائے تو تا حصول [illegible] بے فائدہ ہے۔ کہ نبوت لازم ہے [illegible] ہو ہی نہیں سکتی اور معرفت رسول [illegible] عام انسان [illegible]

[illegible] ہے اور انسان کامل جیسا صفات
جلیلہ علیہ السلام و مظہر کامل ہو سکتا ہے۔ اور اسی لیے اس کے
رسول کی حقیقی اور کامل معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے
معارف حقائق بھی ہمارے لیے غیر متناہی ہیں۔ اگرچہ ایسے
مقام پر مدارج الٰہی میں متناہی ہی کیوں نہ ہوں عارف کو
اس منزل میں بھی کسی جگہ توقف ممکن نہیں ہے۔ بدولت
ائمہ بزرگوار کی سعادت اور ارشاد کا امکان ہے۔ اور جس طرح
نبوت لازم توحید ہے اسی طرح امامت لازم نبوت و مکمل
نبوت ہے۔ کیونکہ نبوت ختم ہوگئی تو قیام امامت
خلق و تربیت نوع و بقاء عالم اسی سے وابستہ اگر اس
کی معرفت حاصل نہ کی جائے تو عرس نبوت مفقود۔
اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ امامت مظہر و مکمل سلسلہ
رسالت ہے اور اسی واسطے فرمایا ہے وَمَنْ
مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً
جَاهِلِيَّةً میتۃ کفر و شرک و نفاق (کتاب
الشہاب و ...) یعنی جو شخص بغیر معرفت امام مر جائے
وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے [illegible]
اور امام جانشین رسول ہے اور مظہر کامل رسالت
ہے اور جب مظہر کامل رسالت ختمی ہے تو مثل رسول مظہر
کامل خداوند عالم اور جب اوصاف رسالت ہمارے لیے
غیر متناہی ہیں تو اوصاف امامت بلاشبہ ہمارے
لیے غیر متناہی ہیں۔ وَلَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ
رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ
رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (کہف)
اگر کلمات الٰہی کی تفسیر و تشریح و تفصیل کے لیے تمام
سمندر سیاہی بن جائیں تو بھی سمندر ختم ہو جائیں مگر کلمات
الٰہی کی تفسیر ختم نہ ہوگی اگرچہ اتنے ہی سمندر اور پیدا کر دیئے
جائیں۔ کلمات الٰہیہ جیسے کائنات یا کلمات لفظیہ
جیسے کتاب لا ریب فیہ۔ ان کے لیے مگر

نہیں۔ پھر ان کلمات اللہ کے لیے معلومات حد علیم کیونکر
حد مقرر کی جا سکتی۔ بالفاظ دیگر از تفسیر قرآن کی حد ممکن نہیں تو
حقیقی عالم و حامل قرآن کی تفسیر کیونکر ممکن ہے۔ جب
اس مظروف کا احاطہ عقل کو ممکن نہیں تو اس ظرف حاوی کا
کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ پس تینوں درجات معارف یعنی معارف
توحید معارف نبوت و معارف امامت ایک دوسرے
مربوط اور متلازم ہیں۔ معرفت امامت کو معرفت نبی اور معرفت
نبی کو معرفت خالق لازم ہے اور بالعکس جو خدا کو پہچان لیگا
وہ نبی کو پہچان لے گا اور جو نبی کو پہچان لے گا وہ امام
کو پہچان لے گا۔ ایک دعا میں اسی کی طرف لطیف اشارہ
ہے اللّٰھم عرفنی نفسک فانک ان لم تعرفنی نفسک
لم اعرف نبیک بارالہا تو مجھے اپنی معرفت عطا فرما۔
اور اگر تو مجھے اپنی معرفت سے محروم رکھے گا تو تیرے نبی کو
نہ پہچان سکوں گا۔ خداوندا تو مجھے اپنے نبی کی معرفت عطا
کر اگر میں نے تیرے نبی کو نہ پہچانا تو امام اور تیری حجت کو نہ
پہچان سکوں گا۔ پروردگار تو مجھے اپنی حجت اور امام وقت
کی معرفت عطا کر کیونکہ اگر میں تیری اس حجت کو نہ پہچان سکا
تو دین سے بے دین ہو جاؤں گا اور گمراہ مروں گا۔ نبی و امام
علیہم السلام مظہر الٰہی ہیں جب تک ظاہر و مظہر کی معرفت حاصل
نہ ہو تو ظاہر اور مظہر کی کیونکر حاصل ہو جائے گی۔ بنا بریں
تینوں درجات کی حقیقی معرفت خود انہی پر ختم اور منحصر ہو کر
رہ جاتی ہے۔ اسی واسطے ارشاد رسالت ہے یا علی ما عرف
اللہ الا انا و انت و ما عرفنی الا اللہ و انت و ما
عرفک الا اللہ و انا۔ خدا کی کامل معرفت نبی اور
امام کو حاصل ہے اور نبی کی کامل معرفت خدا اور حجت خدا
ولی الاولیاء اور امام الاتقیاء کو اور امام کی معرفت حقیقی
خدا اور رسول کو باقی معرفت جزئیہ موافق مرتبہ قرب باطنی
دوسرے مومنین کو حاصل ہوتی اور ہو سکتی ہے جتنا جس
کو ان سے قرب حاصل ہو۔ اتنا ہی اس کو معرفت حاصل

سرگانہ پر فائز اور درجات مومنین اس میں بے شمار ہیں۔ کیونکہ ایمان کے ستر درجے ہیں اعلیٰ ترین قول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اول درجہ صرف اقرار توحید علامت نبوت ہے۔ اور آخری درجہ درجۂ ولایت سے متصل بلکہ عین ولایت و "مقام اہل بیت" پر منتہی ہوتا ہے۔ اور بعد ازاں قرب قاب قوسین تک پہنچتا اور قرب امام محبت سے حاصل ہوتا ہے اور محبت امام محبت رسول اور محبت رسول محبت خدا ہے جس میں جتنی محبت ہوگی اسی قدر اس میں معرفت زیادہ ہوتی جائے گی یعنی محبت و قرب لازم و ملزوم ہیں محبت زیادہ ہوگی تو قرب زیادہ اور قرب زیادہ تو محبت زیادہ اور محبت زیادہ تو معرفت زیادہ عارفین نے صراط مستقیم کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم کے یہ معنی ہیں کہ اے پروردگار ہم کو اس راہ پر ثابت قدم رکھ۔ جو ہم کو قرب الٰہی تک پہنچا دے جو صرف حقیقی تک لے جانے والی راہ ہو اور ہلاکت سے بچانے والی۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اپنی خواہشات پر چل کر ہلاک ہو جائیں یا ہم اپنی آرائے ناقصہ پر عامل ہو کر تباہ ہوں اپنی رائے قیاس اور اپنی خواہش طبع پر چلنا اور عمل کرنا ہی اصل گمراہی اور شرک حقیقی ہے اتخاذ آیت افرأیت من اتخذ الٰهه هواه (فرقان وجاثیہ) کیا تم نے دیکھا اس کو جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے جو دل چاہتا ہے وہ کرتا ہے تو گویا وہ اپنی خواہش طبع کی پرستش کرتا ہے اور شرک ہے۔

ونعم ما قال شیخ العارفین ملا رضا همدانی رحمة الله علیه۔

ان المحبة هي صراط	محبت ہی وہ صراط الٰہی ہے
الله الذي جعله الله	جس کو خدا نے قرب معنوی
سبحانه وسيلة للقرب	کا وسیلہ قرار دیا ہے اور یہی
المعنوي وهو مقام الوجود	اصل مقام وجود منبسط ہے
المنبسط والعقل الاول	(جو مقام خلق وجود ہے)
الذي استطعت عنه	اور وہی وہ عقل اول ہے
العقول الجزئية و	جس سے تمام عقول جزئیہ فیض
الذي عبد به الرحمن	پاتی ہیں اور اسی کے ذریعہ
واكتسب به الجنان	خدا کی عبادت کی جاتی
واليه اشار بقوله	ہے اور اسی کے وسیلے سے
القدسي كنت كنزا	جنت حاصل ہوتی ہے (اور
مخفيا فاحببت ان	اللہ فرماتا ہے میں عقل وہ ہے
اعرف فخلقت الخلق	جس سے خدا کی معرفت
لكي اعرف وهذه	و عبادت حاصل ہو اور
المحبة اكمل مقامات	نجات آخرت اور دخول
المخلصين واجل	بہشت) اور اسی کی طرف
درجات الموقنين	اس حدیث قدسی میں
واطيب لحظات	اشارہ ہے کہ میں ایک
المتقين واخص حقائق	خزانہ مخفی تھا۔ پس مجھے
الراجين وانفس	محبوب معلوم ہوا کہ میں
خصائص الخائفين	پہچانا جاؤں پس میں نے
وهي طلع الله المحمود	خلق کو پیدا کیا (عقل
من سبل الرب المودود	اول) تا کہ میری معرفت
ولتعبر عنه الرحمة	حاصل ہو۔ اور یہی محبت
الواسعة الرحمانية	اکمل مقامات عارفین و
والرحيمية واليه	اجل درجات مومنین
الاشارة بقوله في	واطیب لحظات متقین خص
دعاء كميل برحمتك	حقائق راجین و انفس
التي وسعت كل شيء	خصائص خائفین ہیں [illegible]
فكل من سلك سبيل	محمود سبیل محبت وہ [illegible]
المحبة هدى الى	اور اس سے [illegible]
المنهاج القويم	واسعہ [illegible]
والصراط المستقيم	[illegible]
الخ	[illegible]

... محبت کا ذریعہ اتباع رسول ہے۔ تیری اس محبت کا پتہ
... سے۔ یہ اتباع محبت پر گامزن ہو رہی
... معرفت باریابی پانے والا ہے
... محبت دراصل متابعت شریعت محمدیہ سے
پہچانی جاتی ہے جس کی طرف زبان قدرت نے اشارہ
فرمایا ہے۔

إن كنتم تحبون الله	اگر تم خدا کو دوست رکھتے
فاتبعوني يحببكم الله	ہو تو میری پیروی کرو تاکہ
وهذه المحبة ...	... قدم بقدم چلو خدا
فهذه القدسية ...	تم کو محبوب بنائے گا
لطلوع عنها المعرفة	یہ وہ فیض قدسی
الحق ليس للعباد منها	ہے جس سے آفتاب معرفت
صنع فمن عرف الله	طلوع کرتا ہے جس نے خدا
عز وجل هدى الى	کو دل سے پس جس نے خدا
الصراط المستقيم۔	کو پہچان لیا اس نے صراط

مستقیم حاصل کر لی۔

اور یہ معرفت و ہدایت عقل سلیم سے حاصل ہوتی ہے
تو عقل سلیم صراط مستقیم اور حجت خدا ہوئی اور حدیث امام
میں مروی ہے کہ

لله على الناس حجتين	خدا کی طرف سے اس کے
حجة ظاهرة وحجة	بندوں پر دو حجتیں ہیں
باطنة۔ اما الظاهرة	ایک حجت ظاہرہ دوسری
فهي الانبياء والرسل	حجت باطنہ۔ حجت ظاہرہ
والائمة۔ واما الباطنة	انبیاء و رسل اور بعد
فهي العقول ومن	رسول ائمہ ہیں۔ اور حجت
سلك العقل ... و	باطنہ عقلیں ہیں۔ ماحصل
من تخلف عنه هلك	یہ کہ اگر ہدایت بواسطہ عقل
والحاصل ان هذه	حاصل ہوتی ہے تو یہی عقل
الهداية ان كانت من	ہے اور اگر روح یا قلب
العقل فهم العقل و	سے حاصل ہوتی ہو تو وہ علم
ان كانت من	اور قلب عالم ہیں اور اگر بواسطہ
الروح والقلب فهم	قرآن حاصل ہو سکتی ہے تو
الروح والقلب في	یہ حامل قرآن اور ثانی ثقلین
عالم الامكان وان	ہیں اور یہ لوگ انہی سے وصل
كانت بسبب العادات	ہو سکتا ہے کیونکہ قرآن انہی
والطاعات فهم اهل	کے علم کا نام ہے۔
الخيرة ... وان	پس جو اس راہ عقل پر
كانت من القرآن فهم	چلے گا نجات پائے گا اور جو
حملة كتاب الله و	اس سے تخلف کرے گا
احد الثقلين ولا تعرف	ہلاک ہو گا۔ اور بلاشبہ یہ عقل
القرآن الا هم بل	یہی نفوس قدسیہ ہیں بلکہ عقل
القرآن الحقيقي هو	اور اصل وجود۔ پس جو ان سے
علمهم وهم السبل	تمسک کرے گا اور ان کی راہ پر
الى رضاء الله۔	چلے گا نجات پائے گا اور جو

ان سے جدا ہو گا ہلاک ہو گا۔ ہماری عقول جزئیہ انہی سے فیض پاتی ہیں اور انہی سے منور ہوتی ہیں۔ اور بغیر ان کے فیضان کے بیکار محض ہیں۔ اعرفوا الله بالله یعنی اللہ کو اللہ ہی کے وسیلے سے پہچانو وہی معرفت عطا کرے گا اور اس کو انہی کے بیان اور فیضان سے پہچانو۔

بہر حال اس کی معرفت جزئیہ کلی دراصل انہی سے حاصل ہو سکتی ہے اور بقدر درجہ محبت ایمانی اور درجات محبت مختلف اور ہر مومن اس خصوصیت میں ایک درجہ خاص رکھتا ہے اور اس کے موافق مقام معرفت پر فائز۔ اسی بنا پر اعتقاد فضائل و مناقب اور مناقب اولیاء اللہ میں اختلاف واقع ہوتا ہے۔ جو مقام درجۂ محبت اعلیٰ پر پہنچا ہوا ہے وہ جس مقام معرفت کو دیکھتا ہے ادنیٰ والا نہیں دیکھتا اور اس کو اس میں اس لیے ناقص اور مقصر سمجھتا ہے اور ادنیٰ درجہ محبت و معرفت والا اس کو غالی خیال

کو سمجھے کیونکہ وہ اس مقام کے ادراک سے قاصر ہے اور اک طفیل نو خیز نہیں جانتا کہ کیفیات شیب (بڑھاپا) کیا ہیں۔ بڑے بڑے کاملین بھی اس مقام میں ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اور اسی طرف اشارہ ہے حدیث رسالت میں "لو علم ابوذر ما فی قلب سلمان لقتلہ" دونوں صحابی بزرگ عارفین و عابدین و زاہدین کاملین میں داخل لیکن جس مرتبہ حکمت و معرفت کو سلمان پہنچے ہوئے ہیں ابوذر اعتقاد و ولایت میں کمال رکھتے ہیں۔ ابوذر اس مقام کو نہیں پہنچے اور ابوذر سلمان کے اعتقاد کو معلوم کر لے تو اس کو قتل کر ڈالے کیونکہ استطاعت و قبول نہیں رکھتا ناممکن ہے کہ ان اسرار علوم و معارف کا متحمل ہو سکے۔ اور اسی بنا پر حضرت علی فرماتے ہیں۔ ان بین جنبی علوما کالبحار الزخار لو اصبت حملۃ۔ میرے سینے میں دریائے علم ٹھاٹھیں مار رہے ہیں کاش میں ان کا متحمل کوئی پاتا تو ان کو بیان کرتا بہرحال علوم و اسرار معارف اپنے سینے میں لیے ہوئے دنیا سے روپوش ہو گئے جابر بن یزید جعفی جو حضرت صادقین کے اصحاب خاص سے تھے۔ ان کا بھی یہی حال تھا کہ بعض علوم و معارف امام وہ ان اسرار کے حامل تھے کہ کسی کو ان کے بیان کا اہل نہ پاتے تھے۔ اور جب امام ان احادیث اسرار کو جب سینہ تنگ ہوتا تھا تو جنگل میں جا کر گڑھے میں سر ڈال کر بیان کر دیا کرتے تھے حدثنی جعفر بن محمد عن ابیہ الخ۔ جب اصحاب امام کے علوم معارف کا متحمل کوئی نہیں تھا تو پھر خود ان حضرات کے اسرار معارف کا متحمل کون ہو سکتا ہے۔ سوائے اس کے جن پر خاص فضل الٰہی ہو اور وہ بہت ہی تھوڑے ہیں۔ یعنی ملائکہ مقربین۔ انبیاء مرسلین اور وہ مومنین کاملین جن کے دلوں کا خدا نے امتحان کر لیا ہے اور وہ اس میں کامیاب ہیں۔ چنانچہ امام کا ارشاد ہے۔

امرنا صعب مستصعب لا	ہمارا امر نہایت سخت اور
یحتملہ ملک مقرب و نبی	دشوار ہے اس کو نہ ملک
مرسل ولا مومن	مقرب برداشت کر سکتا ہے [illegible]
امتحن اللہ قلبہ	رسل اور وہ مومن جس کے [illegible]
للایمان۔	مرتبہ معرفت بالنفیہ [illegible]

امکان قاصر اور عاجز ہے۔

مرتبہ دوم اس سے بہت تر ہے جس کی نسبت زبان رسالت یوں ارشاد فرماتی ہے۔

ان حدیث آل	بے شک حدیث فضائل
محمد عظیم صعب	آل محمد نہایت عظیم سخت
مستصعب لا یحتملها	اور دشوار ہے۔ اس کا کوئی
الا ملک مقرب او	ملک مقرب متحمل ہو سکتا ہے
نبی مرسل او عبد	یا نبی مرسل یا وہ بندہ مومن
مومن امتحن اللہ	جس کے دل کا خدا نے ایمان
قلبہ للایمان فما	سے امتحان کر لیا ہو اور وہ
ورد من حدیث	کامیاب ہو۔ پس جو کوئی حدیث
آل محمد فلانت	فضائل آل محمد تم پر وارد ہو
لہ قلوبکم و	اور تمہارے دل اس کے لیے
عرفتموہ فاقبلوہ۔	نرم ہو جائیں اور تسلیم کریں اور
وما اشمأزت لہ	اس کو پہچان لو [illegible]
لہ قلوبکم وانکرتموہ	ہے، تو اس کو قبول کرو
فردوہ الی اللہ و	اور جس سے تمہارے دل
الی الرسول و الی	اچٹیں اور تم اس کو نہ پہچانو تو
العالم من آل محمد	اس کو خدا اور رسول اور عالم
و انما الهلک ان	آل محمد کی طرف رد کر دو
یحدث احدکم	[illegible]
بالحدیث او بشئ	[illegible]
لا یحتملہ فیقول ما	[illegible]
کان هذا واللہ ما	[illegible]
کان هذا والانکار	[illegible]
لفضائلهم هو الکفر۔	[illegible]

...حمایت نہیں کر سکتا تو کیا کہ جو اہل نہیں ہے۔ یوں نہیں ہے۔ یہ غلط ہے۔ کسی بھی غلو سے اعلیٰ بزرگوں کے فضائل پر اعتماد کیا جا سکتا ہے معاذ اللہ عن [illegible] اسی صعوبت خود فرماتے ہیں۔

ان امرنا صعب مستصعب لا یحتمله الا ملک مقرب او نبی مرسل او مومن امتحن الله قلبه للایمان۔

ہمارا امر نہایت مشکل ہے جس کو یا ملک مقرب متحمل ہو سکتا ہے۔ یا نبی مرسل یا مومن ممتحن۔ (بحار، ص۲۱۵ و ص۲۱۲)

تیسرے مرتبہ کی طرف یوں ارشاد فرماتے ہیں

احادیثنا صعب مستصعب لا یحملها الا صدور حصینة او حلوم رزینة او صدور امینة۔

ہماری احادیث نہایت مشکل اور دشوار ہیں جن کے متحمل یا مستحکم قلوب ہو سکتے ہیں یا ہمارے اسرار کے محافظ باکمال الایمان مومنین کے سینے۔ یہ مراتب گویا ثلاث درجہ ہے۔

یعنی حقیقت یہ ہے کہ معارف ربگانہ کی حدود قائم ہیں (توحید، نبوت و حد امامت) ان حدود سے ادھر ادھر ہونا خطرناک ہے کہ اگر حد معرفت سے ادھر یا ادھر ہوا وہ ہلاک ہوا اگر سرحد امامت کو سرحد رسالت ختمی سے ملا دیا اور بڑھا دیا تو ہلاک اور اگر حد نبوت کو سرحد توحید سے ملا دیا تو ہلاک اور اگر ان کی حد سے در اگرا دیا تو ہلاک۔ اس کی تفصیلات کا [illegible] کفر ہے۔ ولذا قال علی علیہ السلام۔

هلک فی اثنان عدو قال و محب غال۔

میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوئے۔ دشمن میری عداوت کی وجہ سے [illegible] حد سے تجاوز کرنے سے۔ یہ حد معرفت [illegible] بال سے باریک تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ ذرا استقامت [illegible] آئی اور بحر ظلمات میں غرق ہوا۔ اسی واسطے ان جگہوں [illegible]

نے اس غلو سے آگاہ کیا ہے اور فرمایا ہے۔

ذم غلو و تقصیر

قال رسول الله لا ترفعونی فوق حقی۔ فان الله اتخذنی عبدا قبل ان یتخذنی نبیا۔

حضرت فرماتے ہیں۔ مجھ کو میرے حقیقی درجے سے زیادہ بلند نہ کرو یعنی مجھ کو خدا نہ بناؤ کیونکہ خدا نے مجھ کو پہلے بندہ قرار دیا ہے اور پھر نبی بنایا ہے یہی تعلیم الٰہی ہے اور یہی بنیاد اعتقاد اسلام۔

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله۔

میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور شہادت دیتا ہوں کہ محمد اس کا بندہ اور فرستادہ رسول ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں بارالہا میں غالیوں سے اس طرح بے زار ہوں جس طرح عیسیٰ نصرانیوں سے بیزار تھے۔ خداوندا ان کو ہمیشہ ذلیل و خوار رکھ اور ان میں سے کسی کی مدد و نصرت نہ فرمایا۔

وعن الصادق علیه السلام احذروا علی شبابکم الغلاة لا یفسدوهم فان الغلاة شر خلق الله یصغرون عظمة الله ویدعون الربوبیة لعباد الله والله ان الغلاة شر من الیهود والنصاری والمجوس والذین

حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اپنے نوجوانوں کو غالیوں سے بچاؤ کہ ان کا ایمان خراب نہ کر دیں کیونکہ حد سے بڑھانے والے غالی بدترین مخلوق ہیں کہ وہ عظمت الٰہی کی تحقیر کرتے ہیں اور خدا کے بندوں کے لیے خدائی کا ادعا۔ خدا کی قسم غالی یہود و نصاریٰ مجوس اور مشرکین سے بدتر ہیں۔ پھر فرمایا کہ غالی ہماری طرف رجوع کرکے [illegible]

آشر کوا ثمّ قال الینا	اس کو قبول نہیں کرتے
نوسیع الغالی فلا	اور ہم سے مقصر لحق ہوتا
نقبلہٗ وبنا یلحق	ہے تو ہم اس کو قبول
المقصر مقبلہٗ فقیل	کر لیتے ہیں۔ عرض کیا گیا۔
لہٗ کیف ذالک یا	مولا! یہ کیوں کر۔ فرمایا۔
ابن رسول اللہ قال	غالی ترک صوم و صلوٰۃ
لان الغالی قد اعتاد	حج و زکوٰۃ کے عادی
ترک الصلوٰۃ والصیام	ہو گئے ہیں اکوئی عمل و
والزکوٰۃ والحج فلا	عبادت نہیں کرتے ایسی
یقدر علیٰ ترک	وہ اپنی اسی عادت کے
عادتہ و علیٰ الرجوع	ترک پر قادر نہیں رہتے
علیٰ طاعۃ اللہ عزّ و	
جلّ ابداً وان	
المقصر اذا عرف	. اور کبھی اطاعت
عمل و اطاع ۔	خدا کی طرف رجوع نہیں کرتے

اور مقصر جب عارف ہو جائے تو وہ عمل کر سکتا ہے۔ اور طاعت خدا بجا لا سکتا ہے۔

وعن الہروی	اور ابو صلت ہروی
قال قلت للرضا علیہ	سے مروی ہے کہ میں نے
السلام یا ابن رسول	حضرت رضا سے سوال کیا
اللہ ای شئی یحکیہ	یا ابن رسول اللہ یہ لوگ آپ
عنکم الناس، قال	کی طرف سے کیا بیان کرتے
وما ھو قلت یقولون	ہیں۔ فرمایا کیا کہتے ہیں؟
انکم تدعون ان	عرض کیا دعوے رکھتے ہیں کہ آپ
الناس لکم عبید	لوگ دعوے رکھتے ہیں؟
فقال اللھم فاطر	آپ خدا کے بندے ہیں
السماوات والارض	فرمایا اے رب آسمان
عالم الغیب والشھادۃ	کے پیدا کرنے والے اور ہر
انت شاھد بانی لم	ظاہر و پوشیدہ کے جاننے
اقل ذالک قط ولا	والے خدا۔ تو گواہ ہے کہ
سمعت احداً من	نے کبھی یہ نہیں کہا اور
اٰبائی علیھم السلام	یہ دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ
قال قط وانت العالم	میں نے اپنے آبا و اجداد سے
بما لنا من المظالم عند	سنا کہ انہوں نے کبھی ایسا کہا
ھذہ الامۃ وان	اور تو جانتا ہے کہ اس امت
ھذہ منھا.	ہمارے کیا مظالم ہیں اور یہ

الزام بھی انہیں مظالم میں سے ایک ہے۔

ایضاً عنہ. من قال	پھر آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص
بالتشبیہ والجبر فھو	خدا کو کسی سے تشبیہ دے یا جبر کا
کافر مشرک ونحن	قائل ہو وہ کافر اور مشرک
براء منہ فی الدنیا والاخرۃ	ہے اور ہم دنیا و آخرت میں
یا ابن خالد انما وضع	اس سے بری اور بیزار ہیں۔
الاخبار عنا فی	اے فرزند خالد وہ روایتیں تشبیہ
التشبیہ والجبر الغلاۃ	اور جبر کی روایتیں ہماری
الذین صغروا عظمۃ	طرف سے غالیوں نے گھڑی
اللہ تعالیٰ فمن احبھم	ہیں۔ جنہوں نے خدا کی عظمت
فقد ابغضنا ومن	کو گھٹا دیا ہے۔ پس جو شخص
والاھم فقد عادانا	ان غالیوں کو دوست رکھے وہ
ومن عاداھم فقد	ہمارا دشمن ہے اور جو ان کو
والانا الخ	دشمن رکھے وہ ہمارا دوست ہے

حدِ غلو

اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد کہ افراط و تفریط اور غلو و تقصیر دونوں بغل گیر رہتے ہیں اور دونوں برابر مہلک۔ محل بحث یہ ہے کہ جسے غلو و تقصیر کہا ہے اور یہی نہایت اہم منزل اقدام ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی شے کو اس کی حد سے بڑھا دینا اور اس کی حد سے گھٹا دینا یہ کہنا کہ حد سے بڑھا دیا یا گھٹا دیا اسی وقت درست ہوگا جبکہ اسے اس کی حد [illegible] کامل ہو۔ اگر ہم ایسا کہیں کہ [illegible]

[illegible] اور مقالی ہوگیا تو ہم اسی وقت کہ [illegible] و الوہیت کا احاطہ کر لیا ہو اور حد نبوت کے [illegible] اور جب ہم افراد مخلوق کے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ حدود الٰہی کا احاطہ کر سکیں کہ یہ بھی ممکن نہیں کہ حدود نبوت کی آخری اور انتہائی منزل جو مقام قاب قوسین سے بالا "او ادنٰی" کا مرتبہ ہے ادراک اور دریافت کر سکیں ہم قاب قوسین کی معرفت سے بھی قاصر نظر آتے ہیں۔ پھر مقام او ادنٰی تک کہاں پہنچ سکتے ہیں تو پھر ساری توحید تحمید و تسبیح اور بیان اصل رسول ہی ہے جو حقیقت کیوں کر خود اپنی یا کسی کی بات کہہ سکتے ہیں کہ حد سے بڑھا دیا یا گھٹا دیا۔ ہم جانتے ہی نہیں کہ حدود کیا ہیں۔ اور جبکہ بتصریح معلم الٰہی موجود ہے کہ خدا کو میرے اور میرے وصی و ولی اللہ کے سوا کسی نے پہچانا ہی نہیں اور مجھ کو خدا اور اس کے اس ولی کے سوا کسی نے نہیں پہچانا اور اس ولی اللہ ولی کو خدا اور میرے سوا کسی نے نہیں پہچانا اس لیے معنوی حیثیت سے لفظ غلو کا استعمال ہمارے لیے لغو و مہمل ہے اور حقیقی معنی میں قصداً بھی غلو ہمارے لیے محال ہے اور حقیقتاً ان کی شان میں ہمارا غلو بھی قاصر ہے۔ لاریب فیہ

گو میسر قالیم بہ ثنائے تو یا علی
حالی این کہ سر رحق ثنائے تو قاصرم

پس صرف احالاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان حضرات (رسول یا امام) کو خدا کہہ دیا جائے۔ بس یہی غلو ہے ذکر فضائل و مناقب اور بیان اوصاف و محامد میں ہمارے لیے کسی طرح غلو ممکن نہیں ہے۔ اور جب یہ مسلم ہے اور یہ ہم بیان کر چکے کہ دراصل ان کی حقیقی معرفت انہی کو حاصل ہے تو ہم بس وہی کہیں جو انھوں نے کہا ہے۔ توحید و تحمید و تسبیح ادھی ہے جو جو ان نے [illegible] یا انھوں نے اس کی طرف سے بیان کی بل التوحید [illegible] ہو اللہ۔ واللّٰہ شہد بہ رسول اللہ و [illegible] لم یجعل لنا فیہ شبہا۔ توحید حق ذات باری ہی ہے اور مقام التوحید ذات محمدی اور مقام توحید الٰہی ائمہ معصومین جانشینان رسول اور سچے تابع تو حیدان کے سچے پیرو اور ان کے قدم بقدم چلنے والے شیعہ اور اسی طرح ان کی صفات حقیقیہ جن پر اعتقاد واجب ہے وہی ہیں جو انھوں نے خود بیان فرمائی ہیں ہماری طاقت ہی کب ہے کہ ہم خود ان کی صحیح اور حقیقی توصیف کر سکیں۔ پس جو کچھ کہا ہے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہی نام الایمان ہے اور اس کی تصدیق واجب۔ مگر حیرت اور سخت حیرت ہے۔ کہ حضرات غلو ہو انہی کے اقوال کو اور انہی کے بیان توحید اور توصیف فضائل نبوت و امامت کو غلو کہتے ہیں اور اپنے دعوے کی سند میں انہی اقوال کو پیش کرتے ہیں "این حرف تعجبی است" بعض محتاط حضرات اس ذہنی اور ایمانی ضعف اور غلطی کا احساس کرتے ہوئے یہ فرما دیتے ہیں۔ کہ یہ الفاظ غالیوں نے بڑھا دئے ہیں امام کا کلام نہیں ہے۔ لیکن اس کی دلیل کیا ہے محض یہی کہ یہ الفاظ غلو معلوم ہوتے ہیں اور ان کو ان کے قلوب برداشت نہیں کر سکتے اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ غالیوں نے بڑھا دئے ہیں۔ یہ بیں دعوے بے دلیل ہیں بعض حضرات ایک لطیفہ تراشتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ فضائل ہیں۔ اعتقادات نہیں ہیں۔ اسی کا نام سخافت عقل ہے۔ فضائل قابل ایمان و اعتقاد نہیں تو پھر معارف نبوت و امامت اور کیا ہے؟ انکار فضائل ہی تو کفر ہے۔ اگر فضائل کو بیان کرتے اور سنتے اور پڑھتے ہو اور ان پر اعتقاد و ایمان نہیں رکھتے تو پھر مسلمان کیونکر رہے دراصل

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

اور وہی حضرات سلمان فارسی اور ابوذر غفاری والا معاملہ ہے۔ ایک کا ایمان بلند ہے وہ اعلیٰ فضائل کو برداشت کر لیتا ہے۔ اور ان کی تصدیق کرتا ہے۔ دوسرے کا مرتبہ ایمانی پست ہے وہ ان اعلیٰ فضائل کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اور فی الحقیقت وہ معذور بھی ہے۔ لیکن انکار کفر ہے۔ جابر بن یزید جعفی جن کو ستر ہزار کم پچاس ہزار احادیث رسول (تصدیق بخاری و مسلم) یاد تھیں [illegible]

اسرار احادیث فضائل نبوت و امامت کے حامل تھے کہ ان کا سننے والا کسی کو نہ پاتے تھے۔ اور جب دل تنگ ہوتا تھا تو جنگل میں جا کر کسی گڑھے میں سر رکھ کر ان کو بیان کر دیتے تھے اور اسی طرح دیگر صاحبان اسرار اصحاب ائمہ اطہار۔

اس مقام پر اس کا حکم قرآن کی آیات متشابہات کا حکم ہے اگر اس کی حقیقت اور تاویل سمجھ میں نہیں آتی تو اس کا انکار نہ کرو اور راسخون فی العلم کی طرح کہو۔ آمنا کل من عند ربنا ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ خواہ ہم سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں۔ بس یہی حال ان فضائل اسرار وجودیہ اور مراتب کمال توحید کا ہے جو ان میں سے اس کو تسلیم کرو اور جو سمجھ میں نہ آئے اس کا علم انہی کی طرف رد کرو انکار کروگے اور اپنی نافہمی اور عدم تحمل سے غلو کہہ دوگے تو مرتکب فعل کفر ہوگے اعاذنا اللہ منہ۔ بڑی جرأت ہے کہ اپنی اسی یا اپنے ضعف ایمانی اور عدم تحمل معارف کو چھپانے کے لئے معصومین کی تحقیر کر دی جاتی ہے اور ان کے کلام کو غلط کہہ کر ان کی تکذیب بلکہ معاذ اللہ تکفیر کی جاتی ہے یا علماء سابقین کی کتب کو ان کے ان فضائل کے نقل اور اعتقاد میں کاذب یا کافر کہا جاتا ہے۔ غالی در اصل وہی ہیں جو صانع وجود خالق کے منکر ہیں اور انبیاء مرسلین کو خدا کہتے ہیں اور جملہ عبادات کے منکر اور تارک ہیں وہ صرف ان کی تصدیق کو نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور خدا کے علیحدہ قائل نہیں ہیں جو اس کی عبادت کریں یہ خود معصوم کے کلام سے واضح ہے۔ خدا کے وجود کا قائل اس کو خالق کل ماننے والا اور ان کو اس کا بندہ مخلوق کہنے والا خواہ کیسے ہی فضائل بینہ کا قائل ہو کبھی غالی نہیں کہلا سکتا، ان کو اس کا بندہ اور اس کو معبود برحق مان کر ان کے بیان فضائل و مناقب سے خواہ وہ کسی حد تک پہنچ کسی طرح کا فرغالی نہیں ہو سکتا۔ اور یہی حق ہے۔ اور یہی ان بزرگوار علماء کی تعلیم ہے۔ مگر ضعیف الاعتقاد لوگ تنہا افسراد اپنی رائے اور اجتہاد کو قول معصوم بلکہ قول خدا پر مقدم کہتے ہیں اور اس لئے ان کا

ہزارہا احادیث اور خطبات کو رد کر دیتے ہیں۔ اعاذنا اللہ من ذلک فی الدین سیم۔

قال امیر المومنین ؑ	ہم کو خدائی سے نیچے رکھو
نزلونا عن الربوبیت	بشری کو ہم سے دور کرو کہ ہم
وادفعوا عنا حظوظ	تمہاری طرح کے حظوظ بشریت
البشریة فان عنها	سے دور ہیں۔ اور جو کچھ تم پر گزرتا
مبعدون وعما یجوز	ہے ہم اس سے پاک منزہ
علیکم منزھون۔	ہیں۔ اور پھر ہمارے حق میں
وقولوا فی حقنا ما	جو تمہارا دل چاہے کہو مگر تم ہرگز
استطعتم فان البحر	ہمارے فضائل و کمال کی
لا ینزف و سر	معرفت کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ
الغیب لا یعرف و	سمندر خشک نہیں ہو سکتا اور
کلمة اللہ لا توصف	سر غیب پہچانا نہیں جا سکتا اور

کلمۃ اللہ کی توصیف نہیں ہو سکتی۔ ولو کان البحر مدادا لکلمات ربی الخ

علماء کرام خواہ کسی پایہ کے ہوں مگر مرتبہ معارف ایمانی میں سب یکساں نہیں ہوتے اور نہ ہو سکتے ہیں اور اسی لئے اس مقام پر ان میں اختلاف لازمی ہے۔ پھر علوم خود مختلف ہیں۔ علم کلام کی شان اور ہے۔ اور فقہ کی اور۔ فقیہ ذو القیاس شیخ مفید جیسا عالم کامل اپنی سمجھ میں نہ آنے کے باعث عالم ذر اور عالم الست و احادیث طینت جیسی بیشمار روایات کا انکار کر دیتا ہے۔ اور مجلسی علیہ الرحمۃ اس پر انتہائی تعجب و حیرت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ محض ایک استبعاد عقلی کی بنا پر اتنی احادیث و روایات کا انکار کر دینا معصوم کے مقابلہ میں بڑی جرأت ہے۔ و ذلک ... مولیھا۔

ایک فقیہ مقام معارف میں یہ کہہ سکتا ہے کہ ... کے لیے سہو و نسیان کا قائل نہ ہونا غلو ہے ... عارف یہ کہتا ہے کہ جو شخص ان کا اعلان ...

کو قائم ہو وہ مستکر نہیں ہے کہ اصل بلا امتیاز نبی و غیر نبی
و امام و غیر امام کا انکار کر رہا ہے اور نبی و امام کو ان کے
اصل مرتبہ سے گرا رہا ہے۔ و نعیما وون نعید۔

حاضر کی شان سے غائب پر قیاس کر دو اور ماضی
سے مستقبل کا اندازہ لگاؤ۔ تفسیر اور علماء کے کلام میں یہی بحث
نظر آئے گی۔ ایک شخص ایک عالم کے کلام کو مشکل سمجھتا ہے
اور نافہمی سے اس کو مہمل کہہ دیتا ہے۔ دوسرا اس کو سمجھتا ہے
اور اس لیے حق اور درست جانتا ہے۔ ایک دیا تھی اور
اب بھی اس کا وجود ہے جو کہتی ہے اور کہتی تھی کہ غالب کا کلام
مہمل ہے۔ اس کے اکثر اشعار کے کوئی معنی نہیں اور آج ایک عالم
اس کو سب شعراء سے بہتر کہہ رہا ہے اور ایک شعر کو بھی مہمل نہیں مانتا
اور یہی ہماری اپنی تحقیق اور عقیدہ ہے کہ کوئی شعر غالب کا مہمل
نہیں ہے۔ جو مہمل کہتے ہیں ان کی عقل و فہم مہمل ہے۔ جب
انسانی کلام کا یہ حال ہے کہ اس کو بھی ایک شخص اپنی عقل و فہم و
ادراک و اعتقاد کے مطابق صحیح اور دوسرا غلط کہتا ہے تو پھر
خدا کے کلام کا کیا کہنا۔ بے شک جو اس کو سمجھتے ہیں وہ تصدیق
کرتے ہیں اور جو نہیں سمجھتے انکار کر دیتے ہیں۔ جو ایمان رکھتے ہیں
وہ اگر نہ بھی سمجھ سکیں اس کی تصدیق کرتے ہیں اور جو ایمان
نہیں رکھتے وہ شک کرتے اور رد کر دیتے ہیں۔ یہی ان بزرگوں
کے کلام کا حال ہے۔ جو فوق کلام مخلوق اور تحت کلام خالق
ہے۔ نہ اس میں غلو ہے اور نہ تفسیر ہے۔ غلو اپنے ایمان کا ہے
اور تفسیر اپنی عقل و فہم کی ہے۔

چونکہ ہم محمد صالح کشفی کی کتاب فضائل علوی شائع
کر رہے ہیں اور انھوں نے بھی مثل دیگر علمائے عارفین
سنی و شیعہ ان فضائل میں بعض خطبات بیانیہ علوی کو ذکر
کیا ہے۔ امکان ہے کہ اسی قبیل اس سے انکار کریں۔ اس لیے
یہ تمہید پیش کی ہے اور تحقیق و تفصیل کے لیے ان کے فضائل
پر چند مستقل مقامات قائم کر کے بعض دیگر خطبات جناب امیر کو
... کر دیا موصوف کی تائید اور تصدیق ہو جائے کہ یہ

عارف حق میں جو کچھ کہہ رہا ہے اور کہہ رہا ہے حق ہے۔ ہم کو اس
اس سے کوئی نسبت نہیں ہے

چو لنوی کس ابطا گو کر خطاست
سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست
ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجاست

و طوبیٰ للعارفین۔

ولایت الاولیاء

طبقات ایمانی و سیر و سلوک انسانی

کمال انسانیت در اصل کمال ایمانی ہے اور انسان اس کمال کے اعتبار سے بے شمار مراتب
رکھتا ہے۔ کوئی مرتبہ اول میں اور کوئی دوم میں اور کوئی سات
درجہ پر اور کوئی ستر پر اور قول حضرت رسالت مآب
اس کثرت مراتب و درجات کی طرف اشارہ ہے جہاں
آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ الایمان سبعون درجة
ادناها قول لا اله الا الله واخرها اماطة الاذى
عن الطريق: پہلا درجہ ایمانی جس کو اول مرتبہ اسلام
کہا جاتا ہے وہ صرف زبان سے اقرار تنہا تک ہے۔ اور
آخری درجہ راہ کو صاف کرنا اور دوسروں کے لیے جادۂ
مستقیم راہ الٰہی کی تمام اذیتیں دفع کر دینا۔ اور دنیا میں ہر
ایک کے لیے موجب امن و راحت ہو جانا۔ بلکہ مجسم امن و راحت
ہونا" والمسلم من سلم المسلمون من يده
ولسانه" مسلمان کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ہاتھ اور
زبان سے کسی کو اذیت نہ پہنچے۔ کوئی فعل خلاف صادر نہ ہو
اس کی تفسیر مفصل اپنے مقام پر آئے گی۔
عرفاء نے ان مراتب کو اس طرح تقسیم کیا ہے۔ اول اسلام

دوم ایمان۔ سوم عبادت۔ چہارم معرفت۔ پنجم تقویٰ۔ ششم ... ہفتم ولایت۔ مکتب اس کے بعد درجۂ نبوت ہے جو خالص وہبی و عطیۂ الٰہی ہے۔ انسان کی سعی اور کسب و اکتساب کو اس میں مداخلت نہیں ہے۔ اور نبوت کا دوسرا درجہ رسالت ہے اور رسالت کا دوسرا درجہ اولوالعزمی اور آخری مرتبہ ختم نبوت و رسالت۔

یعنی انسانی ترقی۔ روحانی و ایمانی کے درجات ولایت پر ختم ہوتے ہیں اور ولایت کے بعد درجۂ نبوت ہے اور نبوت گویا آخری درجہ ترقی انسانی ہے۔ اور ختم نبوت آخری درجۂ نبوت۔ اس لیے جو نبی ہوگا وہ تمام درجات انسانیت پر دینی طور پر فائز ہوگا۔ کیونکہ درجہ اعلیٰ درجہ ادنیٰ کو شامل ہوا کرتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر نبی ولی ہو لیکن ہر ولی نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت ختم ہو گئی اور ولایت باقی ہے۔ اور بعد ختم ولایت مطلقہ و بعدہ ولایت اکتسابیہ جزئیہ باقی ہے اور اس لیے لفظ ولی کا اطلاق بعد رسول اللہ و بعد خاتم الائمہ بھی اس معنی پر ہو سکتا ہے جس کے نفس کا تعین تصرف فی العالم کی قوت سے پیدا ہو گئی ہے اور مستجاب الدعوات کے درجہ پر فائز۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون (یونس)

فان النبوة وضع الآداب الناموسية والولاية كشف الحقائق الالهية فان ظهر من النبي تبيين الحقائق فهو بما هو ولي فان كل نبي ولي ر بطلق الولاية لا الولاية المطلقة منى مطلب المنافقة واصحابه

نبوت وضع آداب ناموس شریعت ہے اور ولایت کا فریضہ کشف حقائق الٰہیہ ہے۔ پس اگر نبی سے حقائق الٰہیہ بیان ہوں تو وہ اس کے ولی ہونے کی حیثیت سے ہیں۔ کیونکہ ہر نبی ولی ضرور ہوتا ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ ہر ولی نبی ہو خصوصاً بعد ختم نبوت [illegible]

ولا يمكن للنبي كمال الدرجات ووجهه الى الحق وتوجه وجهه الى الخلق وقيل النبوة رفع الحجاب والولاية رفع الحجاب رفع و النبوة على قسمين نبوة التعريف و نبوة التشريع فالاولى هي الانبياء عن معرفة الذات و الاتصاف بالاسماء والثانية جميع ذالك مع تبليغ الاحكام والتاديب بالاخلاق والقيام بالسياسة والولاية قيام العبد بالحق عند فناء نفسه هذا المنتهى الى الحق [illegible] من يبلغه غاية القرب و التمكين۔

آیت کے [illegible] ہوتے ہیں ایک [illegible] کی طرف [illegible] طرف [illegible] ولی اور [illegible] کی اور اس [illegible] کہا ہے کہ نبوت رفع حجاب ہے اور ولایت کشف حجاب ہے یہاں پر دو [illegible] ... اور [illegible] دیا جاتا ہے [illegible] نبوت کی دو قسمیں ہیں ایک نبوت [illegible] ایک نبوت تشریعی [illegible] خدا کی تبلیغ اور [illegible] اسماء سے متصف ہوتا [illegible] اور دوسرے [illegible] صفات کے [illegible] کرنا۔ اخلاق کی [illegible] خدا کے احکام [illegible] فناء نفسانی کے [illegible] حق سے قریب [illegible] یہ جب وقت [illegible] اس کو [illegible] درجۂ انتہائے قرب [illegible] تصرف کو پہنچا دیتا ہے، [illegible] کرتا ہے۔

ان مراتب [illegible] کرتے ہیں کہ ہم [illegible] سلام [illegible]

یعنی اس کے سلام کا جواب واجب ہو جاتا ہے اس کا
ذبیحہ حلال اور اس کے ساتھ مناکحت جائز اور اس کی جان
و مال محفوظ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومنا
دنیا ، جو تم کو بطریق اسلامی سلام کرے اس کو یہ مت کہو
کہ تو ایمانی برادری میں داخل نہیں ہے کیونکہ وہ کافر تھا
اپنے اسلام کو ظاہر کرتا ہے۔

جب اقرار شہادتین کے بعد دل کی آنکھیں نور معرفت
ویقین سے کھلنے لگتی ہیں تو گویا صفت ایمان کا ظہور ہوتا ہے
اور جوں جوں یہ نور بڑھتا ہے اسی قدر درجہ ایمان زیادہ
ہوتا ہے اور اس کی آخری حد سرحد توحید سے متصل۔ ولا
یعلمها الا هو۔

معصوم علیہ السلام نے فرمایا ہے

ما من قلب الا و له — ہر ایک دل کی دو آنکھیں ہیں
عینان فاذا اراد — پس جب خدا کسی
الله بعبد خیرا — بندے کی بھلائی چاہتا ہے
فتح عینیه اللتین — تو اس کے دل کی دونوں
فی القلب یشاهد — آنکھیں کھول دیتا ہے تاکہ
بهما الملکوت — وہ اس دل کی آنکھوں سے

عالم ملکوت کا مشاہدہ کرے۔ اور بواطن اشیاء اور حقائق
کائنات اس پر روشن ہوں

فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ — اور جس کو خدا چاہتا ہے
يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ — کہ اپنی راہ دکھائے اور
لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ — اپنی طرف لائے تو اس کا
يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ — سینہ نور معرفت سے
ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ — کھول دیتا ہے اور توفیق
فِي السَّمَآءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ — شامل حال کر دیتا ہے
اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ — اور جس کو چاہتا ہے کہ
لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ — ہدایت نہ فرمائے تو اس کا

سینہ تنگ کر دیتا ہے۔ اور بند رکھتا ہے گویا کہ وہ آسمان پر
چڑھتا ہے اور حصول ایمان ناممکن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خدا
ان لوگوں پر پلیدی ڈالتا ہے جو اس کی تصدیق نہیں کرتے
اور ایمان نہیں رکھتے۔

جو شہادتین کو قبول کر لیتے ہیں۔ ان کو یہ ہدایت و توفیق
واصل ہو کر حاصل ہو جاتی ہے اور وہ منازل ایمان
طے کر لیتے ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ — جس کے دل میں خدا نور توفیق
لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ — عطا نہ فرمائے تو اس کو پھر
مِنْ نُّوْرٍ (آیۃ نور) — کہیں سے روشنی حاصل نہیں

ہو سکتی وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا
زَادَهُمْ هُدًى۔ جو اس کی راہ پر آ جاتے ہیں اس پر
ایمان لے آتے ہیں۔ اس کی راہ نمائی فرماتا ہے اور نور ہدایت
میں اضافہ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا — اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش
فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ — کرتے ہیں اور ہماری طرف
سُبُلَنَا — آنے کی سعی تو ہم ضرور ان کو

اپنے راستے دکھلا دیتے ہیں اور بے شک خدا نیکوکاروں کے
ساتھ ہے۔ اور اس کی توفیق ہمیشہ ان کے شامل حال۔ وہ
یوت کل ذی فضل فضله جس میں جس کی قابلیت
دیکھتا ہے دیتا ہے۔ ولا یولی الا ما تولاه طبعا وارادة
ہماری آنکھ جو عالم جسمانی کو دیکھتی ہے یہ نور رکھتی ہے
لیکن روشنی لے سے اس کو ایک نور راہ نمائی ضرور رہتی ہے
مثلاً چاند اور سورج کی روشنی یا آگ کی روشنی بغیر اس کی
راہ نمائی کے آنکھ اس عالم ملک کو دیکھنے سے عاجز ہے اسی
طرح دل کی آنکھ بھی عالم ملکوت اور باطن کو دیکھنے سے بغیر
رہنمائی نور عاجز ہے مثلاً شمس و قمر روحانی دین و دل
اسی کے نور سے چشم بصیرت روشنی لیتی ہے اور یہی وہ نور ہیں
جو خوابیدہ مومن کے دل کی آنکھیں روشن کرتا ہے فالشمس
والقمر هادیان للابصار۔ والنبی والولی هادیان

البصائرہ چاند اور سورج آنکھوں کے راہ نما ہیں اور نبی و ولی رشد و قمرِ روحانی دلوں کے راہ نما ہیں "والشمس وضحٰھا والقمر اذا تلٰھا" قسم ہے آفتابِ رسالت اور اس کی روشنی کی اور قسم ہے ماہتابِ امامت کی جو آفتابِ رسالت کے غروب ہوتے ہی اس کے پیچھے آتا ہے۔ اور عالمِ ملکوت کو روشن کرتا ہے۔ شعر

شمس ہر کہ چوں غروب ماہ را باید طلوع
بعد ہی مرتضٰے [illegible]

اور ایمان موجبِ عبادت ہوتا ہے۔ عبادت موجبِ معرفت ہوتی ہے۔ اور جو عبادت گذار عارف ہو جاتا ہے اور عبادت و معرفت کی تحصیل ہونے سے عمل اطواری واجبات و المباحات اور ترک محرمات و مکروہات۔ "واتقوا اللہ و یعلمکم اللہ" یعنی تقویٰ تعلیم الٰہی ہوتا ہے اور پھر ترک ماسوی اللہ پر قائم ہو کر راہی الی اللہ ان درجات ستگار و استسلام۔ ایمان۔ عبادت۔ معرفت۔ تقویٰ۔ زہد کی سیر پر آں موجب قربِ سعد ہوتا ہے۔ اور قرب موجبِ اتصاف با اوصاف ہے جس طرح لوہا آگ سے جس قدر نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اسی قدر اس میں اوصافِ آتشی زیادہ ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ نورانیت اور سرخ رنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور چشمِ ظاہر اس کو آگ ہی سمجھتی ہے۔ اور چشمِ بصیرت اس کو متصف باوصافِ آتشی دیکھ کر بھی لوہا ہی دیکھتی ہے۔ میں آتش میں دیکھی اور اپنی تجلی مظہر صفاتِ باری و مستجاب الدعوات ہو کر معترف علم مقدرت عالمِ امکاں میں اس سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ مرتبہ ولایت ہے اور ولی جب درجۂ ولایت ہوا تو عالم میں تصرف رکھتا ہے اور کرامات پیدا ہوتے اس سے ظاہر ہو کر موجب اعتبار خاص و اکرام ربانی ہوتی ہیں۔ احادیث قدسیہ میں اس حقیقت کی طرف لطیف اشارات ہیں کہ کہیں کر منعدان مراتب کو طے کر کے متعلق باخلاق و متادب آداب الٰہی ہو جاتا ہے اور العبودیۃ

"جوہرۃ کنہھا الربوبیۃ" کی حقیقت اس پر واضح کر دیتا ہے۔

ان العبد اذا اتباع	بندہ جس وقت اپنے نطق و
نطقہ و حفظ لسانہ	تکلم کو تابع کر لے
علمتہ الحکمۃ فان	اور زبان کی حفاظت کرے
کان کافرًا تکون	اور صمت و سکوت سے
حکمتہ علیہ وبالًا	کام لے تو میں اس کو حکمت
فان کان مومنًا	سکھا دیتا ہوں پس اگر وہ
تکون حکمتہ نورًا	کافر ہے تو یہ حکمت اس کے
و برہانًا و شفاءً و	لیے وبال ہو جاتی ہے اور اگر
رحمۃ فیعلم ما لم	وہ مومن ہے تو یہ حکمت اس
یکن یعلم و یبصر ما لم	کے لیے نور اور برہان و شفا
یکن یبصر فاول ما	و رحمت بن جاتی ہے۔ پس وہ
یبصر عیوب نفسہ	جو نہیں جانتا تھا جان جاتا
حتی یشتغل عن	ہے اور جو نہیں دیکھتا تھا وہ
عیوب غیرہ والبصر	دیکھنے لگ جاتا ہے اور اول
دقائق العلم حتی	بصیرت یہ ہے کہ میں اس کو
لا یدخل علیہ	اس کے نفس کے عیوب دکھا
الشیطان۔ محمد؟	دیتا ہوں تاکہ وہ دوسروں

کی عیب جوئی سے مشغول رہے اور میں اس کو حقائق عالم و دقائق علوم دکھلا دیتا ہوں کہ اس کے قلب میں شیطان دخل نہ پا سکے۔

ریاضت اور تزکیہ نفس سے نفس میں حکمت پیدا کر دیتا ہے اگرچہ نفس کافر ہو۔ اور مومن کے لیے وہ نور و شفا بن جاتی ہے۔ حقائق علم منکشف ہو جاتے ہیں اور جو نہیں جانتا تھا وہ جان جاتا ہے اور جو نہیں دیکھتا تھا وہ دیکھ سکتا ہے۔

ولا یزال العبد یتقرب	ہمارا بندہ [illegible]
الی بالنوافل حتی احبہ	سے قرب [illegible]

سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به ولسانه الذي ينطق به ويده التي يبطش بها ورجله الذي يمشي بها.

جاتا ہے کہ آخر میں وہ پیکر اوصاف کا آئینہ بن جاتا ہے۔ میں اس کا کان ہو جاتا ہوں اور وہ میرے ذریعہ سنتا ہے میں ہی اس کی آنکھ بن جاتا ہوں۔ کہ مجھ سے دیکھتا ہے۔ میں ہی اس کی زبان بن جاتا ہوں کہ میرے ذریعہ بولتا ہے اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا اور میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں کہ اس سے حملہ آور تصرف کرتا ہے۔ اور میں ہی اس کا پیر بن جاتا ہوں کہ مجھ سے چلتا ہے اور ایک آن میں جہاں جاہتا ہے چلا جاتا ہے۔

وکلام یب فیہ من اخلص لله اربعین صباحا جرت ینابیع الحکمة من قلبه علی لسانه.

جو ایک چلہ اخلاص عبادت و اطاعت میں گزارے حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔ اور یہی درجہ دل سے ہے و

انما قل نکتفیہ الاشارہ۔

عارفین نے ان ابیات کی ترتیبات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

اول ما یبدو فی قلب العارف ممن یرید الله سعادته نورا ثم یصیر ذلك النور ضیاء ثم یصیر شعاعا ثم یصیر نجوما ثم یصیر قمرا ثم یصیر شمسا.

جس مومن عارف کی خداوند عالم ہدایت و سعادت چاہتا ہے تو اول جو شے اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے وہ گویا نور ہے تعبیر کی جاتی ہے۔ پھر زیادتی ہوتی ہے اور وہ نور ضیا بن جاتا ہے اور یہ ضیا شعاع ہو کر چمکتی ہے اور شعاع۔ نجوم درخشندہ کہ دوسرے بھی اس سے ضیا حاصل کرنے لگے ہیں۔ پھر یہ نور ترقی کرکے قمر منیر ہو جاتا ہے اور پھر آفتاب درخشاں قلوب عالم کو روشنی دینے لگتا ہے۔

فاذا ظهر النور فی القلب برد الدنیا فی قلبه بما فیها فاذا صار ضیاء ترکها وفارقها فاذا صار شعاعا انقطع منها وزهد فیها فاذا صار نجوما فارق الدنیا ولذاتها ومحبوباتها واذا صار قمرا زهد فی الآخرة وما فیها فاذا صار شمسا لا یری الدنیا وما فیها ولا الآخرة وما فیها ولا یعرف الا ربه فیکون جسده نورا وقلبه نورا وکلامه نورا.

پس جس وقت قلب مومن میں نور ظاہر ہوتا ہے تو آتش حب دنیا وما فیہا اس کے دل میں سرد پڑ جاتی ہے۔ اور جب یہ نور ضیا بن جاتا ہے تو مومن دنیا کو چھوڑ دیتا ہے اور اس سے جدا ہو جاتا ہے پس جب یہ ضیا شعاع بن جاتی ہے تو دنیا سے بالکلیہ منقطع اور اس سے بے رغبت (موتوا قبل ان تموتوا) ہو جاتا ہے اور جب یہ شعاع درجہ نجوم پر پہنچ جاتی ہے تو وہ دنیا اور لذات دنیا اور محبوبات دنیا سب سے جدا ہو جاتا ہے اور جب وہ قمر بن جائے تو لمعات آخرت سے بھی بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اور رضوان الہی کا طالب ہو جاتا ہے۔ اور جب مقام شمسیت پر پہنچ جاتا ہے تو دنیا و آخرت نہیں دیکھتا اور اپنے رب کے سوا کچھ نہیں جانتا پہچانتا اس کا دل بھی نورانی ہو جاتا ہے اور جسم بھی نورانی بن جاتا ہے۔ اور اس کا کلام بھی نورانی ہو جاتا ہے۔

اما المحرومون من هذه الانوار فهم الذین اشار الیهم

لیکن جو لوگ ان انوار سے محروم ہیں وہ وہی اشخاص ہیں جن کی طرف خدائے پاک

لقولہ، اَلَّذِیْنَ کَانَتْ اَعْیُنُھُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِکْرِیْ (سورۂ کہف) اپنے اس قول میں اشارہ فرماتا ہے یعنی وہ لوگ جن کی آنکھیں ہمارے ذکر سے پردے میں رہیں ہیں اور توفیق حاصل نہ کر سکیں۔

قال النبی فی جسد ابن آدم لمضغة اذا صلحت صلح بھا الجسد کلہ وان فسدت فسد بھا الجسد کلہ الا وھی القلب۔ بے شک جسم آدم میں ایک مضغۂ گوشت ہے اگر وہ اصلاح پا گیا تو سارا بدن درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب اور فاسد ہو جائے تو سارا بدن فاسد ہو جاتا ہے اور وہ انسان کا دل ہے اگر دل کی اصلاح ہو گئی صلاح و فلاح دارین حاصل، اور اگر دل کی اصلاح نہ ہوئی تو خسر الدنیا والاخرۃ۔

ان درجات بہت کا ہر مرتبہ قص تعالیٰ سے یعنی جوں جوں مرتبہ بڑھتا جاتا ہے عدد گھٹتا جاتا ہے۔ اول درجہ اسلام ہے۔ اور مسلمانوں کی تعداد زیادہ اس سے اوپر ایمان ہے۔ اور مومن اس سے بہت کم، و من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ الآیہ۔ مومنین صادقین و کم بعبادت سے مومنین میں سے عابدین اور کم۔ پھر معرفت ہے اور عارفین عابدین کی بہ نسبت اور کم ان سے کم اور متقیوں میں سے زاہدین میں سے زاہدین بہت تھوڑے۔ رشتۂ قرن اول اور ثانی یعنی اصحاب و تابعین میں سے آٹھ زاہد مشہور ہوئے ہیں۔ جن میں اول درجہ حضرت ابوذر غفاری کا ہے۔ پھر ان زاہدین میں سے اولیاء بہت کم۔ و قلیل من عبادی الشکور۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ان درجات کے بعد درجۂ ولایت نبوت ہے

سو موہبتی ہے جس ولی پر ہوتا ہے اور وہ ولایت و باطنیہ نظر روح قدس ہوتی ہے۔ ہماری ارواح کو میسر نہیں۔ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ میں اللہ نے ان سب انبیاء کی روح قدس سے تائید فرمائی ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ اسی طرح اے محمد ہم نے تجھ کو روح امری عطا کی۔ فرق یہ ہے کہ وہ ارواح جزئی ہیں اور یہ کلی جس طرح حیوان میں روح انسانی نہیں ہوتی اس لیے وہ درجۂ انسانیت اپنی سعی سے حاصل نہیں کر سکتا اسی طرح کوئی عام انسان درجۂ نبوت حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ روح قدس نہیں رکھتا اور صاحب روح قدس تمام اعتبارات سے کامل ہوتا ہے جو کچھ انسان آخر درجہ علم و معرفت حاصل کر سکتا ہے اور عبادت اور ریاضت سے جس درجہ کمال روحانی تک پہنچ سکتا ہے صاحب روح قدس خلقتاً پہنچا ہوا پیدا ہوتا ہے۔

عارفین نے کہا ہے قرب الٰہی حاصل ہونے کے دو طریق ہیں سلوک محبوبیت و سلوک محبت۔ سلوک محبوبیت یہ ہے کہ سالک راہ خدا العزیز سیر و سلوک روحانی و عبادت و طاعت و ریاضت و زہد و تقویٰ اور بغیر ہدایت و تعلیم ادنیٰ و بشر و معلم محض عنایت ازلیہ و ہدایت و ہدایت حقیقیہ سے سالک پہنچا ہوا ہو اس درجہ مقام پر اس کی خلقت مقام جب سے دائم ہوئی ہو اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اَلَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی۔ ھؤلاء ھم الابرار المقربون الذین شربوا من شراب المحبۃ والشوق بکاس العشق والعنایۃ والارادۃ الذاتیۃ قبل ان یخلق العالم وما فیہ والیہ اشار بقولہ وَسَقٰھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن پر ہمارا احسان ان کی عبادت طاعت سے مقدم سابق ہے۔ یہ سالکین کے لیے واسطہ وسیلہ خلق کرتے ہیں اس لیے خود محتاج واسطہ ہدایت نہیں ہیں اور ...

جو کہ انسان مسلم و اخلاق ما کاشف دولت سلام و ایمان کی
نعمت سے ہو کر بذریعہ عبادت و ریاضت قرب الٰہی حاصل کرے
جیسا کہ قرآن کی آیت سے ظاہر ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا
فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ جو ہماری راہ میں کوشش
کرتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنے رستے دکھلاتے ہیں یہی انبیاء علیہم
و اولیاء کاملین اور دین والے ہیں۔ اور ان کے درجات میں بھی
حسب درجہ روحانیت تفاضل ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ
فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ انبیاء بعض سے اعلیٰ مرسلین
افضل ہیں اور مرسلین سے اولوالعزم اور اولوالعزم سے خاتم
النبیین اور اسی طرح ان میں ناقص مع التفاضل ہے یعنی
جتنا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے تعداد کم ہوتی جاتی ہے۔ کل
انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور ان میں سے مرسلین تین سو
تیرہ اور ان میں سے اولوالعزم پانچ اور ان میں سے خاتم
النبیین ایک

اسی درجات انبیاء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور
انور نے ارشاد فرمایا ہے۔

اَلرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ جُزْءٌ مِنْ اَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔ سچا خواب نبوت کے چالیس جزوں میں سے ایک جزو ہے۔

اور پھر ارشاد فرماتے ہیں سچا خواب نبوت کے چھیالیس یا پینتالیس۔ دونوں طرح مروی ہے۔ جزوں میں سے ایک جزو ہے۔ نیز فرماتے ہیں۔ سچا خواب نبوت کے ساٹھ جزوں میں سے ایک جزو ہے۔ اور پھر ارشاد ہے۔ سچا خواب نبوت کے ستر جزوں میں سے ایک جزو ہے۔ یہ اختلاف اختلاف درجہ نبوت کے لحاظ سے ہے۔ جس کی معنی یہ ہے۔ وہ چالیس درجہ طرق علوم باطنی پر طاری ہوتا ہے۔ مرسل چھیالیس درجہ پر۔ اولوالعزم ساٹھ پر اور خاتم النبیین ستر درجے پر۔ اور یہ عام غیر متناہی ہے۔ یہاں مقصود کثرت درجات و مراتب و علو مقام ہے۔ نہ تعداد معین۔ کیونکہ لفظ ستر اسی معنی میں مستعمل

ہوتا ہے۔ اس کے درجات کا احاطہ محال ہے۔

اور تمام اولیاء مومنین و انبیاء مرسلین و غیر مرسلین کے عرفاء نے درجے قرار دئے ہیں۔ اور ہر درجہ میں درجات قرب متفاضل ہے۔ جتنا درجہ ولایت بڑھتا ہے۔ عدد گھٹتا ہے۔ حتیٰ کہ اولیاء کاملین میں سے ولی نقباء ہیں اور وہ تین سو۔ پھر ان سے اوپر نجباء ہیں وہ ستر ہیں۔ پھر ان سے اوپر ابدال ہیں اور وہ چالیس ہیں۔ اور ان سے اوپر اوتاد [illegible] اور وہ چار ہیں۔ اور ان سب کے اوپر غوث ہے اور وہ ایک ہے۔ اور وہی قطب عالم ہوتا ہے۔ اور [illegible] اس دور سارے کا رسول ہی ہوتا ہے۔ اور خاتم المرسلین سب غوثوں کا غوث اور سب قطبوں کا قطب قطب الاقطاب ہے۔ وہ ایک پر مدار عالم امکان۔ آسمان اس کے سہارے حرکت کرتا ہے اور زمین اس کے سہارے قائم ہے۔ اور جو کچھ عالم میں ظاہر اور صادر ہوتا ہے وہ سب اسی کے وسیلہ اور اسی کے تحت حکم صادر ہوتا ہے

اے کہ آمد رازِ او خود تو انشی در
لے میش راہ مریش دکم ۱۰ مرید کار

بہر حال ولی ہے۔ درد ولایت باطن نبوت ہے۔ نبوت ظاہر ولایت۔ لیکن نبوت ختم ہو جانے والی ہے اور ولایت باقی رہنے والی۔ کیونکہ صفت باری تعالیٰ ہے۔ اللّٰہ ھو الولی۔ وھو الولی الحمید۔ وہ اللہ ہی ولی حمید ہے۔ اور رسالت و نبوت صفات باری میں داخل نہیں اور اس لفظ کا اطلاق اس پر نہیں ہو سکتا۔ پس نبوت ختم ہے۔ اور ولایت ہمیشہ ہمیشہ باقی۔ وَمَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ الآیۃ۔ اور حضرت

نے ارشاد فرمایا لا نبی بعدی۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ نبوت حضرت پر ختم ہو گئی اور ولایت مطلقہ باقی اور بعد میں اسی کے نور کا جزو اور اس کی روح قدس کا حامل اور اس کے علم کا وارث علی ابن ابی طالب ولی اللہ ولیا اور اس کے بعد اس کے اجزا نور یعنی آپ کی عترت و ذریت کے ائمہ تا مہدی صاحب العصر و الزمان [illegible] انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون [illegible] کے قطب اور غوث ہیں اور اس زمانہ کا [illegible] عجل اللہ فرجہ۔ اکثر صوفیائے کرام نے اس کی تصریح کی ہے کہ قطب زماں مہدی علیہ السلام ہیں چنانچہ علی اکبر [illegible] اسد اللہ نے اپنی کتاب مکاشفات نفحات الانس [illegible] جامی کے [illegible] پر آپ کے وجود [illegible] قطب [illegible] کر دیا ہے اور [illegible] کہ اس سے پہلے ان کے والد بزرگوار امام حسن عسکری قطب زماں تھے اور اسی طرح احمد سمنانی نے اس کی تصریح کی ہے اور محی الدین عربی بھی اس کے قائل ہیں اور قطب عالم مثل قلب انسانی ہوتا ہے کہ تمام اعضاء و جوارح ارادہ قلبی کے ماتحت ارادہ قلب کام کرتے ہیں۔ وعلیہ المدار۔

والولی ھو المتولی لامور العالم و المتصرف فیہ ولی کے معنی مدبر امور عالم و متصرف فی العالم ہر [illegible] من السماء الی الارض آسمان سے زمین تک تمام امور کی تدبیر کرتا ہے۔ "وھو الولی الحمید" پس علی ولی مطلق ہیں۔ بنظہر تام ولی الحمید العلی العظیم ولی مطلق ہے اور کل اولیاء متولیان و متصرفان ہوتے تو اس کے تحت امر ہیں اور جو کچھ تدبیر و تصرف ولی حمید سے صادر ہوتا ہے وہ بواسطہ ولی کے ظاہر ہوتا ہے۔ خواہ خلق ہو یا رزق ہو یا علم ہو یا حکمت ہو یا حیات یا موت ہو اور یہ مسلو ہیں میں حقیقت ایمان ہے اور اس حقیقت سے انکار کا نام کفر ہے۔ والانکار بعضہا عشر کفر بہ

تحقیق مدبرات الامور

الامو ف	خدا کے سوا اس عالم میں اور کوئی موثر نہیں۔ بے شک تمہارا
العالم الا اللہ ان	پروردگار وہ خدائے پاک ہے
ربکم اللہ الذی	جس نے چھ دن میں زمین و
خلق السموات و	آسمان بنائے۔ پھر وہ عرش
الارض فی ستۃ ایام	تدبیر پر مستولی و غالب ہو کر تمام
ثم استوی علی العرش	امور کی تدبیر کرتا ہے بغیر اس
یدبر الامر ما من	کے اذن کے کوئی اس کا
شفیع الا من بعد	شریک نہیں۔ یہی اللہ تمہارا
اذنہ ذالکم اللہ	رب ہے پس اس کی عبادت
ربکم فاعبدوہ افلا	کرو۔ کیا تم اس میں تفکر و
تذکرون (یونس)	تذکر نہیں کرتے۔ وہ مدبر حقیقی

تمام امور کو موافق تقدیر و قضا کے کارکنان قضاء و قدر جن کو اس نے اسی تدابیر کے لئے خلق کیا ہے۔ خلق ہو یا موت ہو۔ رزق ہو یا تعلق باجسام اشخاص و انواع ہو۔ ذرہ ذرہ پر ایک امر ملک مقرر و موکل ہے "ولا یعلم جنود ربک الا ھو" اس لشکر الٰہی کی تعداد اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور ان کے بے شمار درجات ہیں

قال المحقق الداماد فی القبسات

الحق ما علیہ الحکماء	حق بات وہ ہے جو حکمائے الٰہی اور
الالٰھیون من شرکاء	علمائے عارفین اسلام نے کہی ہے
الصناعۃ و المھرۃ	کہ ملائکہ کی بہت قسمیں اور قسمیں
المحصلون من علماء	ہیں۔ اور سب کل طبقات
الاسلام ان للملائکۃ	ہیں۔ بعض ملائکہ [illegible]
شعوب و ضروب	[illegible]

وقبائل وطبقات روحانية وهيولانية وقسم [illegible] جسمانية وعلوية وسفلية و سماوية وارضية فالاولى الطبقة الذين طعامهم التسبيح وشرابهم التقديس الروحانيون المكرمون عن الجواهر العقلية نطبقات انوارها وانوارها. ومنهم روح القدس النازل بانوار الوحي والنافخ في ارواع اولى القوة القدسية باذن الله تعالى والنفوس المدبرة المقارنة السماوية نفوس المنطبعة السماوية والقوى المدركة الفعالة و الصور الطبعية النوعية الطبائع الجوهرية و اسباب الانواع المركبات العنصرية دان لكل جرم سماوي ولكل درجة فلكية وكذلك طبيعة [illegible] ملكا روحانيا [illegible] بالتدبير [illegible] القرآن

علویہ سفلیہ ارضیہ سماویہ روحیہ اور ان کا اعلیٰ طبقہ وہ ہے جن کا کھانا پینا تسبیح و تقدیس ہے یعنی جواہر عقلیہ ملائکہ روحانی مقربین جو اپنی استعداد انوار و انوار۔ اور انہی میں سے روح القدس ہے جو انوار وحی لے کر نازل ہوتا ہے اور صاحبانِ قوت قدسیہ کے دلوں میں الہام کرتا ہے بحکم الٰہی پھر نفوس مقارنہ سماویہ ہیں اور ان کے بعد نفوس منطبعہ سماویہ اور قوائے مدرکہ فعالہ صور نوعیہ طبائع جوہریہ اسباب انواع مرکبات عنصریہ وغیرہا اور ہر ایک جرم سماوی اور ہر ایک درجہ فلکی اور اسی طرح تمام طبائع مادیہ عنصریہ کے لیے ایک ملک روحانی ہے۔ جہان کا والی متصرف اور ان کی تدبیر پر موکل ہے اور اس کے ارجحات کو انجام دینے والا اور قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ

للحكيم وما يعلم جنود ربك الا هو وفي الحديث عنه اطت السماء وحق لها ان تاط ما فيها موضع قدم الا فيه ملك ساجد او راكع [illegible]

اس حد درجہ کی فوج کی تعداد کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور حدیث نبوی میں منقول مروی ہے کہ آسمان چرچراتا ہے۔ اور وہ اس کا سزاوار ہے کہ چرچرائے اس لیے کہ اس میں ایک بالشت بھر جگہ نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ سجدے یا رکوع میں موجود نہ ہو۔

العلويات السماوية الفعالة التي لا علاقة لها مع الاجسام لو علاقة التدبير وهي الانوار القاهرة فاما مترتبة وهي الطبقة الطولية من الجوهر الاعلى واما متكافئة وهي الطبقة العرضية من القواهر الادنين وكلهم محجوبون في مشاهدة جلاله ويعبر عنهما القرآن الكريم بالصافات صفا والسابقات سبقا واما لها علاقة مع الاجسام فكل منها مبدأ افعال مختلفة وانا مبدء فعل

اور رکھا جاتا ہے کہ مبادی فعال روحانی موجودہ مدبرہ فی العالم، تو وہ ہیں جن کو اجسام مادی سے کوئی علاقہ نہیں یہ مجرد ہیں، اور وہ انوار قاہرہ و عقول قادسیہ ان میں سے اتو مرتبہ ہیں وہ جواہر عالیات کا طبقہ طولیہ ہے اور ان میں سے متکافئہ ہیں وہ جواہر ادنائے ارضیہ کا طبقہ ہے۔ اور یہ سب کے سب مشاہدۂ جمال الٰہی میں مستغرق قرآن کریم ان ملائکہ کو صافات و سابقات سے تعبیر کرتا ہے لیکن وہ مبادی مؤثرہ جو اجسام سے تعلق رکھتے ہیں ان کے بھی کئی طبقے اور درجے ہیں ان میں سے بعض وہ ہیں جو مبدء افعال مختلفہ ہیں۔ اور

واحد ثم على كل واحد
من التقديرين اما مع
الشعور واما عديم
الشعور فمبادي الافعال
المختلفة بلا شعور هي
النفوس النباتية ومع
الشعور الكلي والجزئي
هي النفوس الناطقة
الحيوانية الحساسة
المتحركة ومبادي
الفعل الواحد الذي
على وتيرة واحدة مع
الشعور هي النفوس
السماوية ومبادي
الفعل الواحد بلا شعور
ان لم يقوم المحل فهي
المبادي الرصية فان
قومت فان في البسيط
هي الطبائع وفي المركب
هي صور النوعية فجميع
ثلاث المبادي ملائكة
سماويه وملائكة
ارضية ولكن باعتبارات
جامعتها النوريه وباعتبارا
انما استمدادها بالحق
وبعبارة اخرى حيث
انها في الدهر لا في
الزمان عبر عنها القرآن
المجيد بالمدبرات

بعض وہ ہیں جن سے
ایک ہی فعل صادر ہوتا
ہے اور ان دونوں قسموں
سے یا تو وہ ہیں جو شعور
رکھتے ہیں یا وہ ہیں جو شعور
نہیں رکھتے
پس جو مبادی افعال
مختلفہ بلاشعور ہیں وہ
نفوس نباتیہ ہوتے ہیں
اور جو کلی یا جزئی شعور
رکھتے ہیں وہ نفوس ناطقہ
حیوانیہ صاحب حس و
حرکت ہیں اور وہ جن سے
ایک ہی فعل ہمیشہ ایک
ہی طریق پر صادر ہوتا ہے
وہ نفوس سماویہ ہیں
اور مبادی فعل واحد
بلاشعور ہو اگر وہ قائم
المحل نہیں ہیں تو مبادی
رصیہ ہیں اور جو قائم
المحل ہیں تو وہ بسائط
میں طبائع ہیں اور مرکبات
میں صور نوعیہ۔ پس یہ
تمام مبادی تدبیر و
تصرف ملائکہ سماویہ و
ملائکہ ارضیہ ہیں لیکن
بالذات نہیں۔ بلکہ اپنی
نورانیت ....
اور تعلق و رابطہ بالا کی

امورها الانبياء و
الاولياء كما كانوا
سادي القضاء الالهي
كان الطبيب و
الطبيعي خادم الطبيعة
وكل المبادي جنود
الحق تعالى وعماله
وايديه الفعالة
مرتبطة به لاينسبون
الافعال الى النفس
والطبيعة والصورة
والدهر وغيرها
مما يسندون الغافلون
عن الله الساهون
عنه۔

جہت سے۔ دوسرے
لفظوں میں یوں کہئے کہ
چونکہ وہ عالم پر ہیبت سے عالم
ربانی میں اس لئے ان کو
قرآن کریم مدبرات
الامور امور الہی کی تدبیر
کو انجام دینے والے کہا
گیا ہے اور المدبرات
امرا۔ پس انبیاء اور اولیا
جبکہ خدام قضاء الہی ہیں۔
جس طرح کہ طبیب اور حکیم
خدام طبیعت ہوتے ہیں اور
اس کو مدد پہنچاتے ہیں اس
کی تدبیر کرتے ہیں) اور تمام
مبادی ملائکہ) اللہ جنود
حق سبحانہ تعالیٰ اور اس کے کارکنان اور قضا و قدر کو
تصرف قدرت جانتے ہیں۔ اور سب کو اسی ذات حق
سے مربوط دیکھتے ہیں۔ اس لیے ان افعال کو جو عالم امکان
میں بحیثیت تدبیر و تصرف ان سے صادر ہوتے ہیں۔ ان
نفوس و طبائع کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ بلکہ ذات حق
کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ یہ سب کام اس کے تحت حکم و
تحت قدرت کر رہے ہیں۔ اگرچہ بالباطن یہ افعال
اسی سے صادر ہوتے ہیں جس طرح معرفت حق سے محروم
غافلین ان افعال کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ان کو
گویا بالذات موثر جانتے ہیں ولا موثر فی العالم
الا اللہ۔

الحاصل جملہ تدبیر عالم باذن اللہ ان ہی حیات
امور و صافات و سابقات و ناشطات و نازعات
حولیان امور صادر ہوتے ہیں [illegible]

ظاہری ان سے منسوب ہوتے ہیں۔ اور لوبر مقصود قدرت اور امور من اللہ ہو... در اصل یہی افعال خدا کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

اور ان تمام والیان امور کے سلسلۂ طویلہ میں سلسل تفاضل ہے۔ یعنی اول مباشرت فعل ایک ادنیٰ درجہ کا ملک ہے۔ پھر اس سے بالا پھر اس سے بالا۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ ملائکہ سے گذر کر منتہی ہوتا ہے۔ ملأ اعلیٰ تک۔ امر مطلق ہے سب ملائکہ مدبرات جیسا فات وسابقات وغیرہا اس کے تحت امر یہ امور انجام دیتے ہیں۔ اس کو اپنے مشاہدات میں لاکر تشبیہ یوں سمجھو کہ ایک پٹواری ہے ایک قانون گو۔ ایک تحصیلدار پھر ڈپٹی کلکٹر۔ پھر کلکٹر۔ ڈپٹی کمشنر۔ کمشنر۔ گورنر پھر وائسرائے۔ پھر سیکریٹری آف سٹیٹ۔ پھر وزیر اعظم اور ان کے اوپر بادشاہ۔ بادشاہ کسی امر کے اجرا کا حکم صادر فرماتا ہے اور یہ کارکنان اس کو بالترتیب اجرا کرتے ہیں بادشاہ سے وزیر اعظم لیتا ہے۔ اور اس سے سکریٹری اس سے وائسرائے (والی ملک) اس سے کمشنر اس سے کلکٹر اس سے ڈپٹی کلکٹر اور اس سے تحصیلدار پھر قانون گو پھر پٹواری اس کو احکام دیتا ہے کہ کاشتکار کی رعیت کی پیمائش کرکے نقشے بناکر مالیات لگادیا ہے اور تحصیلدار سے اس کے موافق وصول کیا جاتا ہے۔ یہ فعل اگرچہ پٹواری سے ظاہر ہوا ہے لیکن قانون گو جو اس سے بالا ہے اس کے موافق اس کی تصدیق کردیتا ہے وہ اس کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے اور گویا یہ اس نے کیا ہے اور اسی طرح وزیر اعظم تک اور پھر یہ فعل بادشاہ ہی کہلاتا ہے کہا جاتا ہے بادشاہ زمیندار سے لگان لیتا ہے۔ بادشاہ نے مجرم کو سزائے موت دی۔ غرض فعل متولی امور اور حاکم اور بادشاہ سب کی طرف منسوب ہوتا ہے اور صحیح ہے۔

خدائے پاک قرآن پاک میں فرعون کے ذکر میں خبر دیتا ہے کہ اس نے ایک محل بنایا کہ اس پر چڑھ کر خدا سے جنگ کرے وہ کہتا ہے۔ يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ الآیہ۔ (فرعون کہتا ہے) اے ہامان مجھ کو ایک عالی محل بنادے ممکن ہے کہ میں اسباب سموات تک راہ پالوں اور چڑھ جاؤں۔ ہامان سے کہا گیا کہ تو مکان بنادے۔ ہامان خود نہیں بنائے گا۔ بلکہ وہ اپنے محکمہ تعمیرات کے افسر اعلیٰ کو حکم دے گا وہ انجینئر کو حکم دے گا وہ اوورسیر سے کہے گا وہ کسی ٹھیکیدار کو بلائے گا۔ ٹھیکیدار راج مزدور بلاکر مکان بنوائے گا۔ اور معمار مزدوروں کی شرکت ومعاونت سے مکان بنائے گا پس بنانے کو معمار لیکن منسوب ہوگا سب کی طرف۔ اگر یہ کہا جائے کہ معمار نے یہ مکان بنایا ہے درست ہے۔

فلاں ٹھیکیدار نے یہ مکان بنایا ہے تو بھی درست ہے اگر کہا جائے کہ انجینئر نے بنایا ہے درست۔ اگر کہا جائے وزیر فرعون ہامان نے بنایا ہے درست۔ اور پھر کہا جائے گا کہ فرعون نے ایک ایسا محل بنایا تھا جس پر چڑھ کر وہ خدا سے لڑنا چاہتا تھا۔ یہ حقیقت ہے ہم روزمرہ یہی استعمال کرتے ہیں مکان معمار بناتا ہے اور ہم کہتے ہیں۔ گورنر صاحب نے گورنمنٹ ہاؤس خوب بنایا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ گورنمنٹ ہاؤس وائسریگل لاج بنایا ہے

پس جو فعل اس سلسلہ تدبیر عالم میں ان مدبرات امر سے بحکم خدا صادر ہوتے ہیں وہ اصل میں خدا کی طرف منسوب ہیں۔ پھر اولیائے امور کی طرف منسوب۔ مثلاً بندے کو مارنا خدا کا کام ہے اسی کا نام "القابض" ہے اور اس نے فرمایا ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى۔ (الآیہ ترجمہ) نفوس کو قبض کرتا ہے جانوں کو لیتا ہے ان کے مرنے کے وقت۔ اور جو نہیں مرے ان کو

سوتے وقت نہیں جس پر سوتے میں موت کی قضا جاری ہو جاتی ہے ان کو روک رکھتا ہے اور باقی کو اجل معین کے لیے پھر چھوڑ دیتا ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ نہ ملک قابض الارواح اور سردی حیات کو مارنے والا خدا ہے اور مانتا ہے مگر یہ نہیں کہ خدا خود جا کر ہر ایک کے جسم سے روح نکالتا ہے۔ بلکہ ملک الموت بطور قضا جاری ہو کر حکم ولی الامر کو پہنچاتا ہے وہی کام ملک الموت کے سپرد کرتا ہے جو اس کار خاص پر مؤکل ہے۔ اس لیے خدا فرماتا ہے۔ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ الآیہ سے اس وقت ساری روحوں کو وہ ملک الموت قبض کرتا ہے جو تم پر مؤکل کیا گیا ہے پھر ملک الموت ہر نفس پر خود نہیں جاتا بلکہ [illegible] الموت اعوان و انصار ملک الموت کے ماتحت فرشتے [illegible] اعوان و انصار مقرر ہیں۔ وہ ان کو حکم دیتا ہے وہ اس کے حکم کے مطابق روحوں کو قبض کرتے ہیں۔ ملک الموت کسی خاص روح کے استقبال کے لیے خود جا سکتا ہے جیسے روح اعظم و اقدس [illegible] روحوں کو یہ فرشتے قبض کرتے ہیں جو لاکھوں کی تعداد میں ملک الموت کے ماتحت ہیں۔ اور اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ فرشتوں نے اس کو مارا یا فرشتوں نے اس کی روح قبض کی۔ کیونکہ یہ فعل المامورات ان سے صادر ہوا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ ملک الموت نے روح قبض کی۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ولی الامر نے روح قبض کی کہ اس کے تحت ولایت قبض ہوئی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ خدا نے روح قبض کی کہ اس کی قدرت اس کے علم و مشیت و ارادہ و قضا سے ہوئی اور اسی بنا پر فرمان ولی الامر کا وارد ہے جو وہ فرماتا ہے۔

یا حارِ ہمدان من یمت یرنی
مومناً کان او منافقاً قبلا

اے حارث ہمدان جو شخص بھی مرتا ہے وہ ولی الامر کو ضرور اس وقت دیکھتا ہے۔ خواہ وہ مومن ہو یا کافر ہو یا منافق ہو کیونکہ ملک الموت اس کے تحت حکم قبض کرتا ہے اور فرشتہ موت

اس کے سامنے اس حکم کا اجرا کرتا ہے جب تک ولی الامر [illegible] نہ ہو وہ روح قبض نہیں کر سکتا۔ اسی پر قیاس کرو [illegible] بے شک خالق خدا ہے" وھل من خالق [illegible] کیا خدا کے سوا کوئی اور [illegible] ہرگز نہیں [illegible] الخلق والامر" خلق اور امر سب اسی کے لیے ہے [illegible] یہ معنی نہیں کہ خدا سب خود ہی کر کمہار کی طرح پتلا بناتا ہے اور خود ہی شکم مادر میں تصویر بناتا ہے۔ وَھُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ (آل عمران) وہی خالق عالم ہے جو رحموں میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے۔ کیونکہ اس کا حکم مظہر الخالق کو ملتا ہے اور اس سے لاکھوں مبادی امور و مدبرات امور [illegible] بحکم ولی الامر کام کرتے ہیں۔ تب ایک صورت بشری درست ہوتی ہے

یا اَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ	اے انسان تجھ کو کس نے اس
بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ	خالق پر حق کی ابہت سے مغرور کر دیا
خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ	جس نے تجھے خلق کیا درست
فَعَدَلَکَ فِیْ اَیِّ	بنایا اعتدال پر لایا اور جس صورت
صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ	میں چاہا ترکیب دے دیا" و
رَکَّبَکَ۔	تَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ

الخالقین" یہ صحیح ہے کہ خدا نے خلق کیا کہ اس کی قدرت اس کے علم اس کی مشیت اس کے ارادے اس کی قضا سے خلق ہوا۔ اور صحیح ہے کہ ولی الامر نے خلق کیا کہ اس کے تحت ولایت خلق ہوا اور صحیح ہے کہ اس فرشتے نے یہ صورت انسان بنائی جو ارحام میں صورتیں بنانے پر مؤکل ہے۔

کلام امام سے اس کی تشریح

خود امام کی زبانی سنئے کیا فرماتے ہیں۔ ایک سائل نے امیر المومنین سے ان آیات کے متعلق سوال کیا کہ ایک جگہ خدا فرماتا ہے۔ اللہ یتوفی الانفس الایہ۔ خدا روحوں کو قبض کرتا ہے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ یتوفکم

[...] الموت الایۃ۔ ملک الموت روحیں قبض کرتا ہے۔ [...] جگہ فرماتا ہے تتوفھم الملئکۃ الایۃ۔ فرشتے [...] قبض کرتے ہیں پھر ایک جگہ فرماتا ہے توفته [...]۔ ہمارے قاصدوں [...] نے ان کی روح قبض کی۔ ایک جگہ فعل قبض روح خدا کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ دوسری جگہ ملک الموت کی طرف۔ تیسری جگہ فرشتوں کی طرف ہے اور چوتھی جگہ رسل (قاصدوں) کی طرف نسبت دی گئی۔ سائل غیر مسلم ہے اور کہتا ہے کہ یہ امر قرآن میں تناقض و تنافی ثابت کرتا ہے ایک جگہ کچھ ہے اور دوسری جگہ کچھ یا تو یہ صحیح ہے کہ اللہ روحوں کو قبض کرتا ہے یا یہ صحیح ہے کہ ملک الموت کرتا ہے یا فرشتے کرتے ہیں۔ ہر ایک کی طرف نسبت کیسی؟ معصوم اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

فقال ان الله تعالىٰ اجل واعظم من ان يتولى ذلك بنفسه وفعل رسله وملائكته فعله لانهم بامره يعملون فاصطفى من الملائكة رسلا وسفرة بينه وبين خلقه وهم الذين قال فيهم الله يصطفي من الملائكة رسلا ومن الناس فمن كان من اهل الطاعة تولت قبض روحه ملائكة الرحمة ومن كان من اهل المعصية تولت قبض روحه ملائكة النقمة ولملك الموت اعوان من الملائكة الرحمة والنقمة يصدر عنهم فعل القبض وفعلهم فعله وكل ما يأتونه منسوب اليه فاذا كان فعلهم فعل ملك الموت ففعل ملك الموت فعل الله لانه يتوفى الانفس على يد من يشاء ويعطي و يمنع ويثيب و يعاقب على يد من يشاء وان فعل امنائه فعله كما قال وما تشاؤون الا ان يشاء الله۔

خدا تبارک و تعالیٰ اس سے بزرگ و برتر و بالا ہے کہ ان امور میں خود تصرف کرے اور خود انجام دے اس کے قاصدوں سفیروں اور اس کے فرشتوں کا فعل دراصل اسی کا فعل ہے کیونکہ وہ سب اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان فرشتوں میں سے رسول و سفیر چن لیے ہیں اور انہی کی شان میں اس نے فرمایا ہے اللہ انتخاب کرتا ہے اپنے سفیر و رسول فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے پس جو بندہ مومن ہو اس کی روح ملائکہ رحمت قبض کرتے ہیں اور جو گنہگار ہو اس کی روح ملائکہ عذاب کرتے ہیں اور ملک الموت کے بہت سے فرشتے ملائکہ رحمت و ملائکہ نقمت مددگار و معاون ہیں۔ فعل قبض روح ان سے صادر ہوتا ہے اور ان کا فعل ملک الموت کا فعل ہے۔ جس کے وہ ماتحت ہیں اور اس لیے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ وہ سب ملک الموت کا کیا ہوا کہلاتا ہے اور اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے

پس جب ان قابض ارواح فرشتوں کا فعل ملک الموت کا فعل کہلایا تو ملک الموت کا فعل ہوا کیونکہ وہی روحوں کو قبض کرتا ہے۔ جس کے ہاتھ وہ چاہتا ہے اور وہ رزق دیتا ہے اور روک لیتا ہے اور جزا و سزا دیتا ہے جس کے ہاتھ پر چاہتا ہے۔ اور امنائے خدا کا فعل اسی کا فعل ہے اور انہی کے لیے وہ کہتا ہے کہ وہ نہیں چاہتے جب تک خدا نہ چاہے۔ (الصافی والاحتجاج)۔ تفسیر میں ہے کہ یہی سوال صادق آل محمد سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کے لیے بہت سے معاون و مددگار مقرر کیے ہیں جو اس کے تحت حکم روحوں کو قبض کرتے ہیں جس طرح کہ پولیس افسر کے ماتحت بہت سے سپاہی ہوتے ہیں جہاں چاہتا ہے وہاں کو بھیج دیتا ہے۔ پس

وہ سفیر ہیں جو قبض کرتے ہیں اس سے ملک الموت لیتا ہے اور اس سے خدا قبض کرتا ہے۔ پس تمام ارواح کو قبض کرنے والا خدا ہے۔ اور سب آیات اپنے مقام پر صحیح المعنی ہیں یہ بھی صحیح ہے کہ ملائکہ قبض کرتے ہیں یہ بھی صحیح ہے کہ ملک الموت ایسا کرتا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ خدا قبض ارواح کرتا ہے۔ وھو المحیی والممیت وھو القاھر فوق عبادہ۔

کتاب التوحید میں ہے کہ علیؑ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا

ان اللہ تعالیٰ یدبر الامور کیف یشاء و یوکل من خلقہ من یشاء اما ملک الموت فان اللہ یوکلہ بخاصۃ من یشاء ویوکل رسلہ من الملائکۃ خاصۃ بمن یشاء من خلقہ والملائکۃ الذین سماھم اللہ عز ذکرہ وکلھم بخاصۃ من یشاء من خلقہ تبارک و تعالیٰ یدبر الامور کیف یشاء ولیس کل العلم یستطیع صاحب العلم ان یفسرہ لکل الناس لان منھم القوی ومنھم الضعیف ولان منہ ما یطاق حملہ ومنہ ما لا یطاق حملہ الا من یسھل اللہ لہ حملہ من خاصۃ اولیائہ و انما یکفیک ان تعلم ان اللہ المحیی والممیت و انہ یتوفی الانفس علی ید من یشاء من خلقہ ومن الملائکۃ وغیرھم۔

اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے تدبیر امور عالم کرتا ہے اور اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے جس امر اور کام پر موکل کر دیتا ہے۔ لیکن ملک الموت پس اس کو خاص بندوں کی روح قبض کرنے پر موکل فرمایا ہے اور اپنے سفیر فرشتے دیگر مخصوص بندوں پر بھیج دیتا ہے وہ اُن کی روح قبض کرتے ہیں۔ اور جن فرشتوں کا خدا نے نام رکھا ہے ان کو اپنی مخلوق میں سے کسی پر موکل کر دیا ہے۔ بزرگ و برتر ہے۔ تمام امور کی تدبیر جیسے طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور ہر ایک علم کی بیستان نہیں ہے کہ عالم اس کی ہر ایک انسان کے لیے تفسیر و تشریح کر سکے اور کہا سکے کیونکہ ان کو بعض ان میں قوی اور بعض ضعیف الایمان ہیں بعض اس کے برداشت کی طاقت رکھتے ہیں اور بعض نہیں رکھتے ہیں اور بس تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ اتنا سمجھ لو کہ خدا محیی اور ممیت ہے اور وہ جس کے ہاتھ پر چاہتا ہے اپنی مخلوق کی روحیں قبض کر لیتا ہے فرشتے کے ہاتھ سے یا اور کے ہاتھ سے اسنار اللہ قبض کریں یا ملائکہ خاص یا ملک الموت سب کچھ اسی کا فعل ہے اور اسی کا قبض کرنا کہلاتا ہے اور بے شک وہ قابض الارواح اور مدبر کل ہے۔

اور ملائکہ اور بعض انسان اس کے سفراء و وسیل مظہر تدبیر اور موکلین ہیں ان تمام ملائکہ مدبرات سے بالاتر اور اولوالامر ہیں جو مدبر کل ہیں اور جن کے یہ مدبرات ماتحت ہیں اور ان کا فعل ان کا فعل کہلاتا ہے ملک الموت روح قبض کرتا ہے اور ولی الامر کے امر سے کرتا ہے اور ولی الامر کہتا ہے۔ میں مارتا ہوں، میں جلاتا ہوں اور پیدا کرتا ہوں۔ یہ سب حکم خدا کے ماتحت تصرف کرتے ہیں۔ اور یہ صحیح ہے کہ ان کا فعل خدا کا فعل ہے۔ یہ عین حقیقت ہے نہ شرک نہ غلو۔

حضرت امیر اس بیان سے صاف فرماتے ہیں کہ ذات خلاق اس سے بزرگ و برتر ہے کہ وہ خود بنفس نفیس ان تمام کو بالمباشرت انجام دے۔ اس کے کام کرنے والے کام کرتے ہیں اور اسی کا کہلاتا ہے۔ اغلب ہے کہ غلو فروشان حضرت علی پر شرک اور غلو کا فتویٰ لگا دیں جس طرح کہ مولوی نبی بخش صاحب نے معرفۃ الائمہ کے سلسلہ میں اس قسم کے

قدرت پر تسلط دیا گیا یا منصب دیا گیا۔ ولقد کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ۔ جہاں تک اپنے علم و ادراک کی رسائی ہو وہاں توقف کرو۔ درمیان شک اور انکار کی صورت میں ہلاکت ہے۔ اعاذنا اللہ من ذالک

قوت تصرف ملک الموت

قل یتوفٰکم ملک الموت الذی

حضرت صادق ؑ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جناب رسالت مآب فرماتے ہیں کہ جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی تو میں نے فرشتوں میں سے دیکھا جس کے ہاتھ میں نور کی تختی تھی وہ اس پر متوجہ تھا اور دائیں نہ دیکھتا تھا میں نے پوچھا کون ہے۔ جبرئیل نے کہا یہ ملک الموت روحیں قبض کرنے میں مشغول ہے۔ میں نے کہا نزدیک چلو۔ جب ہم اس کے نزدیک پہنچے تو کہا۔ اے ملک الموت کیا جو مرتا ہے یا مرنے والا ہے سب کی روحیں تو ہی قبض کرتا ہے۔ کہا ہاں میں نے کہا۔ تو خود ان پر حاضر ہوتا ہے۔ کہا ہاں۔

ما الدنيا كلها عندي	نہیں ہے یہ ساری دنیا میرے
فيما سخرها الله عز وجل	سامنے جو میرے لیے مسخر کی
لي ومكنني منها الا	گئی ہے اور جس پر مجھ کو قدرت
كالدرهم في كف	دی گئی ہے۔ مگر ایسی جیسے کہ ایک
الرجل يقلبه كيف	آدمی کی ہتھیلی پر درہم۔ کہ جو
يشاء وما من دار	ہو اور وہ اس کو جس طرح
في الدنيا الا وانا	چاہے الٹ پلٹ کرے اور
اتصفحها في يوم خمس	ہر ایک گھر میں میں روزانہ
مرات واقول اذا	پانچ مرتبہ پھیرا لگا لیتا ہوں۔
اهل الميت على	اور جس وقت مرنے والے
ميتهم لا تبكوا عليه	اپنے مُردے پر روتے ہیں تو
فان لي عليكم عودة	میں کہتا ہوں مت روؤ کہ
وعودة حتى لا يبقى	میں بار بار آؤں گا یہاں
منكم احد، فقال رسول	تک کہ تم میں سے کوئی باقی
الله كفى بالموت	نہ رہے۔ رسول اللہ نے فرمایا۔
طامة وقال	موت بڑی مصیبت ہے جبرئیل
جبرئيل وما بعد	نے عرض کیا واقعاً لیکن جو موت
الموت اطم و	کے بعد ہونے والا ہے۔ اس سے بھی
اعظم من الموت۔	سخت اور عظیم ہے۔

ملک الموت ایک مقرب الٰہی ہے اور مظہر اسم القابض جیسا کہ آئندہ مفصل آئے گا اور اس کی قوت روحانی اتنی عظیم ہے کہ کل دنیا اس کے سامنے ایک درہم کی مانند ہے۔ اور اس کا ہر ذرہ اس کی نظر کے سامنے ہے پھر اس کے مین نظر سب پر احاطہ علمی نورانی رکھتا ہے ایک مقام پر وہ کرسی پر حاضر ہوجاتا ہے جو مخلوق اول جس کے نور کا ایک قطرہ یہ ملک الموت ہے اور اس کے ماتحت اس کی قوت روحانی کس حد تک ہوگی ہیں کل کائنات اس کی نظر علمی روحانی میں ایک پیسے کی مانند ہے۔ یقلبها كيف يشاء۔ اور ستارے و سیارے عالم اس کے سامنے ہے واحد۔ وہ آن واحد میں اٹھارہ ہزار عوالم طے کر سکتا ہے اور اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتا ہے ملک الموت اس کے خادموں میں سے ایک خادم اور اس کی رعیت میں سے ایک فرد ہے کل کائنات کی قوتیں اس کے ماتحت ہیں وبیدہ ملکوت کل شیء وتبارک اللہ احسن الخالقین۔

یہ سب کچھ حقیقت ہے اور اسی لیے کہا ہے کہ ولی الامر کے انا الاول وانا الآخر وانا الظاهر وانا الباطن وانا المحيي وانا المميت وانا الموت المميت۔ میں ہی اول ہوں کہ ولی مطلق اول مخلوق و صادر اول ہوتا ہے۔ میں ہی آخر ہوں کہ وہ مرا قدرت ہے جو بعد فنا اشیا باقی ہے۔ میں ہی باطن میں تصرف رکھنے والا ہوں کہ دور سرمدی و دہری و عالم روحانی و نفسانی میں تصرف کرتا رہا ہوں اور اسی طرح جب عالم ظاہری میں کر رہا ہوں نصرت الانبیاء سرًا و حضرت محمد جہرًا۔ کل انبیاء کی آدم سے لے کر عیسیٰ تک باطنی طور پر نصرت کی اور محمد ؐ کی ظاہری طور پر کی۔ میں ہی مارنے اور

ملائے والا معنی اور موت و حیات ہوں۔ یعنی میں ہی مارنے والا ہوں۔ ملک الموت کو مارنے والا بھی میں ہی ہوں کیونکہ اس نے یہ بھی سب کے آخر میں موت ہے۔ یہ سچ ہے اگرچہ ولی مطلق جس کو ولایت کلیہ و عصبیہ ... کے ساتھ کمال طاعت و عبادت کی طاقت نسبیہ بھی حاصل ہے زمین کو ... نے چھپایا آسمانوں کو ... پہاڑوں ... دریاؤں ... جو اس نے ... طوفانوں ... کو ... دکھا۔ اور قوم عاد و ثمود پر میرے عذاب نازل کیا یہ علوم ... ہے ... کہ ایک ... یہ کر سکتا ہے اور ولی رحمن ... کا ... کر سکتا جواب ... کو ... کہتا ہے وہ حقیقت سے ... آشنا جاہل ہے ؎

ہر گز ... و ... وگر
... است از معلوم عوام است

جب ... کو ... ہیں اور اسرار اللہ المودعة فی الہیاکل البشریہ ... ہیں ... کا ... ہے ؎

محرم ... ہے تو ... کا
... ہے ... کا

یہی مقام خلافت الٰہیہ مطلقہ کلیہ ہے

... اور وہ اس کی ... صفات کا مظہر اور ... مطلق ... اول ... کا ... جمیع صفات ... ہے۔ اور اس لیے ... ہے کہ اس سے ظاہر اور اس کے تحت ولایت صادر ہو۔ اس لیے دنیا و ما فیہا اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہی ید اللہ ہے جو کچھ ... کرتا ہے اسی ہاتھ سے کرتا ہے۔ خلقت عالم اسی ہاتھ سے ہے اور خمیر طینت آدم اسی ہاتھ سے ہے۔

"وعترت طیبہ اور سیدی ارتعین صاحا"

وَيَا اِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ۔

اے شیطان تجھ کو کس چیز نے منع کیا کہ تو اس کو سجدہ کرے جس کو میں نے خود اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے یعنی قوت کاملہ و ...

اور وہ کامل ولی ہے اور حیثیت ظہور دست خدا "وَبِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ" اسی کے ہاتھ میں ہر شے کا باطن اور ہر ایک کی جان ہے۔ ولذا قال الصادق: إِنَّ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ لَمَنِ الدنيا عنده مثل هذا و عقد ... عشرة۔ ہم اہل بیت میں سے وہ ہیں کہ دنیا ان کی مٹھی میں ہے۔ اور اس پر احاطہ کلی رکھتے ہیں۔ ولہ مقالید السموات والارض۔ اسی دست الٰہی میں زمین آسمان کی کنجیاں ہیں جس طرح چاہیں کھولیں اور تصرف کریں اور الٹ پلٹ کر ... (سورے) وعنده مفاتح الغيب (اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ الانعام)

وصدق علیہ الصلوٰۃ والسلام حیث قال:

انا وجه الله انا جنب	میں وجہ اللہ ہوں۔ میری طرف
الله انا يد الله	متوجہ ہونا خدا کی طرف متوجہ ہونا
انا عين الله انا	ہے۔ (وجه الیہ متوجه الاولیاء)
القرآن الناطق و	میں ہی جنب اللہ ہوں مجھ تک
انا البرهان الصادق	پہنچنا خدا کے پہلو میں پہنچنا ہے
وانا اللوح المحفوظ	اور مجھ سے قرب پہنچتا ہے
انا القلم الاعلى انا	میں ید اللہ دست خدا ہوں۔ جو
ام الكتاب	کچھ وہ کرتا ہے مجھ سے کرتا ہے۔
انا كهيعص انا طه	جو کچھ اس سے صادر ہوتا ہے
انا حاء الحواميم و	میرے ہاتھ سے ہوتا ہے اور میں
انا طاء الطواسين۔	کرتا ہوں اس کا کہلاتا ہے۔ میں
انا الممدوح في هل	عین اللہ ہوں۔ اس کی آنکھ سے
اتى۔ وانا النقطة	عالم کو دیکھتا ہوں اور دنیا میرے
تحت الباء۔	لئے ایسی ہی ہے۔ جیسے کہ آنکھ میں

تل۔ میں قرآن ناطق اور برہان صادق ہوں۔ مبداء وجود حق اور دلیل وجود حق ہے۔ میں حامل اسرار الٰہی لوح محفوظ ہوں۔ میں ہی قلم اعلیٰ ہوں۔ جو کچھ صفحات عالم امکان پر قدرت نے رقم کیا ہے وہ مجھ سے رقم کیا ہے۔ ردّ اول ما خلق الله القلم

ہی الم۔ ذلک الکتاب ہوں۔ کتاب ناطق اور کتاب قولی
دونوں میرا [illegible] ہیں۔ میں ہی کشف ہوں۔ اور میں ہی ط۔
[illegible] ہوں اور میں ہی وہ اسی طاسین۔ میں موعود
ہوں [illegible] آیات ہوں۔ جس میں کل کتاب جمع
ہے۔

وقال الحلبی: بالبلد
نحو الوجود بالنقطة
تمیز العابد والمعبود
بعض اسرار الولایة
عن المقداد بن الاسود
الصحابی ان علیا یوم
الاحزاب قد کان
واقفا علی شفیر الخندق
وقد قتل عمروا و
تقطعت جملة الاحزاب
وافترقوا ستة عشر
وانی لاری کل فرقة
فی اعقابها علیا علیه السلام
بسیفه وهو علیه السلام
فی موضعه لم یتبع
احدا منهم لانه کان
من کریم اخلاقه لا یتبع
منهزما (المجلی)

باء سے وجود ظاہر ہوا (حلبی)
اور نقطہ (علی) سے عابد و معبود
میں امتیاز قائم ہوا ولایت کے
اسقاط الاضافات۔
مقداد بن الاسود سے
روایت ہے کہ جنگ احزاب
کے دن علی خندق کے کنارے
پر کھڑے ہوئے تھے اور عمرو
بن عبدود کو قتل کر چکے
تھے اور اس کے قتل ہونے
سے لشکر کفار سترہ فرقوں
میں تقسیم ہو گیا تھا اور میں
دیکھتا تھا کہ ان سترہ گروہوں
میں سے ہر ایک گروہ کے
پیچھے علی تلوار لئے ہوئے
تھے اور ان کو گھاس کی طرح
کاٹ رہے تھے حالانکہ وہ جناب
اپنے مقام پر کھڑے تھے اور
بھاگنے والوں کا پیچھا نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ آپ کی عادت تھی
کہ بھاگنے کے پیچھے نہ جاتے تھے۔

جابر بن عبد اللہ الانصاریؓ فرماتے ہیں
کہ جب جنگ بصرہ میں جنگ جمل امیرالمومنین کے ہمراہ
[illegible] تھا اور [illegible] ہزار لشکر اس عورت حضرت عائشہ
[illegible] تھے۔ میں نے وہاں کسی بھاگتے ہوئے کو
نہیں دیکھا۔ مگر یہ کہ وہ کہتا تھا کہ مجھ کو علیؑ نے بھگایا ہے اور جس
مجروح کو بھی میں دیکھتا تھا وہ کہتا تھا مجھ کو علیؑ نے زخمی کیا
ہے۔ اور جس مقتول کو دیکھا وہ کہتا تھا کہ مجھ کو علیؑ نے قتل
کیا ہے۔ میں میمنہ میں جاتا تو وہاں علی کی آواز سنتا اور میسرہ
میں جاتا تو علی کی آواز سنتا۔ اور میں طلحہ کے پاس سے گذرا
جبکہ وہ دم توڑ رہا تھا اور اس کے سینے میں ایک تیر لگا ہوا تھا۔
میں نے اس سے کہا تیرے یہ تیر کس نے مارا تو اس نے کہا
علیؑ نے۔ میں نے کہا او حزب بلقیس اور جند ابلیس علی نے کسی
کے تیر نہیں مارا۔ ان کے ہاتھ میں تو صرف تلوار اور کچھ بھی
نہیں تو اس نے مجھ سے کہا۔ اے جابر کیا تو اس کی طرف نہیں
دیکھتا۔ کہ کس طرح وہ ہوا میں اوپر جاتا ہے۔ اور پھر زمین پر
اترتا ہے اور کبھی مشرق کی طرف سے آتا ہے اور کبھی مغرب
کی طرف سے اور اس نے تمام مشارق و مغارب کو اپنے سامنے
ایک کر دیا ہے پس جس سوار کے پاس سے گذرتا ہے اس کے تلوار
کی نوک چبھو دیتا ہے اور جس کو دیکھتا ہے اس کو مار دیتا ہے
یا چوٹ لگا دیتا ہے یا منہ کے بل گرا دیتا ہے یا کہہ دیتا ہے کہ
مر جا۔ جس کو کہہ دیا تو وہ مر جاتا ہے (وھو الموت للمیت)
پس اس کے سامنے سے کوئی بچ کر نہیں جاتا تو میں نے اس کے
اس قول سے تعجب کیا (وھو مظہر العجائب
والغرائب۔

المجلی۔ بعض محدثین نے روایت کیا ہے کہ ایک
روز ایک شخص نماز صبح کے وقت خدمت رسول اللہ میں حاضر
ہوا۔ نہایت ہولناک صورت۔ عظیم الخلقت۔ بلند آواز جیسے
کہ بجلی کی آواز اور اس کی آنکھیں مثل شعلہ روشن۔ اہل مسجد اس
کی صورت دیکھ کر ڈر گئے کہ اسی اثناء میں کہ وہ رسول اللہ سے
باتیں کر رہا تھا کہ علی آ گئے اس کو دیکھتے ہی اس شخص کے ہوش
جاتے رہے اور وہ حواس باختہ ہو گیا۔ اور خوف کے مارے
چیخنے لگا۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ تمہیں کوئی خوف نہیں۔ قدرہ
ست۔ تیرا اس آنے والے سے کیا تعلق ہے؟ اور کس بات سے

ڈر گیا ۔ اس نے کہا ۔ میں سلیمان پیغمبر کے زمانے میں سرکش شیاطین میں سے تھا میں ایک روز میں اپنے اصحاب شیاطین کے ساتھ نکلا ۔ اور ہم جیسے سرکش شیاطین تھے اور جن ان کا سردار تھا ہم استراق السمع آسمانی خبریں چرانے کے لیے چلے جب ہم فضا میں بلند ہوئے ۔ اور آسمان سے نزدیک تو میں نے اس شخص (علی ولی اللہ) کو دیکھا کہ یہ ہمارے اوپر بیٹھا اور اس کے ہاتھ میں آگ کا انگارا تھا یا آگ کا شعلہ تھا ، جب یہ بزرگ ہمارے مقابل آیا تو میں سمندر میں سر چھپا لیا ۔ مگر قبل اس کے کہ میں سمندر تک پہنچوں وہ میرے سامنے آگیا ۔ اور میرے وہ انگارا مارا اور میں فوراً سمندر میں جا گرا ۔ پھر اس نے اپنی ران کا زخم دکھایا جو مثل ایک مالی یا صدف کے تھا رسول مسکرائے اور فرمایا

قَدْ دَخَلَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ	علیؑ ابو طالب اہل زمین وا اہل
طَالِبٍ بِجَزَاسَةِ اَهْلِ	آسمان کی حالت و
الْاَرْضِ وَبِجَزَاسَةِ	حفاظت پر موکل بنایا گیا ہے
اَهْلِ السَّمَاءِ ۔	بہت سی دلی اللہ کے ...

حمایت ہے ۔

پھر حضرت علی نزدیک آکر رسول اللہ کے سامنے بیٹھ گئے ۔ اور یہ شخص پر خوف آپ کو ترچھی نظر سے دیکھتا تھا ۔ رسول اللہ نے فرمایا ۔ ذرہ دست ۔ تجھے کوئی خوف نہیں اپنی حاجت بیان کر ۔ اس نے اپنی حاجت بیان کی اور رسول اللہ نے اس کو پورا کیا اور وہ چلا گیا ۔

حضرت سلمان فارسیؓ

فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم حسینؑ ۔ محمد حنفیہ ۔ محمد بن ابی بکر ۔ عمار یاسرؓ اور مقداد بن الاسود الکندی حضرت امیر المومنین سید شرف العالمین کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت حسنؑ نے اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا ۔ خدا نے حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا فرمایا تھا ۔ آپ کو بھی ایسی بادشاہت عطا فرمائی ہے ۔ فرمایا ۔ اس امر سے قطع نظر کیا کچھ دیکھنا چاہتے ہو ۔ دو رکعت نماز ادا کی اور پھر دعا فرمائی اور ایک علی کی طرف اشارہ کیا تو وہ نیچے اتر آئی ۔ اور اس سے آواز آتی تھی ۔ اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله واشهد انك وصيه وخليفته من شك فيك فقد هلك ۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کا رسول برحق ہے اور تو اے علی اس کا وصی اور خلیفہ ہے جو تیرے بارے میں شک کرے وہ تباہ اور ہلاک ہو گیا پھر آپ نے ایک دوسری بدلی کی طرف اشارہ کیا ۔ اور وہ بھی یہ کلمہ پڑھتی ہوئی اتر آئی ایک پر آپ تشریف فرما ہوئے اور باقی پر دوسرے حضرات کو بٹھایا ۔ اور ان کو اڑنے کا حکم دیا ۔ امام حسنؑ نے سوال کیا حضرت سلیمان تو انگشتری سے حکومت فرماتے تھے ۔ آپ کے پاس کیا ہے ۔ جس سے یہ تصرف فرماتے ہیں ۔ اور ہر چیز آپ کی اطاعت کرتی ہے ۔ فقال

اَنَا عَيْنُ اللّٰهِ فِیْ	میں زمین میں خدا کی آنکھ ہوں
اَرْضِهٖ وَلِسَانُهُ	اور اس کی مخلوق میں اس کی
النَّاطِقُ فِیْ خَلْقِهٖ	بولتی ہوئی زبان ہوں ۔ اور
اَنَا نُوْرُ اللّٰهِ الَّذِیْ	خدا کا نور ہوں ۔ جو بجھتا نہیں میں
لَا يُطْفٰى اَنَا بَابُ	باب اللہ ہوں کہ میرے ہی
اللّٰهِ مِنْهُ يُؤْتٰى وَ	ذریعہ خدا تک پہنچا جاتا ہے
حُجَّتُهٗ عَلٰى عِبَادِهٖ ۔	اور اس کے بندوں پر اس کی

حجت ہوں ۔

پھر آپ نے اپنی جیب سے انگشتری کا جو خاتم سلیمان تھی اور اس پر محمد و علی کندہ تھا ۔ اصحاب نے دیکھ کر تعجب کیا ۔ آپ نے فرمایا ۔ کیا تعجب کرتے ہو ۔ میں آج تمہیں وہ دکھاؤں گا جو تم نے کبھی نہ دیکھا ہوگا ۔ حضرت امام حسنؑ نے عرض کیا ۔ ہمیں آج سد یاجوج و ماجوج دکھلایئے ۔ آپ ایک بلند پہاڑ کے نزدیک پہنچے ۔ تو وہاں ایک سوکھا درخت ۔ حضرت حسنؑ نے عرض کیا ۔ بابا یہ درخت کیوں سوکھ گیا ۔ فرمایا ۔ اس سے پوچھو ۔ سوال کیا تو جواب نہ ملا ۔ تب حضرت نے فرمایا اے درخت ...

رسول کو کوئی جواب نہیں دیتا؟ آواز آئی لبیک یا
وصی رسول اللہ وخلیفتہ تمہارے پدر بزرگوار
ہر صبح آکر میرے نیچے دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور ایک
بیل آئی تھی جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اور ایک کرسی
رکھی ہوتی تھی جس پر سوار ہو کر چلے جاتے تھے کہ آج چالیس
دن ہو گئے یہاں تشریف نہیں لائے اس وجہ سے میں خشک
ہوں۔ پس امام اترے اور اس کے نیچے دو رکعت نماز ادا کی
اور وہ اسی وقت پھر سرسبز ہو گیا۔ پھر ہوا ہم کو لے چلی
ناگاہ ہم نے ایک فرشتہ دیکھا جس کا ایک ہاتھ مشرق میں
تھا۔ اور دوسرا مغرب میں جب اس نے علیؑ کو دیکھا تو کہا
اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك
له واشهد ان محمدا عبده ورسوله
ارسله بالهدى ودين الحق ليظهره
على الدين كله ولو كره المشركون و
اشهد انك وصيه وخليفته حقا وصدقا
میں نے عرض کیا۔ یا امیر المومنین یہ کون ہے؟ فرمایا۔ فرشتہ
ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ظلمت لیل وضوء نہار پر موکل فرمایا
ہے۔ اور روز قیامت تک اسی طرح رہے گا تحقیق کہ خدا
تعالیٰ نے تدبیر وسیاست دنیا کو مجھ سے متعلق کیا ہے اور
اعمال عباد ہر روز مجھ پر پیش ہوتے ہیں اور پھر بارگاہ الٰہی
میں پیش ہوتے ہیں۔ ہم چل دیئے۔ ہم نے سد یاجوج و
ماجوج دیکھی کہ اس سے دھواں نکلتا تھا۔ اور حضرت نے
فرمایا اے حسن ان لوگوں پر لعنت اور صاحب الامر میں
ہی ہوں۔ پھر ہم چلے تو کوہ شیر دیکھا۔ اور ایک فرشتہ نے
اس فرشتہ کو دیکھتے ہی کہا۔ السلام علیک
یا وصی رسول اللہ وخلیفتہ۔ کیا مجھے اجازت
ہے کہ آپ سے سوال کروں۔ آپ نے بعد جواب سلام
فرمایا۔ تو کہے گا۔ یا میں ہی بتا دوں کہ تو کیا چاہتا ہے۔
عرض کیا آپ ہی کہئے۔ فرمایا تو چاہتا ہے کہ مجھ سے اجازت
لے کر حضرت خضر سے ملنے جائے۔ عرض کیا ہاں۔ فرمایا جا۔
وہ فرشتہ گیا۔ اور تھوڑی دیر میں مل کر آگیا۔ سلمان نے ہم
نے متعجب ہو کر پوچھا کیا یا امیر المومنین۔ فرشتہ بلا آپ کی
اجازت کے حضرت خضر کی ملاقات کو نہیں جا سکتا۔ فرمایا
فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمانوں کو
بلا ستون ظاہری بلند فرمایا ہے۔ ان تمام ملائکہ میں
سے کوئی بھی میری اجازت کے بغیر ایک دم کے لیے
اپنی جگہ نہیں چھوڑ سکتا۔ اور یہی حال میرے فرزند حسن
حسین اور اس کے نو فرزندوں کا ہے جن کا نواں قائم آل
محمد ہے ہم نے عرض کیا اس فرشتے کا نام کیا ہے آپ نے
فرمایا رہ ییل۔ پھر ہم نے عرض کیا۔ آپ کس طرح ہر شب
یہاں آتے ہیں فرمایا۔ جس طرح تم کو لایا ہوں۔ قسم ہے خلاق
عالم کی کہ میں ملکوت سموات والارض کا مالک ہوں وبیدہ
ملکوت کل شیئ) ابن برخیا وزیر سلیمان کو ایک اسم
اعظم حاصل تھا۔ چشم زدن میں تخت بلقیس اٹھا لایا تھا۔ لو
خدا اس نے زمین کو خسف کر دیا اور واللہ ہمارے پاس
بہتر اسم اعظم الٰہی ہیں اور ایک اسم نے اپنی ذات اقدس
کے لیے مخصوص رکھا ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی
العظیم۔ مکمل حدیث ہماری کتاب کشف الاسرار فی
معرفۃ النبی والائمۃ الاطہار میں ملاحظہ کریں

یہی راز ہے کہ تمام ملائکہ شب قدر میں اپنے آقا ولی الامر
کے سالانہ سلام کو اور اپنے فرائض سالانہ معلوم کرنے اور احکام
لینے کو ولی الامر کے پاس نازل ہوتے ہیں۔ تنزل الملائكة
والروح فيها باذن ربهم من كل امر سلام
هي حتى مطلع الفجر۔ ونعما الله معرفتهم
بالنورانية انا عرضنا الامانة على السماوات
والارض فابين ان يحملنها واشفقن منها
الآیہ۔
والامانة هي الولاية یہ امانت زمین میں ولایت خدا

ولله في بحمده وصلاحه
ولله في بلاده لا انقاذه
كما قائم مقامه الله و
لا ماسة صفة الرحمن
ذات كائنات سموات
والارض قد عجزت عن
حمل نعمه بقوم
ها لعظمتها في مدتها
الله عليه خلق جبرئيل
وصدع بحمل الامين موسى
سدى ظهرت فيه
الاسماء الالهية والقوى
الروحانية.

اور اس کی حکمت میں
اس کی ملاقات ہے
کیونکہ صفت خدا کا قائم
مقام ہے۔ اور بات میں
کی صفت ہے جس
وقت کہ زمین و آسمان
ہی مظہر ملکوت
الٰہی کی وجہ سے ہیں گے
اٹھانے سے عاجز ہوں
تو تنہا حیدر ہی کو کرامت
اللہ اکبر کو اٹھا
سکا جو اس صفت
خاص سے متصف ہے

اور اس میں آثار الٰہیہ اور قوت ما سواہر ہیں وہ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ کہتا ہے ما قلعت باب خیبر بقوة جسمانية ولكن قلعته بقوة ربانية۔ جس نے باب خیبر قدرت تعالیٰ اور قوت خدا سے نہیں اکھاڑا بلکہ قوت ربانی سے اکھاڑا ہے

روایت ثقات سے مروی ہے کہ جس وقت علی نے یوم خیبر مرحب کو دو ٹکڑے کر دیا تو جبرئیل تعجب کرتے ہوئے حاضر خدمت رسالت ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا جبرئیل تعجب کا کیا سبب ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میری تعجب کا سبب تو یہ ہے کہ یہ ملائکہ علیؑ کے حملوں سے تعجب کرتے تھے اور لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار کے نعرے لگا رہے ہیں۔ اور میری حیرانی کا باعث یہ ہے کہ جب قدرت نے مجھے حکم دیا تھا کہ قوم لوط کے ساتوں شہروں کو برباد کر دوں تو میں نے قدرت خدا اور امر خدا سے ساتوں شہروں کو ساتوں طبقۂ زمین سے اکھاڑ کر ساتویں آسمان تک بلند کر لیا اور صبح تک ایک بازو پر اٹھائے رہا۔ یہاں تک کہ اہل آسمان نے ان کے مرغوں کی اذانیں اور ان کے کتوں کے رونے کی صدائیں سن لیں۔ پھر میں نے سب کو الٹ دیا۔ اور تباہ کر دیا۔ اور آج جس وقت علی نے تکبیر اپنی بلند کی اور ضرب حیدری لگائی جو قوت اسی سے ہوید تھی اور مرحب اور اس کے گھوڑے کو دو ٹکڑے کر دیا تو مجھے حکم ہوا کہ میں علیؑ کی تلوار کی باقی چوٹ کو روک لوں ایسا نہ ہو کہ زمین اور گاؤ زمین دو ٹکڑے ہو جائے اور زمین مع اہل زمین کے غرق ہو جائیں تو علیؑ کا یہ ضرب میرے بازو پر قوم لوط کے ساتوں شہروں سے زیادہ بھاری تھی حالانکہ اسرافیل و میکائیل علیؑ کے ہاتھ کو پکڑے ہوئے تھے لاریب ہے سید الوصیین علیہ السلام حیث قال امرنا صعب مستصعب لا یعرف کنهه الا ثلثة ملك مقرب او نبي مرسل او مومن امتحن الله قلبه للايمان

ما علی بشر کیف بشر
ربه فیه تجلی وظهر
علی بشر تو ہے مگر کیسا بشر؟
کہ مظہر کامل پروردگار عالمین ہے
اسد اللہ در وجود آمد
در پس پردہ ہرچہ بود آمد

اسماء اللہ الحسنیٰ ومظاہر معانیہا

اسماء اللہ۔ ذات پاک خداوندی جامع جمیع صفات کمالیہ ہے۔ اور جس قدر جس ذات کے اوصاف ہوں گے اسی قدر اس کے نام زیادہ۔ اوصاف خداوندی لا تقف عند حد یعنی لامتناہی اور غیر محدود ہیں اس لیے اس کے اعتبار سے اس کے اسماء بھی غیر محدود اور لامتناہی ہوں گے جو اس نے ظاہر فرمائے اور مخلوق کو تعلیم دیے

ہیں۔ اور بعض سرِ غیب مکنون میں اپنے لیے مخصوص رکھے ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔ حضرت علی مرتضیٰ اس حقیقت کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں۔

اسئلک بکل اسم هو	پروردگارا میں تجھ
لک سمیت به نفسک	سے سوال کرتا ہوں
واستأثرت به فی علم	تیرے ہر ایک اسم کے
الغیب عندک وبکل اسم	واسطے سے جو تیرے
هو لک انزلته فی کتابک	لیے ہے اور جس سے
واثبته فی قلوب	تو نے اپنی ذات کو مسمّی
الصافین الحافین حول	کیا ہے۔ اور علم غیب
عرشک الخ	میں اس کو اپنی ذات

کو مسمّی کیا ہے مخصوص رکھا ہے اور ہر اس اسم کے وسیلے سے جو تیرا ہے جس کو تو نے اپنی کتاب میں اتارا ہے اور اپنے مقرب حاملانِ عرش کے دلوں میں نقش کر دیا ہے

پس بعض اسماء اللہ وہ ہیں جن سے اس نے اپنی ذاتِ اقدس کو مسمّی کیا ہے اور علم غیب میں مخصوص رکھا ہے۔

نیز ارشاد فرماتے ہیں

هو الاسم الذی سمی به	اور اس اسم کے وسیلے سے
نفسه و لم یکتب لاحد	جس سے تو نے اپنے نفس کو
من خلقه۔	مسمّی کیا ہے اور کسی مخلوق

کے لیے اس کو نہیں لکھا ہے۔

پس بہت سے اسماء اللہ ایسے ہیں جو ظاہر ہوئے اور دیکھے گئے۔ اور بعض وہ ہیں جو کسی پر ظاہر نہیں کیے گئے اور کہیں لکھے نہیں گئے۔ اور کہیں درج نہیں۔ اور یہی غیب ہوتے ہیں

یا من هو یا من لا یعلم ما هو ولا کیف هو ولا این هو ولا حیث هو الا هو۔ وہ ذات ہو ہے۔ سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے۔ کیسی ہے۔ کہاں ہے۔ کس جگہ ہے۔ کیونکہ ہے ولا الٰه الا هو قل هو الله احد اور وہ اللہ ہے جو یکتا ہے

اپنی ذات میں صفات میں اور افعال میں وهو هو ولا غیره۔ وهو الواحد القهار۔ جو اسماء ظاہر ہوئے مختص المعنیٰ نہیں ہیں بلکہ اکثر یا کل مشترک المعنیٰ ہیں یعنی دوسرے پر بھی من حیث اللفظ صادق آسکتے ہیں بخلاف اسماء الٰہیہ ہیں۔

یا رحیم۔ یا کریم۔ یا حکیم۔ یا حلیم۔ یا علیم یا قدیر۔ یا عظیم۔ یا عزیز۔ یا مومن۔ یا جبار۔ یا قہار۔ یا ستار۔ یا غفار۔ یا متکبر۔ یا مصور۔ یا مفید۔ یا مدبر۔ یا شدید۔ یا بعید یا قریب یا ودود یا محمود۔ یا مجیب۔ یا رقیب یا حبیب۔ یا بدیع۔ یا رفیع۔ یا منیع۔ یا سمیع۔ یا بصیر۔ یا علی۔ یا عالم۔ یا فاصل۔ یا واصل۔ یا حنان یا منان۔ یا دلیل۔ یا معیل۔ یا سبیل۔ یا دلیل۔ یا جلیل یا جمیل یا وکیل یا کفیل۔ یا مقیل۔ یا هادی۔ یا بادی۔ یا اول۔ یا آخر۔ یا ظاہر۔ یا باطن۔ یا قائم۔ یا دائم۔ یا حاکم۔ یا قاضی۔ یا عادل یا طاہر۔ یا مطہر۔ یا قادر۔ یا مقتدر۔ یا کبیر۔

یہ اسماء اللہ ہیں ضرور لیکن ان اسماء کا اطلاق مخلوق پر جائز ہے جس فردِ مخلوق میں جو صفت پائی جائے گی اس کے اعتبار سے اس نام سے پکار سکتے ہیں ایک شخص میں علم ہے ایک میں حلم ہے۔ ایک میں حکمت ہے۔ تو ایک میں کرم ہے ایک میں عظمت ہے۔ ایک قدرت رکھتی ہے۔ ایک میں رحم ہے پس اس کے اعتبار سے اس کو عالم علیم حکیم کریم رحیم حلیم یا قدیر کہہ سکتے ہیں۔ یہ طلوبین کہ اللہ کے نام سے اس کو پکارا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی مخلوق میں یہ سارے اوصاف جمع ہوں۔ اس کو ان سارے اسماء سے بھی پکارا جا سکتا ہے۔ ایمان رکھنے والے کو مومن۔ عزت والے کو عزیز۔ جبر کرنے

والے کو جبار۔ تدبیر کرنے والے کو مدبر۔ تصویر کھینچنے والے کو مصور۔ مہربان کو ودود۔ پسندیدہ کو محمود۔ دور کو بعید، نزدیک والے کو قریب۔ جواب دینے والے کو مجیب اور رقابت والے کو رقیب کہہ دیں گے۔ بلند مرتبہ کو عالی و علی و رفیع۔ سننے والے کو سمیع۔ دیکھنے والے کو بصیر۔ اور ہر انسان اس صفت سے متصف ہے۔ خلقہ فجعلناہ سمیعا بصیرا۔ وکالت کرنے والے کو وکیل کہیں گے اور کفالت کرنے والے کو کفیل۔ راستہ بتانے والے کو ہادی و دلیل۔ اول کو اول اور آخر کو آخر ظاہر کرتا ہے اور باطن کو باطن بولیں گے۔ منصف کو عادل کہیں گے۔ فیصلہ کرنے والے کو قاضی و حاکم بولیں گے۔ پاک کو طاہر کہیں گے۔ اور پاک کرنے والے کو مطہر و قس علی ذالک۔ اسی طرح اس کو مدرک کہتے ہیں۔ ہر ایک عقل انسانی مدرک ہے۔ اس کو ہلاک کہتے ہیں۔ بہت سی ادویہ ہلاک ہیں۔ و سم الفار مھلک۔ اس کہتے ہیں کہ ایسا صدا نہیں [illegible] وہ منتقم ہے۔ یہ انتقام لینے والا منتقم ہے۔ وہ باعث ہے۔ بہت سی اشیاء باعث ہیں۔ وہ وارث ہے لاکھوں ہیں ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں۔ اور کہلاتے ہیں وہ صدا نہیں ہو جاتے۔ وہ طالب ہے۔ دنیا میں لاکھوں کا [illegible] بلکہ ہر ذی حاجت طالب ہے۔ وہ مطلوب ہے۔ بہت سے مطلوب ہیں۔ اور ہر شخص کا کوئی نہ کوئی مطلوب وہ واہب ہے۔ دنیا میں بہت سے واہب ہوتے ہیں اور بلاتے ہیں وہ تواب ہے۔ بہت سے بندے تواب ہوتے ہیں وہ تواب ہے۔ اس کے بہت سے بندے بھی تواب ہوتے ہیں۔ لعمر العبد انہ اواب وہ وہاب ہے بہت سے بندے اس صفت سے متصف اور اس نام کر موسوم ہوتے ہیں۔ وہ شاکر ہے۔ بہت سے بیاز شاکر ہیں وہ مسلی ہیں۔ اس کا ولی بھی علی ہے۔ وہ قدیم ہے۔ بہت سی اشیاء قدامت سے متصف ہیں۔ حتی عاد کالعرجون القدیم۔ یہاں تک کہ تم کی شاخ کلام الٰہی میں قدیم کہلاتی ہے۔ اگر اس کے زوال کا قدم کردیا جائے [illegible] علی الاصل القدیم والفرح الکریم تو کیا غضب ہوگیا۔ کیونکہ علو بن گیا۔ وبشرنا بغلام علیم تو ان حضرت اسحاق پیغمبر کو علیم کہتی ہے۔ اگر اس کے علم کا [illegible] مطلق لگا دے۔ وانا مکل ذی علم علیم میں ہر علم کا جاننے والا بہتوں کو علیم ہے۔ خدا شافی ہے۔ دوا بھی شافی ہوتی ہے۔

مالتعلیل من ان قرہ کافی
بعد الالہ وماله ما کافی

وہ دائم ہے [illegible] اور ہر ذی حیات کو حی کہتے ہیں۔ اللہ حی سمیع ہے۔ [illegible] حی سمیع ہے کسی کا نام رحیم ہو سکتا ہے تو اس کو یا رحیم کہہ کر پکار سکتے ہیں۔ اور مبالغے کسی رحیم کو رحمن بھی کہہ سکتے ہیں یا نام رکھ کر پکار سکتے ہیں۔ اہل عرف و نحو نے لفظ رحمٰن کا اطلاق جو خدا کے لیے مخصوص قرار دیا ہے۔ وہ محض لغوی مستحب ہے۔ [illegible] حقیقۃً کسی مخلوق میں نہیں پائے جا سکتے۔ اور حقیقت تمام اسماء الٰہی کے لیے نہ صرف جس کے لیے۔ ہرگز کسی کو اطلاق لفظ رحمٰن کہنا غلو نہیں یا شرک نہیں اسی طرح خالق کا اطلاق بھی مخلوق پر ہوا ہے۔ وتبارک اللہ احسن الخالقین اس کی تین دلیل ہے۔ اگر لفظ خالق بھی ذات خداوندی سے مخصوص ہوتا تو احسن الخالقین کا اطلاق بے معنی ہوتا۔ اور حضرت عیسیٰ فرماتے انی اخلق لکم من الطین (الآیہ) میں خلق کرتا ہوں تمہارے لیے مٹی کا پرندہ۔ ہاں حسن معنی میں ذات خداوندی خالق ہے۔ خالق بالذات اس میں کوئی مخلوق خالق نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح محی و ممیت بھی حضرت عیسیٰ یہ بھی فرماتے ہیں۔ احی الموتی میں تمہارے لیے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔ لیس جو نام اس کی ذات سے مخصوص حقیقی ہو سکتا ہے وھو اللہ لا الہ الا ھو اور محض صفت وجوب وقدمیت اس سے مخصوص ہیں کہ یہ دو صفتیں اپنے لیے مخصوص فرمائی ہیں۔ وجوب ممکن کے لیے محال

[illegible] مخلوق ممکن ہے اور ہر ممکن ناقص اور نقص منقصت ہے
اس لیے کوئی ممکن قدوس نہیں ہو سکتا فھو اللہ
الواحد القدوس [illegible] کسی مخلوق کو اس لفظ سے پکارنا
شرک و ظلم ہے اور [illegible] کرتے تھے اور علی کو صاف
ھو اللہ رب العالمین کہتے اور اسی لیے کافر و مشرک
کہلاتے ہیں ملاحظہ ہو باب [illegible] کے سامنے سجدہ
کرتا ہے اور علی کو کہتے ہیں۔ ھو اللہ رب العالمین
قال امیر المومنین لا تتجاوزوا بنا
العبودیۃ ثم قولوا ما شئتم ولن تبلغوا وایاکم والغلو
کغلو النصاری ------ ہم کو
ہماری عبودیت سے نہ بڑھاؤ اور پھر ہماری شان میں جو
چاہو کہو ہرگز حد کو نہ پہنچ سکو گے اور عیسائیوں کی طرح
غلو نہ کرو کیونکہ انھوں نے عیسیٰ کو خدا بنا لیا [illegible]
ورنہ تمام اسماء حسنیٰ کے ان پر اطلاق سے غلو لازم نہیں آتا
لیکن یہ محض اطلاق لفظ کے اعتبار سے ہے حقیقت معنی
کے لیے ان تمام اسماء حسنیٰ میں کوئی معنی مشترک نہیں ہیں۔
لفظ علم مشترک ہے لیکن معنی علم مشترک نہیں۔ زید عالم صحیح
ہے اور اللہ عالم صحیح لیکن علم زید اور علم خدا کی حقیقت ایک نہیں
ہے۔ علم خدا عین ذات ہے اور حقیقت علم۔ اور علم زید بعض تصورات
مدرکات و حصول معلومات ہیں اس لیے ذات باری علیحدہ ہے
کسی مخلوق سے اشتراک نہیں رکھتی۔ مثلاً وہ حی ہے اور زید بھی
حی بھی صحیح ہے لیکن جن معنی میں وہ حی ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے
زید حی نہیں۔ وہ حی ہے اور حیات عین ذات خداوندی ہے۔
اور زید بھی حیات ہے ذات علیحدہ ہے اور صفت حیات علیحدہ
اور یہ ذاتی نہیں ہے اور اسے کہتے وہ باقی ہے اور یہ فانی۔ یہ
کہ حیات اسی حی قیوم کی دی ہوئی ہے۔ بلکہ حقیقت حیات وہ ہے
اور یہاں صرف اضافی صفت حیات ہے جیسے اگر زید کو اس معنی
حی کہا جائے جس معنی میں خدا کو کہا جاتا ہے یعنی حی بالذات دائم
[illegible] مطلق تو یہ [illegible] کفر و شرک ہے۔ ہم بھی سمیع و بصیر

ہیں اور خدا بھی سمیع و بصیر لیکن اس کی سماعت و بصارت
اور ہے۔ ہماری اور۔ وہ سمیع و بصیر بالذات اور صفت سماعت
و بصارت عین ذات اور ہماری غیر ذات اور عطیہ غیر اور ناقص
محض پس اگر کسی مخلوق کو اس معنی میں سمیع کہا جائے جس میں
خدا کو کہا جاتا ہے تو یہ بھی شرک اور غلو ہے۔ اور یہی حال ہر ایک
صفت الٰہی کا ہے۔ معنی کے لحاظ سے کوئی صفت بھی مخلوق سے
مشترک یا مشابہ نہیں۔ لیس کمثلہ شیء لہٰذا
معلوم ہوا کہ اسماء باری تعالیٰ کے اطلاق میں غلو اور عدم غلو
کا مدار معنی کے لحاظ سے ہوگا۔ یہ اسماء من حیث اللفظ اطلاق
ہو سکتے ہیں اور بولے جا سکتے ہیں لیکن ان کے حقیقی معنی کے
لحاظ سے کوئی لفظ بھی غیر اللہ پر نہیں بولا جا سکتا۔ پس اگر
کلام امامت اپنے اوصاف کے ذکر میں یہ اسماء اور یہ اوصاف
مذکور ہوئے ہیں تو وہ اپنے معانی کے لحاظ سے صحیح ہیں لہٰذا ان معنی میں
ہیں ہرگز ہرگز یہ معصومین ان الفاظ کو استعمال نہیں کرتے جو
ذات پاک خداوند عالم سے مخصوص ہیں۔ ان کی نسبت یہ شبہ
کرنا اسی حماقت کا مظاہرہ ہے جو الفاظ وہ اپنے اوصاف میں اس
مقام پر استعمال فرماتے ہیں وہ صحیح محل اور مورد رکھتا ہے ہرگز
اس سے غلو لازم نہیں آتا مثلاً اگر معصوم فرمائے۔ انا
الاول وانا الآخر تو صحیح ہے اس کے یہ معنی کیوں لیے جائیں
کہ اس سے واجب الوجود مبدأ کل ازلی قدیم بالذات مراد
ہے بلکہ وہ اول اس لیے کہ معلول اول ہے۔ اور مخلوق اول
ہے اور پھر کائنات کی علت اولیٰ (جیسا کہ ہم تفصیل سے بیان کریں گے)
اور اسی طرح وہ آخر ہے کہ وہ حجۃ اللہ جو سب کے بعد باقی ہے۔
اور فنا و ہلاک و محق سے مستثنیٰ ہے۔ اگر عقل اس کی متحمل
نہیں ہو سکتی اور ایمان اس کو قبول نہیں کرتا تو یوں سمجھ لے
کہ اول اس لیے کہ سابق الایمان ہے۔ اور آخر اس لیے کہ سب سے
آخر میں رسول سے جدا ہوا ہے۔ یعنی اول من آمن برسول اللہ
آخر [illegible] سب سے اول ملا اور سب سے آخر میں جدا ہوا
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ اسی پر قیاس کرو تمام ان

الفاظ اور صفات کو جو خطبات البیان میں ان حضرات سے صادر ہوئے ہیں۔ وہ ہرگز صرف ان صفات پر دال نہیں بلکہ مظہر کی صفات کے عامل ہیں چشم بصیرت اس کو دیکھتی ہے اور شپرہ چشم اس نور سے محروم ہے۔ اس میں آفتاب رسالت و امامت کا کوئی گناہ نہیں

پس تسمیہ۔ اسماء الٰہیہ سے تعالیٰ کی ذات پر ثابت ہے۔ اعلیٰ کے۔ انسان ایک ہے اور شخص ایک ہے۔ لفظ دونوں کا صادق ہے۔ قال المعصوم التشبیہ فی المعانی واما فی الاسماء فھی واحدۃ وھی دلالہ علی المسمی انسان کے دو ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ایک جسم ہے جو حرکت سے اور سے مرکب ہے۔ اور اللہ واحد ہے حقیقت وحدانیت سے بسیط بحت ہے اور وہ ذات میں صفات میں افعال میں اور عوارض میں واحد ہے۔

مظاہر الاسماء

ہر ایک اسم اسماء الٰہیہ میں سے ایک مظہر رکھتا ہے جس سے اس صفت اسم کا ظہور ہوتا ہے۔ اور کائنات مرتبہ ظہور صفات ہے اور اسی لئے تمام اشیاء کائنات مظاہر اسماء الٰہیہ ہیں کوئی عالم یا علیم مظہر علم ہے اور کریم مظہر کرم اور رحیم مظہر صفات۔ اور مرید مظہر ارادہ۔ مدرک مظہر علم و ادراک وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور چونکہ صوفی کائنات میں حیات قدرت علم اور ارادہ اور دیگر صفات سب موجودات میں کمال وجود کی طرف۔ اور اسی لئے ہر موجود میں ان صفات وجودیہ کا ظہور ہے۔ اور اسی طرح ہر ایک مخلوق مظہر وجود باری اور ہر ایک اپنے صانع کے وجود کی دلیل۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے معصوم فرماتے ہیں کیا میں تمہارے لئے کوئی آیت دکھاؤں کہ ہر شیئ دلالت کرتی ہے وہ ذات پاک جس کی نشانیاں اور آیات سطح زمین پر ہے اور اس ذات ہر موجود میں جس کے وجود و کمال وجود کی دلیلیں موجود ہیں۔

وکائنات حوۃ
کل شیئ وعلمہ
وارادہ وقدرتہ
وغیرھا من صفاتہ
التی ھی عین ذاتہ
لہ دلائل علی
صفاتہ سبحانہ (شرح جوشن)

ہر ایک شے کا حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت وغیرہ صفات جو عین ذات ہیں بحسب ظہور وجود صفات باری کی دلیلیں ہیں۔ پس اس کا علم اس کے علم کا اور اس کی قدرت کا اور اس کا ارادہ اس کے ارادے کا اور اس کی محبت اس کے عشق و محبت کا مظہر ہے۔ شعر: تکل شیئ لانہ مکان اسم معلم۔

پس جو اسماء اس مسمیٰ سے ظاہر ہو چکے ہیں۔ وہ سب مظاہر رکھتے ہیں سوائے ایک وحدت حقیقیہ کہ اس کا مظہر نہیں ہے اور کسی مخلوق و ممکن کے لئے وحدت حقیقی ممکن نہیں۔ یہی صفت خاص ہے جو اس نے اپنی ذات کے لئے مخصوص رکھی۔ ھو اللہ الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد واحد حقیقی وہی ہے اور ممکن میں وحدت حقیقی محال ہے وکل ممکن زوج ترکیبی۔ ہر ایک ممکن بحیثیت ممکن زوج ترکیبی ہے دوئی رکھتا ہے وحدت کے اور اسی لئے علم و مشاہدہ وحدت حقیقی سے بھی محروم ہے لیس کمثلہ شیئ اور کسی مخلوق کے لئے دعوائے وحدت حقیقی ہی شرک و غلو ہے ھو اللہ الواحد القہار

بہرکیف تمام اسماء الٰہی مظاہر رکھتے ہیں۔ الخالق اور الرازق الحی القیوم القابض الباسط سب کے مظاہر ہیں۔ اور ان مظاہر میں مراتب و درجات ملتی ہوتے ہیں۔ مظاہر عالیہ ہیں جن سے فوق اور کوئی مظہر نہیں۔ اور مظاہر عالیہ جو مظاہر الظاہر ہیں مخلوق اول و معلول اول ہیں یعنی النبی والولی پس وہ مظہر حی ہیں مظہر علیم ہیں۔ مظہر مرید ہیں۔ مظہر قدیر ہیں۔ مظہر خالق ہیں۔ مظہر رازق ہیں۔ مظہر قابض ہیں۔ مظہر باسط ہیں اور جملہ اسماء الٰہیہ و صفات کمالیہ جمالیہ جلالیہ کا ظہور اول انہی سے ہوا ہے اور اسی لئے وہ کبھی کبھی مقام اظہار حقیقت میں فرماتے ہیں کہ دنیا ہم نے بنائی۔ زمین ہم نے بچھائی۔ آسمان ہم نے بلند کئے

قوت وسیارہ بھی نہ خلق کئے۔ نہ آسمانوں کو بناتے۔ اور نہ افلاک بھی نہ بناتے۔ یہ سب اللہ کے مظہر مطلق ہیں۔ اور کل کائنات ان کی مظہر ہے [illegible] مرزا ہادی سبزواری قدس سرہ ان کی حقیقت کو [illegible] کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

هست [illegible] ول ازو پیدا — دل مظہر کل کل تجلی مظہرا
[illegible] — نہ فلک بہ دور وانہ بعد سرا
[illegible] است — فلسفی مقتبس اندل ذالشیا
[illegible] — دو جہاں بجنبہ بحست زیبا
ھو علی بشر کیف بشر — ربہ فیہ تجلی وظہر

دل مطلق مظہر کل تجلیات الٰہیہ ہے۔ وھو مسمّی الذات الموصوفات ذات اس کی مکرم ہے اور صفات اس کی الٰہی ہیں [illegible] وَنُوحٌ قُدُّوسِيٌّ [illegible] خَفِيٌّ مُهَيْمِنُ اللّٰهِ عَلَى الْخَلَائِقِ وَأَمِينُهُ عَلَى الْحَقَائِقِ تمام [illegible] من جانب اللہ کا مظہر الٰہیہ ہے۔ اور تمام حقائق پر اس کا [illegible]۔ [illegible] حبل کل الکبریاء [illegible] والسماء (الصراط السوی فی احوال المهدی)

معانی اسماء اللہ

اسم بحیثیت اسم غیر مسمّی ہے۔ اسم اور ہے اور معنی اسم اور ہے۔ ہشام بن حکم سے حضرت صادق نے معانی اسماء اللہ کے جواب میں فرماتے ہیں

یا هشام الله مشتق من — اے ہشام اللہ "اِلٰہ" سے مشتق
اله والاله یقتضی مالوها — ہے۔ اور الٰہ مالوہ کو چاہتا ہے
والاسم غیر المسمی — اور اسم غیر مسمّی ہے۔ پس جو
فمن عبد الاسم دون — مسمّی اور معنی کو چھوڑ کر اسم
المعنی فقد کفر ولم — کی عبادت کرے وہ کافر ہے
یعبد شیئا ومن عبد الاسم — اس نے کسی کی عبادت نہیں
والمعنی فقد اشرک و — کی اور جو اسم اور معنی دونوں
عبد اثنین ومن — کے مجموعے کو پوجے وہ مشرک ہے
عبد المعنی دون الاسم — وہ دو کی عبادت کرتا ہے اور جو مسمّی
فذالک التوحید — اور معنی اللہ کی عبادت کرے اور
ولله تسعة وتسعون — اسم کی نہ کرے تو یہ صحیح توحید ہے
اسما فلو کان الاسم — اور اللہ کے ۹۹ نام ہیں اور اگر
هو المسمی لکان لکل — اسم اور مسمّی ایک ہوں تو پھر ۹۹
اسم منها اله — ہی معبود ہو جائیں گے لیکن حقیقت
ولکن الله معنی — یہ ہے کہ اللہ ایک حقیقت مسمّی
یدل علیه — و معنی ہے جس پر یہ اسماء دلالت
بهذه الاسماء — کرتے ہیں اور اس کا پتہ دیتے
وکلها غیره۔ — ہیں اور یہ تمام اسماء غیر مسمّی ہیں
(الکافی) — پس اسم اللہ اور ہے اور معنی

اسم اللہ اور یہ لفظ ہے اور وہ معنی یعنی الحی القیوم الخالق الرازق اسماء ہیں اور ان کے معانی علیحدہ پھر یہ معانی ایک حقائق عینیہ رکھتے ہیں الخالق یا الرازق صرف الفاظ اور ان کے معانی ذہنیہ علمیہ ہی نہیں بلکہ سب حقائق وجود علمیہ ہیں الخالق ایک وجود حقیقی علمی ہے۔ ایک وجود عینی ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس اور یہ حقائق عینیہ اسماء الحسنیٰ ہیں اور وہ ارشاد فرماتے ہیں نحن اسماء اللہ الحسنیٰ خدا کے حقیقی اسماء حسنیٰ ہم ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔ وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا اور خدا کے بہت سے اسماء حسنیٰ ہیں انہی ناموں سے اس کو پکارو اور انہی سے دعا کرو۔ حضرت صادق فرماتے ہیں ھم واللہ نحن اسماء اللہ الحسنیٰ۔ خدا کی قسم ہم ہی خدا کے اسماء حسنیٰ ہیں۔ اور ہماری معرفت بغیر کسی بندے کا کوئی عمل قبول نہیں ہے۔

تفسیر البرہان۔ والحاصل یہ حقیقت معانی اسماء الرحمان کے وجودات عین حقیقت ہیں اور ساری کائنات کی خلقت اور کل تدبیر و تصرف انہی اسماء سے ہے۔ ملا ہادی سبزواری قدس سرہ۔ یا من له الاسماء الحسنیٰ

کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ثم انه یمکن ان یراد	پھر ممکن ہے کہ اسماء اللہ الحسنیٰ
بالاسماء الحسنیٰ فی	سے مراد اس اسم شریف میں
ھذا الاسم الشریف	ائمہ اطہار ہوں جیسا کہ ان کی
الائمة الاطہار	روایات میں وارد ہوا ہے
کما ورد عنھم	کہ ہم اسماء حسنیٰ ہیں کوئی عمل
اسماء اللہ الحسنی لا	ہماری معرفت کے بغیر مقبول نہیں
یقبل اللہ عملا الا	ہوتا۔ اور امیر المومنین اپنے
بمعرفتنا وفی کلام	کلام میں فرماتے ہیں میں
امیر المومنین انا	اسمائے حسنیٰ کے الیہ ہوں
الاسماء الحسنی والامثال	کیونکہ اسم سمہ سے مشتق
والاسم علامة العلی	ہے اور سمہ کے معنی علامت
والآیات الکبری کما	ہیں اور قدرت وجود باری
قال السمی من الرای	کی علامت عظمیٰ اور اس کی
وھذا رای الحق و	آیت کبریٰ ہیں۔ اور اسی
لان مقام الاسماء	لئے نبی نے ارشاد فرمایا کہ جس
والصفات مقامھم	نے مجھ کو دیکھا اس نے خدا
وھو معرفته حاصل	کو دیکھ لیا کیونکہ صفات کا
بھم والتحقق باسمائه	مظہر اتم و معنی کلی ہے اور
والتخلق باخلاقه	اس لئے کہ خدا کے اسماء و
حقھم فھم الموصوفون	صفات کا مقام معنی یہی ہیں
بالصفة الصفتیة	درجہ معرفت خدا انہی کو
والمستفیضون بالفیض	حاصل ہے۔ اور اس کے اسماء
الاقدس کما	سے متحقق اور اس کے اخلاق
انھم موصوفون	سے متخلق اور اس کے اوصاف
بالصفة الفعلیة و	سے متصف ہونا بھی انہی کا
الفیض المقدس	حق ہے۔ پس وہی اس کی
واما معرفة کنھه	رحمت صفتیہ کا محل ہیں اور
المسمی المرتبة الاحدیة	فیض اقدس سے فیضیاب
فھو مما استاثر	والے اور وہی [illegible]
اللہ لنفسه۔	فعلیہ کا محل و مظہر [illegible]
	اس کے فیض مقدس کا مورد
	لیکن اس کی کنہ ذات کی معرفت

جو مقام مسمیٰ ہے اور جو مرتبۂ احدیت کہلاتا ہے وہ اس نے اپنے لئے مخصوص رکھی ہے وہ مقام ظہور نہیں صفات کی معرفت ممکن ہے (نہ ذات کی) اور یہ معانی صفات و اسماء ہیں۔ اور تمام کائنات کی حقیقت اسماء اللہ سے ہے۔ اور تمام تدابیر و تصرفات اسماء اللہ کے ماتحت ہے۔

صاحب فتحی مرتب ارشاد فرماتے ہیں۔

اللھم انی اسئلك	اے خدا۔ میں تجھ سے تیرے اس
باسمك الذی	اسم کے واسطے سے سوال کرتا
اذا ذکر به	ہوں کہ جب اس کا ذکر کیا جائے
تزعزعت منه	تو اس کی عظمت و ہیبت سے
السماوات و	آسمان کانپنے لگے۔ زمینیں شق
انشقت منه	ہو جائیں۔ بادل ٹکڑے ہو جائیں
الارضون و	اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں
تقطعت منه	چل نکلیں۔ سمندر خشک ہو جائیں
السحاب وتصدعت	موجیں مضطرب ہوں۔ دل
منه الجبال۔ الخ	کانپنے لگیں قدم ڈگمگا جائیں
	کان بہرے ہو جائیں۔ آنکھیں

پتھرا جائیں۔ آوازیں پست ہو جائیں۔ گردنیں جھک جائیں روحیں قبروں سے اٹھ کھڑی ہوں۔ فرشتے سجدے میں گر پڑیں اور تسبیح کرنے لگیں۔ ان کے جوڑ بند کانپنے لگیں عرش اعظم متزلزل ہو جائے اور تمام خلائق سر اطاعت جھکا دے

وباسمك الذی	اور تیرے اس نام سے سوال
وضع علی الجنة	کرتا ہوں کہ جب جنت پہ
فازلفت وعلی الجحیم	رکھا گیا تو وہ سج گئی۔ جہنم
فسعرت وعلی النار	پہ رکھا گیا تو وہ بھڑک اٹھی اور

وبقدرت وعلى السماء فستقلت وقامت بلا عمد ولا سند. وعلى النجوم فتزينت وعلى الشمس فاشرقت وعلى القمر فانارت وعلى الارض فاستقرت

آگ سرد ٹھنڈی ہو گئی۔ جو آسمان پر رکھا گیا تو وہ مستقل ہو گئے اور بلا ستون اور سہارے کے قائم ہو گئے۔ اور ستاروں پر رکھا گیا تو وہ مزین ہو گئے آفتاب پر رکھا گیا تو چمک اٹھا چاند نورانی ہو گیا۔ زمین نے قرار پکڑا۔ اور تیرے اس اسم سے جس سے تو نے اپنے نفس کو موسوم کیا ہے اور جس سے عرش قدرت پر مستولی ہوا ہے۔ اور کرسی علم پر متمکن اور جس سے فرشتوں۔ زمین۔ آسمان جنت و نار سب کو پیدا کیا ہے اور اس نام سے جو پردہ ہائے عظمت وجلال وہیبت وکرامت پر مکتوب ہے اور اس نام سے جو سرادق عرش پر نور لا اله الا الله محمد رسول الله سے لکھا ہوا ہے۔ اس اسم سے سوال کرتا ہوں جس سے زمین آسمان اور سیارے قائم ہوئے۔ سمندر جو جاری ہوئے عرش وہ کرسی نے قرار پکڑا۔ اور تیرے ان اسماء مقدسہ کے واسطے اور وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔ جو ملکوت زمین وآسمان کو محیط ہیں اور ان سے جو تو نے اپنے علم غیب میں محفوظ مکنون رکھے ہیں اور اس نام سے جو آگ پر رکھا گیا تو وہ ابراہیم کے لئے سرد ہو گئی۔ اس نام سے جو ملک الموت کی ہتھیلی پر لکھا ہوا ہے جب روحیں اس کو دیکھتی ہیں تو اس کی طرف اڑتی ہیں۔ اس نام سے جو برگ زیتون پر لکھا گیا۔ اور آگ میں ڈالا گیا تو نہ جلا۔ اور وہ اسم جو ملائکہ مقربین کی پیشانی پر نقش ہے۔ وہ نام جس سے ابدال اُڑتے ہیں۔ وہ اسماء جن سے تو مردے زندہ کرتا ہے۔ وہ اسم جس سے تمام مخلوق کی سرشتوں کو بنایا ہے۔ اور وہ نام جو تو نے آدم کی بینت سے جب پڑھائے اور سکھلائے ہم پر رحم فرما اور ہماری دعاؤں کو قبول کر۔

تمام کائنات مظاہر اسم اللہ اور تحت اسماء اللہ اور جملہ تصرفات وتدابیر انہی اسماء اللہ سے ہیں۔ اور معانی ان اسماء اللہ کے محمد وآل محمد ہیں۔ پس ساری کائنات انہی کا ظہور ہے اور ان ہی اسماء سے ہر شے نے اپنے وجود میں قرار لیا ہے۔ یہی نام فرشتوں کی پیشانی پر ہیں۔ یہی نام ملک الموت کی ہتھیلی پر ہیں یہی آدم کی پیشانی میں اور یہی سلیمان کی انگوٹھی میں۔ وبا سمائک المنقوشات على خاتم بن داؤد التى ملك بها الجن والانس والشياطين واذل بها ابليس وجنوده۔

یہی اسماء ہیں جن کا ظہور کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہوا تھا انہی کا ذکر ہے۔ وخر موسى صعقا۔ وبا سمائك العظيم الاعظم الاعز الاجل الاكرم وبمجدك الذى تجليت به لموسى كليمك فى طور سينا ولابراهيم خليلك من قبل فى مسجد الخيف ولاسحاق فى بئر شيع وليعقوب فى بيت ايل۔

پس اگر یہ فرمائیں کہ زمین آسمان ان کے دم قدم سے قائم ہیں اور ساری مخلوق ان کا ظہور ہے۔ یہی حقیقت آدم اور نوح وابراہیم ہیں۔ یہی ملکوت زمین وآسمان ہیں یہی ہوائیں چلاتے ہیں۔ یہی بادل برساتے ہیں۔ یہی دریا بہاتے ہیں۔ یہ مردے جلاتے ہیں۔ یہ پتلے بناتے ہیں تو اس معنی سے سب صحیح ہے۔ وَهُمْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ۔

یہ شرک نہیں نہ غلو نہیں عین دین ہے۔

کلمات اللہ

یہی اسماء اللہ ہیں اور یہی کلمات اللہ ہیں۔ وبكلمات الذى خلقت بها السموات والارض وبحكمته التى صنعت بها العجائب۔ اور تیرے اس کلمہ کے واسطے جس سے تو نے زمین وآسمان کو خلق کیا اور تیری اس حکمت کا جس سے

تو نے کلمات بنائے وَکَلِمَاتِ التَّامَّاتِ۔ اور یہی حضرات کل تامات ہیں بلکہ یہی کلمات اللہ العلیا اور اس کی مثل اعلیٰ ہیں۔ اور درست فرماتے ہیں۔

نحن الاولون ونحن	ہم ہی اول ہیں۔ ہم ہی
الآخرون ونحن	آخر ہیں۔ ہم ہی سابق
السابقون ونحن المسبحون	ہیں ہم ہی تسبیح کرنے والے
ونحن الشافعون ونحن	اور ہم شفاعت کرنے
كلمة الله ونحن خاصة	والے ہیں اور ہم کلمۂ خدا ہیں
الله	اور خاصہ الٰہی ہیں (بحار)
وبكلماتك الكلمة التي	پروردگارا! اپنے کلمہ
وبكلمتك التي	کی شان کے وسیلہ اور
تفضلت بها على اهل	اپنے ان کلمات کے وسیلہ
السماوات والارض	سے جن سے تو نے تمام اہل
واهل الدنيا والآخرة	زمین و آسمان اور دنیا
وبمجدك الذي ظهر	و آخرت پر احسان فرمایا
على طور سيناء	ہے اور اپنے جود کے واسطے
وبكلمتك الصدق	سے جس کے ظہور سے طور
التي سبقت	سینا گر پڑا۔ اور اپنے کلمہ
لابينا آدم وذريته	صدق کے وسیلہ سے جو
بالرحمة واسئلك	ہمارے باپ آدم کو اور
بكلمتك التي غلبت	اس کی ذریت کو تعلیم ہوا
بها كل شيء وبنور	اور میں سوال کرتا ہوں۔
وجهك الذي تجليت	اس کلمہ کے ذریعہ جس سے تو
به للجبل فجعلته دكا	تمام کائنات پر غالب آیا۔
وخر موسى صعقا۔	اور اس نور کے ذریعہ جس سے
(دعائے سمات)	تو نے کوہ طور پر تجلی دکھلائی

وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور موسیٰ غش کھا کر گر پڑے۔

حضرت علی بن الحسین فرماتے ہیں خدا کی قسم وہ نور جو کوہ طور پر چمکا تھا۔ ہمارے جد کے نور کا ایک حصہ تھا جس کی کوہ طور اور موسیٰ تاب نہ لا سکے یہی کلمات اللہ ہیں جو ساری کائنات پر غلبہ تامہ رکھتے ہیں۔ اور قدرت الٰہی کے ذریعہ تدبیر و تصرف کرتے ہیں صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین یہ علوم ہمیں عین اعتقاد و ایمان ہے۔

حضرت علی امیر المومنین خود فرماتے ہیں۔ انا كلمة الله التي يجمع بها المتفرق ويفرق بها المجتمع وانا اسماء الله الحسنى وامثاله العليا وآياته الكبرى۔ میں ہی وہ کلمۃ اللہ ہوں جس سے ہر متفرق کو جمع اور ہر مجتمع کو متفرق کیا جاتا ہے۔ اجزاء عالم متفرقہ مجھ سے التیام و ترکیب پاتے ہیں۔ اور اجزاء مرکبہ مجھ سے تحلیل و تفریق پاتے ہیں۔ اور اس کے اسماء الحسنیٰ اور امثال علیا اور اس کی آیات کبریٰ ہوں۔ (تفصیل آئندہ آتی ہے)۔

وما لله آية اكبر مني

وهم آية من دونهم كل آية

اسم اعظم اور اس کی حقیقت سے بحث کسی دوسرے موقع کے لیے ترک کرتے ہیں (مس الاسرار)

سلسلہ علل و اسباب

تمام کائنات سلسلہ اسباب و علل میں منسلک ہے۔ اور زبان قدرت کہتی ہے۔ اور زبان رسالت اس کی ترجمانی کرتی ہے۔ ابی اللہ ان یجری الاشیاء الا باسباب۔ قدرت بغیر واسطہ اسباب و وسائل عالم وجود میں کسی شے کا اجراء و نفاذ منظور ہی نہیں کرتی ہے۔ اصناف کائنات میں ہر سافل معلول اور ہر عالی علت یا سبب نظر آتا ہے اور آج کا ہر معلول ہزاروں علل و اسباب کے ماتحت علت العلل و سبب الاسباب۔ یعنی رب العالمین پر منتہی ہوتے ہیں اور یہ مسئلہ مطلقاً حکمت یونانی اور حکمت سبحانی میں مسلم ہے کہ معلوم العلل اور مخلوق اول جملہ موجودات الٰہیہ کا

فلسفہ کی اصطلاح ہے اور کتب فلسفہ کا مقام ہے اور حکمت اسلامیہ میں یہ ثابت ہے کہ عقل اول و فلک اول نور محمد و آل محمد ہے۔ پس یہ بات بھی ثابت ہے کہ یہ عقول کل موجودات کی علت ثانویہ ہیں علت ہیں علل و معلول اور اسباب و مسببات کا سلسلہ اسی علت تا قیام معلول اول پر منتہی ہوتا ہے۔ اور اس کی علت اس سے بالا خالق کائنات علت العلل اور مسبب الاسباب ہے۔ اہلبیت محمد و آل محمد علت ثانویہ کائنات ہوتو وجود خلق و رزق و کل افعال علت العلل کی نسبت ثانوی انہی کی طرف ہوگی اور ہے۔ پس وہ علت العلل کی طرف سے کل موجودات کے گویا خالق رازق و معلم و مربی و محافظ ہوئے اور کل دیگر علل و اسباب ان کے ماتحت اور اسی لئے وہ فرماتے ہیں اور اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

نحن صنائع ربنا و	ہم اول مصنوع الٰہی ہیں اور
الخلق بعد صنائعنا۔	پھر ہیں عالم خلق ہماری صنعت

ہے۔ ہم ہی اس کے اذن و امر و قدرت و حیات سے سب کچھ کرتے دھرتے ہیں۔

ایضاً یہ بھی حکمت اسلامیہ میں حقیقت مسلمہ ہے کہ کائنات کی علت غائی یہی انوار مقدسہ ہیں۔ اور لولاک لما خلقت الافلاک۔ اسلامی مسلمہ ہے۔ قرآن پاک یہ بتلاتا ہے خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔ وسخر لکم الشمس والقمر وغیرھا۔ کہ ساری کائنات انسان کے لیے خلق کی گئی ہے۔ اور انسان اس کے لیے اور تمام انسانوں کی خلقت کی غائی وجود محمد و آل محمد ہے۔ چنانچہ حضرت آدم جب عرش پر نام محمد رسول اللہ لکھے دیکھتے ہیں تو سوال کرتے ہیں پروردگارا یہ محمد کون ہے۔ تو ارشاد ہوتا ہے کہ یہ تیری اولاد میں سے نبی آخرالزمان ہے۔ اے آدم اگر اس کو خلق نہ کرتا تو تجھے خلق نہ کرتا۔ پس اصل غایت خلقت آدم محمد و خاتم ہے۔ اور جب یہ غایت خلقت ہوگئے تو تمام موجودات کے لیے ہر فیض الٰہی نعمت وجود و غیرہ وجود انہی کے طفیل سے ہوا۔ اور اس لیے یہ جائز ہوا کہ وہ ہر فیض الٰہی کی نسبت اپنی طرف کریں کہ ہم نے تمہیں وجود دیا۔ ہم نے تمہیں روزی دی۔ ہم نے تمہیں علم و ادراک دیا۔ اسی طرف اشارہ ہے زیارت جامعہ (

امام علیہ السلام فرماتے ہیں۔

بِكُمْ فَتَحَ اللّٰهُ وَبِكُمْ	اے محمد و آل محمد تمہیں سے اللہ
يَخْتِمُ وَبِكُمْ يُنَزِّلُ	نے عالم ایجاد کی افتتاح و ابتدا
الْغَيْثَ وَبِكُمْ يُمْسِكُ	کی اور تمہیں پر ختم کرے گا۔
السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ	تمہارے طفیل سے ابر برساتا
اِلَّا بِاِذْنِهٖ وَبِكُمْ	ہے۔ اور تمہیں سے آسمان کو گرنے
يُنَفِّسُ الْهَمَّ وَبِكُمْ	سے سنبھالے ہوئے ہے۔ تمہارے
يَكْشِفُ الضُّرَّ۔	وسیلے سے غم و ہم عباد کو دور

کرتا ہے اور تکالیف کو رفع فرماتا ہے۔ تمہیں کو اس نے اپنے علم سے چن لیا ہے اور تمہیں کو اپنے اسرار غیب الغیوب کے لیے انتخاب کیا ہے اور تم ہی عالم ایجاد میں خدا کی دیکھنے والی آنکھ اور کارگر ہاتھ اور ساری مخلوق میں اس کی ترجمان زبان ہو۔

پس خلق کی علت فاعلی ثانوی بھی یہی ہے۔ اور اس لیے یہ فقرہ بھی درست ہے کہ وہ فرمائیں۔

نَحْنُ صَنَائِعُ رَبِّنَا	ہم اس کی مصنوع خاص ہیں۔
والخلق بعد صنائع لنا	اور عالم خلق اس کے بعد ہمارے لیے بنایا گیا ہے۔

ونعم ما قال العارف المعارف۔

علت غائی آمد آں موجب فاعلی کہ شد
صادر اول شد آں موجد ثانوی کہ شد
لطف طبائع دہر سرمایہ کاملی کہ شد
منبع وجود عقل را منشاء بروں ولی کہ شد
گوئی اگر ولی حق گو کیست آں ولی کہ شد
حضرت والی ابولی بازہاں جلی علیؑ

نفی تفویض

ان بیانات اور اصول میں غور کرنے سے جب یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ ان

ے تدبیر عالم کا ظہور ہوتا ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے وسیلہ اول و مظہر کل ہونے کے سبب بعد خالق عالم تمام احکام ان کی سپرد ہوتے ہیں انا المآب الذی یؤب الیہ کل شئ بعد [illegible] فرما سکتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ تمام تدبیر عالم ان کے سپرد کردی گئی ہے۔ اور تفویض اس معنی میں قطعاً باطل ہے ہرگز شرک و کفر و غلو نہیں۔ شرک جب لازم آئے جب کہ وہ خود با ارادہ [illegible] ہوں اور خدا کو کوئی تعلق نہ ہو اور وہ معطل محض ہو اور اس سے لازم ہے [illegible] ہیں اس کے برعکس ہے۔ خدا آپ سب کچھ کرتا ہے ہاں جو کچھ کرتا ہے ان کے وسیلہ کرتا ہے ان سے اس کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ خود اختیار و ذات خود و مشیت خود نہیں کرتے اور نہ کر سکتے ہیں سب کچھ وہ کرتا ہے ان سے کراتا ہے یا ان سے ظاہر کرتا ہے اور ان دونوں معنی میں سے تفویض جو ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ خدا کو ایک فرد بشر کی طرح معطل محض سمجھا جائے اور ان کو کارکن مطلق لیکن اس کا کوئی قائل نہیں اور نہ معصوم کے کسی فقرے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے اور نہ کوئی مومن ایسا اعتقاد رکھتا ہے کہ تدبیر عالم سب ان کے سپرد ہے خدا بے کار و معطل ہے [illegible] کر سکتا ہے۔ جو چاہتے ہیں یہ کرتے ہیں۔ یہ خیال خصوص مشرکین [illegible] جہاں تعطیل قدرت لازم آئے۔ اور اس کا کوئی قائل نہیں۔ لیکن تدابیر عالم کا مظہر کل سے ظہور یا عین توحید ہے اور اس اعتبار سے کہ وہ بارگاہ قدرت میں وسیلہ مطلقہ ہیں۔ غایت کل ہیں مظہر مطلق ربوبیت ہیں ولی الامر حق ہیں۔ ہر امر اور کام ان کی طرف سپرد کرنے پر مامور ہیں کہ بغیر ان کے وسیلے کے مقبول و مشکور اور کوئی کام نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے زیارت میں پڑھتے ہیں مفوض الیکم۔

مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ نبی اور امام میں غلو کے معنی ہیں کہ ان کی الوہیت کے قائل ہوں یا معبودیت میں ان کو شریک گردانیں اور خلق و رزق میں ان کو خدا کا شریک مانیں اور کہ جس طرح خدا خلق کرتا ہے یہ بھی کرتے ہیں اور جس طرح خدا رزق دیتا ہے۔ یہ بھی اپنی مخلوق کو رزق دیتے ہیں یا کہیں خدا نے ان کے اندر حلول کیا ہے۔ اور یہ خدا کے اوتار ہیں۔ یا انسانی صورت میں خدا ہیں جس طرح ہندو اپنے اوتاروں کے قائل ہیں یا یہ کہیں یہ خدا کی ذات سے متحد ہیں۔ یہ اور خدا ایک ہی ہیں جس طرح کہ عیسائی خدا۔ روح القدس اور عیسیٰ کو متحد الذات مانتے ہیں۔ اور تینوں کو ایک کہتے ہیں یا یہ کہیں کہ وہ خود بالذات عالم الغیب ہیں بغیر خدا کے الہام اور وحی کے خود بخود سب کچھ جانتے ہیں یا ائمہ طاہرین کو ہم مثل رسالتمآب ہی کہیں تو یہ بھی غلو ہے۔ یا ہم اس کے قائل ہوں کہ ان کی ارواح ایک ہی ہیں۔ تناسخ کے طور پر منتقل ہوتی رہتی ہیں اور مختلف اجسام میں حلول کرتی رہتی ہے یا یہ کہیں کہ دنیا میں پس ان کی معرفت کافی ہے۔ خدا کی عبادت و طاعت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ گناہوں کے ترک کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ تمام باتیں کفر و الحاد و شرک و غلو ہیں اور ان کا قائل دین اسلام سے خارج ہیں۔ اور ائمہ ان ہی اعتقادات سے بیزار تھے اور ان کے قائلین کے کفر کا حکم دیتے تھے۔ اور [illegible] حقیقتاً ایسی باتوں کے قائل ہیں۔ اور اس قسم کی باتیں کسی سے سنو یا ایسی روایتیں دیکھو تو سمجھو کہ ان کی تاویل کچھ اور ہے یا وہ وضعی گڑھی ہوئی ہیں جیسا کہ عبداللہ بن سبا لعنۃ اللہ علیہ اس کا قائل تھا۔ اور اسی طرح اس کے ہم خیال قائل تھے ہیں اور اب [illegible] وزیرستان سرحد کابل پر (فرقہ علی اللہی) قائل ہے اور صاف ائمہ کی الوہیت کے قائل ہیں حضرت صادقؑ فرماتے ہیں۔ خدا لعنت کرے عبداللہ ابن سبا پر کہ اس نے امیر المومنین علی کے لیے الوہیت و ربوبیت کا دعوے کیا۔ خدا کی قسم امیر المومنین خدا کے فرماں بردار بندے تھے۔ برا ہو ان کا جو ہم پر جھوٹ بولتے ہیں لیکن بعض متکلمین اور مجتہدین غلو میں افراط کرنیوالے ہیں اور ائمہ علیہم السلام کی معرفت تامہ نہ رکھنے والے ان کے عجائب ولایت و غرائب امامت کو سمجھنے سے قاصر رہنے کے باعث اکثر و بیشتر [illegible] علما اور ان کی روایات کو جو معجزات ائمہ اور ان کے عجائب و غرائب حالات و شیون [illegible]

ہیں ضرر کرتے ہیں اور ان کو رد کرتے ہیں اور ان سے نفی سہو کو بھی غلو کہتے ہیں اور امام ہونے کے لیے سہو و نسیان کے قائل ہیں اور ان کے علم ماکان و ما یکون کی بھی نفی کرتے ہیں۔ حالانکہ اکثر اخبار میں یہ وارد ہوا ہے کہ۔

لا تقولوا فینا ربا وقولوا ما شئتم ولن تبلغوا وصعب مستصعب الخ

ہم کو خدا نہ کہو اور پھر جو حق میں چاہو کہو ہرگز ہماری معرفت کو نہ پہنچ سکو گے۔ تمہارا غلو بھی یہاں تک محدود رہے گا۔ اور ہمارا امر نہایت گراں اور دشوار ہے۔ اس کو سوائے ملک مقرب یا نبی مرسل یا مومن ممتحن کوئی برداشت نہیں کر سکتا اور وہ یہی فرماتے ہیں کہ اگر ابوذر اس کو معلوم کر لے جو سلمان کے دل میں ہے تو اس کو قتل کر دے۔ (اس کا تحمل نہیں کر سکتا) پھر اس کے ان فضائل میں غلو کے کیا معنی؟

لیکن تفویض۔ سو اس کے کئی معنی ہیں بعض معنی تفویض ان کے لیے مسلم ہیں اور بعض ان سے منفی ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ خدا نے دنیا کو ان کے سپرد کر دیا۔ یہی اپنے ارادے اپنی قدرت سے پیدا کرتے مارتے جلاتے اور رزق دیتے ہیں تو یہ ممنوع ہے جیسا کہ ہم مفصل بیان کر آئے ہیں۔ لیکن اگر یہ کہیں کہ خدا سب کچھ خود کرتا ہے ان کے ارادے اور مشیت کے مقارن تو یہ درست ہے۔ یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام کائنات کا خلق و ایجاد سب کچھ ان کے لیے کرتا ہے اس لیے گویا یہ کرتے ہیں۔

وانه تعالی جعلهم مطاعین فی الارضین والسموات یطیعهم باذن الله کل شیء حتی الجمادات واذا شاؤا امرا لا یرد الله مشیتهم ولکن لا یشاؤن الا ما یشاء الله۔

خدا نے اُن کو زمین و آسمان میں مطاع مطلق بنا دیا ہے۔ ہر شے باذن اللہ ان کی اطاعت کرتی ہے۔ حتیٰ کہ جمادات بھی۔ اور جب یہ کسی امر کو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے لیکن یہ وہی چاہتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے۔

(عباد مکرمون لا یسبقونه بالقول وهم بامره یعملون۔

دوسرے تفویض دین اگر یہ اس کے معنے لئے جائیں کہ آپ ارادہ قدرت سے جس چیز کو چاہتے ہیں حلال کر دیتے اور جس کو چاہتے ہیں حرام۔ تو یہ بھی ممنوع ہے (یقیناً ممنوع ہے) بلکہ اللہ نے بھی امام کو کامل بنا دیا ہے تو وہ خلاف حق کوئی امر کرتے نہیں اور اس کی مشیت کے خلاف چلتے ہی نہیں اس لیے امور شریعت ان کے سپرد کر دیئے ہیں کہ ان کو بیان کر دیں اور اجرا فرمائیں۔

تیسرے مخلوقات کے امور سیاست و تادیب و تعلیم اور ان کی تکمیل ان کے سپرد کر دی ہے یہ بھی حق ہے کہ خدا فرماتا ہے۔ **ما اتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا۔** جو کچھ رسول حکم دے اس کو تسلیم کرو۔ اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔

چوتھے۔ یہ کہ علوم و احکام کا بیان حسب مصلحت ان کے سپرد کر دیا ہے جس کو چاہیں اور مصلحت سمجھیں بیان کریں جس کو چاہیں نہ کریں یا روک دیں یہ بھی درست ہے۔ انتہی۔

پانچویں اس کا اختیار دیا گیا ہے کہ چاہیں ظاہر روایت پر عمل کریں یا اپنے علم حقیقی پر جو بذریعہ وحی و الہام الٰہی حاصل ہے۔ یہ بھی حسب مصلحت اُن کے لیے درست ہے۔ اور اس میں وہ مختار ہیں۔

چھٹے۔ یہ کہ یہ مالک دولت زمین و آسمان ہیں جس کو جو چاہیں بخشیں۔ جو چاہیں رکھیں۔ خلیفہ خدا ہیں۔ ملک و دولت زمین و آسمان کے مالک ہیں (رسالہ بحار ص۳۴۴ وما بعد)

اور اسی طرف ان روایات کا اشارہ ہے ابی اسحق النحوی حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

ان الله ادب نبیه علی محبته فقال انک لعلی

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اپنی محبت پر تربیت فرمائی اور کہا کہ

خلق عظیم ثم فوض الیہ فرمایا میں نے تو خلق عظیم کا مالک ہے اور اچھا تدبیر علم ۱۷ ص ۱

دین کے سپرد کر دیا اور فرمایا ما اتٰکم الرسول الآیہ ۔ جو کچھ رسول حکم دے اس کو قبول کرو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔ اور فرمایا جس نے رسول کی اطاعت کی اور رسول اللہ نے امیرالمومنین علی کے سپرد کیا اس کو کہا اس کا ۔ ہاں تم سب نے اس کو تسلیم کر لیا اور لوگوں نے انکار کیا۔ پس خدا کی قسم ہم تمہیں اس لیے دوست رکھتے ہیں کہ جب ہم کہتے ہیں تو تم کہتے ہو اور جب خاموش ہوتے ہیں تو تم خاموش رہتے ہو۔ اور ہم تمہارے اور خدا کے درمیان واسطہ و وسیلہ ہیں اور ہمارے حکم کی مخالفت میں کسی کے لیے کوئی چیز نہیں ہے بصائر کا درجہ ۹۔

جناب فاطمۃ الزہرا صلوات اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جس وقت مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا اور قاب قوسین اور ادنیٰ کے مقام تک پہنچا تو میرے دل کی آنکھ سے خدا کو دیکھا۔ اور جسمانی آنکھ سے جس دیکھنے سے اس نے اذان اور اقامت کی آواز سنی۔ پھر آئی۔ اے میرے فرشتو اور اے ساکنان زمین و آسمان ایسی ہی اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ۔ سب نے اقرار کیا اور گواہی دی پھر ندا آئی ۔ اے میرے فرشتو اے ساکنان زمین و آسمان کے رہنے والو اے میرے عرش کے حاملو ۔ محمدؐ میرا عبد اور رسول ہے۔ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا اور گواہی دی پھر ندا آئی۔ ان علیا ولی و ولی رسولی وولی المومنین بعد رسولی ۔ علی میرا ولی ہے ۔ میرے رسول کا ولی ہے۔ اور بعد رسول کے سب مومنوں کا ولی ہے عباد بن صہیب کہتے ہیں کہ جعفر بن محمد نے کہا ہے وہ کہتے ہیں ابوجعفر نے کہا ہے کہ ابن عباس نے جب اس حدیث کو سنا تو کہا۔ میں یہ مضمون کتاب اللہ میں پاتا ہوں۔ انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال الآیہ ۔ ان کے پاس خدا نے درہم و دینار یا خزانہ زمین ودیعت نہیں کیا اور امانت نہیں رکھا لیکن اس نے زمین و آسمان اور پہاڑوں کو خلقت آدم سے قبل وحی کی کہ میں تم میں ذریت محمد صلعم کو رکھنے والا ہوں۔ تم ان سے کیا کرو گے جب وہ تمہیں پکاریں تو حکم مانو جب تمہارے پاس آئیں ۔ جب وہ اور لے پہاڑ جب تمہیں پکاریں جواب دو اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی اطاعت کرو۔ واتینٰہم ملکا عظیما کا یہی مطلب ہے ملک عظیم ان کی اطاعت ہے کہ ہر شے ان کی زیرنگیں ہے یہی ملک عظیم ہے کہ ان میں سے اگر جائے تو ہر شے اطاعت کرتی ہے۔ من اطاعہم فقد اطاع اللہ ومن عصاہم فقد عصی اللہ۔ جس نے ان کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ وقال الرضا علیہ السلام الولایۃ ھی الدین الحق۔ ولایت ہی دین ہے اور لاریب فیہ وہی صراط مستقیم الٰہی ہے۔ بصائر الدرجات صفحہ ۱۹

وعن الصادق ؑ اللہ تعالیٰ نے ہم کو خلق فرمایا اور بہترین صورت میں خلق فرمایا اور اپنے بندوں پر اپنی آنکھ اور اپنی مخلوق میں اپنی زبان اور اپنے بندوں پر اپنا دست رحمت و رافت اور وہ جہت جس سے اللہ حاصل ہوتا ہے اور اس کا دروازہ جو اس تک رہنمائی کرتا ہے اور اس کی زمین و آسمان میں اس کے امین و خزینہ دار ہم ہیں ہماری وجہ سے درخت پھل دیتے ہیں اور ہمارے سبب سے پکتے ہیں اور ہم سے دریا جاری ہوتے ہیں ہمارے سبب سے بارش برستی ہے اور زمین نباتات اگاتی ہے ہماری ہی عبادت سے خدا کی عبادت کی جاتی ہے۔ اور اگر ہم نہ ہوتے تو کوئی خدا کی عبادت نہ کرتا اور نہ کر سکتا۔ ولم یعبدنا احد منہم۔ ہم میں سے کسی نے کبھی بت پرستی نہیں کی۔ بت پرست کبھی قابل امانت نہیں ہو سکتا۔ لا یحجب عنہم علم السماء والارض والجنۃ والنار وعرض علیہم ملکوت السماوات یعلمون

علم ما کان وما یکون الی یوم القیامة۔ زمین و آسمان اور جنت و دوزخ کا علم ان سے پوشیدہ نہیں اور یہ زمین و آسمان ان کے پیش نظر ہیں۔ اور وہ قیامت تک کی گذشتہ و آئندہ باتوں کو جانتے ہیں۔ اگر ہم کو اجازت ہو جائے کہ ہم لوگوں کو ان کا مرتبہ اور جو ہمیں معلوم ہے بیان کر دیں تو تم برداشت نہ کر سکو گے۔ عرض کیا مفضل، عالم مرتبہ علم تو معلوم ہو گیا اب ان الامام وکرہ اسبابه عز وجل لا یشاء الا ما شاء اللہ۔ امام کا ارادہ الٰہی و محل مشیت ایزدی ہے۔ یہ ارادہ باری اس سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ وہی کرتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ علامہ کہ تفویض کا موضوع وہی ہے جہاں تعطیل ذات باری لازم آئے اور اس کا کوئی مومن قائل نہیں اور امام کے کسی فعل سے اس تعطیل نہیں ہوتی۔ امام عالم کا مہربان ہے مسلم ہے۔ ... اعاذنا اللہ من ذالک۔

یہ ایک قطرہ ہے اس دریا کا جو ان کے غرائب احوال و عجائب شیون اور صفات امور کو محیط ہے اس سے زیادہ کی طاقت نہیں۔ ان اشارات کے مالک توضیح کرام ... روایات المورا میں وارد ہوئے ہیں۔ مطالعہ فرمائیں اور نور معرفت حقیقت سے قلوب صافیہ کو روشن کریں اور انہی اصول پر اپنے مرتبہ تحمل ایمان کے مطابق فقرات معصوم کی تاویل کریں اور محمل صحیح پر محمول ان کے فضائل کو اپنی کم فہمی سے رد کرنا کفر ہے۔ ان ہی بیانات سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ محمد و آل محمد فضائل میں مساوی ہیں۔ انھم فی الفضل سواءٌ۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ حصہ سرور کائنات سے مخصوص ہے اور آپ پر ختم اور اس لئے ائمہ طاہرین اس عہدہ پر فائز نہیں ہوتے۔ مرتبہ ملحوظ نبوت حاصل ہے۔ اور اگر نبوت باقی ہوتی تو یہ سب نبی ہوتے ہیں لیکن نبوت ختم ہو گئی محمد پر اس لئے کوئی نبی نہ ہوا۔ جو ان کو مثل حضرت نبی کہے وہ بے شک غالی ہے۔"

خطبہ رجعیہ امیر المومنین ع

الاولیٰ

ان لی الکرة بعد الکرة والرجعة بعد الرجعة وانا صاحب الرجعات والکرات۔ و صاحب الصولات والنقمات والدولات العجیبات وانا قرن من حدید۔ وانا عبد اللہ واخو رسول اللہ وانا امین اللہ وخازنه وعیبة سرہ وحجابه ووجهه وصراطه و میزانه وانا الحاشر الی اللہ۔ وانا کلمة اللہ التی یجمع بها المفترق ویفرق بها المجتمع وانا اسماء اللہ الحسنیٰ وامثاله العلیا وآیاته الکبریٰ وانا صاحب الجنة والنار۔ واسکن اهل الجنة الجنة واهل النار النار، و الی تزویج اهل الجنة و الی عذاب اهل النار والی ایاب الخلق جمیعاً وانا الایاب الذی یؤوب الیه

بیشک میرے لیے دنیا میں بار بار آنا اور رجعت کرنا ہے۔ میں رجعتوں والا اور بار بار حملوں والا اور سزاؤں والا اور عجیب دولت اور دولتوں والا ہوں۔ میں ہر ایک کفر کو ڈھا دینے والا آہنی سینگ ہوں۔ میں بندۂ خدا اور برادر رسول اللہ ہوں۔ میں خدا کا امین اس کا خزانہ دار اس کے بھید کا صندوق ... ہوں۔ میں حجاب اللہ وجہ اللہ صراط اللہ اور میزان حق و باطل ہوں۔ میں ہی مخلوق کو خدا کی طرف جمع کرنے والا ہوں۔ میں ہی وہ کلمۃ اللہ ہوں جس کے ذریعہ ہر جدا جدا اکٹھا اور ہر ایک اکٹھی جدا ہو جاتی ہے اجزائے متفرقہ مجھ سے ترکیب پاتے ہیں اور اجزائے مجتمع مجھ سے تحلیل پاتے ہیں بطور اسم یا جامع و یا مفرق میں ہی ہوں۔ میں معنی اسماء اللہ علیا اور آیات کبریٰ ہوں۔ اور میں ہی جنت و دوزخ کا مالک ہوں۔ اہل جنت کو جنت میں ساکن کروں گا اور اہل نار کو نار میں داخل کروں گا۔ اور میں اہل جنت کی تزویج کروں گا

كل شيء عدد احصاء وانا
حساب الخلق جميعا وانا
صاحب الحسنات وانا
المؤذن على الاعراف
وانا بارز الشمس وانا
دابة الارض وانا قسيم
النار وانا خازن الجنان
وصاحب الاعراف وانا
امير المؤمنين ويعسوب
المتقين وآية السابقين
ولسان الناطقين وخاتم
الوصيين ووارث
النبيين وخليفة رب
العالمين وصراط ربي
المستقيم وقسطاسه و
الحجة على اهل السموات
والارضين وما فيهما و
بينهما وانا الذي احتج
الله به عليكم في
ابتداء خلقكم وانا
الشاهد يوم الدين
وانا الذي عندي علم
المنايا والبلايا والقضايا
وفصل الخطاب و
الانساب واستحفظت
آيات النبيين المستخفين
المستحفظين وانا صاحب
العصا والميسم وانا الذي
سخرت لي السحاب والرعد

میرے ہی ذریعہ اہل کو عذاب
کرتا ہے اور میری ہی طرف
ساری مخلوق کی بازگشت
ہوگی۔ اور میرے ذمہ ساری
خلق خدا کا حساب ہے اور
میری ہی طرف ہر ایک امر
بعد فنا رجوع کرتا
میں ہی جنتوں والا میں
ہی نیکیاں جمع والا ہوں
اور میں اعراف میں پکارنے
والا میں ہی ایام رجعت
میں آفتاب ظاہر ہونے والا
اور میں ہی دابۃ الارض ہوں
میں قاسم جنت و نار اور
خازن جنت ہوں اور میں
ہی وہ صاحب اعراف ہوں
جو سب کو ان کی نشانیوں سے
پہچانتا ہوگا رو علی الاعراف
یعرفون کلا بسیماھم
میں امیر المومنین یعسوب
المتقین آیۃ السابقین۔
لسان الناطقین خاتم الوصیین
وارث النبیین۔ اور خلیفہ
رب العالمین اور اس کی
صراط مستقیم اور اس کی میزان
حق و باطل ہوں اور تمام
زمین و آسمان و ما بینہما پر
حجت مجھ سے اللہ تعالیٰ نے
ان کی خلقت کے وقت حجاج

والبرق والظلم والانوار
والرياح والجبال والبحور
والنجوم والشمس
والقمر وانا القرن
الحديد وانا فاروق
الامة وانا الهادي
وانا الذي احصيت
كل شيء عددا بعلم
الله الذي اودعنيه
وسره الذي اسره
الى محمد واسره النبي
الي وانا الذي نحلني
ربي اسمه وكلمته و
حكمته وعلمه وفهمه
يا معشر الناس سلوني
قبل ان تفقدوني
اللهم اني اشهدك
واستعديك عليهم
ولا حول ولا قوة
الا بالله العلي
العظيم والحمد
لله متبعين امره.

و انام مسخر کیا۔ اور میں ہی
روز قیامت ان کا شاہد ہوں
وجاءت کل نفس
معها سائق و شهید اور
میں علم عطا کیا گیا۔ علم
قضایا و فصل الخطاب اور علم
انساب کو جانتا ہوں۔ اور میں
جملہ انبیاء کی آیات اور نشانیات
کا محافظ ہوں۔ اور میں ہی لاٹھی
اور نشان والا ہوں رجوع ایام
رجعت میں قریب قیامت
ہر کافر کی پیشانی پر نشان لگائے
گا۔ هذا کافر حقا الی
الی یوم القیامۃ اور ہر مومن
کی پیشانی پر نشان لگائے گا۔
هذا مومن حقا میں ہوں
جس کے لئے بادل گرج بجلی۔
تاریکیاں۔ روشنیاں۔ ہوائیں
پہاڑ سمندر ستارے اور چاند
سورج مسخر کر دیئے گئے ہیں کہ
رئیس کارکنان قضا و قدر ولی
الامر ہے۔ میں قوت خدا کا آہنی
سیک ہوں اور میں فاروق امت ہوں مجھ ہی سے حق و
باطل میں تمیز و تفریق ہوتی ہے۔ میں ہی خلق خدا کو اس کی
طرف بلانے اور جوڑنے والا ہوں۔ اور میں ہی وہ ہوں جس
نے ہر شے کو گن گن کر احصا کیا ہے۔ وکل شیء احصیناہ
فی امام مبین اس علم کے ذریعہ جو اللہ نے مجھ کو ودیعت
کیا ہے۔ اور اس راز قدرت کے ذریعہ جو اس نے محمدؐ کو سونپا اور
انہوں نے مجھے سونپا۔ اور میں ہی وہ ہوں جس کو خدا نے اپنا نام اپنا کلمہ

[illegible] ملک۔ پناہ عالم اور اپنی قدرت کی۔ معاشر الناس۔ پوچھو مجھ سے
قبل اس کے کہ مجھے کھو دو۔ خداوند عالم مجھے گواہ بناتا ہوں اور
تم کو اس امر پر گواہ بنانا چاہتا ہوں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
[illegible] کوئی قوت طاقت نہیں ہے بجز اس خدائے اعلیٰ
[illegible] کرتے ہیں ان کے علم کا اقرار کرتے ہیں
یہ ولی مطلق مظہر العجائب [illegible] سے مراد ہوا اور [illegible] سے ہیں
ظہور فرمایا ہے [illegible] کے جلوہ میں صاحب [illegible] کی
شکل میں [illegible] ہر شئی کی امداد فرما رہا ہے۔ اور ارشاد فرماتا
ہے۔ نصرت الانبیاء [illegible] جس نے تمام انبیاء کی پوشیدہ طور پر
نصرت کی۔ نوح کی کشتی کو بچایا [illegible] یوسف کو نکالا [illegible]
میں محمد کی کھلم کھلا۔ اس ولی خدا نے نصرت کی۔ اور ایام
ظہور امام رجعت میں آپ سردار لشکر [illegible] کی صورت میں
ظاہر ہونگے۔ عصا و لسان کے ساتھ دابۃ الارض کی صورت میں
نمایاں ہونگے۔ کہ [illegible] ظہور فرمائینگے [illegible] فرمائینگے پھر
نصرت فرزند کے لیے آئینگے۔ پھر رجعت میں [illegible] سال حکومت
فرمائینگے۔ اور اسلئے فرماتے ہیں کہ میں بار بار دنیا میں آتا
ہوں۔ تمام اعداء اور خصوصا اہل شام کو [illegible] رجعت میں
سزا دینگے اور انتقام لینگے جسکی تفصیل دیگر خطبات میں آتی
ہے اور ابواب رجعت میں یہ تمام امور مفصل مذکور ہیں و [illegible] تمام
و معجزات اس مظہر العجائب کے مشہور معروف اور مسلمات دینیہ ہیں
[illegible] اول علم باری میں ہوتی ہے۔ پھر مشیت میں پھر مقام
ارادہ میں۔ پھر تقدیر علمی میں۔ پھر قضاء علمی میں۔ پھر قضاء فعلی میں
اور پھر امضاء و اجراء ہوتا ہے اور پھر اس کی اصل مطلق اور معصوم
وسی مقرر۔ علی مظہر کل ولی مطلق ہے بعد اجرائے قضا ہر شئی آپ پر
نازل ہوتی ہے۔ اور قبل قضا آپ کو کوئی علم نہیں ہوتا اور آپ
سے پھر [illegible] قضا و قدر پاتے ہیں اسلئے ارشاد ہے کہ میں ہی
وہ مرجع مآب ہوں کہ ہر شئی بعد اجرائے حکم و قضائے الٰہی میری طرف
رجوع کرتی ہے اور یہ بھی مسلمات دینی حقیقت ہے۔
قرآن پاک میں بھی یہ ثبوت ہے کہ "ان الینا ایابھم۔

ثم ان علینا حسابھم" ہماری ہی طرف ان سب کی بازگشت
ہے اور ہمارے ہی ذمہ ان سب کا حساب ہے۔ زیارت جامعہ
میں ہے: ایاب الخلق الیکم وحسابھم علیکم۔ خلق کی
بازگشت آپ ہی کی طرف ہے اور ان کا حساب آپ ہی کے ذمہ ہے۔
اس لئے فرماتے ہیں کہ میری طرف سب کی بازگشت ہوگی۔ اور سب
حسابوں کا خلیفہ مطلق ہی اسکی طرف سے حساب کتاب لے گا۔
اسکی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہوگی کہ ہر مخلوق سے ہمکلام ہوسکے یا
دکھائی دے یا کسی مکان اور مکان میں آئے اور تخت لگائے۔ یہ سب
اپنے ان علماء و اولیاء کے ذریعے کرے گا۔ اور یہی وجہ ہے کہ
[illegible] باقی ہیں سب خلق کو اسکی طرف جمع کریں گے۔ یہ
تمام ولی برحق۔ خلیفہ خدا مظہر کل۔ مظہر العجائب کی صفات ہیں
[illegible] کے اوصاف۔ کوئی بات اس میں غلو کی نہیں ہے
اور آخر میں ارشاد ہے کہ جو کچھ جانتا ہوں اس کی تعلیم سے اور محمد
کی تعلیم سے ہے اور جو کچھ کرتا ہوں اور کروں گا اسکی طاقت و قوت
سے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ان معارف
کو جو غلط کہے اس کا دماغ نور عقل سے اور دل نور ایمان سے
خالی ہے۔ اس خطبہ کی شرح صاحبان [illegible] الرجعت بحار الانوار
جلد [illegible] سے مطالعہ فرمائیں۔ معارف اہلبیت انہی کا کام ہے اور انہی کا
انکار کفر۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔ اسی طرح دیگر خطبات
کے نقرات کو حل فرمائیں اور معانی و موارد صحیحہ پر محمول کریں وما
التوفیق الا باللہ۔ ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ
من نور۔

الثانیہ

الدر المنظم للشیخ
الامام کمال الدین
ابوسالم محمد طلحہ الحلبی
الشافعی۔ وقد ثبت
عند علماء الطریقۃ

شیخ کمال الدین ابوسالم محمد بن طلحہ
الحلبی الشافعی نقل کرتے ہیں کہ
علماء طریقت اور مشائخ حقیقت
کے نزدیک نقل صحیح اور کشف
صریح سے ثابت ہو چکا ہے کہ امیر المومنین

ومنها ما نقله بالثقة النقل
الصحيح والكشف الصريح
ان امير المؤمنين علي
بن ابي طالب كرم الله
وجهه قام على المنبر
بالكوفة وهو يخطب
فقال بسم الله الرحمن
الرحيم الحمد لله بديع
السموات والارض و
داحيها وساطح المدحات
ووتد الجبال
وفاجر العيون
وناضرها ومرسل الرياح
وزاجرها وداعي القواصف
وآمرها ومزين السماء
وزاهرها ومدبر
الفلك ومسيرها ومقسم
المنازل ومقدرها و
منشئ السحاب ومسخرها
ومولج الحنادس ومنورها
ومحدث الاجسام ومقررها
ومكور الدهور ومكررها
ومورد الامور ومصدرها
وضامن الارزاق ومدبرها
ومحيي الرفات وناشرها
احمده على آلائه و
توافرها واشكره على
نعمائه وتواترها و
اشهد ان لا اله الا الله

علی ابن ابی طالب منبر کوفہ پر
کھڑے ہوئے اور یہ خطبہ بیان
فرمایا بسم اللہ الرحمٰن
الرحیم جو آسمانوں اور
زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے
سطح زمین کو پھیلانے اور اس کو
دبانے والا پہاڑوں کو
قائم کرنے والا چشموں کو جاری کرنے والا
ہے چشموں کو کھولنے اور ان
کو جاری کرنے والا تند ہواؤں کو
روکنے اور چلانے والا آسمان
کو زینت دینے اور روشن
کرنے والا فلک کو انتظام
کرنے اور اس کو چلانے والا
کواکب سیارات کی منزلوں
کا حکم اور مقرر کرنیوالا بادلوں
کو پیدا اور مسخر کرنے والا
اندھیروں کو داخل اور روشن
کرنے والا اجسام کو
پیدا اور مقرر کرنے والا
زمانوں کے دوروں کو پیش
کرنے والا اور پھیرنے والا
کاموں کو صادر اور وارد
کرنے والا رزق کا ضامن
اور ان کی تدبیر کرنے والا
بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ
کرنے اور دوبارہ قبروں
سے اٹھانے والا میں اس کی
حمد بجا لاتا ہوں اسکی نعمتوں کی

وحده لا شريك له شهادة
تؤدي الى السلامة ذاكرها
وتؤمن العذاب ذاخرها و
اشهد ان محمدا الخاتم لما سبق
ومن خوطب برسله الفاتح لما
استقبل من العواقب و
اشرفها من رسله الخاتمة مد
شعر بعادة الاوثان شاعرها
والنبي صلى الله عليه وسلم
في التعليم داعيها وبادي منار
اعلام الهداية ومنارها
ومعالم القرآن دعوت
اسعفا بمكاثرها وارغم
معاطس غواة العرب وذالها
حتى اصبحت دعوة الحق بطول
آثرها وشريعته المطهرة
الى المعاد ظاهرها صلى الله
عليه وآله الذي وجه العلما
وطلب عامرها ايها الناس
ما المثل وحق العلل حلمت
للنبي وحكت المسوان و
اختلاف الاهواء وطمست
السلوى واستبدت الشكوى
واستمرت الدعوى وزلزلت
الارض وضج الفرس و
نتمت الامانة ونبذت
الخيانة وقام الادعياء
ونال الاشقياء وتقدمت
السفهاء وتاخرت العلماء

اور ان کے بے عیب ہونے پر اللہ
شہادت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ
لاشریک کے سوا کوئی معبود
نہیں ہے۔ ایسی شہادت جو اس کے
ذکر کرنیوالے (متکلم) کو سلامتی
تک پہنچا دے اور اسکے ذخیرہ
کرنیوالے کو عذاب سے بچا دے
اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد
تمام مرسلین سابقین کے خاتم
ہیں اور سب سے افضل ہیں اور انکے
وہ رسول ہیں جو تمام پہلی دعوتوں
اور پیغمبروں کی ہدایت کرنے والے
اور انکو پھیلانیوالے ہیں۔ اور ان
کی تکمیل و تتمیم کرنیوالے ہیں انکو
خدا نے ایسی امت کی طرف بھیجا
جس کے بانیوں عناصر میں بت
پرستی کی بنیاد پڑ گئی تھی تو آپ
حضرت نے اسکو نصیحت میں تبلیغ
کا پورا پورا حق ادا کیا۔ اور ہدایت
کے نشانوں اور اسکے مناروں کو بلند
کیا اور قرآن کے اعجاز سے نبیائی
دعوت اور اسکی قوت و کثرت
کو ثابت کیا اور عرب کے گمراہوں اور
کافروں کی ناکوں کو رگڑوا دیا۔ یہاں
تک کہ دعوت حق ابد لعد کی میں
کمل ہو گئی اور اسکی شریعت مطہرہ
قیامت تک کیلئے ظاہر ہوگئی
اور اسکی آل طاہرہ پر
اپنی رحمت نازل فرمائے۔ اے لوگو!

واذوا القرآن واظلمت
وكلمت الفتنة سمعت
الحمد وظهرت الاخاطر
فسيد [illegible] يكون
السائر [illegible] العراق ود
يحبون كبا [illegible] يهون
خراسان [illegible] المسرف
ويظهرون المشرقون و
يغشون العراق بدم مراق
فاه الله - ثم الله لعرض
الافواه ومنحول الشفاه
ثم التفت يمينا وشمالا و
وتنفس الصعداء املالا
وتاوه حنونا ونحيحوثا
فقام اليه سويد بن نوفل
الهلالي فقال يا امير المؤمنين
انت حاضر ما ذكرت معلم
به فالتفت اليه بعين الغضب
وقال له ثكلت الثواكل و
نزلت بك النوازل يا بن
الجبان الخائث والمكذب
الناكث سيقصر بك الطول
ويغلبك الغول انا سر
الاسرار انا شجرة الانوار
انا دليل السماوات وانا
انيس المسبحات انا خليل
جبرئيل انا صفي ميكائيل
انا قائد الاملاك انا سمدل

علم جاری ہو گئی، عمل ثابت
ہو گیا۔ خواہ بہر منحرف
امور اور دھرے بھی ماکر بہکیں
خواہشات مختلف اور مطالب
عظیم اور شکایت شدید ہو گئی
دعوے ہر طرف سے عام
ہو گیا اور مریں مرزل
زلیدہ خدا کی ضائع ہو گیا اور
امانت پوشیدہ کر لی گئی اور
خیانت ظاہر ہو گئی حرام زادے
اٹھ کھڑے ہوئے اور بدبخت
اور احمق لوگ بے مقصد بر
فائز مسند ہو گئے
اور علماء پیچھے رہ گئے۔
قرآن کو جھٹلایا جانے لگا اور
خلاف وضع فطرت طرفیں میں
نمایاں۔ زمانہ فترت کامل
ہو چکا۔ اور دوریں بہت تم
چیتی آگ والے ظاہر ہو گئے اور
لباس متغیر اور کوتاہ ہو گئے۔ یہ
سرائر پر تاس ہو گئے اور شریف
راویوں کو تحریت کرینگے میاں
دیا عدل لوگ آئیں گے اور
خراسان کو خراب کریں گے۔
پس قلعوں کو ڈھا دینگے اور
جراؤں کو باہر نکالیں گے اور
خونریزی کیا نہ عراق کی فتح
کرینگے۔ افسوس افسوس کھلے
سوہوں اور سوکھے ہونٹوں پر

الافلاك. انا سر الضراح
انا حفيظ الالواح انا قطب
الديجور انا البيت المعمور انا
مزن السحائب انا نور الغياهب
انا فلك اللجج انا حجة الحجج
انا مسند الخلائق وانا
محقق الحقائق انا مؤول
التاويل وانا مفسر
الانجيل انا خامس
الكساء انا تبيان
النساء انا الفرد الايلاف
انا رجال الاعراف
انا سر ابراهيم انا
ثعبان الكليم انا ولي
الاولياء انا وارث
الانبياء انا ادبار
الزبور وانا حجاب
الغفور انا صفوة
الجليل انا ايلياء
الانجيل انا شديد
القوى انا حامل اللواء
انا امام المحشر انا
ساقي الكوثر انا قسيم
الجنان. انا قاسم النيران
انا يعسوب الدين انا امام
المتقين انا وارث المختار
انا مطهر الاطهار انا البدر الكرة
انا ابو الائمة العترة انا
فاتح الباب انا مفرق الاحزاب

پھر آپ نے دائیں بائیں نظر ڈالی
اور ٹھنڈی سانس لی ایک لمبا سانس بھر کر
ایک آہ سرد بھری اور خوف سے رنگ رخ
متغیر ہو گیا تو سوید بن نوفل ہلالی
اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ یا امیر المومنین
یہ جو کچھ واقعات آپ نے ذکر کئے کیا
آپ ان پر حاضر و ناظر ہیں ان کا
علم رکھتے ہیں؟ حضرت اس کی طرف
متوجہ ہوئے اور چشم غضب سے اس کو
دیکھا اور فرمایا رونے والیاں تجھے
روئیں مصیبتیں تجھ پر نازل ہوں اے خبیث
نامردوں کی اولاد جھوٹے عہد شکن
عنقریب تیری عمر ختم ہو گی اور بلا
تجھ پر غالب (تو کیا جانتا ہے) میں
غیبی رازوں کو جاننے والا اور انوار
الٰہی کا سایہ دار درخت ہوں میں آسمانوں کا
راہنما ہوں اور تسبیح کرنے والے فرشتوں کا
رفیق مصاحب جبرئیل میکائیل کا ہوں اور
صادق برگزیدہ میں سارے فرشتوں کا سردار
ہوں اور افلاک کا ستاروں میں میں سر
بیت معمور ہوں اور ذات بیت معمور
ہوں۔ اور میں لوح محفوظ و لوح موجودات
کا محافظ ہوں میں ظلمت دور کرنے والا میں ہی
خود بیت معمور آسمان علوم میں بادلوں کی
رحمت ہوں اور میں ہی تاریکیوں کو روشن کرنے
والا ہوں میں فلک حجت کے الٰہی ہوں اور میں ہی
کامل ہوں مسند پر میں ساری کائنات کا
وسیلہ ہوں اور حقائق کو جانچنے والا ہوں
میں حقائق ہوں آل عبا ہوں

اور میں ہی تفصیل دبیان (سورہ ص ا) میں ہی معنیٰ لغت اور بختر سورہ آیات ہوں۔ میں ہی عجائبات سے مراد ہوں (وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماہم) میں تاں میں سب کا ہمہ ہمیں ہم جلیل اور اور بات کلمہ (الکالمرکی) ہوں کی حقیقت ہوں اسم سوں کا ولی اور سب جمال کا وصف ہوں میں حب لم ولد اور رحمان رب غفور ہوں

انا الجوھرۃ الثمینۃ انا	میں رگ عیدو رب جلیل
المنعمہ انا المعصوم انا	اور میں ایلیا اور انجیل ہوں میں
مبین المشکلات انا النون علم	شیبہ الفوی ہوں دنیا عاقل
انا مصباح الظلم انا سؤال متی انا	اور محمد میں پیشوائے روز محشر
... الی الدین العظیم	ہی حوض کوثر ہوں۔
الصراط المستقیم . انا	میں ہی قائم حجت اور اعداء اللہ
... الاصدق انا حبل	کیلئے جہنم کی آگ کو بھڑکانے والا
قاف انا سر ... انا	ہوں میں ہی ...
نور الظہور انا احسن الراحم	[illegible]
انا علم السامع انا مصباح	[illegible] ہوں میں
الغیوب انا مصباح القلوب	کو خاک کر دیا اور ...
انا نور الانوار انا روح الا	کا ... ہوں میں ہی اسکو
... انا ... انا	... کو ... اور
صورۃ الانسان ...	کو کی تو ... کو ... کر ...
انا الشہید المقتول المحا...	ہوں میں ... قدرت کا ...
القرون انا ... انا	اور ... شہر علم ... ہوں
... رسول انا ... الحق	میں ... کی تفسیر کر نیوالا
انا ... الاسلام ...	اور مشکلات علوم کو بیان کرنیوالا
... انا صاحب ...	ہوں۔ میں ہی نون والقلم ہوں
... انا قاتل الجن ...	میں تاریکیوں کی صبح ...
المؤمنین انا امام المتقین	میں سوال متی کا مصداق ...
انا امام ... الموتی انا	اور میں ہی ...
انا ... البیت ... انا	ہوں تست ... میری

علی ...	ہی شان ...
یوں انا ...	کا مصداق ...
الاخرین . انا ...	عن النبأ العظیم الذی
...	ھم فیہ مختلفون)
انا مھدی ...	اور میں ...
انا ... الزمان انا ...	میں ...
وجہ اللہ انا ... اللہ	...
اسد اللہ . انا اسد	میں سر حروف ہوں۔ میں ہی حروف
العجم ...	مقطعات ہیں تمام زمان ومکان
... انا الذی	کی ... میں ہی ...
قیل فی ... لا فتیٰ	جیسا ... معارف وحقائق ہوں
الا علی لا سیف الا	میں تمام ... کی ... اور ...
ذو الفقار انا الذی	کے دلوں کو ... کرنے والی
قال فی شانہ انت	... ہدایت میں سب ...
منی بمنزلۃ ھارون	کی روح اور ... کی
من موسیٰ انا ...	... جانے میں بار بار ...
... عالی انا علی	والا ... اور سب ...
ابن ابی طالب قال	کی نصرت ان کا ... ہوں
...	میں حق کی شمشیر برہنہ اور ...
...	خدا ہوں۔ میں قرآن کا ...
امیر المؤمنین ...	والا اور بیانات کی تفسیر ...
اللہ ...	الانسان علمہ البیان
ان قال الحمد	ہوں ... میں رسول کا
للہ ...	...
...	... ہوں میں دین اسلام
علی ...	کا ستون اور بت شکن ہوں۔
...	میں صاحب ... ہوں ...
والہ وسلم ثم	...
قال ...	اور جنوں کو قتل کرنے والا

[illegible]
من طرق الارض ... [illegible]
قيل ان ... [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
من الحكماء والصدق
به الكمل من الا
ولياء والصور من الا
صفياء يقبلون موطئ
قدميه ويقسمون بالا
سم الاعظم عليه
بان يتم كلامه ويكمل
نظامه فقال بحر الحق
استغيث وبحر المعاني
الامام الغالب على بن
ابي طالب كرم الله
وجهه يظهر صاحب
الراية المحمدية
والمذولة ... [illegible]
ابتاثما سيف ... [illegible]
[illegible]
[illegible]
ثم قال ايها المحجوب
عن شانك الغافل عن
حالك ان العجائب ... [illegible]
خرق ... الغرائب
... [illegible]
... [illegible]

میں صالح المومنین اور
امام المتقین اور پیشوائے
ارباب قوت و جوہر دی
ہوں اور میں خزانہ اسرار
نبوت ہوں اور میں پچھلے
کی خبروں سے باخبر اور
آئندہ کے واقعات کی خبر
دینے والا ہوں۔ میں سب
قطبوں کا قطب ولیوں کا
ولی اور دوستوں کا دوست
ہوں۔ میں مہدی اور مسیح
الزمان ہوں۔ المهدی
من الخلفا واحد)
میں خدا کی قسم وجہ اللہ
ہوں۔ میں خدا کی قسم اسد اللہ
ہوں۔ میں شید العرب ہوں
اور میں ہی رسول کی مشکلات
کو دور کرنے والا کاشف الکرب
میرے ہی حق میں کہا گیا ہے
لا فتی الا علی لا سیف
الا ذوالفقار ۔
اور میری ہی شان میں رسول
نے فرمایا ہے۔
انت منی بمنزلة
ھارون من موسیٰ
میں شہر بزرگی پر غالب
ہوں اور میں علی ابن ابی
طالب ہوں۔ راوی کہتا ہے
کہ جب حضرت کرم اللہ وجہہ

واظهرت العجائب
واتيت بالآيات
ونطقت بالصواب
وختمت خزائن
الغيوب وحققت
دقائق القلوب
وكثرت لطائف
المعارف وامرت عيون
اللطائف فطوبى
لمن استمسك بعروة
هذا الكلام وصلى
خلف هذا الامام
... نقص على
معانى الكتاب
المسطور والمنشور
لمن ... الى
البيت المعمور
والبحر المسجور ثم
انشد يقول .
لقد علم الا
وليس ... [illegible]
لتعلم الاحزان
... وكاشف
اسرار الغيوب
باسرها وعدى
حدثت حادث
وقنت به واخفى .
تقيوم على كل قلبه
محيط بكل العالمين

یہاں تک اپنے بیان حقائق
اقلیم میں پہنچے تو سائل تاب
نہ لا سکا۔ ایک چیخ ماری اور
مردہ ہوکر زمین پر گر گیا تو علی کرم
اللہ وجہہ نے اصل کلام کی
طرف رجوع کیا اور اس کے
دوبارہ سلسلۂ بیان کو جاری
رکھا۔ حمد ہے اس اللہ کے
لئے جو روحوں کو پیدا کرنے والا
ہے اور ساری امتوں کا خلق
کرنے والا ہے اور درود وسلام
ہو اسم اعظم اور قدم رسول اکرم
اور اس کی آل پر۔ پھر فرمایا پوچھو
مجھ سے آسمان کے راستوں کو کہ
میں زمین کی نسبت بھی اس کو
زیادہ جاننے والا ہوں۔ پوچھو مجھ
سے قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ
کیونکہ میرے پہلوؤں میں دریائے علوم
ٹھاٹھیں مار رہے ہیں پھر علمائے
راسخین اور حکمائے ماہرین آئے
اور ان کے ساتھ اولیاء کاملین
اور اصفیاء نادرۂ روزگار تھے
حضرت کے قدموں کو چومتے تھے
اور اسم اعظم کی قسم دلاتے تھے
کہ اس کلام کو پورا کیجئے اور سلسلہ
بیان کو ختم نہ فرمائیے۔ تب اس
بحر راسخین اور بحر عارفین علم
غالب علی ابن ابیطالب نے فرمایا
(تب) مجھ کی ... والا اور ... [illegible]

عهده ثم قال لوشئت
لأوقرت من تفسير
الفاتحة سبعين بعيراً
ثم قال ق والقرآن
المجيد كلمات حفيت
اسرارها وعبارات
ظهرت آثارها بمالمع
عوارف القلوب من
مشكلات اللطائف
الغيوب لمعات النجوم
حتى تحير العقول [illegible]
لفهوم و[illegible]
[illegible] والحكمة ضالة
كل حليم سبحان
اول من نصب الكتاب
[illegible] الجواب يا ايها
الناس اتقوا امام
الناس سبحان من
[illegible] الارض بعد موتها
[illegible] الى يوم
[illegible] التقدير الى
[illegible] الكتف
[illegible] عليهم وهذا
[illegible] من
[illegible] الى
من علامة الروحاني
في هذا الباب قال النبي
انا مدينة العلم و
علي بابها وقال الله

سلطنت والا۔ مقام ابراہیم
پر صادق مقام کرنے والا
مہدیؑ ظاہر ہوگا جو دین
کو آباد کرے گا اور سنن
و فرائض الٰہی کو دوبارہ زندہ
کردے گا۔ پھر فرمایا [illegible]
میری شان سے جاہل اور
میرے حال سے غافل ہے
شک کائنات میرے
دل کے آثار ہیں اور میرے
علم کے اسرار کی تہ سے
نکالی ہوں کو چاک کردیا
ہے اور کائنات کو ظاہر
کردیا ہے اور مشکل دور
سے آیا ہوں اور جو کہتا ہے
ٹھیک ٹھیک کہتا ہے میرا
نطق سراسر حق و صدق ہے
میں نے عرب کے حروف
کو کھولا ہے۔ اور میرے
دلوں کے دفینوں اور دقیق
کو ظاہر کیا ہے
میں نے لطیف معارف
کو جمع کیا ہے اور معروف
لطائف حقائق کی طرف
اشارہ کردیا ہے۔
پس جو بات حق ہے
کا جو اس کلام سے تمسک
کرے اللہ کی شان کے
کہ کوہ ساکن تب علم اندر ق

تعالیٰ واتوا البیوت
من ابوابها فمن
اراد العلم فعلیه با
لباب
ومنها سیخ الحمد [illegible]
الی [illegible]

سنتے ہوئے وہ فہم ہوتا ہے میں
بیت معمور علم ہوں اور داخل ہونے
پھر آپ نے یہ اشعار ارشاد فرمائے
بیشک میں علم اولین کو
حاوی ہوں اور علم آخرین کے
بیان کرنے میں بخیل اور اس کو

چھپانیوالا ہیں نے تمام اسرار غیب کو کھول دیا ہے۔ اور میرے پاس زمانہ حال و گزشتہ کی سب باتیں موجود ہیں۔ میں سولہ پر سردار ہوں اور میں تمام عالمین کو جاننے والا اور ان پر لحاظ رکھنے والا ہوں۔ پھر فرمایا اگر میں چاہوں تو صرف سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ لاد دوں۔ پھر فرمایا ق۔ والقرآن المجید یہ کلمات ہیں جن کے اسرار پوشیدہ ہیں۔ اور یہ وہ عبارات ہیں جن کے آثار ظاہر ہیں۔ معارف قلوب کے سر چشمے ہیں اور لطائف غیوب کے مشکل راز آئندہ آنے والے علوم کے اشارات ہیں نجوم ثاقب کی طرح ٹوٹنے اور چمکنے والے ہیں۔ عقلوں کی انتہا ہے اور علموں کی ابتدا۔ حکمت ہر ایک دانا کی گمشدہ دولت ہے اور پاک ہے ذات خداوند قدیم۔ کتاب کھول جاتی ہے۔ اور جواب و پڑھ دیا جاتا ہے۔ اے لوگو لعاس تو لوگوں کا پیشوا ہے۔ پاک ہے وہ خدا جو زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے اور دلاتوں کو ان کے گھر دلاد مرکز حق کی طرف لوٹاتا ہے اسی مخصوص دروازہ تقی بڑے فضیل معاد سامنے کی طرف یہ خدا ئے عزیز علیم کی تقدیر ہے والا کہتا ہے۔ آخر لفظ اور الی ہے جو میں آنحضرت کی زبان سے سنا ہوں اور آپ کے کلام روحانی سے یاد رکھتا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انا مدینۃ العلم و علی بابها اور خدا نے فرمایا ہے واتوا البیوت من ابوابها گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔ پس جو علم چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ اس باب علم کی طرف آئے اور بیان سے میں اٹھانے۔

اس خطبہ میں اول عظمت و جلال و بزرگواری رب العالمین کا ذکر اور اس کی حمد و ثنا ہے اور پھر باطنین کو نیاں قرب قیامت آنے والے واقعات اور علامات ظہور مہدی و رجعت جن میں سے کچھ ظہور مہدی کے بعد اور کچھ اس وقت ظاہر ہو رہا ہے ۔ [illegible] ہونے والی ہیں ۔ اور اکثر اولیاء اللہ معصومین نے ایسی خبریں اور نشانیاں اور اشراط قیامت بیان کرتے آئے ہیں ۔ آنحضرت نے بھی اسی قسم کی بہت سی نشانیاں قرب قیامت کی بیان فرمائی ہیں ان میں سے بہت سی ایسی ہیں ۔ جن کو اہل علم کہہ سکتے ہیں ۔ اور بعض وہ اشارات اور اصطلاحات خاصہ ہیں جن کو وہی اولیاء کرام جانتے ہیں ۔ اور اہل علم ان کی تاویل باطنی بہت کم سمجھے ہیں ۔ مگر صاحبان باطن کوئی امر اس میں قابل اعتراض نہیں جس سے الوہیت کا شبہ ہو اور غلو لازم آئے ۔ پھر اپنے اوصاف و فضائل خاصہ اور اسرار ولایت کا بیان ہے جو اکثر حضرت سے ظاہر ہوتی رہی ہیں ۔ ان میں شاید حضرت کے علم ہی کے متعلق حضرات تشریح نہ کر سکیں ۔ کہ حضرت نے محیط بکل العالمین علمہ فرمایا ۔ لیکن ہمارے مقالات کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ امر اس جناب کے معمولی خصائص میں شمار ہوگا ۔ مسئول اول یقیناً کل عوالم کا علم رکھتا ہے ۔ اور ہر شے جو وجود میں آتی ہے ۔ بعد قضاء وہ اس ولی الامر کی طرف رجوع کرتی ہے ۔ پس تمام عوالم اور مافیہا ضرور اس کے علم میں ہے ۔ اور علم غیب اور علم ماکان و مایکون مولائی آئمہ سے ہے ۔ اس سے کوئی غلو یا شرک لازم نہیں آتا ۔ ہاں شرک اس وقت لازم آئے کہ یہ بالذات عالم الغیب ہوں اور اس کا نہ کبھی انھوں نے دعویٰ کیا ۔ اور نہ کوئی مسلمان اس کا قائل ہے ۔ بلکہ ہر جگہ انہوں نے [illegible] یہ سب کچھ خدائے بزرگ و برتر کی تعلیم سے جانتے ہیں نہ کہ خود بخود اور سب سے زیادہ جانتے ہیں ۔ ان سے پوشیدہ بس غیبت ہوتی اسرار غیب الغیوب ذات خداوندی ہیں ۔ اور بس ان کا علم حسب ضرورت علم حاصل ہے اور ہوتا رہتا ہے ۔ اور اسی واسطے رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ذات خداوندی کو یا میں نے پہچانا ہے یا میرے وصی نے یہ غلو نہیں ۔ وہ عالم جو دوسروں کے لئے غیب ہے در اصل وہ اس کے لئے عالم شہود ہے ۔ ان کے لئے غیب ہوتی ہی غیب ہے ۔ وکلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول ۔ اس کی مزید تفصیل ہمارے مقالات و رسائل میں ملاحظہ کرو ۔ البرہان دور اول میں مکمل بحث علم غیب درج ہے ۔

بحار الانوار میں اس خطبہ کے بعض فقرات اور الفاظ مختلف ہیں ۔ ہم نے یہاں صرف ینابیع کے نسخہ پر اکتفا کیا ہے ۔

الثالثہ

ومن خطبة له بعد انصرافه من	جنگ نہروان میں خارجیوں کے قتل سے فارغ ہوکر کوفہ
قتل الخوارج فقال	تشریف لائے تو یہ خطبہ پڑھا
فيها بعد حمد الله	بعد حمد و ثنا و صلوٰۃ محمد و آل
والصلوٰة على محمد	محمد فرمایا ۔ میں سب سے
انا اول المؤمنين	پہلا مومن سب سے پہلا مسلم
انا اول المسلمين	سب سے پہلا نماز گزار سب سے
انا اول المصلين	پہلا روزہ دار اور سب سے
انا اول الصائمين	اول جہاد کرنے والا ۔ خدا
انا اول المجاهدين	کے محکم رسی اور اس کی
انا حبل الله المتين	شمشیر برہنہ ہوں ۔ میں ہی
انا سيف رسول رب العالمين	صدیق اکبر اور فاروق اعظم
انا صديق الاكبر	امت ہوں ۔ اور میں باب

انا الفاروق الاعظم
انا باب مدینة العلم
انا راس الحلم انا
رایة الهدی انا
معدن العدل انا
سراج الدین انا
امیر المومنین انا
امام المتقین انا اشد
الوصیین انا [illegible]
الدین انا [illegible]
انا عذاب الله [illegible]
انا النجم الذی لا [illegible]
انا الشرف الذی
لا یوصف [illegible]
[illegible] انا [illegible]
انا [illegible] المومنین انا
قاتل [illegible]
[illegible]
انا [illegible]
[illegible] انا سابق
اهلها [illegible] انا ملقی
[illegible] علیها انا [illegible]
فی [illegible]
فی [illegible]
عند العرب علیا [illegible]
لی اسماء فی القرآن
[illegible] من عرفها
انا [illegible] الذی
[illegible]

مدینہ علم اور راس الحلم
ہوں۔ میں ہی ہدایت
کا جھنڈا۔ عدل کے
فیصلہ کرنے اور فتوے
دینے والا۔ میں شمع دین
مبین اور امیر المومنین
ہوں امام المتقین سید الو
صیین۔ اور [illegible]
ہوں [illegible]
[illegible] ان کے
دشمنوں کے لئے سخت
عذاب ہوں۔ میں ہی وہ
[illegible] ہوں جو
خشک نہیں ہوتا اور [illegible]
وہ شرف ہوں جس کی توصیف
نہیں ہو سکتی۔ میں قاتل
مشرکین اور [illegible] کا
ہوں۔ [illegible]
اور [illegible] کاروں کا [illegible]
[illegible]
ہوں اور اس کی گود میں [illegible]
[illegible] ہوں۔ میں ہی [illegible]
کو اس کی طرف [illegible]
اور میں ہی ان پر اس کا
عذاب ڈالنے والا ہوں
مگر دیگر صحف انبیاء سلف
میں ایلیا نام رکھتا ہوں [illegible]
[illegible]
[illegible]

وقال کونوا مع
الصادقین انا
صالح المومنین
انا الموذن فی
الدنیا والآخرة
انا المتصدق راکعا
انا الفتی ابن العم
اخو النبی انا [illegible]
[illegible] الحق انا وجه الله
انا جنب الله انا علم
الله انا عندی علم
ما کان وما یکون
الی یوم القیامة
لا یسبقنی احد
احد ولا یدرکنی
فیه احد [illegible]
الله قلبی [illegible] و
عملی رضا [illegible]
ولی الحکمة و
[illegible]
[illegible] منذ خلقت
ولم [illegible] منذ
حملت [illegible]
[illegible] العرب [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] الناس [illegible]
من علم مخزون و
حکمة مجموعة

ہے۔ میں ہی وہ صادق ہوں
جن کی پیروی کا خدا نے حکم دیا
ہے۔ اور میں ہی صالح المومنین
ساتھ ہو جاؤ۔ میں ہی [illegible]
المومنین ہوں اور میں ہی دنیا
و آخرت میں [illegible] کی طرف سے
پکارنے والا۔ میں ہی رکوع
میں زکوٰۃ دینے والا ہوں۔
میں مصداق لا فتی ابن
الفتی اور اخو النبی ہوں۔
میں ہی [illegible]
میں وجہ اللہ ہوں جنب اللہ
ہوں اور میں ہی شان خدا ہوں
میرے پاس سب علم گزشتہ
و آئندہ ہے تا روز قیامت
میرے سوا امت میں سے کوئی
مجھ کو اس مرتبہ سے ہٹا نہیں
سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب
کو روشن فرمایا ہے اور میرے
عمل کو پسند۔ اللہ نے مجھ کو
حکمت دی ہے اور اس سے
پرورش کیا ہے جب سے
پیدا ہوا ہوں چشم زدن کے لئے
شرک کا مرتکب نہیں ہوا اور
جب سے دنیا میں آیا ہوں کبھی
خوف نہیں کھایا۔ [illegible]
[illegible] اور ان کے [illegible]
[illegible]
[illegible]

اے لوگو! پوچھو مجھ سے علم مخزون الٰہی کی بابت اور اس کی حکمت کی بابت جو مجھ میں ذخیرہ کی گئی ہے۔

الرابعة

ومن ذلك ما رواه عنه في خطبة الافتخار رواه الاصبغ بن نباتة قال خطب امير المؤمنين فقال في خطبته انا اخو رسول الله ووارث علمه ومعدن حكمه وصاحب سره وما انزل الله حرفا في كتاب من كتبه والا وصل الي ورادني علم ما كان وما يكون الى يوم القيامة اعطيت علم الانساب والاسباب واعطيت الف مفتاح يفتح كل مفتاح الف باب ومددت بعلم القدر وان ذلك يجري في الاوصياء من بعدي ما جرى الليل والنهار حتى يرث الله الارض ومن عليها وهو خير الوارثين اعطيت

منجملہ انہی خطبات کے وہ خطبہ افتخاریہ ہے جس کو اصبغ بن نباتہ نے روایت کی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ امیر المومنین نے خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا میں برادر رسول اور اس کے علم کا وارث ہوں اور اسکی حکمت کا معدن اور اس کا راز دار ہوں خدا نے جو حرف کتاب میں نازل فرمایا ہے وہ سب مجھ کو پہنچ گیا ہے۔ اور قیامت تک آئندہ و گزشتہ کا علم مجھے دیا گیا ہے۔ مجھے علم انساب و علم اسباب عطا کیا گیا ہے اور مجھ کو ہزار مفاتیح علم عطا کی گئی ہیں۔ جن میں سے ہر مفتاح سے ہزار ابواب علم اور کھلتے ہیں اور مجھے علم تقدیر سے امداد دی گئی ہے۔ اور بیشک یہی سلسلہ میرے بعد میرے اوصیاء میں۔

الصراط والميزان واللواء والكوثر انا المقدم على بني آدم يوم القيامة انا المحاسب للخلق انا منزلهم منازلهم انا عذاب اهل النار انا كل ذلك فضل من الله علي ومن انكر ان لي في الارض كرة بعد كرة وعودا بعد رجعة حديثا كما كنت قديما فقد رد علينا ومن رد علينا فقد رد على الله انا صاحب الدعوات انا صاحب الصلوات انا صاحب النقمات انا صاحب الدلالات انا صاحب الآيات العجيبات انا عالم اسرار البريات انا قرن من حديد انا مبدل الملائكة مكلمها انا احد لعجل على الارواح في الاولى انا مناري لهم السحر بكم مامر فيوم له بدل

جاری ہے۔ وہ سب علم قضا و قدر سے مؤید ہیں۔ جب تک دنیا قائم ہے اور جب تک خدا زمین اور اہل زمین کا وارث ہو (قیامت تک) اور وہ بہترین وارث و مالک ہے مجھ ہی کو صراط و میزان۔ لوا حمد اور کوثر عطا کیا گیا ہے۔ اور روز قیامت میں کل بنی آدم پر مقدم ہوں اور میں ہی مخلوقات کا باذن اللہ حساب لوں گا۔ اور ان کے درجات میں جگہ دوں گا اور اہل نار کو میں ہی سزا دوں گا۔ یہ سب مجھ پر خدا کا فضل اور اس کی عنایت ہے۔ اور جو اس کا انکار کرے کہ مجھے رجعت میں بار بار آنا ہے اور ہمیشہ آتا رہا ہوں تو جو ہماری بات کو رد کرتا ہے وہ خدا کی بات کو رد کرتا ہے (اور وہ کافر ہے)، میں ہی دعوتوں والا ہوں میں ہی نمازوں والا ہوں ہر زمانے اور ہر دور میں جاری ادا کی ہیں۔ یا ہمیشہ مجھ پر صلوات الٰہی رہی ہیں۔ میں ہی بہت سی سلطنتوں اور دولتوں والا ہوں قدیم ادوار میں بھی ولی رہا ہوں اور اس دور میں بھی

انا علامة الله الخلقة — اور آئندہ بھی رہا رجعت
فى خلقه انا احسن الهيكل — میں میری ہی دولت سلطنت
من جميع الخلائق — ہوگی۔ میں عجیب عجیب آیات
فى الصلوة انا عوث — والا اور ساری مخلوقات
الاربعاء والخامس — کے اسرار کا عالم ہوں۔ میں
انا باب مدينة العلم — خدا کا آہنی سنگ ضربوں
انا كلمة الحاكم انا — کو فنا کرنے والا ہوں میں
عاصم الله القائمه — فرشتوں کو ان کے عہدوں
انا صاحب الاعراف — اور مرتبوں پر مقرر کرتا ہوں
انا صاحب الهبات — زلزلوں رمز ہوں اور وہ
بعد الهبات ولو جلو — مدبرات الامر ہیں بے حد کی
ملكه تكلمه انا قائل — طرف سے عہد سرار
الجبروت انا الالحجرة — میں ارواح سے عہد لیا تھا
فى الله ساقى الاحرى انا — اور میری زبان میں نام ہیں
سيد المؤمنين انا — الست بربکم کہا تھا
علم المهتدين انا — دیا میری ہی ولایت کا اس
صاحب اليمين انا على — سے عہد لیا گیا ہے۔ میں ہر
اليقين انا امام المسلمين — اس کی مخلوق میں اس کا
انا السابق الى الدين — ہوں جو الحمد رہا ہوں۔ میں
انا حبل الله المتين — ہی ساری مخلوق سے نازل
انا الذى املأها عدلاً — میں عہد سے وانا ہوں میں
كما ملئت ظلماً و — یتیموں اور بیواؤں کا درد
جوراً بسيفى هذا انا — رس ہوں اور میں ہی باب
صاحب حلق انا — مدینہ سر اور کوہ وتی رہا
تابع ملك ايل انا — اور خدائی بستیوں میں ہی
شجرة الهدى انا علم — صاحب واہ حمد ہوں اور
التقى انا حاشر الخلق — بار یا کشتیوں والا اور اگر
الى الله بالكلمة التى — سب کی اطلاع تم کو دوں
يجمع بها الخلائق — تو تم تکذیب کرکے کافر ہوجاؤ گے

انا مستاء الا انا مر — اور برداشت نہ کرسکوگے۔ میں
انا جامع الاحكام — ہی ملوک جابرہ کو قتل کرنے والا
انا صاحب القصب — میں مومنوں کا سردار اور ہدایت
الازهر والجمل — یافتوں کا نشان ہدایت ہوں
الاحمر انا ابا الفقر — میں ہی صاحب الیقین عین الیقین
انا امام المؤمنين انا — امام المتقین۔ سابق الی الدین
صاحب المصحف انا — اور حبل اللہ المتین ہوں میں ہی
السماء انا صاحب — ہوں کہ اس زمین کو عدل وداد
العصا انا قاتل — سے پر کروں گا جس طرح کہ پہلے
... انا مسد — یہ ظلم وجور سے پر ہوگی میں ہی
اصحاب انا صاحب — ... کا مصاحب اور میکائیل
اعور ... الاولين انا — کا ساتھی ہوں۔ میں ہی شجرۂ ہدایت
انا صادق الاكبر — اور علم وپرہیزگاری ہوں۔ میں
انا الفاروق الاعظم — ہی مخلوق کو اللہ کی طرف جمع کرنے
انا المتكلم بالوحى — والا ہوں۔ اس کلمے سے جس سے
انا صاحب النجوم — ساری خلائق مجتمع ہوتی ہے۔ میں
انا مدبرها بامر — ہی غایب خلق اور جامع الکلام
ربى وعلم الله الذى — عالم ہوں۔ میں سبز جنتری اور
خصنى به انا صاحب — شرح اوش والا ... یا رجعت
الرايات الصفر والحمر — بیں لشکر یمنی کے ساتھ ظاہر ہوگا
انا الشاهد المنظور — میں باب الیقین اور امیر المومنین
... انا المعطى — ہوں۔ میں صاحب خضر اور صاحب
انا المبدل انا — ید بیضا ہوں یا میں ہی صاحب
انا القاصم على القلب — قصر بیضا اور صاحب قصر لیلی ہوں
انا الواضع ... — میں تمبر پہلوانوں کا قاتل اور
انا الطالب ... — بہادروں کو فنا کرنے والا ہوں
ربى انا الحاكى لا — اور میں ہی پہلی امتوں کا مالک ہوں
عن عمى انا مدرجة — میں صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہوں
فى الاكمات — میں ہی بحکم وحی کلام کرتا ہوں۔

انا علم الترجمن انا	خدا کی بولتی ہوئی زبان ہوں
صاحب النجوم و مدورهن	اور میں صاحب النجوم اور
انا صاحب موسى ويوشع	ان کو چکر دینے والا ہوں اپنے
بن نون انا صاحب الجبل	پروردگار کے حکم سے اور
انا صاحب القطر والمطر	اس علم کے ذریعہ جس سے
انا صاحب الزلازل و	اللہ نے مجھ کو مخصوص فرمایا
والخسوف انا مرع ع	ہے (علم ولایت مطلقہ)
الاوقات انا قاتل الكفا	میں ہی زور دار سرخ جھنڈے
انا امام الاحرار انا	والا ہوں۔ میں ہی غائب
لبيت المعمور انا	ہوں جس کا امر عظیم کے
سقف المرفوع انا العز	لئے انتظار کیا جاتا ہے میں
المجد انا باطن الحرم	ہی بخشنے والا اور خرچ کرنے
انا عامر الامم انا	والا ہوں۔ اور میں ہی ملت
صاحب الامر الاعظم	پر قابو رکھنے والا۔ یا دلوں
هل من ناطق ينا	کو شانے والا۔ میں ہی اپنی
طقني ولولا ان تسمع	توصیف آپ کرنے والا ہوں
كلام الله و قول رسول	(کہ کوئی دوسرا اسرار نہیں
الله لوضعت سيفي فيكم	جانتا) اور میں ہی اپنے
فقتلتكم آخركم انا	پروردگار کے دین کا نگران
شهر رمضان انا ليلة	اور محافظ ہوں۔ میں ہی
القدر انا ام الكتاب انا	اپنے ابن عم کا حامی ہوں
فصل الخطاب انا سورة	میں ہی کفنوں میں لپٹا ہوا
الحمد انا صاحب الصلاة	ولی خدا ہوں انک
في السفر و الحضر	میت و انهم میتون
نحن الصلاة والصيام	میں ہی خضر و ہارون کا ساتھی
والليالي والايام والشهور	اور میں ہی صاحب یوشع
والاعوام انا صاحب	بن نون ہوں میں صاحب
المحشر والنشر انا الذي	جنت ہوں اور میں لرزش
... محمد انا	وہاڑ ان والا ہوں زلزلے

	لانے والا اور گہن لگانے والا
باب المجود انا العابد	یا جسکے لئے زلزلے کا سماکا
والمعبود انا الشاهد	ماہتاب کو گہن لگا، میں ہی بتوں
والمشهود انا صاحب	کو توڑنے والا قاتل کفار اور امام
السلاسل الاحصر	الابرار ہوں۔ میں ہی عالم
انا المذكور في	روحانی میں بیت معمور کی چھت
السموات والارض	مرفوع اور نگہدار ہوں میں حرم
انا الماضي مع رسول	باطنی ہوں۔ اور تمام امتوں کا
الله في السموات انا	سہارا میں تمام علم رکھنے والا ہوں
صاحب الكتاب القو	کیا کوئی ہے جو میرے مقابلے میں
انا صاحب متشابه	زبان کھولے اگر میں کلام خدا نہ
آدم انا صاحب موسى	سنتا ہوتا اور قول رسول نہ سنتا
وآدم انا التي تصح	ہوتا کہ کس چیز کا حکم دیتے ہیں
الامثال انا صاحب	تو تم سب کو قتل کر دیتا اور تم
السماء الحصى	کو آخر تک فنا کر دیتا میں حقیقت
وصاحب سلالة العلوم	ماہ رمضان ہوں اور راز لیلۃ
وانا صاحب المشعل	القدر ہوں۔ میں حقیقت ام الکتاب
القوطها انا سمن	ہوں میں فصل الخطاب ہوں
والمغلى انا صاحب	میں فاتحہ کتاب تکوین و تدوین
الرعد الاكبر انا	ہوں۔ میں ہی سفر و حضر میں نماز
صاحب البحر الاجل	والا ہوں اور بیان کرنے والا ہوں
انا متكلم الشمس	بلکہ میں ہی اصل حقیقت صوم و
انا صاعقة على الا	صلوٰۃ اور مراد لیل و یوم ہوں
عداء انا غوث	اور میں ہی تاویل ماہ و سال میں
من اطاع من الورى	ہی حشر و نشر والا ہوں اور میں
والله ربي لا اله الا هو	ہی امت محمدی سے بوجھ ہلکا کرنے
وانه للباطل جولة	والا میں ہی باب دستور مصداق
وللحق دولة والى	فادخلوا الباب سجدا و
ها عن عنق بيت الحقوق	باب حطہ ہوں اور میں ہی

الفتنة الاموية والد
ولة العكروية ثم
تقبل دولة بني العباس
بالفرح والياس وتبنى
مدينة يقال لها
الزوراء بين دجلة
ودجيل والفرات ملعون
من سكنها منها
تخرج طينة الجبابرة
تعلى فيها القصور و
تسبل الستور ويتعاملون
بالمكر والفجور
فيتداولها بنو العباس
[illegible] ملكا على عدد الملك
ثم الفتنة الغبراء
والقلادة الحمراء وفي
عنقها قائم الحق ثم
يسفر عن وجهي بين
اجنحة الاقاليم كالقمر
المضيء بين الكواكب
الا وان لخروجي علامات
عشرة اولها تحريف
الرايات في ازقة ا
لكوفة وتعطيل المساجد
وانقطاع الحجيج وخسف
وقذف بخراسان وطلوع
الكوكب المذنب
واقتران النجوم وهرج
ومرج وقتل ونهب

عابد و معبود ہوں میں ہی
شاہد و مشہود ہوں۔ میں
صاحب سدرۃ المنتہیٰ ہوں
جو آسمانوں اور زمینوں
میں مذکور ہے میں ہی بلا
اللہ کے ساتھ آسمانوں کی
گردش دینے والا میں ہی کتاب
کو کھولنے والا ہوں۔ میں ہی
خیمہ ہائے آدم کا ساکن
ہوں اور میں ہی موسیٰ
اور آدم والا ظاہر رہا ہے
ہر ہوتا رہا ہوں۔ مجھے
ہی ساکن [illegible] کی حاجت
نہیں میں ہی آسمان اور
زمین و رحمت کا مالک
ہوں۔ میں ہی مایوسی کے
بعد بارش رحمت لانے والا
امیر ہے میں ہی وسیلے کے [illegible]
نازل ہوتی ہے۔ میں ہی ہوں
بس کون ہے جو مجھے
ہو۔ میں ہی مدبر اور
کو آگاہ کرنے والا ہوں میرے
ہی حکم سے وہ بولتا
ہے اور یہ جو کچھ کہتا ہے
میں ہی آفتاب سے باتیں
کرنے والا ہوں اور میں ہی
دشمنان خدا پر برق عذاب
اور میں ہی ان کا مددگار ہوں
جو ساری مخلوق میں سے

فتلك علامات عشرة
ومن العلامة الى
العلامة عجب فاذا
تمت العلامات
قام قائمنا قائم
الحق ثم قال معاشر
الناس نزهوا ربكم
ولا تشيروا اليه فمن
حد الخالق فقد كفر
بالكتاب الناطق
ثم قال طوبى لاهل
ولايتي الذين
يقتلون فيّ ويطردون
من اجلي هم خزان
الله في ارضه لا يفزعون
يوم الفزع الاكبر
انا نور الله الذي
لا يطفى انا السر
الذي لا يخفى وفي
[illegible] للنجم [illegible]
عن رسول الله تعالى
يا معشر الناس كيف
بكم وقد كفرتم
بعدي ثم رجعتم
في كتيبة من اصحابي
اضرب وجوهكم با
لسيف انا وعلي بن
ابي طالب [illegible] جبرئيل
وقال قال [illegible]

اس کی اطاعت کرتے ہیں اور
اللہ میرا پالنے والا ہے اس کے
سوا اور کوئی معبود نہیں ہے بیشک
باطل کے لئے ایک جولانی ہے
اور پھر حق کی باری اور میں قریب
دنیا سے کوچ کرنے والا ہوں لیکن
تم فتنۂ اموی اور سلطنت کسریٰ
کے منتظر ہو۔ پھر بنی عباس کی باری
آئے گی اور خوف و ہراس ساتھ
لائے گی اور ایک شہر بنایا جائیگا
اور اس کا نام زوراء (بغداد) ہوگا
مابین دجلہ و دجیل اور فرات کے
درمیان جو اس میں سکونت کریگا
اس پر خدا کی لعنت ہے اسی
شہر سے جباروں کی طینت نکلیگی
اس میں قصر بلند کئے جائیں گے۔
اور ان میں پردے لٹکائے جائیں گے
اور مکر و فجور کے ساتھ معاملات
ہوں گے اور پھر باری باری خلفائے
بنی عباس کو لیں گے پھر اس کے
بعد فتنۂ غبرا اور قلادہ سرخ [illegible]
فتنہ اور شروع [illegible] قتل و غارت
اور اس کے بعد ظہور قائم حق ہوگا
اپنا چہرہ زمانہ [illegible] اقالیم میں
دکھاؤں گا [illegible] ستاروں میں
تاباں [illegible] اس زمانے میں
خروج کی [illegible] قتل
[illegible]
[illegible]

انقطاع الانوار و غشاوۃ   حج کا منقطع ہونا۔ خراسان
اسلام و غبلا ہا   میں ستاروں کا ٹوٹنا اور زمین
کا دھنس ہونا۔ دمدار ستاروں کا طلوع کرنا۔ ستاروں کا اقتران
خاص ہرج و مرج اور قتل و غارت کا عام ہونا۔ پس یہ دس
علامتیں ہیں جب یہ علامتیں پوری ہو جاویں گی تو قائم
آل محمد خروج [illegible]۔

پھر فرمایا لوگو اپنے پروردگار کو صفات عبودیت
سے منزہ اور پاک رکھو۔ کھانے پینے، چلنے پھرنے، رونے ہنسنے
والے بندے کو رب العالمین نہ کہو۔ یہ صفات ربوبیت میں ہیں
اور اس کی طرف اشارہ نہ کرو۔ کہ وہ اب ہے پس جو خالق
کی حد قرار دے اور عقل سے اس کی تعریف کرے وہ کتاب اللہ
ان الحق کا منکر ہے [illegible]
خوشحال میرے ولایت کا جو میرے حق میں سب کچھ
قبول کرتے ہیں۔ میری وجہ سے در بدر کئے جاتے ہیں۔ وہ
خدا کی زمین میں اس کے دین کے خزانہ دار ہیں اور روز قیامت
کے خوف سے امان ہیں۔ میں خدا کا وہ نور ہوں جو گل نہیں ہوتا
اور میں اس کا وہ بھید ہوں جو پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ امالی
صدوق علیہ الرحمہ میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا اے گروہ قریش
تمہارا ایک حال ہوگا جب کہ تم میرے بعد کافر ہو جاؤ گے۔ اور
پھر سے تم اصحاب کی ایک جماعت میں دیکھو گے کہ میں تمہارے
منہوں پر تلوار مارتا رہوں گا یا میرا بھائی علی ابن ابی طالب
کو ہم سب ایک ہیں۔ اولنا محمد و آخرنا
محمد و اوسطنا محمد و کلنا محمد
حضرت جبرئیل اسی وقت نازل ہوئے اور فرمایا اے محمد
ان شاء اللہ کہو۔

اس خطبہ میں بھی عظمت و جلال الٰہی اور اپنے اسرار ولایت
بیان فرمائے ہیں اور مخصوص علامات خروج قائم علیہ
السلام اور اس زمانے میں اپنی رجعت [illegible] قریب قریب
[illegible] جو خطبات [illegible] مختلف ہیں

اور بعض دقائق اسرار کے حامل اس میں جو [illegible] طبائع
میں کھٹک سکتا ہے وہ شاید انا العابد والمعبود
ہو کہ حضرت نے اپنے نفس شریف کو معبود کیسے کہا لیکن بعد
بیان و اقرار توحید باری عظمت جلال خداوندی آپ کا فقرہ
ظاہر ہے کہ معنی مجاز کو قابل ہے۔ کیونکہ معبودیت حقیقہ کا ادعا
تو تب ہی ہو سکتا تھا۔ جب کہ وحدت و عظمت و معبودیت
حق سے انکار کو شامل ہوتا جب اس کی معبودیت اور اپنی عبودیت
کا اقرار کرے تو لفظ معنی معبود مجازی ہیں نہ حقیقی بلکہ عابد و معبود
کہنا صاف دال ہے کہ اس کو سوائے خدا کے کسی سے کوئی ذاتی
تعلق نہیں اس لئے کہ کبھی معبود برحق کسی معنی میں عابد نہیں ہو
سکتا۔ اور جب عبد کہا گیا تو یقیناً اپنی معبودیت کا انکار ہوا۔
پس لازم ہوا کہ اس کو معنی مجاز صحیح پر محمول کیا جائے اور ایسی
تاویل کی جائے تو عابد کے شایان اور اس پر صادق
ہو مثلاً کہئے کہ اس کا مطلب مظہر معبودیت و اتصاف بصفات
معبودیت ہے عابد جس قدر عبادت میں اور عبد جس قدر عبودیت
میں بڑھتا ہے اسی قدر وہ مظہر اوصاف معبود اور متخلق باخلاق
معبود و تخلقوا باخلاق اللہ کا عامل اور اس کا مصداق
[illegible] کہ ذات واجب الوجود خالق بالذات ہوں۔

اس کو بیان عارفین میں یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے
العبودیۃ جوھرۃ کنھھا الربوبیۃ عبودیت
کاملہ وہ جوہر ہے جس کی کنہ حقیقت ربوبیت ہے۔ کمال
عبودیت مقام وصال بساحت قدس ربوبیت ہے۔

یا یوں کہئے کہ اصطلاح حکما و عرفا میں انواع عالم
امکان میں ہر نوع سافل عالی کی عبادت گزار ہے اور اپنے
کو اس تک پہنچانا اس کا فرض عبودیت۔ مثلاً جمادات کا مرکز
عبادت نباتات اور نباتات کا حیوانات اور حیوانات کا انسان
اور انسان مطلب کل مقصود کل ہے اور حرکت انسانی کا مرکز
اور اس کا مطلوب انسان کامل اور انسان کامل مقصد مطلوب
کل معبود برحق عزوجل اور انسان کامل جامع جمیع صفات

تمام انبیاء کو کہتے ہیں۔ دھو وندیا و وصیہ اور
انسان کا بہ جا رابعیت اور اس کا دسی برحق و مطلق ہے۔ یہ
یہ سب مخلوق کے معبود یعنی رب مجازی رجالو ب الا انسانا
۔ متکاملین اور ساتھ جل کے مصادق۔ و هو لنا
[illegible]

۔ یہی ممکن ہے کہ عبد سے واد ساجد ہو در معبود سے
سجود۔ فقرہ بالا سے بالسجود سے یہ مطلب زیادہ واضح
ہے [illegible]
[illegible] حکم خدا ہے کہ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
۔ یہی ممکن ہے کہ سجود سے [illegible]
[illegible]
جو آدم پر [illegible]
[illegible]
[illegible]

سجدے تھی آدم کے۔ آدم کے لئے تھے
سر ان کی سلامی کو فرشتوں نے جھکائے تھے

سی طرح [illegible]
[illegible] عقل [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کا سمجھنا مشکل

الخامسة

۲۔ پیغام قال فی بعض ۔ ایک خطبہ کے دوران میں فرمایا
خطبة ۔ ولقد علمت عجائب ۔ بیشک میں ان عجائبات
[illegible]

وعرفت ما كان	خلق خدا کو جانتا ہوں جن کو
وما يكون وما	اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا
كان في الذر كلا	اور حالات گزشتہ و آئندہ کا بھی جانتا
[illegible]	ہوں یعنی وہ بھی جانتا ہوں جو
[illegible] ولقد	عالم ذر میں ہے ان لوگوں کے
[illegible] وعلمني	ساتھ گزرا جو آدم اول کے ساتھ
ربي [illegible]	گئے ہیں۔ بیشک میرے لئے
[illegible]	پردے کھول دئے گئے ہیں اور
[illegible]	میرے پالنے والے نے مجھے تعلیم
[illegible] تقولوا حق	دی ہے اور اس سے میں نے
[illegible]	سیکھا ہے آگاہ رہو اور یاد رکھو
[illegible]	تنگدل نہ ہو جاؤ مت۔ اگر
[illegible]	مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم کہہ
[illegible]	اٹھو گے کہ علی کو جنون ہو گیا
[illegible] فعلمت و	ہے یا وہ حق سے ہٹ گیا ہے۔
[illegible]	تو میں تم کو ان تمام گزشتہ لوگوں
جميع الناس الا	کے حالات اور قیامت تک کے
[illegible]	موجودہ اور آئندہ حالات
[illegible]	کی خبر دیتا۔ اس علم کے ذریعہ
[illegible]	جو میرے رب نے مجھے عنایت
[illegible]	کیا ہے اور میں نے حاصل کیا ہے
[illegible]	اور وہ علم اس نے تمہارے نبی
[illegible]	پر حق کے سوا کل انبیاء سے بھی پوشیدہ
[illegible]	رکھا ہے پس میرے اپنا علم
[illegible]	اسے دیدیا اور اسی نے اپنا مجھے۔
فلما [illegible] الذي [illegible]	کہ ہم دو ولی ایک حقیقت اور ایک
[illegible]	نور ہیں۔ تم آگاہ رہو کہ ہم ہی پہلے
وتعترفوا بالجبروت	زمانوں کے نذیر ہیں اور ہم دنیا
والعظمة لقد [illegible]	و آخرت کے نذیر ہیں [illegible]

لى على ... والهواء	اور ہر دو کے نذیر ہیں اور ولی
عليه صلوات ...	مخلوق کی یہی شان ہے، جو
... انا	ہلاک ہوا وہ ہمارے سبب
الدنيا ...	سے اور جس نے نجات پائی
...	تو ہمارے وسیلہ سے۔ پس
علمت ما فوق الفردوس	اس کو ہماری شان میں بڑا
الاعلى. وما تحت الارض	نہ سمجھو۔ یہ ہمارے مولی
السابعة السفلى وما فى	کی قسم ہے اس خالق
السموات العلى وما بينهما	کی جس نے دانے کو اگایا اور
وما تحت الثرى كل	جان کو پیدا کیا ہے اور وہ
ذلك علم احاطة لا	اپنی عظمت و جبروت میں
علم اخبار. اقسم برب	فرد منفرد ہے کہ کوئی اس کا
العرش العظيم لو شئت	شریک نہیں۔ میشک میرے
لاخبرتكم بآبائكم و	لئے زمین ہوا اور پرندے مسخر کر
اسلافكم اين كانوا	دیئے گئے اور دنیا مجھ پر
وممن كانوا واين هم	پیش کی گئی تو میں نے اس سے
الآن وما صاروا اليه	منہ پھیر لیا۔ میں دنیا کو منہ
فكم من آكل منكم لحم	کے بل الٹا پھینک دینے والا
اخيه وشارب برأس	ہوں پس وہ میرے ہو لی
ابيه وهو يشتاقه ويرجوه	اور میں نے اسے طلاق دے دیا
هيهات هيهات	پس ملنے والے مجھ سے کب
اذا كشف المستور وحصل	ملحق ہو سکتے ہیں۔ میں جانتا
ما فى الصدور وعلم ...	ہوں جو فردوس اعلیٰ پر ہے
من الضمير ...	اور جو کچھ ساتویں طبق زمین
والله لكنتم تكررتم	کے نیچے اور جو کچھ بلند آسمانوں
ذات ...	میں اور ان کے درمیان اور
...	زمین کے نیچے ہے اور سب
...	کو احاطہ سے جانتا ہوں۔ علم
...	اخبارہ کا نہیں۔ عرش عظیم کے مالک

فى حواصل الطيور	کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر میں چاہوں
وبعضهم فى بطون	تو تمہارے آباؤ و اجداد کی خبر دے
الوحوش والناس	دوں وہ کہاں رہے۔ کن لوگوں
...	میں سے تھے اور کس حال
...	میں ہیں اور کہاں پہنچ گئے ہیں
... ما كان منكم	پس کتنے ہی تم میں سے اپنے
فى ...	بھائی کا گوشت (بصورت غیبت)
وما كان ...	خوردنی کھانے والے ہیں اور اپنے
...	باپ کی سر کی مٹی کے پیالے میں
...	پانی پینے والے ہیں اور وہ اس
...	کا مشتاق ہے اور اس کی آرزو
وصناع ...	رکھتا ہے افسوس افسوس اس
انا صاحب الخلق	وقت جب کہ پردے کھل جائیں گے
الاول قبل نوح الاول	اور دلوں کے اسرار ظاہر ہو جائیں گے
ولو علمتم ما	اور واردات ضمیر معلوم ہو جائیں گے
... آدم و	خدا کی قسم تم نے کتنے ہی چکر کاٹے
نوح من عجائب	ہیں اور کتنی ہی مرتبہ صورت حمالی
اصطنعتها وامم	بدلتے ہو۔ اور ایک دوسرے دور کے
اهلكتها وحق عليهم	دور تک بڑی بڑی نشانیاں
القول فبئس ما كانوا	قدرت کی ظاہر ہوئی ہیں بعض
يفعلون انا صاحب	مقتول ہوئے بعض مرے بعض پرندوں
الطوفان الثانى	کے پوٹوں میں ہیں اور بعض وحشیوں
انا صاحب سيل	کے پیٹوں میں اور لوگ گزرنے
العرم انا صاحب	والے آنے والے اور صبح و شام
الاسرار المكنونة	مرنے جینے والے اور اگر وہ اسرار
انا صاحب عاد	تم پر کھل جائیں جو مجھ سے پہلے
والجنات انا صاحب	اور قدیم دور میں ظاہر ہوئے
ثمود والآيات انا	اور جو دور آخر میں ہونا ہیں تو
مدمرها انا مزلزلها	البتہ تم عجائبات مشاہدہ کرو۔

مرجعها انا مهلکها	اور حیرت انگیز افعال
وانا مدبرها. انا بانیها	اور حیرت کارگزاریاں مجھ
بیدها. انا داحیها	میں ہی لوح اول سے پہلے
وانا ممیتها انا محییها	خلق اول اور ولی دہر ہوں
انا الاول وانا الآخر	اور اگر تم جانتے ہو کہ مجھ کو
وانا الظاهر وانا	آدم و نوح کے درمیان دور
الباطن انا مع الکور	میں مجھ سے ظاہر ہوئے ہو
قبل الکور انا مع	جو کچھ کہ میں نے کیا اور
القلم قبل القلم انا	ایسی جو مجھ سے ہلاک و تباہ
مع اللوح قبل اللوح	کیں لیس خدا کا عذاب
انا صاحب الازلیة	ان کے لئے ثابت ہوگی
الاولیة. انا صاحب	اور بہت بڑے بڑے
جابلقا وجابلسا. انا	جو کرے ... رو ...
مدبر العالم الاول	میں پڑھاتے ... پہلے تھا
حین لا سماءکم	والا ہوں میں ہی ...
هذه ولا غبراءکم	طوفان ... میں قوم کا
قال فقام الیه ابن	سیلاب لانے والا ہوں اور
صویرة فقال انت	میں ہی ... امر کا مالک
انت یا امیر المؤمنین	ہوں اور میں ہی قوم عاد
فقال انا انا لا اله	اور ان کے باغات کو تباہ
الا الله ربی الخلائق	کرنے والا ہوں اور میں ہی
اجمعین له الخلق	قوم ثمود اور ان کی آیات
والامر الذی دبر	والا ہوں میں ہی ان کا
الامور بحکمته و	ہلاک کرنے والا ہوں میں
قامت السموات	ان پر زلزلہ لانے والا ہوں
... بقدرته کانی	اور میں ان کو لوٹانے والا ہوں
بضعفکم یقول الا	ان کا مدبر ان کا بانی اور
تسمعون ما عیه	میں ہی ... مارنے والا ہیں
علی ابن ابی طالب	اول ہوں میں آخر ہوں میں

نفسه فیا لاسف	ظاہر ہوں میں باطن ہوں۔
... علیها	میں ہر زمانے میں اس زمانے
... اهل الشام	سے پہلے تھا اور ہر دور میں اس
فلا یخرج الیها	دور کے ساتھ تھا اور قلم کی
وناعت محمد و	... صفت ہے اور ...
ابراهیم لا ...	... الکون ... الخلق ... قلم
اهل الشام ...	قدرت کے ساتھ تھا اور قلم سے
... و	پہلے اور میں لوح محفوظ کے ساتھ
... لا ...	ہوں اور لوح سے پہلے۔ میں
اهل الشام ...	پہلے قدیم زمانوں والا ہوں میں
...	مالک ... جابلقا و جابلسا
... اهل صفین	ہوں۔ میں ہی ...
...	ہوں۔ میں عالم اول میں ...
...	تھا جب کہ نہ تمہارا یہ آسمان تھا
علی مسلم ...	اور نہ یہ زمین۔
... ولا ...	پس ابن صویرہ اٹھا اور کہا
... والله	آپ آپ ہی ہیں یا امیر المومنین
...	فرمایا۔ ہاں۔ میں میں ہی ہوں
...	اور میرے پروردگار اللہ کے سوا
...	کوئی معبود نہیں ہے جو ساری
...	مخلوق کا پالنے والا ہے۔
...	عالم خلق اور عالم امر اسی
...	کے لئے ہے اور اسی کے تحت ...
...	وارادہ اسی کی قدرت سے زمین
...	و آسمان قائم ہوئے ہیں۔
یستر بالمناشیر ...	گویا میں دیکھتا ہوں تمہارے
بالمناطیر ...	ضعیف الایمان کہتے ہیں کہ
الیه ...	کیا سنتے ہو کہ علی ابن ابی طالب
...	اپنے لئے ... دعویٰ کرتا ہے ...

فلا يستعظم ما قلت	اس پر بچا جائیں گے
فانا اعطينا علم المنايا	تو یہ ان کی طرف نکلیگا
والبلايا والتأويل	مجھے قسم ہے اس کی جس
والتنزيل وفصل الخطاب	نے محمد ابن ابراہیم
وعلم النوازل والوقائع	کو مبعوث کیا ہے۔ میں
فلا يعزب عنا شيء كانى	اس شام کو کئی کئی دفعہ
بهذا وقد اشار الى الجيش	قتل کروں گا۔ اور مجھے
قد ثار ثورة ملا [illegible]	اپنے حق اور دین بزرگی
فاحضروا لوقت [illegible]	کی قسم ہے کہ میں اہل شام
طويل فيقتل بها	کو کئی دفعہ اور بری طرح
ويحتفها وثارها	قتل کروں گا اور اہل
المومنين من كل	حمص کو ایک ایک کے
مكان وانه لله	بدلے ستر ستر کو ماروں گا
لو شئت سميتهم	اور ہر ایک مسلمان کو
رجلا رجلا باسمائهم	نئی زندگی عطا کروں گا
فهم متناسلون من	کہ میرے دل کی پیاس
اصلاب الرجال و	اس سے بجھے۔ زمانہ بہت
ارحام النساء الى	میں حرف حرف
يوم الوقت المعلوم	صحیح ثابت ہوگا، اور
ثم قال يا عمار ياسر	میں عمار بن یاسر اور
مع الحسن ومعه تكون	اویس قرنی کے بدلے
وبه تمور بالجابر	ہزار آدمی قتل کروں گا۔
اذا صاح الناقوس	کیا میرے لئے کہا جاتا
وكبد الكابوس	ہے نہیں۔ کیوں کر کس
وتكلم الجاموس	طرح۔ کب۔ کس وقت
فعند ذلك عجائب	پس اس وقت کیا حال
واى عجائب اذا انار	ہوگا۔ تمہارا حب
النار بمصر وظهرت	دیکھو گے کہ امیر شام کو
الراية العباسية ببغداد	آروں سے چیرا جاتا ہے

سودا واصطفت	اور چھریوں سے کاٹا جاتا
البصرة وغلب بعضهم	اور جیسر میں اسکو سخت عذاب
بعضا وصاح كل قوم	کا مزہ چکھا دوں گا۔ خبردار
الى قوم وتحركت	رہو اور ہوشیار ہو کر کل
عساكر خراسان	دور قیامت معاملات
وتبع شعيب بن	حل میری سپرد ہوگا۔ بس
صالح التميمي	جو کچھ میں نے کہا ہے اس
من بطن الطالقان	کو بڑا نہ سمجھو ہمارے
وبويع سعيد السوسي	لئے کوئی بڑی بات نہیں
بخوزستان وعقدت	ہے۔ ہمیں علم بلایا علم
الرايات لعماليق	منایا۔ علم تاویل علم
كردان وتغلبت	تنزیل، علم حوادث و
العرب على بلاد	وقائع عطا کیا گیا
الارمن والسقلاب	ہے۔ پس ہم سے ان میں سے
واذعن هرقل	کوئی شے بھی پوشیدہ نہیں
قسطنطنية لبطارقة	گویا میں اس حبشی کو دیکھتا
سفيان متوقعا	ہوں کہ اس کا نور اس کی
ظهور المتكلم	پیشانی پر چمکتا ہے میں اس
موسى عن الشجرة	کو اس کے وقت پر ایک
على الطور فيظهر	مدت کے بعد حاضر کروں گا
هذا ظاهر مكشوف	پس اس زمین کو الٹ پلٹ
ومعاين موصوف	کر دے گا۔
الا وكم عجائب	اور اس کے ساتھ
تركتها ولا ثل	جنگ سے کچھ مومن اکٹھے
كتمتها لا احد	اگر میں چاہوں تو نام بنام
لها حملة انا	ان کا اور ان کے باپ کا
صاحب ابليس	پتہ دیدوں۔
بالسجود وانا	پس یہ وقت معین
صاحبه الا انا ليم	تک اصلاب رجال اور

[illegible] الحکم

[illegible]

[illegible]

[illegible] والملکوت

[illegible] والملکوت

[illegible]

[illegible]

ارحام شاہ میں [illegible] سیلا مسلّم ہوتے [illegible] ہیں۔ [illegible] اس وقت معلوم [illegible] جمع ہوں گے [illegible] حق کے ساتھ [illegible] کے ساتھ [illegible] اور [illegible] جیلہ [illegible] گئے [illegible] ہوں گے [illegible] آگ بھڑکے گی [illegible] ظاہر ہوگا۔ [illegible] سفیانی اور [illegible] میں ظاہر ہوگا [illegible] ایک دوسرے پر [illegible] اور ہر ایک قوم اپنی قوم کی طرف جھکے گی۔

خراسانی لشکر حرکت میں آئیں گے اور شعیب بن صالح تمیمی کی سلن طالقان میں بیعت کی جائے گی [illegible] سعید سوسی یا موسوی کی خوزستان میں اور [illegible] کرا [illegible] گے اور عرب علاقہ [illegible] پر غالب آجائیں گے۔

اور [illegible] روم کو [illegible] کے [illegible] ابن سفیان کو [illegible] اس لئے ممکن ہے کہ جنگ [illegible] کی طرف [illegible] ہو [illegible] منتظر رہو۔ متکلم موسیٰ کے [illegible] ہے۔ پس وہ ظاہر ہوگا اور یہ سب حالات [illegible] اور معروف [illegible]۔

آگاہ رہو کہ کتنے ہی [illegible] ہیں جن کو میں نے [illegible] کتنے ہی دلائل ہیں جن کو میں نے چھپایا [illegible] تعالیٰ کا [illegible] اور [illegible] خدا کی [illegible] کو حکم [illegible] الاعلیٰ کہ آدم کو سجدہ تعظیمی [illegible] اور میں [illegible] اس لشکر کو [illegible] کے [illegible] اور [illegible] دے [illegible] میں [illegible] قائم کرنے والا ہوں [illegible] حکمت [illegible] ہیں۔ اور [illegible] چلے ہیں۔ پھر آخر میں فرمایا میں منافقین کو دیکھتا ہوں کہ وہ کہتے ہیں کہ علی نے اپنے لیے ربوبیت کی نفی کر دی۔ [illegible] ایسی گواہی دو جو وقت ضرورت [illegible] پوچھی جائے گی کہ [illegible] علی نور مخلوق اور عبد [illegible] ہے اور [illegible] خدائی نہیں کرتا جو اس کے سوا [illegible] اس پر خدا کی لعنت ہے۔ اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔ پھر [illegible] اور فرمایا۔ یہ علی میں نے بادشاہ ملک و ملکوت سے اور [illegible] جبروت والے سے اور حفاظت چاہی قدرت اور ملکوت والے سے ہراس سے جس سے میں ڈرتا اور خوف رکھتا ہوں۔

اس خطبہ میں بھی منزلت جلال و کمال حضرت [illegible]
عالم کے بیان کے ساتھ عجائب و اسرار ولایت [illegible]
بالشعر [illegible] خواص ولایت مطلقہ سے ہیں اور منازل بہت
ہی [illegible] حق کے اثبات [illegible] کے سلسلے ہیں
کیونکہ [illegible] علم حقیقہ اہل ایمان ہے اس میں کوئی شک
وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اس میں وہ فقرات جو [illegible]
افراد کو گراں گذر سکتے ہیں یہ ہیں انا الاول و انا الآخر
و انا الظاہر و انا الباطن۔ میں تو کچھ عرض کر چکے
ہیں۔ جس کو [illegible] کرانے کی اول ماہیت آسانی سے
اور اس کا انا اول کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔ یعنی وہ
اول مخلوق ہے۔ اور وجہ اللہ ہونے کی حیثیت سے [illegible]
کل حق بھی ولی متصرف اور سب سے آخر وہ [illegible]
اور سب سے آخر [illegible] ہونے والا وصی [illegible]
جیسے وہ باطن میں بھی وہ عالم ظاہر میں بھی ولی ہے اور عالم
باطنی و روحانی میں بھی۔ [illegible] جناب رسالتمآب
کے اسمائے کرامت سے اول و آخر بھی ہے۔ دلیل میں مسلم
[illegible] خصائص [illegible] ایک
ہے اس لیے یعنی وہ بھی اول و آخر ہے۔ بما علمہ اللہ وما
یعلم الّا ہی کی شان میں درست ہے۔

انا صانع الاقالیم [illegible] بھی [illegible]
کل قضا و قدر کی حقیقی صفت ہے اور یہ مخلوق ہی کی صفت
ہے نہ خالق کی۔ سب کچھ با امر رب و حکم خدا کرتا ہے [illegible]
یہ صفت خدا کی ہے اور وہ تو خدا خلیفہ خدا کی۔ [illegible]
[illegible] ہے۔

اس لیے اس میں جو امام یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے
ان اوصاف و کمالات قدرت میں ضعیف الاعتقاد [illegible]
شبہ کرتے ہیں اور دل میں کہتے ہیں کہ علی دعوئے ربوبیت کرتا ہے
حالانکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اپنے رب کا بندہ ہوں اور اس
[illegible] فرزند۔ یہ بیان اوصاف مذکورہ۔ [illegible] بندگی پر

نص ہے اوصاف ربوبیت پر۔ جو بیکہ کر ان اوصاف سے
دعوائے خدائی لازم آتی ہے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

السادس

ومن خطبة له قال	آپ نے خطبہ کے دوران فرمایا ہے کہ
انا عندي مفاتيح الغيب	میرے پاس علم غیب کی کنجیاں ہیں
لا يعلمها بعد رسول الله	جن کو بعد رسول اللہ سوائے
الا انا [illegible]	میرے اور کوئی نہیں جانتا (نائب
المذكور في الصحف الاولى	پہلے آسمانی صحائف میں جیب کا
انا صاحب [illegible] سليمان	بعد رسول وارث ہوتا ہے)
انا ولي الحساب انا صاحب	میں ہی وہ والقرنین ہوں۔ جو
[illegible]	قدیم صحف اسما [illegible]
[illegible]	میں سلیمان کی انگوٹھی [illegible]
[illegible]	میرا ہی نام اس پر کندہ ہے)
[illegible]	میں ہی۔ حکم خدا ان
[illegible] انا حقه	کو سونپی گئی ہے۔ میں بیکوں
[illegible] انا مورقه	کا والی و مالک ہوں میں
الاشجار انا مولد	[illegible] اور موقع پر
[illegible] انا مفجر	کرانے والا ہوں اور نگرانی
العيون انا مجري	کرنے والا ہوں میں قسیم
الانهار انا خازن	و نار ہوں۔ میں ہی آدم اول
العلم انا طود الحلم	ہوں۔ میں ہی نوح اول ہوں
انا امير المومنين	میں عورتیں جبار کی آیت اور
انا [illegible] المتقين	اس کے اسرار کی حقیقت ہوں
انا حجة الله [illegible]	میں درختوں کو سرسبز کرنے والا
السموات والارض	اور پھلوں کو پکانے والا ہوں
انا [illegible] انا الصا	میں چشموں کو نکالنے اور دریاؤں
عقة انا الصيحة	کو جاری کرنے والا ہوں۔

الخلق۔ انا الساعة لمن
كذب بها انا ذالك
الكتاب لا ريب فيه
انا الاسماء الحسنیٰ
التی امر اللہ ان یدعیٰ
بها انا ذالك النور
الذی اقتبس موسیٰ
منه الهدیٰ۔ انا
صاحب الصور۔ انا
مخرج من فی القبور
انا صاحب یوم النشور۔
انا صاحب نوح
ومنجیه انا صاحب
ایوب المبتلیٰ ومشافیه
انا اقمت السموات
بامر ربی انا صاحب
ابراهیم انا سر الكلیم
انا الناظر فی الملكوت
وانا امر الحی الذی
لا یموت۔ انا ولی الحق
علی سائر الخلق انا الذی
لا یبدل القول لدیّ
وحساب الخلق الیّ۔ انا
المفوض الیّ امر الخلائق
وانا خلیفه الاله الخالق
انا سر الله فی بلاده
وحجته علی عباده۔ انا
امر الله والروح كما
قال یسئلونك عن الروح

میں خزینہ دار علم اور کچھ علم
ہوں۔ میں امیر المومنین ہوں
اور میں عین الیقین ہوں
اور میں تمام زمینوں آسمانوں
میں حجت خدا ہوں۔ میں
ہی زلزلہ ہوں۔ میں برق
عذاب خدا ہوں میں ہی
صیحہ الحق ہوں (یوم
یسمعون الصیحۃ بالحق
ذالك) اور خروج بدقت
خروج میری ہی چیخ سنائی
دیگی۔ میں ہی ساعت ہوں
اس کے لیے جو اس کی تکذیب
کرتا ہے۔ میں کتاب لاریب
فیہ ہوں (؟) ناطق میرا
ہی وجود ہے میں ہی وہ اسما
اللہ ہوں جن کے ساتھ اس سے
اسے کو پکارنے اور دعا کرنے
کا حکم دیا ہے۔ میں ہی وہ شمع
نور ہوں جس سے موسیٰ نے
نور ہدایت اقتباس کیا تھا۔
کوہ طور پہ پہلے میرا ہی نور
چمکتا دیکھا تھا۔ میں ہی صاحب
صور ہوں۔ میرے امر سے
ہی صور پھونکا جائے گا۔ میں
مردوں کو قبروں سے نکالوں
گا۔ میں روز نشور کا والی
ہوں۔ میں نوح کا مصاحب
اور ان کی کشتی کا نجات دینے

قل الروح من امر
ربی۔ انا باسط
الجبال الشامخات
وفجرت العیون
الجاریات۔ انا
غارس الاشجار
ومخرج الوان الثمار
انا مقدر الاقوات
انا ناشر الاموات
انا منزل القطر
انا منور الشمس۔ و
القمر والنجوم انا
قیم القیامۃ انا
مقیم الساعۃ انا
الواجب له من الله
الطاعۃ انا حی لا اموت
واذا مت لم امت
انا سر الله المكنون
المخزون انا العالم
بما كان وما یكون
انا صلوۃ المومنین
وصیامهم انا مولاهم
وامامهم۔ انا
صاحب النشر الاول
والاخر انا صاحب
المناقب والمفاخر
انا صاحب الكواكب
انا فلك الكواكب(؟)
انا فلك الحبا سرۃ

والا ہوں۔ میں ہی مصاحب ہوں
ایوب کا جن کو آزمائش کی گئی
تھی۔ اور میں نے ان کو شفا دلائی
تھی۔ میں نے حکم خدا سے آسمانوں
کو قائم کیا۔ معلول اول علت ثانیہ
ہے۔ میں ہی ابراہیم کا ساتھی۔ اور
کلیم کا اسد ہوں۔ میں ملکوت زمین
و آسمان کو دیکھنے والا ہوں۔ میں
اسی حی قیوم کا امر ہوں (انما امرہ
اذا اراد شیئا ان یقول له
کن فیکون) میں ساری مخلوق پہ
ولی برحق ہوں میرے ہی برحق کے پاس
ات میں بدلتی حاصل حقیقت
مجھ کو بھیجی ہے۔ اور مخلوق کا حساب
میرے ہی دست ہے۔ خلائق کے معاملہ
میرے ہی سپرد کیے گئے ہیں کہ مظہر
کل ہوں میں اس معبود خالق
کون و مکان کا نائب ہوں۔ اس
نے سارے امور انجام دیا ہے
میں اس کے بادشاہت میں اس کا
راز مخزون ہوں۔ اور اس کے بندوں
پر اس کی حجت میں ہی امر اللہ اور
میں ہی روح عالم ہوں۔ میں ہی
روح اللہ ہوں جس کی طرف اشارہ
ہے کہ اے محمد تجھ سے روح کی بابت
پوچھتے ہیں کہہ دو کہ وہ امر رب
ہے۔ میں نے حکم پہاڑوں کو جمایا کہ
اور بہنے والے چشموں کو بہایا ہے
میں درختوں کو لگانے والا ہوں

[illegible]
انا صاحب الزلازل
والرجفة انا صاحب
الكسوف والخسوف
انا مدمر [illegible] عنه
بسيفي هذا انا الذي
اقاتل اهل الضلالة
ودعاهم الى طاعتي
فلما ظهرت انكروا
فقال سبحانه فلما
جاءهم ما عرفوا كفروا
به. انا نور الانوار
انا حامل العرش
مع الابرار انا صاحب
الكتب السابقة. انا
باب الله الذي لا [illegible]
من كذب بها لا
يذوق الجنة. انا
الذي تزدحم الملائكة
فوقي [illegible]
[illegible] الدنيا. انا
الذي ردت لي
الشمس مرتين وسلمت
علي كرتين وصليت
مع الرسول الى القبلتين
وبايعت البيعتين انا
صاحب بدر وحنين
انا الطور انا الكتاب
المسطور. انا البحر [illegible]

کے [illegible] ہے۔ میں
مردوں کو [illegible] کرنے والا
[illegible]
ہوں میں [illegible]
والا [illegible] قوم کو [illegible]
کرنے والا ہوں سب
[illegible] میں
قیامت کا [illegible]
[illegible]
ہوں وہ ہوں جس نے لے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] میں
[illegible] جیسے موت
[illegible]
[illegible]
[illegible]
یموتون [illegible]
[illegible]
اور احیاء سے مرتے ہیں
میں خدا کا [illegible]
محل ہوں [illegible]
کو سب اب تک کا جلنے والا
ہوں۔ سب اس کے [illegible]
ہیں میں ہی [illegible] کی صلاۃ
وصیام ہوں میری ولایت سے
عبادت ہے۔ میں ہی کل کا
مولا اور امام ہوں میں ہی [illegible]

[illegible] انا
الذي دعاهم الى الحق
الى طاعتي فكذبت
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
مفاتيح الجنان
ومقاليد النيران
انا مع رسول الله
[illegible]
السماء مع المسيح
[illegible]
ولا [illegible]
[illegible]
القرون الاولى
انا صاحب محمد
[illegible]
موسى في البحر واغرقت
فرعون وجنوده
انا اعلم [illegible]
[illegible] ومنطق
الطير انا الذي
[illegible] السماوات
والارضين السبع
في طرفة عين انا
المتكلم على لسان
عيسى في المهد انا
الذي يصلي عيسى

اول اور آخر کا والی ہوں۔ میں
صاحب ناقہ و معجزہ ہوں
اور میں ہی صاحب کواکب ہوں۔
[illegible]
[illegible]
[illegible] خدا کا سخت عذاب
[illegible] کو
ہلاک کرنے والا ہوں اور میں
دولت دین کو فنا کرنے والا ہوں
اور میں [illegible]
والا ہوں۔ میں [illegible]
والا ہوں۔ میں ایسی [illegible]
[illegible] فرعونوں کو ہلاک
کرنے والا ہوں [illegible]
[illegible]
میں [illegible]
[illegible] کی دعوت دی۔ پس
جب اس [illegible] کے ظہور کا
وقت آیا تو انکار کر بیٹھے اس طرف
اشارہ کرکے خدا فرماتا ہے پس
جب وہ آیا جس کو انہوں نے
پہچانا تھا تو اس کا انکار کرنے
لگے میں نوروں کا نور اور
ابرار کے ساتھ عرش میں شامل۔
میں قدیم کتابوں والا۔ اور
ان کا عالم اور مفسر ہوں۔ میں
وہ خدا کے علم و معرفت کا دروازہ
ہوں۔ جو اس کے لیے نہیں کھولا
جاتا جو اس کی تکذیب کرے۔

حلو انا الذی تعلب
فی الصور کیف یشاء انا
مصباح الهدیٰ
انا مشکاة التی انا
الآخرة والاولیٰ انا
الذی اری اعمال
العباد - انا خازن السماوات
والارض بامر رب
العالمین انا قائم
بالقسط - انا دیان
الدین - انا الذی
لا تقبل الاعمال الا
بولایتی ولا تنفع
الحسنات الا بحبی -
انا العالم بمدار الفلک
الدوار وانا صاحب
المکیال بقطر الامطار
ورمل القفار ساوت
الملائکة الجبار الا انا
الذی اقتل مرتین
واحیٰ مرتین واظهر
کیف شاء انا محصی
الخلائق - وان کنتوا
وانا مجاسبهم وان
عظموا - انا الذی عندی
الف کتاب من کتب
الانبیاء وانا الذی
جحد ولایتی الف امة
فمسخوا - انا المذکور

اور وہ باغ بہشت کا ذائقہ
سے چکھے گا - میں ہی وہ ہوں
جس کے فرش پاستر پر فرشتے
ازدحام کرتے ہیں - اور مجھے
میں کی ساری اقلیموں کے
رہنے والے پہچانتے ہیں جیسے
اسی واسطے دو دفعہ آفتاب
لوٹایا گیا ہے اور اس نے
مجھ پر دو مرتبہ سلام کیا ہے -
اور میں نے رسول کے ساتھ
دونوں قبلوں بیت المقدس
اور کعبہ کی طرف نماز پڑھی
ہے - میں نے رسول سے
دو دفعہ بیعت کی ہے - میں
فاتح جنگ بدر و حنین ہوں
میں کوہ طور علم اور کتاب
مسطور معارف ہوں اور
میں بحر مسجور حقائق میں ہی
بیت معمور دو جانی اور میری
اطاعت کی صدا نے ساری
مخلوق کو دعوت دی ہے -
بس ایک امت نے اس
سے انکار کیا اور پیچھے
ہٹی وہ مسخ ہو گئی اور
ایک نے قبول کیا - اس نے
نجات پائی اور وہ مقرب
ہوئی - میرے ہی ہاتھوں
میں جنت اور دوزخ کی
کنجیاں ہیں میں زمین پر

فی سالف الزمان
والخارج فی آخر الزمان
انا قاسم المارقین
فی المغاربین ومخرجهم
ومعهم جمیعا فی الاخرین
یعوق ویغوث ونسرا
عهدا انا ... یدا
انا المتکلم بکل لسان
انا الشاهد لاعمال
الخلائق فی المشارق
والمغارب انا محمد
ومحمد انا المعنی
الذی لا یقع علیه اسم
ولا شبه انا باب
حطة ولا حول ولا قوة
الا باللّٰه العلی
العظیم -

رسول اللّٰہ کے ساتھ ہوں اور
آسمانوں میں مسیح کے ساتھ
جہاں نہ سیہر ... ...
... جو کوئی روح حرکت
کرتی ہے اور نہ کوئی جاندار
سانس لیتی ہے - میں پہلی
امتوں کا صاحب ہوں میں
صامت ہوں اور محمد ناطق -
میں نے موسیٰ کو نیل سے گزارا
اور فرعون اور اس کے
لشکر کو غرق کیا - میں چوپایوں
کی آواز اور پرندوں کی بولی
جانتا ہوں - میں ہی وہ ہوں جو
چشم زدن میں ساتوں زمینوں
اور ساتوں آسمانوں کو طے
کر لیتا ہوں - میں ہی وہ ہوں کہ
گہوارے میں اپنے اعجاز ولایت
سے زبان عیسیٰ پر بول رہا تھا - میں ہی وہ ہوں جس کے پیچھے
عیسیٰ نماز پڑھیں گے (امام مہدی میرا جز و میرا نور ہے - اور
ہم سب ایک) جس طرح چاہوں مختلف صورتیں اختیار کر لیتا
ہوں - میں ہدایت کی شمع اور پرہیزگاری کی کنجی ہوں - میں
ہی آخرت اور اولیٰ ہوں - دنیا و آخرت سب میرے طفیل سے
ہے - میں ہی وہ ہوں کہ تمام بندوں کے اعمال کو دیکھتا ہوں -
کہ بعد رسول شہید علی الناس ہوں - میں خدائے رب
العالمین کے حکم سے زمین و آسمان کا خزانہ دار ہوں - میں
عدل کو قائم کرنے والا - اور حاکم روز جزا ہوں - میں ہی وہ
ہوں جس کی محبت و ولایت بغیر بندوں کے اعمال قبول نہیں
ہوتے - اور میری ولایت بغیر کسی کی نیکیاں کام نہیں آتیں
میں فلک دوار کے مدار کو جاننے والا ہوں - میں ہی خلقت

[illegible] حشر کے [illegible] ایک صراط کی میزان
نکتا ہوں [illegible] جو کہ میں [illegible] ہوں جو روز قتل کیا جائے گا
[illegible] ایک [illegible] عالم جنت میں اور دوزخ
زندہ کیا جاؤں گا اور میں بار بار ظاہر ہوں گا اور میں
ساری مخلوق کا [illegible] والا ہوں۔ اگرچہ وہ بیشمار
ہیں اور میں ہلال کا [illegible] والا ہوں اگرچہ وہ مختلف
رنگ کے ہوں۔ میرے پاس ہزار کتب [illegible] میری ولایت
کا ہزار امتوں نے انکار کیا اور سب مسخ ہوگئے [illegible] نئے زمانے
میں میرا ہی ذکر ہوتا رہا ہے اور میں آخر الزمان میں خروج
کرنے والا ہوں اور آنے والی نسلوں تک [illegible] کی گردنیں
توڑنے والا ہوں۔ ان کو نکالنے والا ہوں اور آخرین کو
بعوث و نشر کے ساتھ سخت عذاب دینے والا ہوں
میں ہر زبان میں کلام کرنے والا ہوں۔ اور تمام مشارق
مغارب میں اعمال لائقہ کا [illegible] کرنے والا ہوں میں
محمد ہوں اور محمد میں ہوں۔ دونوں کی حقیقت نورانی
روحانی ایک ہے بلکہ کل معصومین ایک ہیں۔ میں ہی وہ
ہوں جس پر کوئی خاص نام اور [illegible] واقع نہیں ہوتا
کل صفات جلال و جمال الٰہی کا مظہر ہوں۔ میں ہی باب
حطہ ہوں جس کے لئے حکم ہے۔ وادخلوا الباب
سجدًا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی
العظیم وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ
الطیبین۔

اس میں سب سے اہم فقرہ جو ضعفا پر گراں ہو
سکتا ہے۔ انا الذی لا یموت ہے۔ اہل اعتقادات
مسلمہ مذکورہ پر اس کی تاویل بھی ظاہر ہے کہ تو ہر ایک
زندہ ہے۔ لا یموت کا مطلب وہی حقیقۃ وجہ اللہ ہے
وجہ اللہ بعد فنا کل شیء و بعد ہلاک کل شیء و بعد صعق
کل شیء بھی باقی ہے اور موت طبعی سے یہ منزہ ہے اور
مظاہر الٰہی ہیں۔ ظاہری موت ان کے لئے بھی ہے۔ یعنی

دنیا سے انتقال ظاہری۔ لیکن بطلان اثر حیات ان سے دور
ہے۔ اور اس موت ظاہری کو بھی اپنے اختیار و ارادے سے
قبول کرتے ہیں اور ملک الموت ان پر قادر نہیں بلکہ یہ ملک
الموت پر ولی متصرف ہیں اور اسی واسطے اپنے کو موت دمیت
بھی فرماتے ہیں یہ مظہر الٰہی ہیں اگر یہ معنی بھی ضعف ایمانی
برداشت نہیں کر سکتا تو اس کی تاویل اس فقرے سے کی
جا سکتی ہے جو اس خطبہ کے صدر میں مذکور ہے۔ یعنی کہا جا سکتا
ہے کہ فقرے کا مطلب انا حی لا یموت سے انا امر
الحی الذی لا یموت ہے خدائے حی قیوم کا امر ہوں
اور اس کے امر اشد ہوئے جن کسی کو شک نہیں ہو سکتا [illegible]
بھی ہو سکتا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا اشارہ اس
شہادت کی طرف ہو سکتا ہے کہ میں شہید راہ خدا ہوں جو کبھی
مرتے نہیں گویا [illegible] ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل
اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون
پس ان کے زندہ جاوید ہونے میں کوئی شک نہیں۔

[illegible] اور ان جیسے تمام خطبات کی مکمل شرح ایک ضخیم کتاب
اور طویل مدت کی محتاج ہے اور یہی ہمارے لئے یہ ناممکن ہے
کہ اس کی شرح کا حق ادا کر سکیں۔ یہی وہ امور ہیں جن کو
ملک مقرب جانتے ہیں یا نبی مرسل یا خاص خاص مومن ممتحن
اور بعض ایسے ہیں کہ سب ہی محروم [illegible] کو وہ جانیں یا ان کا باپ
دوسرے الا حتیٰ کہ بعض [illegible] اخ۔ بالعیب بھی ایسے
اور بعض امور ایسے ہیں۔ جن کو یہی بزرگوار جانتے ہیں مثلاً
اذا صاح عوص۔ [illegible] غیرہ وغیرہ جن کی صحت تلاوت
و تلفظ میں علماء واقع ہیں۔ یہ الزام اٹھا دیا جائے کہ یہ غلو
کے قائل تھے۔ یا ایسے الفاظ کے ناقل جن سے غلو کا احتمال پیدا
ہو کیونکہ ایک فقرے اور لفظ کی کئی کئی تاویلات صحیحہ ہر مذاق
اور مرتبہ فہم و علم و ایمان و اعتقاد کے موافق ممکن ہیں اور
ہرگز ہرگز۔ اور ایسے خطبات غلو پر دال نہیں ہیں اور یہ بھی
واضح ہے کہ من حیث المعنی یقیناً تو آئمہ [illegible] حکم رکھتے ہیں

یعنی یہ مضامین و مطالب معصومین سے اکثر رواۃ کے ذریعہ منقول ہیں۔ لہٰذا انکار کرنا ضعف ایمان ہی کا نتیجہ ہے۔ اور یہی اہل علم و عقل تسلیم کریں گے اور یہ کلام خود بتلا رہا ہے کہ ان کے سوائے دوسرا انسان ان کے انشاء پر قادر ہی نہیں ہو سکتا کلام امام فوق کلام انام ہے۔ کلام خدا کی طرح یہ عام مخلوق کے کلام سے ممتاز ہے۔ مومنین ان سے اپنے ایمان کو مکمل فرمائیں اور اہل فقہ اگر کوئی معنی یا تاویل ہماری طرف سے پسند فرمائیں تو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ ورنہ بجائے انکار یا تکذیب فقرہ یا لفظ کے معنی کو صاحبان باطن اور اہل معرفت فضلاء سے حل کرائیں تکذیب کی طرف سبقت نہ فرمائیں

هل كانتا في عدد وكمال ومحب خال۔ و نعوذ بالله من ذلك (اکثر فقرات خطبۃ الغیب علیہ السلام کی شرح انشاء اللہ الصراط السوی حصہ دوم میں مذکور ہوگی۔ انتظار فرمائیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين. والصلوٰة و السلام على نقطه۔ والنقطة التكوين و على عترته الطاهرة الزاكية اسرار الله المودعة في هياكل البشرية

"جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا وہ نفع میں رہا اور جو (خدا سے) ڈرا وہ بے خوف ہوگیا (غیر خدا اور عذاب سے) اور جس نے عبرت حاصل کی اس نے (حقیقت کو) دیکھا جو سمجھ گیا اور جو سمجھ گیا اُسے علم (یقین) ہوگیا)

۸۔ جریر بن عبداللہ البجلی کے نام

بات ختم کرو

جریر بن عبداللہ کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے قاصد بنا کر شام بھیجا تھا، واپسی میں بڑی دیر ہوئی اس پر اُن کے نام یہ خط تحریر فرمایا:۔

اَمَّا بَعْدُ، فَاِذَا اَتَاکَ کِتَابِیْ فَاحْمِلْ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْفَصْلِ، وَخُذْهُ بِالْاَمْرِ الْجَزْمِ ثُمَّ خَيِّرْهُ بَيْنَ حَرْبٍ مُجْلِيَةٍ اَوْ سِلْمٍ مُخْزِيَةٍ فَاِنِ اخْتَارَ الْحَرْبَ فَانْبِذْ اِلَيْهِ وَاِنِ اخْتَارَ السِّلْمَ فَخُذْ بَيْعَتَهُ وَالسَّلَامُ۔

امابعد، میرا خط پاتے ہی معاویہ کو صاف جواب دینے پر مجبور کر دو۔ پکی ٹھوس بات اس کے سامنے رکھ کے جواب طلب کرو۔ کہو کہ برباد کن جنگ اور رُسوا کُن امن میں سے ایک کو اپنے لیے پسند کر لے جنگ کرے تو اُس سے لڑا جائے گا امن پسند کرے تو اس سے بیعت لے کر واپس چلے آؤ۔ والسلام[۱]

---

[۱] جریر کہتے ہیں میں جواب کے انتظار میں چار مہینے دمشق میں پڑا رہا مگر معاویہ ٹال مٹول کرتے رہے۔ دراصل وہ اپنی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ پھر ایک دن ولید بن عتبہ کا خط آیا جس میں جوش دلانے والے شعر درج تھے۔
خط پڑھنے کے بعد معاویہ نے تہہ کیا ہوا ایک کاغذ مجھے دیا۔ جس پر لکھا تھا "معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے علی بن ابی طالب کی طرف" میں سمجھا یہ امیر المومنین کے خط کا جواب ہے اور کاغذ لے کر چل پڑا۔ معاویہ نے میرے ساتھ قبیلہ عبس کے ایک آدمی کو بھی کر دیا تھا، ہم کوفہ پہنچے میرے سامنے ایسا معاملہ آیا ہے جس میں دل کے لیے صدمہ ہے اور بڑی بے عزتی ہے۔ امیر المومنین کا قتل ایسا واقعہ ہے کہ قریب ہے عظیم الشان پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں۔

۹۔ معاویہ کے نام خط

معاویہ نے لکھا تھا کہ قاتلین عثمان سپرد کیے جائیں۔ اس کے ساتھ کچھ فخر بھی کیا تھا جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا۔

فاراد قومنا قتل نبينا واجتياح
اصلنا، وهموا بنا الهموم، وفعلوا
بنا الافاعيل، ومنعونا العذب
واحلسونا الخوف، واضطرونا الى جبل
وعر، واوقدوا لنا نار الحرب، فعزم
الله لنا على الذب عن حوزته والرمي
من وراء حرمته، مؤمننا يبغي بذلك
الاجر، وكافرنا يحامي عن الاصل،
ومن اسلم من قريش خلو مما نحن فيه
بحلف يمنعه او عشيرة تقوم دونه
فهو من القتل بمكان امن۔

وكان رسول الله صلى الله عليه
وآله - اذا احمر البأس، واحجم الناس
قدم اهل بيته فوقى بهم اصحابه
حر السيوف والاسنة فقتل عبيدة
ابن الحارث يوم بدر، وقتل حمزة
يوم احد، وقتل جعفر يوم
مؤتة۔

ہماری قوم نے ہمارے نبی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، اور ہماری (آل محمدؐ کی) جڑیں اکھیڑنا چاہیں۔ ہمارے خلاف طرح طرح کے منصوبے باندھے۔ عجب عجب حرکتیں کیں، ہمیں میٹھی زندگی سے روک دیا، خوف و ہراس میں مبتلا کرنے کی کوشش کی۔ ہمیں سخت (ناقابل عبور) پہاڑ پر چلنے کے لیے مجبور کیا گیا، جنگ کی آگ بھڑکائی لیکن خدا نے ہماری امداد کا ارادہ کیا، اور اپنے دین کو بچانے اس کی عزت (بچانے) کے لیے تیر اندازی کی۔ (اس دور ابتلا میں) ہمارے مومن انعام خداوندی اور کافر خاندانی تعلق کی وجہ سے حمایت کرتے تھے۔ قریشیوں میں جو اسلام لے آتے، یا محفوظ رہنے کا عہد کر لیے۔ یا محافظ خاندان ہو، قبیلے رکھتے تھے، وہ قتل سے بچ گئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ تھا، کہ جب جنگ زوروں پر ہوتی اور لوگوں کے قدم رکنے لگتے تھے تو وہ اپنے اہل بیت کو آگے کرکے ساتھیوں کو تلوار اور نیزوں کی آنچ سے بچاتے تھے (چنانچہ اس سلسلہ میں) بدر کے دن عبیدہ بن حارث اور احد کے دن حمزہ اور جنگ موتہ میں جعفر قتل کیے گئے اور اگر میرا دل چاہے تو میں اس (عمل) کا بھی نام لے دوں جس کا ارادہ (شہادت) اسی طرح تھا

وَأَرَادَ مَنْ لَوْ شِئْتُ ذَكَرْتُ اسْمَهُ مِثْلَ الَّذِي أَرَادُوا مِنَ الشَّهَادَةِ وَلَكِنْ آجَالُهُمْ عُجِّلَتْ وَمَنِيَّتُهُ أُخِّرَتْ ـــ فَيَا عَجَبًا لِلدَّهْرِ إِذْ صِرْتُ يُقْرَنُ بِي مَنْ لَمْ يَسْعَ بِقَدَمِي وَلَمْ تَكُنْ لَهُ كَسَابِقَتِي الَّتِي لَا يُدْلِي أَحَدٌ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَدَّعِيَ مُدَّعٍ مَا لَا أَعْرِفُهُ وَلَا أَظُنُّ اللهَ يَعْرِفُهُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ

وَأَمَّا مَا سَأَلْتَ مِنْ دَفْعِ قَتَلَةِ عُثْمَانَ إِلَيْكَ ـ فَإِنِّي نَظَرْتُ فِي هٰذَا الْأَمْرِ فَلَمْ أَرَهُ يَسَعُنِي دَفْعُهُمْ إِلَيْكَ وَلَا إِلَى غَيْرِكَ ، وَلَعَمْرِي لَئِنْ لَمْ تَنْزِعْ عَنْ غَيِّكَ وَشِقَاقِكَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ عَنْ قَلِيلٍ يَطْلُبُونَكَ ، لَا يُكَلِّفُونَكَ طَلَبَهُمْ فِي بَرٍّ وَلَا بَحْرٍ وَلَا جَبَلٍ وَلَا سَهْلٍ إِلَّا أَنَّهُ طَلَبٌ يَسُوءُكَ وِجْدَانُهُ ، وَزَوْرٌ لَا يَسُرُّكَ لُقْيَانُهُ ـ وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ ـ

جس طرح ان لوگوں سے کیا تھا، لیکن ان کی موتوں نے جلدی کی اور اس (علی) کی قضا پیچھے ہٹ گئی ـــ یہ دنیا کی بوالعجبی تو دیکھو! کہ میرا نام اس کے ساتھ لیا جاتا ہے جو دو قدم بھی میرے ساتھ نہیں چل سکتا۔ نہ اسے وہ سبقت حاصل ہے جو مجھے حاصل ہے اور وہ بھی اس طرح کہ اس میں کوئی شخص بھی میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

ہاں کسی مدعی کے (غلط) دعوے کی اور بات ہے، جسے (بھی) میں نہیں جانتا۔ اور میرے خیال میں تو خدا کو بھی (کوئی ایسا مدعی) نہیں معلوم (دنیا میں کسی نے یہ دعویٰ کیا ہی نہیں) بہرحال خدا کا شکر ہے۔

اور یہ جو مطالبہ کیا ہے کہ قاتلین عثمان تمھارے سپرد کر دوں، تو میں نے اس پر غور کیا، میرے خیال میں تو ان کو تمھارے یا کسی غیر شخص کے سپرد نہیں کیا جا سکتا۔ اپنی جان کی قسم، اگر تم اپنی گمراہی اور نافرمانی سے باز نہ آئے تو تم بہت جلد ایسے آدمیوں سے ملو گے جو تمھیں تلاش کر رہے ہوں گے، اور تمھیں ڈھونڈنے کی زحمت نہ دیں گے، نہ خشکی میں (دوڑائیں گے)، نہ سمندر میں، نہ پہاڑ میں، نہ ہموار زمین میں، مگر یہ ایسی طلب ہوگی جس کے پانے سے تمھیں تکلیف ہوگی اور ایسی طلب ہوگی جس سے مل کر تمھیں کوئی خوشی نہ ہوگی۔ لائق سلام پر خدا کی سلامتیاں ہوں۔ (م ح)

۱۰۔ معاویہ کے نام مکتوب

چیلنج

وَكَيْفَ أَنْتَ صَانِعٌ إِذَا تَكَشَّفَتْ عَنْكَ جَلَابِيبُ مَا أَنْتَ فِيهِ مِنْ دُنْيَا قَدْ تَبَهَّجَتْ بِزِينَتِهَا وَخَدَعَتْ بِلَذَّتِهَا وَقَادَتْكَ فَاتَّبَعْتَهَا وَأَمَرَتْكَ فَأَطَعْتَهَا وَإِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ يَقِفَكَ وَاقِفٌ عَلَى مَا لَا يُنْجِيكَ مِنْهُ مِجَنٌّ فَاقْعَسْ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ وَخُذْ أُهْبَةَ الْحِسَابِ وَشَمِّرْ لِمَا قَدْ نَزَلَ بِكَ وَلَا تُمَكِّنِ الْغُوَاةَ مِنْ سَمْعِكَ وَإِلَّا تَفْعَلْ أُعْلِمْكَ مَا أَغْفَلْتَ مِنْ نَفْسِكَ فَإِنَّكَ مُتْرَفٌ قَدْ أَخَذَ الشَّيْطَانُ مِنْكَ مَأْخَذَهُ وَبَلَغَ فِيكَ أَمَلَهُ وَجَرَى مِنْكَ مَجْرَى الرُّوحِ وَالدَّمِ وَمَتَى كُنْتُمْ يَا مُعَاوِيَةُ سَاسَةَ الرَّعِيَّةِ وَوُلَاةَ أَمْرِ الْأُمَّةِ بِغَيْرِ قَدَمٍ سَابِقٍ وَلَا شَرَفٍ بَاسِقٍ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ لُزُومِ سَوَابِقِ الشَّقَاءِ وَأُحَذِّرُكَ أَنْ تَكُونَ مُتَمَادِياً فِي غِرَّةِ الْأُمْنِيَّةِ مُخْتَلِفَ الْعَلَانِيَةِ وَالسَّرِيرَةِ

تم کیا کرو گے جب دنیا کا یہ خلعت جو پہنے ہو اتر جائے گا؟ دنیا نے اپنی زینت کی نمائش کی، اپنی لذتوں کا جال پھیلایا، اور تمھیں اپنی طرف پکارا، اور تم دوڑ پڑے۔ دنیا نے تمھیں چلایا، اور تم اس کے پیچھے چل پڑے، دنیا نے تمھیں حکم دیا اور تم اس کے فرماں بردار بن گئے۔ تم بھول گئے کہ کھڑا کرنے والا تمھیں جلد ہی وہاں کھڑا کر دے گا، جہاں کوئی سپر بھی نہ بچا سکے گی۔ لہذا اس معاملے سے ہٹ جاؤ، حساب کی تیاری کرو اور اس بلائے عظیم سے بچاؤ کی تدبیر کر لو، جو تم پر نازل ہے۔ گمراہوں کی باتوں پر کان نہ دھرو۔ اپنی روش سے باز نہ آؤ گے تو سن لو میں تمھارے حواس درست کر دوں گا۔ تم ہو کیا؟ محض عیش پسند آدمی۔ شیطان کے شکنجے میں پڑ چکے ہو۔ وہ تم میں اپنی آرزو پوری کر چکا ہے اور وہی تمھارا اوڑھنا بچھونا بن گیا ہے۔

اور اے معاویہ! ذرا بتاؤ تم رعیت کے سربراہ اور امت کی حکومت کے والی کب تھے؟ نہ اسلام میں تمھیں پیش قدمی حاصل ہوئی نہ جاہلیت ہی میں کسی بڑے شرف کے تم مالک تھے۔ خدا کی پناہ ہے بدبختی کے سوابق سے! اور دیکھو میں تمھیں جتائے دیتا ہوں ایسا نہ ہو تم آرزو کے دھوکے میں بڑھتے چلے جاتے ہو اور تمھارا ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔

وَقَدْ دَعَوْتَ إِلَى الْحَرْبِ فَدَعِ النَّاسَ
جَانِباً وَاخْرُجْ إِلَيَّ وَأَعْفِ الْفَرِيقَيْنِ
مِنَ الْقِتَالِ لِيُعْلَمَ أَيُّنَا الْمَرِينُ عَلَى قَلْبِهِ
وَالْمُغَطَّى عَلَى بَصَرِهِ فَأَنَا أَبُو حَسَنٍ قَاتِلُ
جَدِّكَ وَخَالِكَ وَأَخِيكَ شَدْخاً يَوْمَ
بَدْرٍ وَذٰلِكَ السَّيْفُ مَعِي، وَبِذٰلِكَ
الْقَلْبِ أَلْقَى عَدُوِّي، مَا اسْتَبْدَلْتُ
دِيناً وَلَا اسْتَحْدَثْتُ نَبِيّاً وَإِنِّي لَعَلَى
الْمِنْهَاجِ الَّذِي تَرَكْتُمُوهُ طَائِعِينَ
وَدَخَلْتُمْ فِيهِ مُكْرَهِينَ۔

وَزَعَمْتَ أَنَّكَ جِئْتَ ثَائِراً بِعُثْمَانَ،
وَلَقَدْ عَلِمْتَ حَيْثُ وَقَعَ دَمُ عُثْمَانَ فَاطْلُبْهُ
مِنْ هُنَاكَ إِنْ كُنْتَ طَالِباً فَكَأَنِّي قَدْ
رَأَيْتُكَ تَضِجُّ مِنَ الْحَرْبِ إِذَا عَضَّتْكَ
ضَجِيجَ الْجِمَالِ بِالْأَثْقَالِ، وَكَأَنِّي بِجَمَاعَتِكَ
تَدْعُونِي جَزَعاً مِنَ الضَّرْبِ الْمُتَتَابِعِ وَ
الْقَضَاءِ الْوَاقِعِ وَمَصَارِعَ بَعْدَ مَصَارِعَ
إِلَى كِتَابِ اللهِ۔ وَهِيَ كَافِرَةٌ جَاحِدَةٌ أَوْ
مُبَايِعَةٌ حَائِدَةٌ۔

اور تم نے مجھے جنگ کی دعوت دی ہے۔ بہت اچھا سب لوگوں کو ایک طرف کر دو اور میرے مقابلے پر نکل آؤ۔ ہماری فوجوں کو لڑائی سے معاف کر دیا جائے۔ ہم تم اکیلے ہی نپٹ لیں تاکہ ظاہر ہو جائے گمراہی کس کے دل پر چھا چکی ہے اور کون اندھا ہو گیا ہے۔

کیا تم بھول گئے کہ میں وہی ابوالحسن ہوں جس نے بدر کی لڑائی میں تمہارے نانا، ماموں اور بھائی کے سر اڑا دیئے تھے۔ اسی دل کے ساتھ آج بھی نہ نیا دین بنایا ہے نہ نبی اور اسی راستہ پر استوار ہوں جسے تم اپنی مرضی سے چھوڑ چکے ہو اور جس پہلے دل کی خوشی سے قائم ہوئے تھے۔

اور تم نے دعویٰ کیا ہے کہ عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے اٹھے ہو مگر تمہیں خوب معلوم ہے کہ عثمانؓ کا خون کس جگہ ہے اگر واقعی اسی خون کے طالب ہو، تو وہاں طلب کرو۔ جہاں وہ ہے لیکن میں گویا ہی دیکھ رہا ہوں کہ جب جنگ تمہیں اپنے دانتوں سے کاٹنے لگے گی تو تم بوجھل اونٹ کی طرح چیخ اٹھو گے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے آدمی تلواروں کی مار، توڑ مارتے ہوئے موت سے اور کشتوں پر کشتوں کے نظارے سے کانپ کر مجھے کتاب اللہ کی طرف پکارنے لگیں گے حالانکہ وہ کتاب اللہ کے منکر ہو چکے ہیں، اُسے ٹھکرا چکے ہیں یا اپنی بیعت توڑ چکے ہیں۔

اس مکتوب کی فصاحت و بلاغت سے قطع نظر اس کی معنویت، اس کا زورِ بیان، اور اس کی افادیت خاص طور پر غور طلب ہے۔ وہی جرأت ہے، جو ناحق کے مقابلہ میں حق کو عطا ہوتا ہے، وہی ولولہ ہے جو ناموافق حالات میں اور زیادہ ابھر جاتا ہے۔

رئیس احمد جعفری

۱۱۔ لشکر کو نصیحت

زیاد بن نضر اور شریح ابن ہانی کے دو اختلافی خطوں کے جواب سے
والا ت جنگی کا اقتباس، یہ خط جنگ صفین سے پہلے لکھا گیا تھا۔

فَإِذَا نَزَلْتُمْ بِعَدُوٍّ أَوْ نَزَلَ بِكُمْ
فَلْيَكُنْ مُعَسْكَرُكُمْ فِي قُبُلِ الْأَشْرَافِ
أَوْ سِفَاحِ الْجِبَالِ، أَوْ أَثْنَاءِ الْأَنْهَارِ
كَيْمَا يَكُونَ لَكُمْ رِدْءاً، وَدُونَكُمْ
مَرَدّاً. وَلْتَكُنْ مُقَاتَلَتُكُمْ مِنْ
وَجْهٍ وَاحِدٍ أَوِ اثْنَيْنِ. وَاجْعَلُوا
لَكُمْ رُقَبَاءَ فِي صَيَاصِي الْجِبَالِ
وَمَنَاكِبِ الْهِضَابِ، لِئَلَّا يَأْتِيَكُمُ
الْعَدُوُّ مِنْ مَكَانِ مَخَافَةٍ أَوْ أَمْنٍ.

وَاعْلَمُوا أَنَّ مُقَدِّمَةَ الْقَوْمِ
عُيُونُهُمْ، وَعُيُونَ الْمُقَدِّمَةِ طَلَائِعُهُمْ
وَإِيَّاكُمْ وَالتَّفَرُّقَ. فَإِذَا نَزَلْتُمْ فَانْزِلُوا
جَمِيعاً، وَإِذَا ارْتَحَلْتُمْ فَارْتَحِلُوا جَمِيعاً،
وَإِذَا غَشِيَكُمُ اللَّيْلُ فَاجْعَلُوا
الرِّمَاحَ كِفَّةً، وَلَا تَذُوقُوا النَّوْمَ إِلَّا غِرَاراً
أَوْ مَضْمَضَةً.

جب دشمن کے سامنے اترنا، یا وہ تم پر آئے، تو تمہارا پڑاؤ بلند ٹیلوں یا پہاڑوں کے دامن یا نہر کے کناروں پر ہونا چاہیے، تاکہ تمہارے لیے حفاظت، اور تمہارے لیے مدد ہو، اور جنگ ایک یا دو رخوں سے ہو۔ اور پہاڑوں کی بلندیوں اور سطح ٹیلوں پر نگہبان مقرر کرو، تاکہ دشمن کسی کمین گاہ یا محفوظ و بے خوف جگہ سے (اچانک) حملہ آور نہ ہو۔

اور یہ بھی سمجھ رکھو کہ فوج کا ہراول دستہ اس کا جاسوس، اور ہراول کے جاسوس اس کے فرستادے ہوتے ہیں۔ (اس لیے ان سب جاسوسوں کا انتظام رکھو) خبردار اختلاف اور پھوٹ نہ ہونے پائے، جب کہیں اترو، تو سب ساتھ اترو اور جب کوچ کرو تو ایک ساتھ۔

جب رات آجائے تو نیزوں سے اپنے گرد حلقہ بنالو، اور اس طرح سوؤ جیسے غرارہ یا کلی کرتے ہیں (ذراسی جھپکی لو) اور اٹھ پڑو۔

معقل بن قیس الریاحی کو وصیت

شام پر چڑھائی کرتے وقت تین ہزار فوج کا معقل بن قیس کو افسر بنا کر امیرالمومنین نے یہ وصیت فرمائی۔

اِتَّقِ اللّٰهَ الَّذِی لَا بُدَّ لَكَ مِنْ لِقَائِهِ
وَلَا مُنْتَهَىٰ لَكَ دُوْنَهُ وَلَا تُقَاتِلَنَّ إِلَّا
مَنْ قَاتَلَكَ وَسِرِ الْبَرْدَيْنِ وَ غَوِّرْ
بِالنَّاسِ وَرَفِّهْ فِي السَّيْرِ وَلَا تَسِرْ أَوَّلَ
اللَّيْلِ. فَإِنَّ اللّٰهَ جَعَلَهُ سَكَنًا، وَ
قَدَّرَهُ مُقَامًا، لَا ظَعْنًا، فَأَرِحْ فِيهِ بَدَنَكَ،
وَرَوِّحْ ظَهْرَكَ، فَإِذَا وَقَفْتَ حِيْنَ
يَنْبَطِحُ السَّحَرُ أَوْ حِيْنَ يَنْفَجِرُ الْفَجْرُ
فَسِرْ عَلَىٰ بَرَكَةِ اللّٰهِ فَإِذَا لَقِيتَ الْعَدُوَّ
فَقِفْ مِنْ أَصْحَابِكَ وَسَطًا وَلَا تَدْنُ
مِنَ الْقَوْمِ دُنُوَّ مَنْ يُرِيدُ أَنْ يُنْشِبَ
الْحَرْبَ وَلَا تَبَاعَدْ مِنْهُمْ تَبَاعُدَ مَنْ
يَهَابُ الْبَأْسَ، حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ أَمْرِي، وَلَا
يَحْمِلَنَّكُمْ شَنَآنُهُمْ عَلَىٰ قِتَالِهِمْ قَبْلَ دُعَائِهِمْ
وَالْإِعْذَارِ إِلَيْهِمْ۔

خدا سے ڈرتے رہنا، اس سے ملنا لازمی ہے اور اس کے سوا کہیں تمہارا سفر ختم ہونے کا نہیں۔ اسی سے لڑنا جو تم سے لڑے دونوں ٹھنڈے وقت کوچ کرنا۔ دوپہر کو پڑاؤ کرنا اور شروع رات میں نہ چلنا۔ کیونکہ خدا نے رات سکون و قیام کے لیے بنائی ہے۔ سفر کے لیے نہیں۔ تمہیں اپنے جسم کو بھی آرام دینا چاہیے۔ اور اپنی سواری کو بھی۔ پھر جب پو پھٹے اور صبح ہو تو برکت الٰہی کے ساتھ کوچ کرنا اور جب دشمن کا سامنا ہو اپنے ساتھیوں کے بیچ میں ٹھہرنا دشمن کے اتنے نزدیک ہو جانا کہ معلوم ہو کہ لڑائی شروع ہی کر دو گے اور نہ اتنے دور رہنا کہ شک گزرے۔ جنگ سے جی چراتے ہو۔ میرے حکم کا انتظار کرنا عداوت تمہیں لڑائی شروع کرنے پر آمادہ نہ کر دے مگر ہاں یہ کہ دعوت دے کر عذر کا دروازہ ان پر پہلے بند کر چکے ہو۔

۱۳۔ دو فوجی افسروں کے نام

...رتُ عليكما وعلى من في
حيّزكما ...لك بن الحارث الاشتر
فاسمعا له واطيعا واجعلاه درعا
ومجنا فانه ممن لا يخاف وهنه
ولا سقطته ولا بطؤه عما الاسراع اليه
احزم ولا اسراعه الى ما البطء
عنه امثل.

میں نے تم پر اور تمھارے ساتھ کی فوجوں پر مالک بن حارث اشتر کو امیر مقرر کر دیا ہے۔ لہذا مالک کی سنو۔ ان کی نافرمانی نہ کرو اور انھیں اپنے لیے زرہ بنالو۔ مالک اشتر ان لوگوں میں ہیں جن سے اندیشہ نہیں کیا جا سکتا نہ کمزوری کا، نہ غلطی کا، نہ جلدی کے موقع پر سستی کا، نہ دھیرج کے موقعے پر جلد بازی کا۔

۱۴۔ جنگ صفین شروع ہونے سے پہلے فوج کو وصیت

لا تقاتلوهم حتى يبدؤوكم فانكم
بحمد الله على حجة وترككم اياهم حتى يبدؤوكم
حجة اخرى لكم عليهم فاذا كانت الهزيمة
باذن الله فلا تقتلوا مدبرا ولا تصيبوا
معورا ولا تجهزوا على جريح ولا تهيجوا
النساء باذى وان شتمن اعراضكم وسببن
امراءكم فانهن ضعيفات القوى والانفس
والعقول ان كنا لنؤمر بالكف عنهن وانهن
لمشركات وان كان الرجل ليتناول المراة
في الجاهلية بالفهر او الهراوة فيعير
بها وعقبه من بعده.

لڑائی میں تم پہل نہ کرو۔ دشمن کو پہل کرنے دو۔ اس لیے کہ تم بحمد اللہ حق و صداقت پر استوار ہو۔ ان کے حملے سے پہلے تمھارا حملہ نہ کرنا ان پر تمھاری طرف سے ایک اور حجت ہو جائے گا۔ اگر بحکم خدا دشمن کو شکست ہو تو بھاگنے والے کو قتل کرنا، نہ ہتھیار ڈال دینے والے کو۔ نہ کسی زخمی کو مارنا۔ نہ کسی عورت کو ستانا اگرچہ وہ تمھیں گالیاں دیں اور تمھارے افسروں کو کوسیں۔ عورتیں کمزور ہوتی ہیں اپنے جسم میں بھی، نفس میں بھی، ہمیں عورتوں سے تعرض نہ کرنے کا حکم دیا جاتا تھا، حالانکہ وہ مشرک تھیں۔ جاہلیت میں بھی۔ اگر کوئی آدمی عورت کو پتھر یا لاٹھی سے مار دیتا تھا تو خود بھی رسوا ہو جاتا تھا اور اس کی نسلوں کو بھی نام دھرا جاتا تھا۔

١٥۔ مقابلے کے وقت

جب دشمن سے لڑنے تشریف لے جاتے تھے، تو فرماتے تھے!

اَللّٰهُمَّ، اِلَیْكَ اَفْضَتِ الْقُلُوْبُ، وَمُدَّتِ الْاَعْنَاقُ، وَشَخَصَتِ الْاَبْصَارُ وَ نُقِلَتِ الْاَقْدَامُ، وَاُنْضِیَتِ الْاَبْدَانُ

اَللّٰهُمَّ!
قَدْ صَرَّحَ مَكْنُوْنُ الشَّنَاٰنُ وَجَاشَتْ مَرَاجِلُ الْاَضْغَانِ۔

اَللّٰهُمَّ!
اِنَّا نَشْكُوْ اِلَیْكَ غَیْبَةَ نَبِیِّنَا وَكَثْرَةَ عَدُوِّنَا، وَتَشَتُّتَ اَهْوَائِنَا۔

رَبَّنَا!
افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ۔

خدایا! دل تیری (ہی) طرف جھکتے ہیں۔ گردنیں تیری ہی طرف اٹھتی اور نگاہیں تیری ہی طرف اٹھتی ہیں، تیری راہ میں قدم چلتے اور بدن کمزور کئے جاتے ہیں۔

اے اللہ!
چھپے ہوئے کینے کھل گئے، دشمنوں کی پتیلیاں (کینہ) کھول رہی ہیں۔

معبود!
اپنے نبی کی غیبت، دشمنوں کی زیادتی، جذبات کے انتشار پر فریاد۔

خدایا!
ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کو فتح دے کر تو بہترین فتح دینے والا ہے"

(رسہ ۸۹)

۱۶۔ ساتھیوں سے

جنگ کے موقع پر حضرت اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے

لَا تَشْتَدَّنَّ عَلَيْكُمْ فَرَّةٌ بَعْدَهَا كَرَّةٌ، وَلَا جَوْلَةٌ بَعْدَهَا حَمْلَةٌ، وَأَعْطُوا السُّيُوفَ حُقُوقَهَا، وَوَطِّنُوا لِلْجُنُوبِ مَصَارِعَهَا، وَاذْمُرُوا أَنْفُسَكُمْ عَلَى الطَّعْنِ الدَّعْسِيِّ، وَالضَّرْبِ الطِّلَحْفِيِّ، وَأَمِيتُوا الْأَصْوَاتَ فَإِنَّهُ أَطْرَدُ لِلْفَشَلِ فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، مَا أَسْلَمُوا وَلَكِنِ اسْتَسْلَمُوا، وَأَسَرُّوا الْكُفْرَ فَلَمَّا وَجَدُوا أَعْوَانًا عَلَيْهِ أَظْهَرُوهُ!

(اگر وقت آ جائے تو) دوبارہ حملے کے لیے پیچھے ہٹنا اور فرار کرنے کے دشمن پر ہجوم کرنا ناگوار اور ہمت شکستہ نہ ہو۔ اور تلواروں کو ان کا حصہ (دشمن) دے دو۔ (یہ حسرت نہ رہے کہ کاش تلوار چلاتے) اور انھیں ان کی قتل گاہ (زمین) پر پہنچا دو۔ اپنے دل کو سخت و خطرناک نیزہ بازی و مبسوط شمشیر زنی کے لیے تیار کر لو۔ آوازیں دبا دو (خاموش رہو) کہ پریشانی و خوف کو دور کرنے والی چیز ہے۔ دانوں کو چاک اور انسان کے پیدا کرنے والے کی قسم! یہ لوگ اسلام نہیں لائے ہیں ظاہر تو یہی کیا مگر کفر چھپا لیا ہے جب بھی اس کے طرفدار مل جائیں گے۔ یہ کفر کو ظاہر کر دیں گے!

۱۷۔ معاویہ کو جواب

سوال امارت شام غلط ہے!

فَأَمَّا طَلَبُكَ إِلَيَّ الشَّامَ فَإِنِّي لَمْ أَكُنْ لِأُعْطِيَكَ الْيَوْمَ مَا مَنَعْتُكَ أَمْسِ وَأَمَّا قَوْلُكَ إِنَّ الْحَرْبَ قَدْ أَكَلَتِ الْعَرَبَ إِلَّا حُشَاشَاتِ أَنْفُسٍ بَقِيَتْ، أَلَا وَمَنْ أَكَلَهُ الْحَقُّ فَإِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ أَكَلَهُ الْبَاطِلُ فَإِلَى النَّارِ۔ وَأَمَّا اسْتِوَاؤُنَا فِي الْحَرْبِ وَالرِّجَالِ فَلَسْتَ بِأَمْضَى عَلَى الشَّكِّ مِنِّي عَلَى الْيَقِينِ۔ وَلَيْسَ أَهْلُ الشَّامِ بِأَحْرَصَ عَلَى الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ عَلَى الْآخِرَةِ وَأَمَّا قَوْلُكَ إِنَّا بَنُو عَبْدِ مَنَافٍ فَكَذَلِكَ نَحْنُ وَلَكِنْ لَيْسَ أُمَيَّةُ كَهَاشِمٍ وَلَا حَرْبٌ كَعَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَلَا أَبُو سُفْيَانَ كَأَبِي طَالِبٍ وَلَا الْمُهَاجِرُ كَالطَّلِيقِ وَلَا الصَّرِيحُ كَاللَّصِيقِ، وَلَا الْمُحِقُّ كَالْمُبْطِلِ وَلَا الْمُؤْمِنُ كَالْمُدْغِلِ وَلَبِئْسَ الْخَلَفُ (خَلَفٌ) يَتْبَعُ سَلَفاً هَوَى فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔

وَفِي أَيْدِينَا بَعْدُ فَضْلُ النُّبُوَّةِ الَّتِي

تمھاری یہ خواہش کہ شام تمھیں دے دوں، تو میں آج وہ چیز دینے کا نہیں، جس سے کل انکار کر چکا ہوں اور تمھارا یہ کہنا کہ جنگ نے عرب کو کھا ڈالا ہے اور اب کچھ سانسیں ہی باقی رہ گئی ہیں تو سن لو جسے حق نے کھایا ہے وہ جنت سے شاد کام ہو چکا ہے اور جسے باطل نے کھایا ہے وہ دوزخ کا ایندھن بن گیا ہے! اور تمھارا یہ کہنا کہ ہم دونوں جنگ اور فوج میں برابر ہیں تو سمجھ لو۔ تم شک پر اس قدر تیز نہیں چل سکتے جس قدر تیز میں یقین پر چل سکتا ہوں۔ پھر شام والے دنیا کے اتنے خواہش مند نہیں جتنے عراق والے جنت کے خواہشمند ہیں اور تمھارا یہ کہنا کہ ہم دونوں عبد مناف کی اولاد ہیں تو یہ سچ ہے، لیکن یہ بھی یاد رہے کہ نہ امیہ ہاشم کے برابر ہے، نہ حرب عبد المطلب کے برابر، نہ ابوسفیان ابوطالب کے برابر ہے، نہ طلیق، مہاجر کے برابر، نہ باطل والا حق والے کے برابر ہے، نہ مفسد مومن کے برابر۔ وہ نسل کیسی بری ہے جو ان بزرگوں کے پیچھے آئی ہے جو جہنم میں گر چکے ہیں۔

اور تمھیں یہ تو یاد ہی نہ رہا کہ ہمارے ہاتھ میں نبوت کی

أَذْلَلْنَا بِهَا الْعَزِيزَ وَأَعْزَزْنَا بِهَا الذَّلِيلَ
وَلَمَّا أَدْخَلَ اللهُ الْعَرَبَ فِي دِينِهِ
أَفْوَاجًا، وَأَسْلَمَتْ لَهُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ
[illegible] وَكَرْهًا كُنْتُمْ مِمَّنْ دَخَلَ فِي
الدِّينِ [illegible] إِمَّا رَغْبَةً وَإِمَّا رَهْبَةً عَلَىٰ
حِينَ فَازَ أَهْلُ السَّبْقِ بِسَبْقِهِمْ
وَذَهَبَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ
بِفَضْلِهِمْ فَلَا تَجْعَلَنَّ لِلشَّيْطَانِ
فِيكَ نَصِيبًا وَلَا عَلَىٰ نَفْسِكَ سَبِيلًا

فضیلت بھی ہے۔ اسی نبوت کے ذریعے ہم نے طاقتوروں
کو نیچا دکھایا، اور گرے ہوؤں کو سربلند کر دیا اور
جب خدا نے عرب کو جوق در جوق اپنے دین میں داخل
کیا اور یہ قوم اسلام کے آگے خوشی یا ناخوشی سے جھک
گئی تو تم ان لوگوں میں سے تھے جو دین میں طمع یا خوف
سے داخل ہوئے تھے اور یہ بھی اس وقت جب دین میں
سبقت کرنے والے سبقت لے جا چکے تھے اور مہاجرین اولین فضیلت
سے شاد کام ہو چکے تھے تو اب تمہارے لیے سب سے اچھی
بات یہ ہے کہ شیطان کو اپنے دل کا حصہ دار نہ بناؤ
اور اپنے آپ پر اسے چھا جانے کا موقع نہ دو۔

۱۸۔ گورنر بصرہ، عبداللہ بن عباس کے نام[1]

بنی تمیم کی سفارش

وَاعْلَمْ أَنَّ الْبَصْرَةَ مَهْبِطُ إِبْلِيسَ وَمَغْرِسُ الْفِتَنِ فَحَادِثْ أَهْلَهَا بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِمْ وَاحْلُلْ عُقْدَةَ الْخَوْفِ عَنْ قُلُوبِهِمْ۔

وَقَدْ بَلَغَنِي تَنَمُّرُكَ لِبَنِي تَمِيمٍ وَغِلْظَتُكَ عَلَيْهِمْ وَإِنَّ بَنِي تَمِيمٍ لَمْ يَغِبْ لَهُمْ نَجْمٌ إِلَّا طَلَعَ لَهُمْ آخَرُ وَإِنَّهُمْ لَمْ يُسْبَقُوا بِوَغْمٍ فِي جَاهِلِيَّةٍ وَلَا إِسْلَامٍ وَإِنَّ لَهُمْ بِنَا رَحِماً مَاسَّةً وَقَرَابَةً خَاصَّةً نَحْنُ مَأْجُورُونَ عَلَى صِلَتِهَا وَمَأْزُورُونَ عَلَى قَطِيعَتِهَا فَارْبَعْ أَبَا الْعَبَّاسِ رَحِمَكَ اللَّهُ فِيمَا جَرَى عَلَى لِسَانِكَ وَيَدِكَ مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ، فَإِنَّا شَرِيكَانِ فِي ذَلِكَ وَكُنْ عِنْدَ صَالِحِ ظَنِّي بِكَ وَلَا يَفِيلَنَّ رَأْيِي فِيكَ وَالسَّلَامُ۔

تمہیں جاننا چاہیے کہ بصرہ وہ جگہ ہے جہاں ابلیس اترتا ہے اور جہاں فتنوں کی کھیتی ہوتی ہے۔ تم بصرہ والوں سے اچھا سلوک کرو۔ ان کے دلوں سے خوف کی گرہیں نکال دو۔

مجھے خبر ملی ہے کہ اے عبداللہ تو بنی تمیم کے مقابلے میں شیر بن گیا ہے اور ان پر تیری سختیاں جاری ہیں، حالانکہ بنی تمیم وہ ہیں کہ ان کا ایک ستارہ ڈوبتا ہے تو دوسرا ستارہ طلوع ہوتا ہے۔ جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی ان سے کوئی پیش نہ پا سکا۔ پھر ہم سے ان کا رشتہ قریبی ہے۔ تعلق نزدیک کا ہے۔ ہم اس رشتہ کو جوڑیں گے تو ثواب پائیں گے، کاٹیں گے تو گناہگار ہوں گے۔ لہٰذا ابن عباسؓ خدا کی رحمت ہو تجھ پر! اپنی زبان سے اور ہاتھ سے خیر و شر میں ہشیار رہ کیونکہ تو میری طرف سے حاکم ہے اور تیرے کاموں کی ذمہ داری مجھ پر بھی ہے میرے حسن ظن کے مطابق ثابت ہو۔ تجھ سے میرا حسن ظن کمزور نہ پڑنے پائے۔ والسلام

یہ مکتوب بھی اس روح اور اسپرٹ کا آئینہ دار ہے جو عدل و انصاف کے اعتبار سے دورِ مرتضوی کا مابہ الامتیاز شعار تھی!

(رئیس احمد جعفری)

---

[1] حضرت ابن عباسؓ نے بنی تمیم پر اس لیے سختی کی تھی کہ جنگ جمل میں انھوں نے طلحہؓ اور زبیرؓ کا ساتھ دیا بعض شیعیان علیؓ نے ابن عباسؓ کی شکایت کی تو امیر المومنین علیہ السلام نے یہ خط لکھا۔

۱۹۔ ایک عہدے دار کے نام

شکایت سن کر

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ دَهَاقِينَ أَهْلِ بَلَدِكَ شَكَوْا مِنْكَ غِلْظَةً وَقَسْوَةً، وَاحْتِقَاراً وَجَفْوَةً، وَنَظَرْتُ فَلَمْ أَرَهُمْ أَهْلاً لِأَنْ يُدْنَوْا لِشِرْكِهِمْ، وَلَا أَنْ يُقْصَوْا وَيُجْفَوْا لِعَهْدِهِمْ، فَالْبَسْ لَهُمْ جِلْبَاباً مِنَ اللِّينِ تَشُوبُهُ بِطَرَفٍ مِنَ الشِّدَّةِ، وَدَاوِلْ لَهُمْ بَيْنَ الْقَسْوَةِ وَالرَّأْفَةِ، وَامْزُجْ لَهُمْ بَيْنَ التَّقْرِيبِ وَالْإِدْنَاءِ، وَالْإِبْعَادِ وَالْإِقْصَاءِ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ.

تمہارے علاقے کے زمینداروں نے تمہاری سختی، سنگ دلی، تحقیر اور بے پروائی کی شکایت کی ہے۔ میں نے انہیں منہ نہیں لگایا کہ مشرک ہیں مگر ان سے بے پروائی برتنا بھی ٹھیک نہ تھا کہ ہم میں اس میں معاہدہ موجود ہے تو تم ایسا کرو کہ ان کے لیے نرمی کا لباس پہن لو جس کے کناروں پر سختی کی گوٹ ہو۔ نرمی اور سختی کے بین بین سلوک کرو۔ نہ ایسا کرو کہ بالکل دور ہو جائیں اور نہ ایسا کہ بالکل قریب آ جائیں۔ ایک درمیانی برتاؤ ان سے کرتے رہو۔

۲۰۔ زیاد بن ابیہ کے نام ایک خط

امانت داری کی تاکید

وَإِنِّي أُقْسِمُ بِاللَّهِ قَسَماً صَادِقاً، لَئِنْ بَلَغَنِي أَنَّكَ خُنْتَ مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئاً صَغِيراً أَوْ كَبِيراً، لَأَشُدَّنَّ عَلَيْكَ شَدَّةً تَدَعُكَ قَلِيلَ الْوَفْرِ، ثَقِيلَ الظَّهْرِ، ضَئِيلَ الْأَمْرِ، وَالسَّلَامُ.

قسم کھاتا ہوں اللہ کی سچی قسم کہ مسلمانوں کے مال میں تیری ذرا سی خیانت بھی سن لوں گا تو ایسی سختی سے پیش آؤں گا کہ تو بے سروسامان ہو کر رہ جائے گا تیری پیٹھ بوجھل ہو جائے گی اور تو کہیں کا بھی نہ رہے گا۔

والسلام

لہ اسے عبداللہ بن عباس نے بصرہ کا نائب گورنر بنایا تھا اور خود عبداللہ امیرالمومنین کی طرف سے اس زمانہ میں اہواز فارس اور کرمان کے گورنر تھے۔

رضی

۲۱- زیاد بن ابیہ کے نام ایک اور خط

فضول خرچی سے ہوشیار!

فَدَعِ الْإِسْرَافَ مُقْتَصِداً، وَاذْكُرْ فِي الْيَوْمِ غَداً، وَأَمْسِكْ مِنَ الْمَالِ بِقَدْرِ ضَرُورَتِكَ، وَقَدِّمِ الْفَضْلَ لِيَوْمِ حَاجَتِكَ.

أَتَرْجُو أَنْ يُعْطِيَكَ اللّٰهُ أَجْرَ الْمُتَوَاضِعِينَ وَأَنْتَ عِنْدَهُ مِنَ الْمُتَكَبِّرِينَ، وَتَطْمَعُ ــــ وَأَنْتَ مُتَمَرِّغٌ فِي النَّعِيمِ تَمْنَعُهُ الضَّعِيفَ وَالْأَرْمَلَةَ ــ أَنْ يُوجِبَ لَكَ ثَوَابَ الْمُتَصَدِّقِينَ وَإِنَّمَا الْمَرْءُ مَجْزِيٌّ بِمَا أَسْلَفَ وَقَادِمٌ عَلَى مَا قَدَّمَ وَالسَّلَامُ!

اعتدال کی راہ سے اسراف کو چھوڑ دے۔ آج کے دن کل کو یاد کر۔ جتنی ضرورت ہے اتنا ہی مال رکھ جو زیادہ ہو اُسے اپنی محتاجی کے دنوں کے لیے آگے بڑھا جا[1]

کیا تو امید کرتا ہے کہ خدا تجھے خاکساروں کا اجر دے گا جب کہ تو اس کے نزدیک متکبروں میں سے ہے! اور تجھے صدقہ کرنے والوں کا ثواب ملے گا جب کہ تو عیش میں لوٹ رہا ہے۔ کمزوروں اور بے نواؤں کو محروم کر چکا ہے۔ آدمی کو اسی عمل کا ثواب ملتا ہے جو وہ انجام دے چکا ہے۔ آدمی وہی پاتا ہے جو آگے بھیج چکا ہے۔

والسلام

---

[1] یعنی آخرت کی زندگی کے لیے جب آدمی محتاج ہوگا نیکیاں کما نہ سکے گا۔

۲۲۔ عبداللہ ابن عباسؓ کے نام ایک مکتوب

أمّا بعدُ، فإنّ المرءَ قد يسرّهُ دَركُ ما لم يكن ليفوتَهُ، ويسوؤهُ فوتُ ما لم يكن ليدركَهُ، فليكن سرورُكَ بما نلتَ من آخرتِكَ، وليكن أسفُكَ على ما فاتَكَ منها، وما نلتَ من دنياكَ فلا تُكثِر به فرحاً، وما فاتَكَ منها فلا تأسَ عليه جزعاً، وليكن همُّكَ فيما بعدَ الموتِ۔

ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ مجھے جو فائدہ اس کلام سے حاصل ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور کلام سے حاصل نہیں ہوا۔ (رضی)

آدمی کبھی وہ چیز پا کے خوش ہوتا ہے جس سے محروم ہونے والا نہیں اور کبھی ایسی چیز کی محرومی اسے مغموم کر دیتی ہے جو حاصل ہونے والی نہیں ہوتی۔ لہٰذا تمہاری خوشی اسی کامیابی پر ہو جو آخرت سے تعلق رکھتی ہے اور تمہارا افسوس بھی آخرت ہی کی کسی چیز سے محرومی پر ہو۔ دنیا کی کسی کامیابی پر تمہاری خوشی زیادہ نہ ہونے پائے اور دنیا کی کسی چیز سے محرومی بھی تمہیں غمگین نہ کرے۔ تمہاری پوری فکر موت کے بعد کے لیے ہونی چاہیے۔

یہ پورا خط مع تغایر فی عبارت العقد الفرید ج ۱ ص ۲۹۹ طبع مصر سنہ ۱۳۲۱ھ پر موجود ہے۔

۲۳۔ ابنِ ملجم کے قاتلانہ حملے کے بعد

امیر المومنین کی وصیت

وَصِيَّتِي لَكُمْ أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئاً وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَلَا تُضَيِّعُوا سُنَّتَهُ أَقِيمُوا هٰذَيْنِ الْعَمُودَيْنِ وَأَوْقِدُوا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ وَخَلَاكُمْ ذَمٌّ أَنَا بِالْأَمْسِ صَاحِبُكُمْ وَالْيَوْمَ عِبْرَةٌ لَكُمْ وَغَداً مُفَارِقُكُمْ إِنْ أَبْقَ فَأَنَا وَلِيُّ دَمِي وَإِنْ أَفْنَ فَالْفَنَاءُ مِيعَادِي۔ وَإِنْ أَعْفُ فَالْعَفْوُ لِي قُرْبَةٌ وَهُوَ لَكُمْ حَسَنَةٌ فَاعْفُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَكُمْ وَاللهِ مَا فَجَأَنِي مِنَ الْمَوْتِ وَارِدٌ كَرِهْتُهُ وَلَا طَالِعٌ أَنْكَرْتُهُ وَمَا كُنْتُ إِلَّا كَقَارِبٍ وَرَدَ وَطَالِبٍ وَجَدَ وَمَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ۔

تم سب کو میری وصیت ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ضائع نہ ہونے دینا۔ یہ دو ستون تم نے قائم کر لیے تو کیا کہنا ہے تمہارا۔ کل میں تمہارا ساتھی تھا۔ آج تمہارے لیے عبرت ہوں اور آیندہ کل تم سے جدا ہو جانے والا ہوں۔ اگر میں بچ گیا تو اپنے خون کا خود مجھے اختیار ہے۔ فنا ہو گیا تو فنا ہی کی طرف مجھے لوٹنا تھا۔ قاتل کو معاف کر دوں گا تو یہ معاف کرنا میرے لیے قربتِ الٰہی کا سبب بن جائے گا اور اس میں تمہارے لیے بھی بھلائی ہوگی۔ تو اے لوگو! معاف کرو۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ خدا تمہیں معاف کر دے۔

بخدا موت کے کسی پیامبر سے بھی میں نے کراہت نہیں کی، موت کے کسی قاصد سے بھی مجھے وحشت نہیں ہوئی۔ آج میری مثال اس پیاسے کی سی ہے جو پانی کی تلاش میں گھاٹ پر پہنچ گیا ہو یا گم گشتہ متاع کے جویندہ کی جسے اپنی جستجو میں کامیابی نصیب ہو گئی ہو۔

خدا کے پاس جو کچھ ہے، نیکوکاروں کے لیے بہتر ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں۔ اس کلام مبارک کا ایک جز ایک سوا[illegible] میں بھی گزر چکا ہے لیکن بعض افادی پہلوؤں کے مدنظر مکرر رکھنا ضروری ہے۔ (راغب نقوی)

۲۴۔ صفین سے واپسی پر اپنی جائداد کے بارے میں وصیت

هٰذَا مَا أَمَرَ بِهِ عَبْدُ اللّٰهِ عَلِيُّ بْنُ
أَبِي طَالِبٍ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي مَالِهِ
ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ لِيُولِجَهُ بِهِ الْجَنَّةَ
وَيُعْطِيَهُ بِهِ الْأَمَنَةَ۔

(مِنْهَا) فَإِنَّهُ يَقُومُ بِذٰلِكَ الْحَسَنُ
بْنُ عَلِيٍّ يَأْكُلُ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ وَيُنْفِقُ
فِي الْمَعْرُوفِ فَإِنْ حَدَثَ بِحَسَنٍ حَدَثٌ
وَحُسَيْنٌ حَيٌّ قَامَ بِالْأَمْرِ بَعْدَهُ وَأَصْدَرَهُ
مَصْدَرَهُ۔

وَإِنَّ لِابْنَيْ فَاطِمَةَ مِنْ صَدَقَةِ عَلِيٍّ
مِثْلَ الَّذِي لِبَنِي عَلِيٍّ وَإِنِّي إِنَّمَا جَعَلْتُ
الْقِيَامَ بِذٰلِكَ إِلَى ابْنَيْ فَاطِمَةَ ابْتِغَاءَ
وَجْهِ اللّٰهِ وَقُرْبَةً إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ وَتَكْرِيمًا
لِحُرْمَتِهِ وَتَشْرِيفًا لِوُصْلَتِهِ وَيَشْتَرِطُ عَلَى الَّذِي
يَجْعَلُهُ إِلَيْهِ أَنْ يَتْرُكَ الْمَالَ عَلَى أُصُولِهِ
وَيُنْفِقَ مِنْ ثَمَرِهِ حَيْثُ أُمِرَ بِهِ وَهُدِيَ
لَهُ وَأَنْ لَا يَبِيعَ مِنْ أَوْلَادِ نَخِيلِ هٰذِهِ
الْقُرَى وَدِيَّةً حَتّٰى تُشْكِلَ أَرْضُهَا غِرَاسًا
وَمَنْ كَانَ مِنْ إِمَائِي اللَّاتِي أَطُوفُ عَلَيْهِنَّ
لَهَا وَلَدٌ أَوْ هِيَ حَامِلٌ فَتُمْسَكُ عَلَى وَلَدِهَا وَ
هِيَ مِنْ حَظِّهِ فَإِنْ مَاتَ وَلَدُهَا وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ
قَدْ أُفْرِجَ عَنْهَا الرِّقُّ وَحَرَّرَهَا الْعِتْقُ۔

یہ ہے وہ جس کا حکم دیا ہے اللہ کے بندے علی ابن ابی طالب
نے اپنی جائداد کے بارے میں اور اس سے اس کی غرض اللہ تعالیٰ
کی رضا جوئی ہے۔ تاکہ اس کے جنت میں جانے اور امن
پانے کا ذریعہ بن جائے۔

اس وقف کا متولی حسنؑ بن علیؑ ہوگا۔ نیکی کے ساتھ
اس میں سے کھائے گا اور نیکی کے ساتھ خرچ کرے گا۔
اگر حسنؑ کو کچھ ہو جائے گا اور حسینؑ زندہ ہو تو حسنؑ کا قائم
مقام ہوگا اور اسی کی روش پہ چلے گا۔

علیؑ کے اس وقف میں بنی فاطمہؑ اور بنی علیؑ کا حق برابر
ہے میں نے اس وقف کا متولی فاطمہؑ کے دونوں بیٹوں کو
اس لیے بنایا ہے کہ خدا کی خوشنودی اور رسول خدا کی
قربت ہو۔ ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتے
کی بزرگی کا بھی اعتراف ہو۔

متولی کے لیے ضروری ہے کہ جائداد کو اصلی حالت پر رہنے
دے صرف اس کی آمدنی وصیت کے مطابق خرچ کرے۔
کسی نخلستان کو اس وقت تک نہ بیچے جب تک اس کی
بہت سی نسل پیدا نہ ہو جائے۔

اور میری کنیزوں میں سے جو حاملہ ہو اور اسے بچہ ہو جائے تو وہ
اپنے بچے کی وجہ سے آزاد ہے اور اگر بچہ مر جائے اور وہ خود زندہ رہے
تو بھی آزاد ہے۔ اس کی غلامی ختم ہو گئی اور آزادی مل گئی۔

٢٥۔ زکاۃ کے تحصیلداروں کے نام فرمان

وكان يكتبها لمن يستعمله على الصدقات

وإنما ذكرنا هنا جملاً منها ليعلم بها أنه كان يقيم عماد الحق ويشرع أمثلة العدل في صغير الأمور وكبيرها ودقيقها وجليلها: رضی

انْطَلِقْ عَلَى تَقْوَى اللهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَلَا تُرَوِّعَنَّ مُسْلِماً، وَلَا تَجْتَازَنَّ عَلَيْهِ كَارِهاً، وَلَا تَأْخُذَنَّ مِنْهُ أَكْثَرَ مِنْ حَقِّ اللهِ فِي مَالِهِ، فَإِذَا قَدِمْتَ عَلَى الْحَيِّ فَانْزِلْ بِمَائِهِمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ تُخَالِطَ أَبْيَاتَهُمْ، ثُمَّ امْضِ إِلَيْهِمْ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ حَتَّى تَقُومَ بَيْنَهُمْ فَتُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ، وَلَا تُخْدِجْ بِالتَّحِيَّةِ لَهُمْ، ثُمَّ تَقُولُ: عِبَادَ اللهِ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكُمْ وَلِيُّ اللهِ وَخَلِيفَتُهُ لِآخُذَ مِنْكُمْ حَقَّ اللهِ فِي أَمْوَالِكُمْ، فَهَلْ لِلّٰهِ فِي أَمْوَالِكُمْ مِنْ حَقٍّ فَتُؤَدُّوهُ إِلَى وَلِيِّهِ؟ فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: لَا، فَلَا تُرَاجِعْهُ، وَإِنْ أَنْعَمَ لَكَ مُنْعِمٌ فَانْطَلِقْ مَعَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ تُخِيفَهُ أَوْ تُوعِدَهُ أَوْ تَعْسِفَهُ أَوْ تُرْهِقَهُ، فَخُذْ مَا أَعْطَاكَ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ

اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کے تقوے کے ساتھ اپنے کام پر روانہ ہو۔ خبردار کسی مسلمان کو خوف زدہ نہ کرنا۔ خبردار کسی مسلمان کی طرف سے اس حال میں نہ گزرنا کہ تمھیں ناپسند کرتا ہو۔ خدا کے مقرر کیے ہوئے حق سے زیادہ کچھ نہ لینا۔ جب کسی علاقے میں پہنچنا تو آبادی کے باہر کنوئیں پر اترنا۔ کسی کے گھر میں نہ اترنا۔ پھر سکون و وقار کے ساتھ آبادی میں داخل ہونا لوگوں کو سلام کرنا۔ اگر انھوں نے صاحب سلامت نہ کی ہو تو پروا نہ کرنا۔ تم خود پوری طرح صاحب سلامت کرنا۔ اس کے بعد ان سے کہنا خدا کے بندو، اللہ کے ولی اور خلیفہ نے مجھے بھیجا ہے کہ تمھارے مال میں سے خدا کا حق وصول کرلوں۔ تو اب تم بتاؤ کیا خدا کا کوئی حق تمھارے مال میں واجب الادا ہے جسے اس کے ولی کے حوالے کیا جائے۔ تمھارے اس کہنے پر اگر کوئی انکار کرے تو حجت نہ کرنا۔ اگر کہے ہاں ہے تو اس کے ساتھ جانا، مگر اس طرح کہ نہ ڈرانا، نہ دھمکانا، نہ ستانا، بلکہ سونا چاندی جو کچھ پیش کرے لے لینا۔

اور اگر اس کے پاس مویشی اور اونٹ ہیں تو ان کے گلے میں اس کی اجازت کے بغیر نہ جانا کیونکہ اکثر مال اسی کے تو ہیں، اور جب مالک کی اجازت سے جانا تو اس طرح نہیں گویا تم افسر ہو۔ ہرگز کوئی سختی تمھاری طرف سے نہ ہونے پائے، کسی جانور کو نہ بھڑکانا، نہ سہمانا نہ مالک کو اپنے

فان کان له ماشیة او ابل فلا تدخلها الا باذنه فان اکثرها له. فاذا اتیتها فلا تدخل علیها دخول متسلط علیه ولا عنیف به ولا تنفرن بهیمة ولا تفزعنها ولا تسوءن صاحبها فیها واصدع المال صدعین ثم خیره فاذا اختار فلا تعرضن لما اختاره فاذا اختار فلا تعرضن لما اختاره ثم اصدع الباقی صدعین ثم خیره فاذا اختار فلا تعرضن لما اختاره فلا تزال کذلک حتی یبقی ما فیه وفاء لحق الله فی ماله فاقبض حق الله منه فان استقالک فاقله ثم اخلطهما ثم اصنع مثل الذی صنعت اولا حتی تاخذ حق الله فی ماله. ولا تاخذن عودا ولا هرمة ولا مکسورة ولا مهلوسة ولا ذات عوار. ولا تأمنن علیها الا من تثق بدینه رافقا بمال المسلمین حتی یوصله الی ولیهم فیقسمه بینهم ولا توکل بها الا ناصحا شفیقا وامینا حفیظا غیر معنف ولا مجحف ولا ملغب ولا متعب ثم احدر الینا

طرزِ عمل سے رنجیدہ کرنا،

جو کچھ مال ہو اس کے دو حصے کر دینا۔ اور مالک کو اختیار دینا کہ اپنے لیے جو حصہ چاہے پسند کرے۔ اس کی پسند پر اعتراض نہ کرنا۔ اب جو ایک حصہ رہا ہے اُسے بھی دو حصوں میں بانٹ دینا اور مالک سے کہنا کہ جو حصہ چاہے اپنے لیے پسند کر لے اور تم اس کی پسند پر معترض نہ ہونا۔ اسی طرح تقسیم در تقسیم کرتے چلے جانا، یہاں تک کہ اس مال میں خدا کا جو حق ہے نکل آئے۔ تم اس حق کو لے لینا۔

لیکن اگر اس کارروائی کے بعد بھی مالک چاہے کہ پورے مال کی پھر سے تقسیم ہو تو تم بے چون و چرا منظور کر لینا سب جانوروں کو دوبارہ ملا دینا اور پہلے کی طرح مالک کی مرضی کے مطابق تقسیم در تقسیم کرتے چلے جانا۔ یہاں تک کہ خدا کا حق بے باق ہو جائے۔ لیکن کوئی بوڑھا۔ مریل، لنگڑا لولا، بیمار، عیبی جانور نہ لینا۔

زکوٰۃ کے اس مال کو ایسے آدمی کے سپرد کر دینا جس کے دین پر تمہیں بھروسہ ہو جو مسلمانوں کے مال کا ہمدرد ہو، یہاں تک کہ یہ مال ان کے ولی کے پاس پہنچ جائے اور ولی ان میں تقسیم کر دے۔ ایسے ہی آدمی کے سپرد کرنا جو خیر خواہ ہو، ترس کھانے والا ہو۔ امین ہو، حفاظت کرنے والا ہو، جانوروں کے حق میں بے رحم نہ ہو، انہیں دوڑانے، ہنکانے، ستانے، دُبلا کر ڈالنے والا نہ ہو، پھر تم سب کچھ لے کر سستی کیے بغیر ہمارے پاس چلے آنا، ہم اس مال کو حکمِ الٰہی کے مطابق ٹھکانے لگا دیں گے۔

مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ مِنَ الصَّدَقَةِ مِنْ حَيْثُ أَمَرَ
اللّٰهُ، فَإِذَا أَخَذْتَهَا أَمِينَكَ فَاعْهَدْ
إِلَيْهِ أَنْ لَا يَحُولَ بَيْنَ نَاقَةٍ وَبَيْنَ فَصِيلِهَا
وَلَا يَصُرَّ لَبَنَهَا فَيَضُرَّ ذٰلِكَ بِوَلَدِهَا
وَلَا يُجْهِدَنَّهَا رُكُوبًا، وَلْيَعْدِلْ بَيْنَ
صَوَاحِبَاتِهَا فِي ذٰلِكَ وَبَيْنَهَا وَلْيُرَفِّهْ
عَلَى اللَّاغِبِ وَلْيَسْتَأْنِ بِالنَّقِبِ وَالظَّالِعِ
وَلْيُورِدْهَا مَا تَمُرُّ بِهِ مِنَ الْغُدُرِ وَلَا
يَعْدِلْ بِهَا عَنْ نَبْتِ الْأَرْضِ إِلَى جَوَادِّ الطُّرُقِ
وَلْيُرَوِّحْهَا فِي السَّاعَاتِ وَلْيُمْهِلْهَا عِنْدَ
النِّطَافِ وَالْأَعْشَابِ حَتَّى تَأْتِيَنَا بِإِذْنِ
اللّٰهِ بُدْنًا مُنْقِيَاتٍ غَيْرَ مُتْعَبَاتٍ وَلَا
مَجْهُودَاتٍ لِنَقْسِمَهَا عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ
وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
فَإِنَّ ذٰلِكَ أَعْظَمُ لِأَجْرِكَ وَأَقْرَبُ
لِرُشْدِكَ۔ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

اور دیکھو جس آدمی کے سپرد جانور کرنا اُسے تاکید
کر دینا کہ بچے کو اونٹنی سے الگ نہ کرے اُسے بہت نہ
دوہے کہ بچوں کو بھوک سے نقصان پہنچے۔ سواری کر کے
اُسے ہلکان نہ کر ڈالے۔ سوار ہو۔ مگر دوسری اونٹنیوں
میں اور اس میں انصاف سے کام لے۔ بار کی باری پیچھے
تھکے ہوئے اونٹوں کو آرام دے جس اونٹ کا کھر پھٹ
جائے، یا وہ لنگڑانے لگے تو اس پر ترس کھائے۔ رستے
میں جہاں جہاں پانی ملتا جائے جانوروں کو خوب پلائے
ہری بھری زمین سے انھیں ہٹا کے شاہراہوں پر نہ چلائے
اچھی طرح سستانے، پانی پینے اور چرنے کا انھیں موقع دے
تاکہ جب ہمارے پاس پہنچیں تو خوب موٹے تازے ہوں،
تھکے ماندے، دُبلے پتلے نہ ہوں۔ ہم انھیں کتاب اللہ
اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق
تقسیم کر دیں گے۔ تم ان سب باتوں پر عمل کرو گے تو تمہارے
لیے بڑا اجر ہوگا اور تم ہدایت سے قریب تر ہو جاؤ گے
انشاء اللہ!

یہ ہے نظم مملکت کا وہ دستور العمل جس سے پھر کبھی دنیا آشنا نہ ہو سکی اور اب
کہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت بن چکی ہے کوشش یہ دستور العمل پھر
اپنایا جا سکے۔

(رئیس احمد جعفری)

۲۶۔ زکوۃ کے ایک تحصیلدار کے نام

مالکیت کا تصور!

ومن عهد له عليه السلام الى بعض عماله وقد بعثه على الصدقة: أَمَرَهُ بِتَقْوَى اللهِ فِي سَرَائِرِ أَمْرِهِ وَخَفِيَّاتِ عَمَلِهِ حَيْثُ لَا شَاهِدَ غَيْرُهُ وَلَا وَكِيلَ دُونَهُ۔ وَأَمَرَهُ أَنْ لَا يَعْمَلَ بِشَيْءٍ مِنْ طَاعَةِ اللهِ فِيمَا ظَهَرَ فَيُخَالِفَ إِلَى غَيْرِهِ فِيمَا أَسَرَّ وَمَنْ لَمْ يَخْتَلِفْ سِرُّهُ وَعَلَانِيَتُهُ وَفِعْلُهُ وَمَقَالَتُهُ فَقَدْ أَدَّى الْأَمَانَةَ وَأَخْلَصَ الْعِبَادَةَ۔ وَأَمَرَهُ أَنْ لَا يَجْبَهَهُمْ وَلَا يَعْضَهَهُمْ وَلَا يَرْغَبَ عَنْهُمْ تَفَضُّلًا بِالْإِمَارَةِ عَلَيْهِمْ فَإِنَّهُمُ الْإِخْوَانُ فِي الدِّينِ وَالْأَعْوَانُ عَلَى اسْتِخْرَاجِ الْحُقُوقِ۔ وَإِنَّ لَكَ فِي هٰذِهِ الصَّدَقَةِ نَصِيبًا مَفْرُوضًا، وَحَقًّا مَعْلُومًا وَشُرَكَاءَ أَهْلَ مَسْكَنَةٍ وَضُعَفَاءَ ذَوِي فَاقَةٍ وَإِنَّا مُوَفُّوكَ حَقَّكَ فَوَفِّهِمْ حُقُوقَهُمْ وَإِلَّا تَفْعَلْ فَإِنَّكَ مِنْ أَكْثَرِ النَّاسِ خُصُومًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبُؤْسًا لِمَنْ خَصْمُهُ عِنْدَ اللهِ الْفُقَرَاءُ وَالْمَسَاكِينُ وَالسَّائِلُونَ وَالْمَدْفُوعُونَ وَالْغَارِمُ وَابْنُ السَّبِيلِ وَمَنِ اسْتَهَانَ بِالْأَمَانَةِ

امیرالمومنینؑ نے حکم دیا ہے کہ اپنے ہر عمل میں اور اپنے دل کی گہرائیوں میں بھی خدا سے ڈرتے رہنا جہاں خدا کے سوا نہ کوئی گواہ ہے نہ دلیل ہے۔

اور حکم دیا ہے کہ خدا کا کوئی حکم ظاہر میں اس طرح نہ بجا لائے کہ باطن میں خدا کی نافرمانی ہو جس شخص کے ظاہر و باطن قول و فعل میں اختلاف نہ ہو اُس نے بیشک اپنی امانت پوری کر دی ہے اور خدا کی سچی عبادت بجا لایا ہے اور حکم دیا ہے کہ یہ شخص اپنے ماتحتوں پر افسری نہ جتائے انھیں حیران نہ کرے اور اپنے عہدے کی وجہ سے انھیں حقیر نہ سمجھے کیونکہ سب مسلمان دین میں بھائی بھائی ہیں اور حقوق کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے کے مددگار!

اس صدقے میں تمھارا حصہ مقرر اور حق معلوم ہے مگر اس میں اور لوگ بھی تمھارے شریک ہیں۔ یہ کون ہیں؟ غریب، کمزور، فاقہ زدہ لوگ۔ ہم تمھیں تمھارا پورا پورا حق دیں گے۔ لہذا تم بھی اپنے شریکوں کو ان کا پورا پورا حق دینا، ورنہ یاد رکھو قیامت کے دن تم سے زیادہ کسی آدمی کے دشمن نہ ہوں گے اور بدبختی ہے اس کے لیے جس سے اللہ کے حضور جھگڑا کریں گے۔ فقیر، مسکین، سائل، محروم، مقروض، مسافر!

تَعَ فِي الْخِيَانَةِ وَلَمْ يُنَزِّهْ نَفْسَهُ
دِينَهُ عَنْهَا فَقَدْ أَحَلَّ بِنَفْسِهِ فِي الدُّنْيَا
الذُّلَّ وَالْخِزْيَ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ
ذَلُّ وَأَخْزَى وَإِنَّ أَعْظَمَ الْخِيَانَةِ
يَانَةُ الْأُمَّةِ وَأَفْظَعَ الْغِشِّ غِشُّ
الْأَئِمَّةِ۔ وَالسَّلَامُ!

یاد رکھو جو کوئی امانت میں غفلت سے کام لیتا ہے خیانت کے میدان میں چرتا پھرتا ہے اور اپنے نفس و دین کو گندگی سے پاک نہیں رکھتا تو وہ اس دنیا میں بھی اپنے اوپر بلائیں نازل کرتا ہے اور آخرت میں وہ سب سے زیادہ گم کردہ راہ اور روسیاہ ہوگا۔

سب سے بڑی خیانت، اُمت کی خیانت ہے اور سب سے بڑی دغابازی امام سے دغابازی ہے۔

والسّلام

۲۷۔ مصر کا گورنر بناتے وقت محمد بن ابی بکرؓ کے لیے فرمان

وَاخْفِضْ لَهُمْ جَنَاحَكَ، وَأَلِنْ لَهُمْ
جَانِبَكَ، وَابْسُطْ لَهُمْ وَجْهَكَ، وَآسِ
بَيْنَهُمْ فِي اللَّحْظَةِ وَالنَّظْرَةِ، حَتَّى لَا يَطْمَعَ
الْعُظَمَاءُ فِي حَيْفِكَ لَهُمْ، وَلَا يَيْأَسَ
الضُّعَفَاءُ مِنْ عَدْلِكَ عَلَيْهِمْ، فَإِنَّ اللهَ
تَعَالَى يُسَائِلُكُمْ مَعْشَرَ عِبَادِهِ عَنِ الصَّغِيرَةِ
مِنْ أَعْمَالِكُمْ وَالْكَبِيرَةِ، وَالظَّاهِرَةِ
وَالْمَسْتُورَةِ، فَإِنْ يُعَذِّبْ فَأَنْتُمْ أَظْلَمُ

اور اے محمد رعایا سے خاکساری برتنا، خوشی سے پیش آنا، بشاشت ظاہر کرنا، اپنے برتاؤ اور نظر میں سب کو مساوی رکھنا تاکہ بڑے لوگ چھوٹوں پر تمہارے ظلم کی امید نہ رکھیں۔ نہ چھوٹے لوگ بڑوں کے مقابلے میں تمہارے انصاف سے مایوس ہو جائیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سب سے جو اس کے بندے ہو تمہارے چھوٹے بڑے کھلے ڈھکے اعمال کا جواب طلب کرے گا اس کے بعد اگر عذاب دے تو تم ہی سب سے بڑے ظالم ہو اور معاف کر دے تو وہی سب سے بڑا کریم ہے۔

اَمَّا بَعْد، میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ظاہر میں، باطن میں اور جس حال میں بھی ہو خدا سے ڈرتے رہنا۔

یاد رکھو یہ دنیا ابتلاء و فنا کا گھر ہے اور آخرت جزا و بقا کا گھر ہے۔ پس جو کوئی باقی رہنے والے گھر کو فنا ہو جانے والے گھر پر ترجیح دے سکتا ہے ضرور دے، آخرت ہی باقی رہنے والی ہے اور دنیا فنا ہو جانے والی ہے۔

خدا ہمیں اور تمہیں وہ بصیرت عطا فرمائے جس سے ہم وہ سب سمجھ سکیں جو وہ چاہتا ہے۔ وہ ہمیں دکھائے اور ایسی فہم بخشے جس سے ہم وہ سب سمجھ سکیں جو وہ ذوالجلال ہمیں سمجھانا چاہتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جو کچھ ذاتِ اقدس نے ہمیں حکم دیا ہے اس میں ہم سے کوتاہی نہ ہو اور جس سے منع فرما دیا ہے اس کا ارتکاب ہم سے ہونے نہ پائے۔

اور محمد تجھے جاننا چاہیے کہ اگرچہ تو دنیا کا بھی محتاج ہے مگر آخرت کی طرف تیری محتاجی کہیں زیادہ ہے پس اگر تیرے سامنے دو ایسے کام درپیش ہوں جن میں ایک دنیا کا ہو اور ایک آخرت کا تو تجھے آخرت کا کام پہلے انجام دینا چاہیے۔ بھلائی میں تیری رغبت بہت ہو اور نیکی میں تیری نیت ہمیشہ اچھی رہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ خدا بندے کو اس کی نیت کے مطابق ہی اجر دیتا ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ بندہ جب نیکی سے اور نیکیوں سے محبت کرنے لگتا ہے تو چاہے خود نیکی نہ کر سکے ان شاء اللہ نیکوں ہی جیسا ہو جاتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک سے واپسی پر فرمایا تھا کہ مدینہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو تمہارے اس سفر جہاد میں اور اس کی سب محنتوں میں تمہارے ساتھ تھے۔ ان لوگوں کو ساتھ جانے سے بیماری نے روک دیا تھا مگر وہ نیت جہاد کی رکھتے تھے۔ اس لیے انہیں بھی جہاد کا ثواب حاصل ہوا۔

وَ إِنْ يَعْفُ فَهُوَ أَكْرَمُ۔

وَ اعْلَمُوا عِبَادَ اللّٰهِ، أَنَّ الْمُتَّقِينَ ذَهَبُوا بِعَاجِلِ الدُّنْيَا وَ آجِلِ الْآخِرَةِ، فَشَارَكُوا أَهْلَ الدُّنْيَا فِي دُنْيَاهُمْ، وَ لَمْ يُشَارِكْهُمْ أَهْلُ الدُّنْيَا فِي آخِرَتِهِمْ، سَكَنُوا الدُّنْيَا بِأَفْضَلِ مَا سُكِنَتْ، وَ أَكَلُوهَا بِأَفْضَلِ مَا أُكِلَتْ، فَحَظُوا مِنَ الدُّنْيَا بِمَا حَظِيَ بِهِ الْمُتْرَفُونَ، وَ أَخَذُوا مِنْهَا مَا أَخَذَهُ الْجَبَابِرَةُ الْمُتَكَبِّرُونَ، ثُمَّ انْقَلَبُوا عَنْهَا بِالزَّادِ الْمُبَلِّغِ، وَ الْمَتْجَرِ الرَّابِحِ، أَصَابُوا لَذَّةَ زُهْدِ الدُّنْيَا فِي دُنْيَاهُمْ، وَ تَيَقَّنُوا أَنَّهُمْ جِيرَانُ اللّٰهِ غَدًا فِي آخِرَتِهِمْ، لَا تُرَدُّ لَهُمْ دَعْوَةٌ، وَ لَا يَنْقُصُ لَهُمْ نَصِيبٌ مِنْ لَذَّةٍ، فَاحْذَرُوا عِبَادَ اللّٰهِ الْمَوْتَ وَ قُرْبَهُ، وَ أَعِدُّوا لَهُ عُدَّتَهُ، فَإِنَّهُ يَأْتِي بِأَمْرٍ عَظِيمٍ، وَ خَطْبٍ جَلِيلٍ، بِخَيْرٍ لَا يَكُونُ مَعَهُ شَرٌّ أَبَدًا، أَوْ شَرٍّ لَا يَكُونُ مَعَهُ خَيْرٌ أَبَدًا۔ فَمَنْ أَقْرَبُ إِلَى الْجَنَّةِ مِنْ عَامِلِهَا، وَ مَنْ أَقْرَبُ إِلَى النَّارِ مِنْ عَامِلِهَا؟ وَ أَنْتُمْ طُرَدَاءُ الْمَوْتِ، إِنْ أَقَمْتُمْ لَهُ أَخَذَكُمْ، وَ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنْهُ أَدْرَكَكُمْ، وَ هُوَ أَلْزَمُ لَكُمْ مِنْ ظِلِّكُمْ، الْمَوْتُ مَعْقُودٌ بِنَوَاصِيكُمْ، وَ الدُّنْيَا تُطْوَى مِنْ خَلْفِكُمْ، فَاحْذَرُوا نَارًا قَعْرُهَا بَعِيدٌ، وَ حَرُّهَا شَدِيدٌ، وَ

اللہ کے بندو سنو! پرہیزگار لوگ دنیا کے قریبی اجر اور آخرت کے دور والے ثواب دونوں کو لے گئے وہ دنیا والوں کے ساتھ ان کی دنیا میں بھی شریک ہے۔ مگر دنیا والے اُن کی آخرت میں شریک نہ ہوئے وہ دنیا میں افضل طریق پر رہے۔ انھوں نے دنیا کو بہتر سے بہتر برتا۔ انھیں دنیا سے وہ سب کچھ ملا جو عیش نعمت میں اٹھنے والوں کو ملتا ہے۔ انھوں نے دنیا سے وہ سب حاصل کیا جو جبار و متکبر حاصل کیا کرتے ہیں۔ پھر وہ دنیا سے پورا پورا توشہ لے کر اور مالا مال تجارت حاصل کر کے سدھار گئے دنیا سے زہد کی لذت انھوں نے دنیا ہی میں پالی۔ انھیں یقین رہا کہ کل آخرت میں خدا کے پڑوسی ہوں گے، جہاں اُن کی نہ کوئی بات ٹالی جائے گی نہ کسی لذت میں ان کے لیے کمی کی جائے گی تو اللہ کے بندو موت سے ڈرو، اس کی نزدیکی سے ڈرو، اور اس کے لیے اپنی تیاری پوری کر لو۔ موت کے ساتھ بڑا معاملہ ہوتا ہے، موت کے ساتھ یا تو بھلائی آتی ہے جس میں شر کا شائبہ تک نہیں ہوتا یا شر آتا ہے جس کے ساتھ بھلائی ہو نہیں سکتی۔ اس شخص سے زیادہ جنت کے قریب کون ہے جو جنت کے لیے عمل کرتا ہے اور اس شخص سے زیادہ دوزخ کے قریب کون ہے جو دوزخ میں جانے کا کام کرتا ہے؟ اور تمھیں جان لینا چاہیے کہ موت تمھارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ اگر تم اس کے انتظار میں ٹھہرے رہو گے تو بھی اچک لے گی اور بھاگو گے تو بھی دھر لے گی، موت تمھارے سایہ سے بھی زیادہ تمھارے ساتھ ہے۔ موت تو تمھاری

دَارٌ لَيْسَ فِيهَا رَحْمَةٌ وَلَا تُسْمَعُ فِيهَا دَعْوَةٌ وَلَا تُفَرَّجُ فِيهَا كُرْبَةٌ وَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ يَشْتَدَّ خَوْفُكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَأَنْ يَحْسُنَ ظَنُّكُمْ بِهِ، فَاجْمَعُوا بَيْنَهُمَا.

فَإِنَّ الْعَبْدَ إِنَّمَا يَكُونُ حُسْنُ ظَنِّهِ بِرَبِّهِ عَلَى قَدْرِ خَوْفِهِ مِنْ رَبِّهِ وَإِنَّ أَحْسَنَ النَّاسِ ظَنًّا بِاللّٰهِ أَشَدُّهُمْ خَوْفًا لِلّٰهِ.

وَاعْلَمْ يَا مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنِّي قَدْ وَلَّيْتُكَ أَعْظَمَ أَجْنَادِي فِي نَفْسِي أَهْلَ مِصْرَ. فَأَنْتَ مَحْقُوقٌ أَنْ تُخَالِفَ عَلَى نَفْسِكَ، وَأَنْ تُنَافِحَ عَنْ دِينِكَ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ لَكَ إِلَّا سَاعَةٌ مِنَ الدَّهْرِ، وَلَا تُسْخِطِ اللّٰهَ بِرِضَا أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ فَإِنَّ فِي اللّٰهِ خَلَفًا مِنْ غَيْرِهِ وَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ خَلَفٌ فِي غَيْرِهِ ــــــ صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا الْمُؤَقَّتِ لَهَا وَلَا تُعَجِّلْ وَقْتَهَا لِفَرَاغٍ وَلَا تُؤَخِّرْهَا عَنْ وَقْتِهَا لِاشْتِغَالٍ وَاعْلَمْ أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ عَمَلِكَ تَبَعٌ لِصَلَاتِكَ.

بن چکی ہے۔ دُنیا تمہارے پیچھے سے تہ ہوتی چلی جا رہی ہے لہٰذا ڈرو اس دوزخ سے جو بہت گہری ہے جس کی گرمی بڑی سخت ہے اور جس میں عذاب نت نئے طریقے سے بدلتا، بڑھتا، رہتا ہے۔ دوزخ ایسی جگہ ہے جہاں ترس کھایا نہیں جاتا۔ آہ و بکا سُنی نہیں جاتی اور کوئی تکلیف دُور نہیں کی جاتی۔

اللہ کے بندو! اگر تم اللہ سے زیادہ سے زیادہ خوف کو اللہ سے زیادہ سے زیادہ حُسن ظن کے ساتھ جمع کر سکو تو ضرور جمع کرو کیونکہ بندے کا اپنے پروردگار سے حسن ظن اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے جتنا وہ اُس سے ڈرتا ہے خدا کے ساتھ سب سے زیادہ حسن ظن رکھنے والے ہی سب سے زیادہ ڈرنے والے ہوتے ہیں۔

اور محمد بن ابی بکرؓ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے تجھے اپنے سب سے بڑے صوبے مصر کا گورنر بنایا ہے۔ اب تجھ سے میرا مطالبہ ہے کہ اپنے نفس کی مخالفت کرنا، اپنے دین کی مدافعت کرنا۔ اگرچہ یہ بات تجھے ایک ہی گھڑی کے لیے میسر آئے اور یاد رکھ کسی مخلوق کی خوشنودی کے لیے خدا کو ناخوش نہ کرنا کیونکہ اگر خدا تیرے ساتھ ہے تو تجھے بہت لوگ مل جائیں گے اور اگر خدا سے تیرا رستہ کٹ گیا تو کوئی بھی خدا کی جگہ تیرے پاس نہ لے سکے گا۔

وقت پر نماز پڑھنا نہ چھٹی پا لینے کے لیے وقت سے پہلے پڑھنا۔ نہ عدیم الفرصتی کی وجہ سے دیر کر دینا۔ یاد رہے تمہارا ہر کام نماز کے ماتحت ہے۔

وَمِنْهَا ــــــ اسی خط کا حصّہ

فَإِنَّهُ لَا سَوَاءٌ إِمَامُ الْهُدَى وَ

دونوں برابر نہیں، ہدایت کا امام اور ہلاکت کا امام نبی کا

إِمَامُ الرَّدَى وَوَلِيُّ النَّبِيِّ وَعَدُوُّ النَّبِيِّ وَلَقَدْ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ: "إِنِّي لَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي مُؤْمِناً وَلَا مُشْرِكاً - أَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَمْنَعُهُ اللهُ بِإِيمَانِهِ وَأَمَّا الْمُشْرِكُ فَيَقْمَعُهُ اللهُ بِشِرْكِهِ وَلَكِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ كُلَّ مُنَافِقِ الْجَنَانِ عَالِمِ اللِّسَانِ يَقُولُ مَا تَعْرِفُونَ وَيَفْعَلُ مَا تُنْكِرُونَ"

دوست، اور نبی کا دشمن۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا "اپنی اُمت کے حق میں مجھے نہ مومن سے اندیشہ ہے، نہ مشرک سے۔ مومن کو خدا اس کے ایمان کی راہ سے روک دے گا اور مشرک کو اس کے شرک کے ذریعہ گرا دے گا لیکن میں تمہارے حق میں اس آدمی سے ڈرتا ہوں جس کے دل میں نفاق ہے۔ مگر زبان کا عالم ہے وہی کہتا ہے جو تم پسند نہ کرو اور جو تمھیں پسند نہیں اُسے ٹال جاتا ہے۔

۲۸۔ معاویہ کو جواب

معاویہ اور عمرو بن العاص کی پالیسی یہ تھی کہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کے نام اچھالتے اور امیرالمومنین کو اشتعال دلاتے کہ ان خلفاء کے بارے میں کوئی ایسی بات آپ کی زبان قلم سے نکل جائے جسے نمک مرچ لگا کر پھیلایا اور لوگوں کو ورغلایا جائے۔ اسی خیال سے ایک خط معاویہ نے لکھا، خلفائے ثلاثہ کی اس میں بڑی تعریف کی اور حضرت پر بہتان جوڑا کہ آپ ان خلفاء سے حسد کرتے تھے۔ ان کی ہجا کرتے رہتے تھے اور بیعت نہیں کرتے تھے جب تک نکیل پڑے مجبور اونٹ کی طرح آپ کو گھسیٹا نہ جاتا تھا۔ غرضیکہ بڑی گستاخی سے خط لکھا امیرالمومنین نے جو جواب دیا اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔ عبدالرزاق

أَمَّا بَعْدُ۔ فَقَدْ أَتَانِي كِتَابُكَ تَذْكُرُ فِيهِ اصْطِفَاءَ اللَّهِ مُحَمَّداً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لِدِينِهِ وَتَأْيِيدَهُ إِيَّاهُ بِمَنْ أَيَّدَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ فَلَقَدْ خَبَّأَ لَنَا الدَّهْرُ مِنْكَ عَجَباً۔ إِذْ طَفِقْتَ تُخْبِرُنَا بِبَلَاءِ اللَّهِ تَعَالَى عِنْدَنَا وَنِعْمَتِهِ عَلَيْنَا فِي نَبِيِّنَا، فَكُنْتَ فِي ذَلِكَ كَنَاقِلِ التَّمْرِ إِلَى هَجَرَ" أَوْ دَاعِي مُسَدِّدِهِ إِلَى النِّضَالِ۔

تمہارا خط پہنچا۔ تم نے لکھا ہے کہ خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دین کے لیے منتخب فرمایا اور صحابہ نے رسولؐ کی تائید کی۔ واقعی زمانہ تمہاری جھولی میں سے ہمارے لیے عجائبات پر عجائبات نکالتا چلا جاتا ہے۔ یہ تم ہم کو جتا رہے ہو کہ خدا نے کس طرح ہماری آزمائش کی اور ہمارے نبیؐ کی بدولت ہم پر کتنا احسان کیا۔ تم تو ویسے ہو گئے جیسے کوئی کھجوروں کا تحفہ ہجر لے جائے یا اپنے استاد کو تیر اندازی کے مقابلے کی دعوت دینے لگے!

وَزَعَمْتَ أَنَّ أَفْضَلَ النَّاسِ فِي الْإِسْلَامِ فُلَانٌ وَفُلَانٌ، فَذَكَرْتَ أَمْراً إِنْ تَمَّ اعْتَزَلَكَ كُلُّهُ، وَإِنْ نَقَصَ لَمْ يَلْحَقْكَ

تم نے دعویٰ کیا ہے کہ اسلام میں سب سے افضل فلاں فلاں لوگ ہیں۔ یہ دعوے ایسا ہے کہ پورا اترے تو تم سے بالکل علیحدہ رہے گا اور پورا نہ اترے تو اس سے تمہیں نقصان نہ پہنچے گا۔ تمہیں اس

تَلَمُّهُ ۔ وَمَا اَنْتَ وَالْفَاضِلَ وَالْمَفْضُوْلَ
وَالسَّائِسَ وَالْمَسُوْسَ ۔ وَمَا لِلطُّلَقَاءِ وَاَبْنَاءِ
الطُّلَقَاءِ وَالتَّمْيِيْزَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ
الْاَوَّلِيْنَ ، وَتَرْتِيْبَ دَرَجَاتِهِمْ ، وَتَعْرِيْفَ
طَبَقَاتِهِمْ هَيْهَاتَ ، لَقَدْ حَنَّ قِدْحٌ
لَيْسَ مِنْهَا وَطَفِقَ يَحْكُمُ فِيْهَا مَنْ عَلَيْهِ
الْحُكْمُ لَهَا ، اَلَا تَرْبَعُ اَيُّهَا الْاِنْسَانُ ،
عَلٰى ظَلْعِكَ وَتَعْرِفُ قُصُوْرَ ذَرْعِكَ
وَتَتَاَخَّرُ حَيْثُ اَخَّرَكَ الْقَدَرُ فَمَا
عَلَيْكَ غَلَبَةُ الْمَغْلُوْبِ وَلَا لَكَ ظَفَرُ الظَّافِرِ
وَاِنَّكَ لَذَهَّابٌ فِي التِّيْهِ ، رَوَّاغٌ عَنِ
الْقَصْدِ اَلَا تَرٰى غَيْرَ مُخْبِرٍ لَكَ وَلٰكِنْ
بِنِعْمَةِ اللّٰهِ اُحَدِّثُ اَنَّ قَوْمًا اُسْتُشْهِدُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ ،
وَلِكُلٍّ فَضْلٌ ، حَتّٰى اِذَا اسْتُشْهِدَ شَهِيْدُنَا ،
قِيْلَ : سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ ، وَخَصَّهُ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِسَبْعِيْنَ
تَكْبِيْرَةً عِنْدَ صَلَاتِهٖ عَلَيْهِ ، اَوَلَا تَرٰى

ہے کیا مطلب کہ افضل کون ہے اور غیر افضل کون ، حاکم کون
ہے اور پیرو کون ۔ طلقاء اور اولاد طلقاء کو مہاجرین اولین میں
تمیز کرنے ان کے درجے مقرر کرنے ان کے طبقے ٹھہرانے سے کیا سروکار
ہیہات ! ایسا تیر تڑپا ہے جو سب تیروں سے الگ[1] ہے اور فیصلہ
کرنے وہ بیٹھا ہے ، جو خود ہی مجرم ہے ۔
اے انسان ! کیا تو اپنی حد پر نہیں رُکے گا ۔ اپنی کوتاہ دستی
کو نہیں جانے گا اور اس پیچھے کی جگہ پر ہٹ نہیں جائے گا ۔ جہاں
مقدر تجھے ہٹا چکا ہے ! تجھے اس سے کیا کہ مغلوب کیسے مغلوب ہوا اور
فاتح کی فتح کیسی رہی !
معاویہ ! تم گمراہی میں دوڑے چلے جا رہے ہو اور راہ اعتدال
سے بدک کر دُور نکل گئے ہو ۔ تم دیکھتے نہیں ـــــ تمہیں بتا نہیں
رہا ہوں بلکہ اللہ کی نعمت کا چرچا کر رہا ہوں ـــــ کہ بہت سے
مہاجر اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے فضیلت
ہے لیکن جب ہمارا آدمی مارا گیا ۔ تو فرمایا گیا ، یہ سید الشہداء[2] ہے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے یہ خصوصیت بخشی کہ اس کی نماز
جنازہ ستر تکبیروں کے ساتھ پڑھی !
کیا تم نے دیکھا نہیں کہ لوگوں کے ہاتھ خدا کی راہ میں کاٹے گئے
ان میں سے ہر ایک کے لیے فضیلت ہے لیکن جب یہ معاملہ ہمارے

---

[1] ایک کہاوت ہے ۔ یہ اس طرح شروع ہوا کہ جنگِ بدر کے بعد عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم ہوا تو وہ چلا اٹھا ، "کیا قریش سے
صرف مجھی کو مارا جائے گا ؟" جواب میں حضرت عمرؓ کی زبان سے کہاوت کے لفظ نکلے ۔
[2] حضرت حمزہؓ اُحد کی جنگ میں شہید ہوئے ۔

اَنَّ قَوْماً قُطِّعَتْ اَيْدِيهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلِكُلٍّ فَضْلٌ حَتّٰى اِذَا فُعِلَ بِوَاحِدِنَا مَا فُعِلَ بِوَاحِدِهِمْ قِيلَ الطَّيَّارُ فِي الْجَنَّةِ وَذُو الْجَنَاحَيْنِ. وَلَوْلَا مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ تَزْكِيَةِ الْمَرْءِ نَفْسَهُ لَذَكَرَ ذَاكِرٌ فَضَائِلَ جَمَّةً تَعْرِفُهَا قُلُوبُ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا تَمُجُّهَا آذَانُ السَّامِعِينَ. فَدَعْ عَنْكَ مَنْ مَالَتْ بِهِ الرَّمِيَّةُ فَاِنَّا صَنَائِعُ رَبِّنَا وَالنَّاسُ بَعْدُ صَنَائِعُ لَنَا.

آدمی کے ساتھ پیش آیا تو ارشاد ہوا طیار جنت و ذوالجناحین[1]۔ اور اگر خدا نے منع نہ کر دیا ہوتا کہ آدمی خود اپنی بڑائی کرے تو بیان کرنے والا بہت سے فضائل بیان کرتا۔ یہ فضائل وہ ہیں، جن سے مومنوں کے دل مانوس ہیں اور جن کے سننے سے کسی کے کان بیزار نہیں ہوتے۔[2]

لہٰذا تم اپنی اس گمراہی سے باز آ جاؤ ہم تو وہ ہیں جنھیں ہمارا پروردگار اپنا چکا ہے اور باقی سب لوگ ہم ہی سے ہیں۔

لَمْ يَمْنَعْنَا قَدِيمُ عِزِّنَا وَلَا عَادِيُّ طَوْلِنَا عَلٰى قَوْمِكَ اَنْ خَلَطْنَاكُمْ بِاَنْفُسِنَا فَنَكَحْنَا وَاَنْكَحْنَا فِعْلَ الْاَكْفَاءِ، وَلَسْتُمْ هُنَاكَ، وَاَنّٰى يَكُونُ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ وَمِنَّا النَّبِيُّ وَمِنْكُمُ الْمُكَذِّبُ وَمِنَّا اَسَدُ اللّٰهِ وَمِنْكُمْ اَسَدُ الْاَحْلَافِ وَمِنَّا سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمِنْكُمْ صِبْيَةُ النَّارِ وَمِنَّا خَيْرُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ وَمِنْكُمْ حَمَّالَةُ

تم نے کبھی یہ نہ سوچا کہ ہماری عزت کتنی پرانی ہے اور تمہارے خاندان پر ہماری برتری کتنی مشہور ہے۔ اس پر بھی ہم نے تمہیں موقع دیا کہ ہم سے گھل مل جاؤ تم سے بیاہ شادی کا رشتہ بھی جوڑ لیا[3]۔ بالکل برابر والوں کا برتاؤ۔ حالانکہ تم برابر کے نہ تھے، ہوتے بھی کیسے؟ جبکہ ہم میں اللہ کا نبی ہے اور تم میں مکذب[4]۔ ہم میں اسد اللہ[5] اور تم میں اسد الاحلاف[6]۔ ہم میں سید اشباب اہل الجنۃ[7] اور تم میں صبیۃ النار[8] ہم میں افضل ترین خاتون ہے اور تم میں حمالۃ الحطب[9] کہاں تک

---

[1] حضرت جعفر بن ابی طالب، امیر المومنین کے بھائی، جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔

[2] امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد خود اپنی طرف ہے

[3] خاندان بنی امیہ سے جن رشتہ داریوں کی طرف امیر المومنین نے اشارہ کیا ہے یہ ہیں رسول نے . . . . . . رقیہ و ام کلثوم، عثمان بن عفان بن ابی العاص سے بیاہیں اور تیسری کی شادی ابو العاص بن الربیع بن عبد العزیٰ بن عبد الشمس سے کی۔ رسول کے چچا ابو لہب بن عبد المطلب نے ام جمیل بنت حرب بن امیہ سے کی اور خود رسول نے ام حبیبہ بنت ابی سفیان کو اپنی زوجیت میں قبول فرمایا۔ [4] ابو جہل [5] حضرت حمزہ [6] ابو سفیان [7] حضرت حسن و حسین [8] حضرت فاطمۃ الزہرا [9] ام جمیل۔ ابو لہب کی بیوی اور معاویہ کی پھوپھی [10] ابا ہیم سے

الحطب" في كثير مما لنا وعليكم.
فإسلامنا ما قد سمع، وجاهليتنا
لا تدفع وكتاب الله يجمع لنا ما شذ
عنا، وهو قوله: "وأولو الأرحام بعضهم
أولى ببعض في كتاب الله" وقوله تعالى
"إن أولى الناس بإبراهيم للذين
اتبعوه وهذا النبي والذين آمنوا
والله ولي المؤمنين". فنحن مرة
أولى بالقرابة وتارة أولى بالطاعة.
ولما احتج المهاجرون على الأنصار
يوم السقيفة برسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم فلجوا عليهم فإن يكن
الفلج به فالحق لنا دونكم وإن يكن
بغيره فالأنصار على دعواهم.
وزعمت أني لكل الخلفاء حسدت
وعلى كلهم بغيت. فإن يكن ذلك

بتایا جائے؟ ہر بات ہمارے حق میں ہے اور ہر بات تمہارے خلاف
پس واقعہ یہ ہے کہ ہمارا اسلام بھی شاندار ہے اور ہماری
جاہلیت بھی کم شاندار نہ تھی، اگر کچھ کسر تھی تو اسے کتاب خدا نے
پورا کر دیا ہے۔ خدا فرماتا ہے" "وأولوا الأرحام بعضهم أولى
ببعض في كتاب الله"۔ "إن أولى الناس بإبراهيم للذين
اتبعوه وهذا النبي والذين آمنوا والله ولي المؤمنين"
تو ہم کبھی اس لیے سب سے مقدم ہیں کہ رسول کے سب سے
زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں اور کبھی اسلیے سب سے بڑھکر ہیں کہ
رسول کے سب سے بڑھ کر فرمانبردار ہیں۔ اور مہاجرین نے یوم سقیفہ
کے موقع پر جب انصار کے سامنے اپنی حجت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے پیش کی تھی تو انصار نے سر جھکا لیا تھا
اب اگر سقیفے میں مہاجرین کی یہ حجت صحیح تھی تو حکومت کا حق ہمیں
ہے نہ کہ تمہیں اور اگر مہاجرین کی حجت غلط تھی تو انصار کا
دعوے اپنی جگہ قائم ہے۔
اور تم نے دعوے کیا ہے کہ میں سب خلفا پر حسد کیا
کرتا تھا اور سب سے سرکشی کرنا میرا وطیرہ تھا۔ اگر واقعہ یہی ہے

سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ (۲) جنھوں نے ان کی پیروی کی اور یہ پیغمبر ہے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں بیشک خدا مومنوں کا
دوست اور مددگار ہے

سلہ یہ مدینہ میں انصار کی چوپال تھی جس میں وہ بیٹھا کرتے تھے۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر انصار یہیں جمع
ہوئے تھے اور ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ اور ابوعبیدہؓ بن الجراح نے جا کر ان سے بحث کی اور قریش کی خلافت ان سے منوالی
تھی۔

[illegible] ليس الجناية عليك فيكون
[illegible] وقف كما أعلا من
[illegible] وقلت: إني كنت
[illegible] كما يقاد الجمل المخشوش حتى
[illegible] ع۔ ولعمر الله لقد أردت أن
تذم فمدحت، وأن تفضح فافتضحت۔

وما على المسلم من غضاضة في
أن يكون مظلوما ما لم يكن شاكا في دينه
ولا مرتابا بيقينه۔ وهذه حجتي إلى
غيرك قصدها ولكني أطلقت لك منها
بقدر ما سنح من ذكرها۔

ثم ذكرت ما كان من أمري وأمر
عثمان، فلك أن تجاب عن هذه
لرحمك منه، فأينا كان أعدى له،
وأهدى إلى مقاتله، أمن بذل له
نصرته فاستقعده واستكفه، أمن
استنصره فتراخى عنه وبث المنون
إليه حتى أتى قدره عليه، كلا والله
لقد علم الله المعوقين منكم
والقائلين لإخوانهم هلم إلينا
ولا يأتون البأس إلا قليلا۔

تو میں نے تمھارا تو کوئی قصور نہیں کیا کہ تمھارے سامنے اپنا عذر پیش کروں۔

اور تم نے لکھا ہے کہ خلفاء کی بیعت کے لیے مجھے اسی طرح گھسیٹا جاتا تھا جس طرح نکیل پڑے اونٹ کو چلایا جاتا ہے تو خدا کی قسم تم نے چاہی تھی مذمت اور ہو گئی تعریف۔ تم نے چاہا تھا رسوا کرنا اور ہو گئے تم خود رسوا۔

بھلا سوچو تو مسلمان کے لیے اس میں بھی کوئی عیب ہے کہ وہ مظلوم ہو، بشرطیکہ نہ اپنے دین میں شک رکھتا ہو، نہ اپنے یقین میں تزلزل۔ تم اس سچائی کے مخاطب نہیں تھے مگر میں نے تمھارے لیے اسے چھوڑ دیا ہے۔

اور تم نے خط میں میرے اور عثمان کے معاملے کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ ہاں اس بارے میں مجھے جواب دینا چاہیے کیونکہ تم عثمان کے رشتہ دار ہو۔ اچھا، خود ہی بتاؤ، ہم دونوں میں مجھ میں اور تم میں عثمان کا زیادہ دشمن اور ان کے لیے موت کا جال بچھانے والا کون تھا؟ وہ تھا جس نے اپنی مدد ان کے لیے وقف کر رکھی تھی، مگر انھوں نے اسے بٹھا دیا اور اس کی مدد سے فائدہ نہ اٹھایا۔ یا وہ تھا جس سے انھوں نے مدد طلب کی تھی۔ مگر وہ پیچھے ہٹ گیا اور ان کی موت کے لیے اس نے زمین ہموار کر دی؟ آخر عثمان کا وقت آ گیا اور جو ہونا تھا ہو گیا۔ ہرگز نہیں بخدا اللہ جان چکا ہے تم میں سے

انھیں جو لوگوں کو روکتے ہیں اور اپنے ساتھیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ مگر خود جنگ سے بدکتے ہیں [illegible]

وَمَا كُنْتُ لِأَعْتَذِرَ مِنْ أَنِّي كُنْتُ
أَنْقِمُ عَلَيْهِ أَحْدَاثاً فَإِنْ كَانَ الذَّنْبُ
إِلَيْهِ إِرْشَادِي وَهِدَايَتِي لَهُ فَرُبَّ مَلُومٍ
لَا ذَنْبَ لَهُ۔

وَقَدْ يَسْتَفِيدُ الظِّنَّةَ الْمُتَنَصِّحُ وَمَا
أَرَدْتُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ
وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ
أُنِيبُ"

ہاں اس واقعہ پر میں تم سے معذرت کرنے والا نہیں کہ عثمانؓ کی بعض کارروائیوں پر مجھے اعتراض ضرور ہوتا تھا۔ اب اگر میرا قصور یہی ہے کہ میں انھیں نیک صلاح دیتا اور سیدھا راہ دکھایا کرتا تھا تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ بے قصور کے سر الزام تھوپ دیا جاتا ہے اور بڑے خیرخواہ کو بھی مشکوک بنا لیا جاتا ہے۔ میری نیت اصلاح کی تھی اور میری توفیق صرف اللہ ہی سے ہے اور اسی پر میرا تکیہ ہے۔

وَذَكَرْتَ أَنَّهُ لَيْسَ لِي وَلِأَصْحَابِي
عِنْدَكَ إِلَّا السَّيْفُ فَلَقَدْ أَضْحَكْتَ
بَعْدَ اسْتِعْبَارٍ۔ مَتَى أَلْفَيْتَ بَنِي عَبْدِ
الْمُطَّلِبِ عَنِ الْأَعْدَاءِ نَاكِلِينَ وَبِالسَّيْفِ
مُخَوَّفِينَ؟

لَبِّثْ قَلِيلاً يَلْحَقِ الْهَيْجَا حَمَلْ:
فَسَيَطْلُبُكَ مَنْ تَطْلُبُ وَيَقْرُبُ
مِنْكَ مَا تَسْتَبْعِدُ۔ وَأَنَا مُرْقِلٌ نَحْوَكَ
فِي جَحْفَلٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ
وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ شَدِيدٍ
زِحَامُهُمْ سَاطِعٍ قَتَامُهُمْ، مُتَسَرْبِلِينَ
سِرْبَالَ الْمَوْتِ۔ أَحَبُّ اللِّقَاءِ إِلَيْهِمْ
لِقَاءُ رَبِّهِمْ قَدْ صَحِبَتْهُمْ ذُرِّيَّةٌ

اور تم نے لکھا ہے کہ تمہارے پاس میرے لیے اور میرے ساتھ والوں کے لیے تلوار ہے! تو رلانے کے بعد تم نے مجھے ہنسا دیا! خاندان عبد المطلب کو تم نے دشمن کے سامنے سے پیٹھ پھیرتے اور تلواروں سے ڈرتے کب پایا؟

جلد ہی تمہیں وہ طلب کرے گا جسے تم طلب کر رہے ہو اور وہ تم سے قریب ہو جائے گا جسے دور سمجھ رہے ہو۔ میں تمہاری طرف تیزی سے آرہا ہوں۔ مہاجرین و انصار اور تابعین لہم باحسان" کی جرار فوج لیے ہوئے بڑی کثرت سے ان کا ازدحام پھیلاؤ ہے ان کے غبار کا، موت کا لباس پہنے ہیں! جو سب سے زیادہ انھیں پسند ہے وہ اپنے پروردگار کی ملاقات ہے۔ ان کے ساتھ ذریۂ بدریہ بھی ہے اور سیوف ہاشمیہ بھی جن کی کاٹ سے تم بے خبر نہیں ہو۔ اپنے بھائی، ماموں، نانا اور خاندان میں ان کی

ٓ یہاں ایک آیت قرآنی کا مفہوم ہے [illegible]

[illegible]

کاٹ دیکھ چکے ہو اور وہ ظالموں سے دُور نہیں۔

٢٩۔ اہل بصرہ کے نام

وَقَدْ كَانَ مِنِ انْتِشَارِ حَبْلِكُمْ
وَشِقَاقِكُمْ مَا لَمْ تَغْبَوْا عَنْهُ، فَعَفَوْتُ
عَنْ مُجْرِمِكُمْ، وَرَفَعْتُ السَّيْفَ عَنْ
مُدْبِرِكُمْ، وَقَبِلْتُ مِنْ مُقْبِلِكُمْ، فَإِنْ
خَطَتْ بِكُمُ الْأُمُورُ الْمُرْدِيَةُ، وَسَفَهُ
الْآرَاءِ الْجَائِرَةِ إِلَى مُنَابَذَتِي وَخِلَافِي
فَهَا أَنَا ذَا قَدْ قَرَّبْتُ جِيَادِي، وَرَحَلْتُ
رِكَابِي، وَلَئِنْ أَلْجَأْتُمُونِي إِلَى الْمَسِيرِ إِلَيْكُمْ
لَأُوقِعَنَّ بِكُمْ وَقْعَةً لَا يَكُونُ يَوْمُ الْجَمَلِ
إِلَيْهَا إِلَّا كَلَعْقَةِ لَاعِقٍ، مَعَ أَنِّي عَارِفٌ
لِذِي الطَّاعَةِ مِنْكُمْ فَضْلَهُ، وَلِذِي
النَّصِيحَةِ حَقَّهُ، غَيْرُ مُتَجَاوِزٍ مُتَّهَماً
إِلَى بَرِيٍّ، وَلَا نَاكِثاً إِلَى وَفِيٍّ

تم میں جو شقاق و اختلاف تھا، تمہیں معلوم ہے اس کے بعد
میں نے تمہارے خطاکاروں کو معاف کر دیا۔ تمہارے پیٹھ
دکھانے والوں سے تلوار دور رکھی اور تمہارے اطاعت پیش
کرنے والوں کی اطاعت قبول کر لی۔ اس سب کے بعد بھی اگر
ہلاکت میں ڈالنے والے معاملات اور احمقانہ خیالات تمہیں
برگشتہ ہو جانے اور مجھ سے لڑائی مول لینے پر آمادہ کرنے میں
کامیاب ہو گئے تو سُن لو میں بھی اپنے گھوڑے قریب کر چکا
اونٹ کسوا چکا ہوں اگر تم نے چڑھائی کرنے پر مجھے مجبور کیا
تو یقین کرو تمہارا وہ حال کر دوں گا کہ جنگ جمل اس کے
محض ایک شاق ہو کے رہ جائے گی۔ حالانکہ میں تمہارے اطاعت
شعاروں کے فضل کا شکر گذار اور خیر خواہوں
کے حق کا پاس گذار ہوں۔ مشتبہ آدمی کی وجہ سے بے
گناہ اور بیوفا کے سبب سے وفادار کو گرفت میں لانا میرا دستور
نہیں۔

جو لوگ بار بار نکث عہد کرتے تھے۔ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تھے، حق کو مانتے تھے۔
لیکن اس کا ساتھ دیتے ہوئے اغراض و مصالح کے ماتحت ڈرتے تھے،
ان سے امیر المومنین کے طرز تخاطب کا اندازہ ان سطور سے ہو سکتا ہے۔
(جعفری)

عظیم امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی شافعی کا شاہکار عقیدت

مناقب ممتازات امیرالمؤمنین پر ایک قدیم ترین مشہور و مسلمہ کتاب کا جائزہ امیرالمؤمنین کے بعض کارناموں کا احادیث کی روشنی میں مطالعہ

۱۹۱- احادیث کا انتخاب۔ احادیث خصائص کے حضرت کی رواداری تشریح بعض احادیث کی تنقید

(از محقق عظیم علامہ ... مولانا ... طا)

شہید ظلم و تعصب محدث عظیم علوی امام النسائی کا تعارف (ادیب فاضل)

احمد بن شعیب نسائی خراسانی ... ۲۱۵ھ میں ... شہر نسا میں پیدا ہوئے نسا خراسان کا مشہور شہر ہے اس کو نسائی اور نسوی کی نسبت سے کہا جاتا ہے۔

... ابن راہویہ کے علاوہ ... و عراق و مصر و شام و جزیرہ کے ... سماعت کی۔ علم حدیث میں مہارت پیدا کی۔ ابو داؤد کے شاگرد تھے۔ فروع میں شافعی تھے۔

سواد اعظم کو ... وحفظ و ... پیدا کی۔ علوئے اسناد حدیث میں یکتا روزگار مانے گئے

ذہبی کی نظر میں تو یہ امام مسلم بن حجاج صاحب صحیح سے بھی حافظ تر تھے۔ ابن طاہر ... نے سعد ... زنجانی سے ایک شخص کا حال پوچھا تو انھوں نے اس کو ثقہ کہا۔ ابن طاہر نے کہا۔ نسائی نے تو اسے ضعیف کہا ہے۔ سعد نے کہا۔ ... راویوں کے متعلق نسائی کی شرائط ... اور مسلم سے بھی ... نسائی ... ایک ... پیدا کی۔ ... بخاری و مسلم ... اور ان میں سے ... ایک ... روایت کی تضعیف ... کتاب ... نسائی ...

کا انتخاب ... المجتبیٰ من السنن لکھ کر ... کہتے ہیں ... کا درجہ صحیحین کے بعد ہے ... دونوں نسائی ... شائع ہوگئی ہیں۔ ان کی تصنیف سنن نسائی کا شمار ... میں ہے۔ صحاح ستہ میں ... اور ... طبقۂ دوم ... ہے۔

کتاب عمل الیوم واللیلہ، کتاب الکنی والاسامی بھی ان کی ... ہے کتاب الکنی کا انتخاب شائع کیا گیا ہے ... (اسامی المحدثین) کتاب الاخوة۔ ... کتاب الضعفاء والمتروکین ... خصائص علی ان کی تالیف ہے۔ کتاب الضعفاء کا قلمی ... مولانا ... آزاد ... کے کتب خانے میں ہے اور آگرہ میں مطبع ... میں ۱۳۲۳ھ میں چھپ گیا ہے مطبوعہ نسخہ ... یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہے۔ کتاب خصائص علی مطبع تقدم علمیہ مصر ۱۳۴۸ھ میں اور ... عراق میں ... ہے

کتاب خصائص علی نے مرتبہ شہادت عطا کیا (دو سرے موضوع)

اسی طرح نسائی ... کے ... دور ... ملکی سیاست کے تقاضے ... اور ... عقیدت مندوں کو تاریخ و حدیث ... سے محروم رکھا۔

ابتدا میں نسائی نے بھی دشمنانِ آلِ محمد کو شرفِ تقرب بخشا۔ اور اپنی صحیح میں نواصب و خوارج کی حدیثیں بھی قبول کر لیں۔ کثرتِ مطالعہ۔ عمقِ نظر۔ حساس طبیعت۔ بیدار ضمیر نے ان کو اپنے انداز فکر و نظر کے محاسبہ پر آمادہ کیا۔ سیاسی ماحول نے آلِ محمد سے جس قدر دور کر دیا تھا جب اس پر ان کی توجہ ہوئی تو انھوں نے اپنے رویہ میں کافی تبدیلی کی۔ میرے خیال میں زندگی بھر کی غفلت و حق تلفی کا کفارہ ادا کرنے کی فکر پیدا ہوئی

جب زندگی کے آخری دن قریب آ گئے تو فکر اکلم نے ان کے کرب میں شدت پیدا کر دی انھوں نے تلافی کے طور پر کتاب خصائص علی کی تالیف کی۔ مسلم ہے کہ اس وقت ان کا دل عشق آلِ محمد سے معمور ہو گیا تھا۔ امام شافعی کے اہلبیتِ کرام کے بارے میں جو جوش و سرور تھا اس کا مصرع کا تھا۔ اور اس حدت میں ان کا گہرا ہوا جوان کو اس وادی السلام میں کھینچ لایا۔

علامہ محمد حبیب اللہ شنقیطی مالکی سابق مدرس جامع ازہر اپنی کتاب کفایۃ الطالب لمناقب علی بن ابی طالب مطبوعہ قاہرہ ۱۹۳۶ء صفحہ ۲۵ میں لکھتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے اصابہ (۲۶۹/۲) میں لکھا ہے کہ نو حضرت علی کے ان خصائص کی جو کہ جو آپ ہی میں پائے جاتے تھے اور دوسرے صحابہ میں نہ تھے انھوں نے ان میں سے بہت کچھ جمع کیا جن کی اکثر سندیں حسن ہیں۔

ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری باب مناقب علی کے آخر میں لکھا ہے کہ حضرت علی کے تمام مناقب حسن طریقہ سے نسائی نے کتاب الخصائص میں جمع کر دیے ہیں اس کے بعد علامہ شنقیطی لکھتے ہیں۔ کتاب الخصائص سے مراد وہ کتاب ہے جسے حافظ نسائی صاحب سنن نے تالیف کیا تھا اور اس کا نام خصائص علی رکھا تھا یہ چھپی ہوئی میری نظر سے گزری۔ یہ کل حدیثیں ان اسناد سے ہیں جو رسول اللہ تک

پہونچتی ہیں۔ اور حضرت علی کی فضیلت میں وارد ہیں۔ یہاں تک کہ حافظ ابن عبد البر نے استیعاب میں لکھا ہے و فضائلہ لا یحیط بہا کتاب حضرت علی کے فضائل اتنے ہیں کہ ایک کتاب میں نہیں سما سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نسائی کی کتاب خصائص میں امیر المومنین کے فضائل علی شمۂ از خروارے اور قطرہ از دریا ہیں۔ ان قطروں ان چند قطروں میں دریا اور ان چند دانوں میں خرمن کا نظارہ کر سکتے ہیں۔

دانہ خرمن ہے ہمیں۔ قطرہ ہے دریا ہم کو
آئے ہر جز میں نظر کل کا تماشا ہم کو

خصائص صحیح سنن نسائی کا ایک حصہ ہے (تہذیب التہذیب ابن حجر جلد)

نسائی کی ۸۸ سال عمر کا بڑا حصہ حدیث کی سیر میں گزرا اب ان پر حقیقت بے نقاب ہو چکی تھی کسی گوشہ کی فکر دامنگیر تھی۔ انھوں نے کتاب خصائص کو ذریعہ نجات قرار دیا۔ انھوں نے اپنی ذاتی نجات کو کافی نہیں سمجھا۔ ان کے ضمیر نے ان کو آمادہ کیا کہ جو حقیقتیں ان پر کھل گئی ہیں ان سے دوسرے نامحرمانِ مقامِ علی کو بھی فائدہ پہونچیں دمشق عرصہ سے نواصب و خوارج کا مرکز بنا ہوا تھا دمشقیوں کے دل حبِ آلِ محمد سے خالی تھے۔ بنی امیہ کی حکومت کے اثر سے دمشق کے عوام میں ناصبیت کا رجحان پیدا ہو گیا تھا۔ نسائی نے ان کی اصلاح و ہدایت کو وسیلۂ مغفرت قرار دیا سن تیرانہ سال میں دمشق آئے جامع مسجد میں خصائص کا کچھ حصہ پڑھنے پائے تھے کہ ایک شخص نے پوچھا آپ نے امیر معاویہ کے مناقب کے متعلق بھی کچھ لکھا ہے۔ موصوف نے صاف گوئی اور جرأت سے کام لیا۔ کہا۔ معاویہ کے لیے یہی کافی ہے کہ برابر سرابر چھوٹ جائیں۔ ان کے مناقب کہاں ہیں ان کے اصرار پر یہ کہا مجھے ان کے بارے میں سوا حدیث لا اشبع اللہ بطنہ کے اور کوئی حدیث نہیں ملی

[illegible] شہید کر مارنا پیٹنا شروع کیا۔ [illegible] ضربیں شدید پہنچیں کہ نیم جان ہو گئے۔ [illegible] وصیت کی کہ مکہ معظمہ [illegible] منتقل کیا جائے راستے میں بمقام ۱۳ صفر [illegible] ضربوں سے شہادت نوش کر چکے [illegible] صفا و مروہ کے درمیان آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

دار قطنی نے کہا ہے دمشق میں ان کی آزمائش ہوئی وہ شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔

مصادر: شروط الائمۃ الستۃ حافظ محمد بن طاہر مقدسی مطبوعہ مصر۔ فتوحات وہبیہ۔ مفتاح السعادۃ۔ بستان المحدثین ۱۳۲۵ھ وفیات الاعیان۔ تتمۃ المختصر ابو الفداء مصری۔ مراۃ الجنان یافعی۔ طبقات شافعیہ سبکی۔ مقدمہ تہذیب ابن حجر۔ فتح الباری۔ نفیس الفوائد۔ رجال مشکوٰۃ۔ تراجم حفاظ۔ شرح مواہب زرقانی۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی۔ حاشیہ زہر الربیٰ۔ بستان المحدثین شاہ عبد العزیز ترجمہ مولانا بدر عالم۔ مطبوعہ دہلی وغیرہ

خصائص نسائی

کے اسناد و اعتبار اور مسائل کی صحت ہونے کے بارے میں متقدمین و متاخرین و معاصر حاضر کے علماء محدثین و علماء و مشاہیر کی رائے گزر چکی۔ خصائص میں ۱۹۱ حدیثیں ہیں ان میں صرف وہ چند حدیثیں درج کی گئی ہیں جن میں حضرت علی کی کوئی ایسی خصوصیت و فضیلت مذکور ہے جس میں وہ منفرد و ممتاز تھے اور ان میں اُن کا کوئی بھی شریک و سہیم نہ تھا۔

اس سلسلے میں حضرت علی کے مسلم و مصدقہ اولیات دعوت عشیرہ کے مہتمم۔ اور بھائی۔ صاحب وارث و وزیر کے لقب۔ مواخاۃ کے موقع پر کئی بار آنحضرت کی اخوت۔ سیدۃ نساء عالم سے شادی۔ سردار جوانان جنت اور گل ریحان نبی کا شرف حسنین کو رسول کے فرزند ہونے کا۔ مسجد نبوی میں سب کے دروازے بند کر کے صرف علی کے دروازے کو کھلا رکھنا۔ محمد کا امتیاز۔ خاصہ جنگ خندق میں گروہ باغی کی پیشگوئی۔ جنگ خیبر میں بعد ناکام کوششوں کے علمبرداری، فتح کرنا۔ دوش رسول پہ سوار ہو کر بتوں کو توڑنا۔ طائف میں اطاعت رسالت سرگوشی۔ تبوک کے موقع پر منزلت ہارون کا اعلان۔ اخوت و وزارت و ولایت و امامت کا شرف۔ مکہ میں سورۂ برات کی تبلیغ کی خصوصیت۔ یمن میں تبلیغ و جہاد کے لئے روانگی اور کامیابی۔ بعض حاسدوں کی سازش اور رسول خدا سے شکایت اور افترا پردازی آنحضرت کی شکایت کرنے والوں سے برہمی اور تنبیہ۔ معرکۂ غدیر خم۔ وفات رسول خدا اور آخری لمحات میں سیدۂ عالم اور امیر المومنین سے رازدارانہ گفتگو۔ حضرت عثمان اور حضرت علیؓ کا ابن عمر کی نظر میں فرق۔ اپنے عہد خلافت میں حضرت علی کا حدیث غدیر سے استدلال و احتجاج، خوارج کی بغاوت اُن کا کفر۔ ان سے جنگ کا حکم۔ ان کے اعتراضات کا ابن عباس کی طرف سے مدلل جواب۔ حضرت علیؓ کے قاتل کے بارے میں آنحضرت کی ایک تمثیل اور پیشگوئی۔ امیر المومنین کی شہادت کے بعد ناسازگار ماحول۔ حضرت علی پر سب و شتم کی تبلیغ۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ، ابن عباس۔ اور سعد بن ابی وقاص کا احتجاج۔ وغیرہ۔ چند الحاقی اور موضوع حدیثیں۔ ناصبیت نے امام نسائی کو برداشت نہیں کیا۔ اور بڑے ظلم و تشدد اور بہیمانہ طریقے سے اُن کی جان لی۔ امام نسائی کی شہادت کے بعد تصنیف کی حرمتیں ختم نہیں ہو گئیں بلکہ اس کا اظہار مختلف روپ میں ہوتا رہا۔ انکا ذوق نے خصائص نسائی کی صداقت و حق گوئی کو مجروح کرنے کے لیے اس کتاب میں بعض تصرفات و الحاق سے کام لیا اور ان چند تصرفات سے پوری کتاب کے اثر کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ الحاق اتنا رکیک اور غلط بیانیوں پر مشتمل ہو کر پہلی ہی نظر میں اس کا الحاق ہونا محسوس ہونے لگتا ہے، سند و متن پر ناقدانہ نظر سے تو اس کا پورا پول کھل جاتا ہے اگر ان بعض الحاق کو قبول کر لیا جائے تو

یہ کتاب خصائص ہی نہیں بلکہ مثالب بھی ہو جاتی ہے۔ خصائص
کی احادیث سے ان بعض الحاقی حدیثوں کا تضاد و اختلاف
بالکل واضح ہے۔ ان الحاقی حدیثوں پر تو کہا ہے ان کو جان
لینے کے امور ماحول سے اُن کو کوئی بات بنانا فام ہو سکتا
تھا۔ امام نسائی ایسے متبحر و حق گو کے قلم سے ایسی بیہودہ اور
بے سرو پا حدیث خصائص جیسی پاک کتاب میں شامل نہیں
ہو سکتی تھی۔ میں نے ان الحاقی حدیثوں کو آخر میں ایک جگہ
جمع کر دیا ہے اور اس کے متن و متون پر سرسری تنقید بھی کی ہے۔

"خصائص" کی ۱۹۱ حدیثوں میں ایک مضمون پر مکرر
حدیثیں درج ہیں۔ محدثانہ احتیاط کی بنا پر تکرار کو ضروری
سمجھا گیا۔ تکرار کا ایک فائدہ یہ ہے کہ مختلف اسناد و متون
سے حدیثیں درج ہو جائیں - - - -

تاکہ اس کے تواتر و ثبوت
و شہرت پر روشنی پڑے۔ مختلف متنوں میں اگر اختصار یا طول
یا بعض مرادف الفاظ کا فرق تھا اس کو بھی ظاہر کر دیا گیا
تاکہ ثقاہت و استناداری کا کوئی پہلو نظر انداز نہ ہونے پائے۔

کتاب خصائص میں حدیثوں کے اندراج میں ترتیب
زمانی کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ میں نے حدیثوں کو ترتیب زمانی
کے مطابق درج کیا ہے۔ اس سے آنحضرت کے بیان فضائل
کی رفتار اور ماحول اور حدیث کے سیاق و سباق کے سمجھنے میں
آسانی ہوگی۔

میں نے حدیثوں کا انتخاب کیا ہے۔ قریب المعنی حدیثوں
کو ایک جگہ کر دیا ہے۔ سندیں حذف کر دی ہیں۔ صرف آخری
راوی کا نام باقی رکھا ہے۔ کتاب بار بار مختلف ملکوں میں
چھپ کر ہر بڑے کتب خانے تک پہنچ چکی ہے اسناد اس میں
دیکھے جا سکتے ہیں۔ رواداری، سنجیدگی و متانت سے
احادیث کی تشریح کی ہے۔

یہ وہی حدیثیں ہیں جو تیرہ سو سال میں مختلف فرقوں
کا پیکر بنا رہا ہے اور مختلف مکاتب فکر قائم ہوئے ہیں۔
شیعہ اثنا عشری، مدرسۂ تفضیل، مسلک حبِ اہلبیت اور
مختلف توجیہیں اور تاویلیں ہوئی ہیں۔ آج بھی بدلے ہوئے
حالات میں یہ نصوص ہمارے سامنے ہیں۔ ہم اپنے علم و
بصیرت کے مطابق ان کے بارے میں رائے قائم کرنے کو
آزاد ہیں۔ کسی حکومت یا اقتدار کا ہمارے ذہن پر کوئی
بوجھ نہیں ہے۔ ان احادیث سے آج کسی فرقہ کے سیاسی
و مادی مفاد کا سوال نہیں ہے۔ البتہ کچھ اب ضمیر کی
حکمرانی ہے۔ قدیم آبائی نظریات سے چمٹے رہنے کا
جذبہ اب کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ ہر فرقے میں آزاد
تحقیق و نظر کے حامی پیدا ہونے لگے ہیں۔

میں احادیث خصائص کی تشریح میں اختلافات
کی خلیج پاٹ تو نہیں سکتا تھا لیکن میں نے مختلف جذبات
و احساسات کے احترام کی پوری کوشش کی ہے۔ یہ
کل حدیثیں خصائص نسائی کے علاوہ دوسرے صحاح و
سنن و مسانید و معاجم میں بھی موجود ہیں۔ امام نسائی
کی بدولت وہ ایک جگہ جمع ہو کر فضائل و مناقب مرتضویہ
کا ہمالہ نظر آتی ہیں۔

ہر فرقہ و مذہب و مکتب خیال میں سنجیدہ، کشادہ
دل، حق پسند، نیک دل، فتنہ پرور، شریر، تنگ نظر اور
غیر مہذب انسان پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔
امام نسائی ایسے فراخ دل، حق گو، بصیر و خبیر انسان
بھی اس دنیا میں آتے ہیں۔ اور ایسے تنگ نظر و وحشی
بھی جنہوں نے انتہائی بے دردی و قساوت و سنگدلی سے
اپنے مسلم الثبوت عالم و محدث و فقیہ اکبر قوم کے علم و عمل
کے جوہر بے بہا کو اس جرم میں ہلاک کر دیا کہ وہ اپنے ضمیر
کی آواز پر کیوں اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے اپنی فکر نجات کے
ساتھ دوسروں کی فلاح و رستگاری کی کوشش کیوں کی۔

صحیح و پاک طریقہ کار تو یہ تھا کہ لوگ ایک محقق و نقاد و حافظ و عالم کی کوششوں کے شکر گزار ہوتے اس سے کم از کم یہ صورت بھی مناسب ہوتی اگر مخالف دوسرے ماہر محدثین سے ان احادیث پر تنقید کرا کے درخواست کرتے۔ اگر محدثین ایمان دار ہوتے یا کسی وجہ سے استدلال سے رد کر دیتے تو وہ اسے عطائے تو بلقائے تو۔ کہکر واپس کر دیتے۔ لیکن ہوا یہ کہ تحقیق و نقد کا مقابلہ طاقت و تشدد سے کیا اور اپنے محسن و مخلص و مرد حق آگاہ کی جان لے لی۔

اس تشدد و عصبیت کا مختلف اثر آزاد خیالی، بے روح تحقیق، مرعوب ذہنیت، کمزور طبیعت پر پڑنا ضروری تھا۔ نسائی کے المیہ کے سرفروشی و جانباز و حق گو مجاہد دنیا میں آتے ہیں۔ عام طور پر اپنی جان و آبرو ہر شخص کو پیاری ہوتی ہے۔ کچھ ڈر کر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں پھر گول مول کلام نکال لیتے ہیں۔ کچھ زمانہ سازی سے کام لیتے ہیں مقبولیت و خوشحالی کی قربان گاہ پر حق اور راستبازی کو بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ اور طاقت و باطل سے سودا کر لیتے ہیں۔ اور کچھ دنیا کے سود و زیاں کو آنی جانی سمجھ کر فائدہ و ضرر سے منھ موڑ کر نسائی کی راہ پر چل پڑتے ہیں اور کچھ ہمت کر کے اس راستے پر چند قدم بڑھاتے ہیں۔

امام نسائی کی پاکیزہ روح تمام مختلف مکاتب کے مسلمانوں کو حب اہلبیت کے پلیٹ فارم پر متحد دیکھ کر بڑی مسرت محسوس کرے گی۔ کتاب خصائص کے ذریعہ سے انھوں نے ایک ایسا وسیع و خوش نما باغ لگایا ہے جس کے سایہ اور پھل پھول سے سب مسلمان فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

ہم انسانی اتحاد۔ ملکی و وطنی اتحاد۔ اور اسلامی اتحاد کے بڑے آرزو مند ہیں۔ ہمارا دل انتشار و افتراق و فساد و تخریب کی کوششوں سے سخت صدمہ محسوس کرتا ہے۔ ہمارے دل میں اپنے انسانی اور وطنی اور اسلامی بھائیوں سے اتحاد و خلوص کی شدت سے تشنگی و لگاؤ ہے۔ خصوصاً اسلامی اتحاد کی آج ہمیشہ سے زیادہ ضرورت ہے۔ الحاد و بے دینی اور اخلاقی و روحانی زوال نے آج ہماری ذمہ داریاں بہت بڑھا دی ہیں۔ وقت اور عمل جد و جہد ہی ہمارا سرمایہ ہے ہم اسے عالمی سطح وطنی تعمیر اسلامی ترقی میں صرف کر کے نوع انسانی، وطن عزیز اور اسلام کی بڑی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ اور اپنے باہمی اختلافات کو رواداری علم و تحقیق کے دائرے میں محدود کر کے فکر و بحث کا دروازہ بھی کھلا رکھ سکتے ہیں۔ اور معاشرتی زندگی اور مشترک مسائل میں ایک دوسرے سے متحد و متفق ہو کر اشتراک عمل بھی کر سکتے ہیں۔ ہر فرقے کے انسانیت دوست صاحبدل روادار فرض شناسوں کو آگے بڑھنا چاہیئے اور بغیر اس خیال کے کہ دوستی اور تعاون کی پہل کون کرتا ہے یہ سعادت جسے حاصل ہو سکے اسے بڑھنا چاہیئے۔

ناہموار ماحول میں قومیں اپنی شکست و فتح۔ نفع و نقصان ترقی و زوال کے اسباب کا جائزہ لیتی ہیں۔

مجموعی لحاظ سے آج مسلمانان ہند سیاسی و اقتصادی و دینی و اخلاقی اعتبار سے مرگ مفاجات کی سرحد کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ اختلاف و منافرت انھیں کھائے جا رہی ہے۔ سنی سنی۔ شیعہ شیعہ۔ شیعہ سنی۔ ہر محلہ اور ہر گھر میں بے اعتمادی، اختلاف و انتشار کا دور دورہ ہے۔ نفرت کا علاج نفرت نہیں ہے تندرست ذہن نفرت کو دوستی میں بدل دیتے ہیں۔ نفرت و افتراق کی وبا کا پھیلا دینا آسان کام ہے۔ اسے تو ہر حقیر و شریر انسان انجام دے سکتا ہے۔ جوانمردانہ کام دوستی و محبت و رواداری کے پیغام کو عام کرنا ہے جو اسلامی بھائیوں کو قریب سے قریب تر کرتا ہے۔

نظر پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

دونوں جماعتیں اپنے اپنے نظریات کے اندر رہتے ہوئے مشترک مقاصد میں تعاون کریں۔ اور رواداری و اتحاد و اتفاق

کے لیے کچھ رہبر اصول بتائیں تحریر و تقریریں جن کو ملحوظ رکھیں۔ آقائے بروجردی اور سابق شیخ الازہر شیخ شلتوت کے ایماء سے جمعیت تقریب مذاہب قائم ہوئی تھی جس کا مرکز مصر میں ہے۔ اس جمعیت نے اسلامی اتحاد کے لیے ٹھوس خدمتیں انجام دی ہیں۔ ہندوستان کے مسلمان بھی اس جمعیت کی راہ پر چل سکتے ہیں۔

اس کام کا آغاز اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ ایک ادارہ نشر و ترجمہ و تالیف قائم کیا جائے جس میں سواد اعظم کے علماء کبار کی آئمہ اہلبیت پر مستند و مشہور کتابوں کو دوبارہ شائع کیا جائے اُن کے ترجمے ہوں مخطوطات کو تحقیق کے ساتھ شائع کیا جائے۔ اس طرح دونوں جماعتوں کو مل بیٹھنے کے لئے ایک مشترک پلیٹ فارم مل سکتا ہے خصائص نسائی اور اُسکے ترجمے کی اشاعت سے اس مسعود و مبارک تحریک کا آغاز کیا جاسکتا ہے۔

ایک ہزار سال سے کتاب خصائص نسائی مسلمانوں کے ہر مکتب خیال کے ماہرین کے سامنے رہی ہے۔ اس سے احتجاج کیا جاتا رہا ہے۔ ہر مکتب اس سے استفادہ کر رہا ہے۔ اسے ایک مصدر و منبع کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اس کے مختلف زبانوں میں ہر مکتب نظر نے ترجمے بھی کئے ہیں۔ عرصہ ہوا ہمارے محبوب مکرم جناب سید اولاد حسین صاحب شاعر لکھنوی مرحوم نے اس کا اردو میں ترجمہ شائع کیا تھا۔ جو اب نایاب ہے۔ مرحوم نے بعض حدیثوں کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔ کہیں کہیں ترجمہ مبہم اور کہیں غلط ہے (۴۸۔ ۴۷۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۸۴)

دوسرا ترجمہ مولوی فاضل جناب ملک محمد شریف صاحب کا ہے جسے موصوف نے ۱۹۲۶ء میں ملتان سے شائع کیا ہے۔ اس ترجمہ میں عربی متن شامل نہیں ہے کتابت اور چھپائی بھی اچھی نہیں ہے اس پر سید مولوی فاضل محمد عبد الوہاب ایم اے کا مختصر مقدمہ بھی ہے۔ اس ترجمے میں بعض مقامات پر غلطیاں رہ گئی ہیں (۱۲۹۔ ۱۳۲) خصائص کی بعض الحاقی روایات پر انھوں نے کوئی نوٹ بھی نہیں دیا (۹۳۔ ۱۰۲)

۱۳۲۷ھ میں فارسی میں خصائص کی ایک شرح علم لدنی در تشریح و حقائق خصائص مترجم امام نسائی مطبع رفاہ عام لاہور سے شائع ہوئی تھی۔ یہ خدمت علامہ فہامہ حجۃ الاسلام مولانا سید ابوالقاسم رضوی قمی لاہوری (مولود ۱۲۴۹ھ متوفی ۱۳۲۴ھ) صاحب تفسیر لوامع التنزیل خامۂ تحقیق نے انجام دی تھی۔ اب یہ شرح کمیاب ہے۔ یہ شرح ایک بالغ نظر اور معقول منقول میں دستگاہ کامل رکھنے والے عالم کی ہے۔ اس میں بھی دو ایک جگہ مسامحہ ہو گیا ہے (۱۹۹۔ ۲۰۵) متن میں عبد اللہ بن عمر ہے۔ ترجمے میں عبد اللہ بن عمر خطاب لکھا ہے یہ مسامحہ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ عبد اللہ بن عمرو عاص ہیں جیسا کہ خصائص کی حدیث ۱۹۵ میں اس کی صراحت بھی ہے۔ مشرقی کو سند اور ترجمہ دونوں میں مشرفی لکھا ہے

قطعہ

شوقِ سر ہے سجدہ کو مشغلِ سرود
آنے والا جو یہاں پر وہ فخر ورا ہوگا
دیکھنا خلد کی شیشت سے کلا شہ
جو وہ مجبور ہو کسی دیوار میں لجا ہے گا

(نجمی سنبھلی)

خانہ زادِ کبریا علیؑ

[illegible]

اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ (حدیث)

(حضرت) علی (علیہ السلام) کے چہرے پر نظر کرنا (بھی) عبادت ہے۔

سرِ نبی قولِ رسالتمآبؐ سے زہے حیاتِ ایمان کے لئے گلوۓ شبابِ ... فاں حاصل کرنے کی جو ... حق نے اس حدیث نبویؐ کو خوانندگان محترم کے سامنے پیش کر دیا۔ مشہور و معروف حدیث ناقابلِ انکار حدیث۔ اور کس کی زبانِ اقدس و مقدس سے نکلی ہوئی بات؟ اس کی صحت جسے کوئی خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم بھی یاوہ گو اور غلط گو نہ کہہ سکا۔ جس کی حق گوئی اسی سے ظاہر ہے کہ اس نے کلامِ حق اور اپنے کلام کو علیٰحدہ علیٰحدہ رکھا حالانکہ دونوں زبانِ رسالتؐ ہی سے نکلتے تھے یہ اس حبیبِ خدا محبوبِ کبریا کی صداقت دیانت و امانت کا ثبوت ہے کہ وہ دونوں کو ایک دوسرے سے ممیز کرتا رہا۔ اسی طرح آج ہمارے ہاتھ قرآن بھی ہے اور اقوال و احادیثِ رسولِ خدا بھی۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ کلامِ ربانی اور کلامِ رسولؐ کی عزت و احترام و منزلت میں بس تھوڑا ہی سا فرق قرار دیا جا سکتا ہے۔ دونوں احکام واجب التعمیل۔ دونوں اقوال روح و معانی ہدایت مگر ایک اصل وحی دوسرا مثلِ وحی وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى۔ لیکن فصحائے عرب نے یہ کہہ کر ثابت کر دیا کہ ما ہٰذا کلام البشر یعنی آیاتِ قرآنی بشری زبان سے نہیں نکلی ہیں یہ مافوق البشر ہستی کا کلام ہے لیکن کلامِ رسالت مآبؐ کے لئے کسی کا یہ قول نہیں ملتا ہے۔ قولِ خدا زبانِ وحی ترجمانِ رسولؐ سے نکل کر قولِ خدا رہ گیا اور قولِ رسولؐ قولِ رسولؐ ہی رہا جو دیکھو آخر الذکر کی صداقت میں بھی کوئی کہنے کلام نہیں۔

ایسے متدین کی زبانِ وحی ترجمان کا یہ حقیقت نواز و حق فزا قول میرے کلام کا سرنامہ ہے۔ ہادیٔ عالم نے علیؑ کی منزلت کو عرش مقام بنا دیا۔ روئے انورِ علی ابن ابی طالبؑ کی زیارت کو عبادت قرار دے دیا۔ نماز بھی عبادت۔ روزہ بھی عبادت۔ حج بھی عبادت۔ زکوٰۃ بھی عبادت۔ خمس بھی عبادت۔ جہاد بھی عبادت۔ اے ہادیٔ آخر الزمانؐ۔ اے صاحبِ لولاک لما آپ نے علیؑ کے چہرے کی زیارت کو خواہ وہ جھلکتی ہوئی نظر سے کیوں نہ ہو عبادت قرار دے دیا اور علیؑ کی منزلتِ اعلیٰ کو بشریت کی تمام ترین مجموعی صفات کی مرکزیت سے بلند تر مقام دے دیا۔ علیؑ کے رُخِ انور میں آپ نے کون سے جلوے دیکھے کہ اس کی جھلک دیکھنے کو عبادت کہہ دیا۔

یقیناً آپ کی دیکھی اور سمجھی ہوئی وہ تمام عظمتیں جو جسم و روحِ علیؑ میں۔ قلب و دماغِ علیؑ میں۔ دست و بازوئے علیؑ میں۔ تخیل و ادراکِ علیؑ میں۔ علم و عرفانِ علیؑ میں۔ ہدایت و امامت

علیؑ میں تھیں اس قدر گرانقدر ثابت ہوئیں کہ آپ نے عمروؓ کے چہرے کا محض دیکھنا عبادت قرار دے دیا مطلب شاید یہ ہی رہا ہو کہ جو شخص انوار رُخِ تابانِ علی سے کسب ضیا کرے گا وہ دل نورانی ہو جایا کرے گا نظروں میں علیؑ کی عظمت اس قدر مرتفع مقام پر نظر آنے لگے گی کہ عرفان کی بلندیوں کی سرحدیں لوٹ جائیں گی انوار علوی کی چھوٹ دیکھنے والوں کی نگاہوں کو طیب و طاہر بنا دے گی قلب کو صفا کر دے گی دیکھنے والوں کے قلوب میں نورانیت بھر دے گی ذرا محبت کی نظر رُخِ زیبائے علیؑ پر ڈالو روح مالیدہ و پاکیزہ ہو جائے گی اور خدائی جلوے نظر آنے لگیں گے

اُس مادر الزمن ہستی کے چہرے کی زیارت کیوں نہ عبادت ہو جس کی کلائی کی طاقت کی صرف ایک ضربت عبادت ثقلین سے بہتر ہے

ضربة علی یوم الخندق افضل من عبادة الثقلین

اسلام کی ساری فوج کے بڑے بڑے سورما دم بخود تھے کہ عمر ابن عبدود سے کیونکر مقابلہ ہو اس نے دو ہزار قزاقوں پر اپنے ہاتھوں میں بچۂ شتر کی ڈھال لے کر حملہ کر کے سب کو بھگا دیا اور اپنے قافلہ والوں کو سنبھالیا تھا مگر رسولِ خدا نے اس لعینِ کامل کے ساتھ جنگ خندق کو تن تنہا سر کرنے کے لئے علیؑ کو روانہ کیا کہ میرا شیر اسلام کا شیر ہے۔ شیر خدا ہزار در ہزاروں کو زیر کرنے والے کے مقابلہ کے لئے کافی ہے اپنے تجربہ پر بھروسہ رکھ کر یہی سمجھا تھا شکست کا تو تصور بھی دماغ میں نہیں آسکتا تھا مگر یہ ضرور کیا کہ تائید الٰہی حاصل کرنے کے لئے دستِ دعا بلند ہو گئے مشیت بھی مسکرا دی اسے منظور تھا کہ تو سمجھ سے اس جنگ سے اس پیل تن کے مقابلہ میں جو کئی سو کمی روٹی کھانے والے علیؑ کو ایک بار نہیں بلکہ دو بار فتحیابی حاصل ہو اور دوہرا نورانی سہرا رُخِ انور پر جھلکے۔ تھی بشر مگر اسد اللہ کا مقابلہ دیو زاد سے ہوا جب پردۂ غبار چاک ہوا تو دونوں افواج نے دیکھا کہ ابن عبدود کے سینہ پر علیؑ بیٹھے ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ ہر مقام پر فتح پانے والی اسلامی شمشیر زنوں اور پہلوانوں کی زبانوں سے نعرۂ تحسین نہ بلند ہوا ہوگا اور کون کہہ سکتا ہے کہ دعا کرنے والے پیغمبر کی آنکھوں میں جوش مسرت اور وفور محبت میں آنسو نہ اُبل آئے ہوں گے

مگر یہ مسرت آگیں محبت فراز منظر چشم زدن میں بدل گیا علیؑ سینۂ ابن عبدود سے اُٹھ کر الگ کھڑے ہو گئے اگر اسلامی فوج کے بہادروں نے دانتوں تلے انگلی دبالی ہو یا حیرت سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی ہوں تو عجب نہ کہئے گا۔ یہ کوئی نہ کہہ سکتا تھا علیؑ نے کیا مگر علیؑ نے دیکھ لیا یہ کل زمانہ کو کل کفر کے مقابلہ میں ایسے نادر ہنگام میں کرنا چاہئے تھا علیؑ کی شمشیر زنی خالصۃً لوجہ اللہ تھی کیونکہ ممکن تھا کہ عمر ابن عبدود کی بدتمیزی اور بے ادبی کی وجہ سے غصہ کے جوش میں اسلامی دفاع کی بنیاد کو ہلا دیں اور ضمیر اسلامی مسلک کی بنیاد ایک مادی ہونے کے باوجود ڈال دیں یہ جنگ تو اسلامی اصولوں کے قیام کے لئے تھی اللہ رب خدا کے وعدہ اس کی تائید کا نقشہ اللہ رب اپنے کس بل پر اعتماد و اعتبار الٰہ رب کے ایمان کی سرلیں سب نے دیکھ لیا کہ علیؑ فاتح ہیں مگر اس دیدار کو بتلا تھا کہ اسلام کے جاں نثار دنیاداروں سے الگ ہوتے ہیں۔ عمر ابن عبدود زمین سے اٹھا اور پوچھا کہ اے علیؑ یہ آپ نے کیا بھید دکھلایا کہیں کوئی دشمن کو زیر کر کے اُسے چھوڑ دیتا ہے۔ علیؑ نے عاجزانہ جواب دیا اور فرمایا کہ جو اسلام اور خدا کے لئے جنگ کرتے ہیں وہ ایسی کرتے ہیں جس نے ایک بار تجھے زیر کیا وہ دوبارہ تجھے زیر کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ علیؑ ہی سے ممکن تھا کہ ایسے موقع پر بھی تعلیم اسلام کا فریضہ ادا کیا اسی لئے تو اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالبؑ مشہور انام ہو گئے غرض کہ پھر جنگ شروع ہوئی پھر رسالتمآبؐ کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھ گئے پھر اسلام کے بہادروں کے دل دھڑکنے لگے ان سب کی عزت و آبرو شیر رب ذوالجلال کے ہاتھوں میں تھی پھر علیؑ نے اس فیل تن کو زیر کیا اور اس کا سر قلم کر کے دشمنوں کی فوج سے سرخرو نکلے علیؑ کی تلوار سے دشمن کا خون ٹپک رہا تھا علیؑ کے دوسرے ہاتھ میں دشمن کا سر بریدہ جوان ہو رہا تھا کون سے تعجب کی بات ہے اگر رسولِ خدا نے استقبال کیا ہو اور تاسکی الفاظ میں مبارکباد دی ہو۔ تو کیا اس فتحیابی کے موقع پر علیؑ کے چہرۂ تاباں پر اسلامی فوج کی ہر فرد نے عبادت کے طور پر نظر ڈالی ہوگی۔

ایسا ہی بدر میں ہوا ایسا ہی احد میں ہوا۔ ایسا ہی خیبر میں ہوا جیسا خندق کی جنگ میں ہوا مگر یہ تو حیات آخرت حیات علویہ کا

سمجھتے ہیں اور سمجھتے رہیں گے علم کی نیرنگیاں ایسی تھیں کہ مدینۃ العلم کا دروازہ قرار پائے یعنی علم و حق جہاں تھا۔ کسی دوسرے کے لئے بھی زبان رسالت سے نہیں نکلا تو تاریخ کے صفحات پر نظر ڈالنے والے بتائیں تمام صحابہ میں ایسا کون تھا کہ جس کی مخلوق کی دنیا سے برتر کرسکیں جس سے محبت کی نظر آئی۔ تب ان کے چہرے کو پسند فرما کر اس پر نظر کرنا ہی عبادت ہے اور اس رخ انور کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ یہ نہیں کہا کہ نظر اعبادت ہے بلکہ یہ کہا کہ عبادت خالص ہے کیونکہ علی کا چہرہ فضل و عظمت وجہ اللہ بن گیا تھا اس لئے چہرہ علی وجہ اللہ ہو گیا تھا۔ جسے خدائی جلوے دیکھنے ہوں جلوۂ علیؑ میں دیکھ لے۔ اللہ کو دیکھنا کہاں ممکن!

عالم تصور و فکر میں بھی جب مطلوب علیؑ کے ان میں خدائی جلوے دیکھے اور راستہ حق سے نکل گئے یہاں تک کہ مولائے کائنات کو کہنا پڑا کہ لوگو! ہم کو الوہیت سے دور رکھو اس کے بعد جہاں سے متصل ہو چاہو اونچا حاصل کرو۔ تمہارا ادراک ہماری حدوں کو چھو نہیں سکتا اور غلو کا امکان ہی نہیں ہے ہماری انتہا کو کوئی سمجھ نہیں سکتا کہنے والے نے اپنی علو کی عظمت کا احساس کر کے مگر ساتھ ہی ساتھ عظمت الوہیت کا عرفان رکھتے ہوئے یہاں سے وہ کہلوا دیا ہے منکسر ہوا۔ علیؑ کو ان ہی ہدایت کرنی پڑی یہاں رسول خدا نے بھی حدود اسلامی کے اندر رہتے اور علیؑ کے علو کا ادراک رکھتے ہوئے اور اپنی نبوت و پیغمبری کو برقرار رکھتے ہوئے کہا ہے کہ علیؑ کے چہرہ کی زیارت بھی عبادت ہے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا اگر انہوں نے کیوں رکھتے اس لئے کہ دنیائے اسلام تو اس کی قائل ہی تھی کہ رسالت مآبؐ کے چہرہ کی زیارت بھی عبادت ہے ان کے پاس بیٹھ کر شرف صحبت حاصل کرنا بھی عبادت ہے البتہ مستقل یہ نظر تھی اس لئے علیؑ کے رتبہ کو اہل اسلام کے سامنے پیش کیا۔

جنگاہ کی دنیا تو علیؑ کی مسلسل کامیابیوں کی وجہ سے سدا بہار اور خوشگوار ہے۔ جب مسند قضا پر بیٹھے تو ہر دوست و مخالف سے کہلوا لیا کہ علیؑ سے بہتر فیصلہ کرنے والا مادر حیات نے نہیں پیدا کیا علم کی دنیا میں جب علیؑ گوہر بار ہوئے تو بارش انوار سے جل تھل بھر دیئے۔

فصاحت و بلاغت کی دنیا میں منبر ہدایت کے لئے ایسے ادب پارے برسائے کہ دامن عالم لبریز ہو گیا تقریر کی آمد نے فصحائے عرب کو گنگ کر دیا ہر نکتہ میں ہزاروں نکتوں کا سمندر بھر دیا بڑے بڑے اہم مسائل کی گتھیوں کو اس طرح سلجھا دیا کرتے تھے کہ عقلاء حیران ہو جاتیں۔ ہر دو اختیار کا اہم اور نازک مسئلہ جس کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے علمائے اسلام نے ریزہ کاریاں کی اور دیں علیؑ نے ایک مشت کے اندر عام فہم طریقہ سے ذہن نشین کر دیا مولائے کائنات عروہ پر جانے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو چکے ہیں کہ ایک صاحب علم تلاش علم میں دروازۂ مدینۂ علم حضرت علیؑ کے پاس پہنچا اور کھڑے کھڑے سوال کر دیا کہ اے علیؑ انسان مختار و مجبور دونوں کیسے ہو سکتا ہے آپ کی تیوریاں اس اچانک سوال پر۔ مگر لیں عقدہ کشا نے سامنے ۴۹
مسئلہ حل کیا رکھا تھا مسکراتے ہوئے آپ نے فرمایا اے شیخ تو اپنا ایک پاؤں اٹھا سکتا ہے اس نے اپنا ایک پاؤں اٹھا لیا علیؑ نے فرمایا اچھا اب دوسرا پاؤں بھی اٹھا لے اس نے جواب دیا یہ تو ممکن نہیں ہے علیؑ نے فرمایا بس اس حد تک تو مختار اور اس حد تک مجبور ہے۔ یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگائی اور روانہ ہو گئے اور وہ شیخ اس طرح سلجھا کر معاملہ رکھ دینے والے کی جاتی ہوئی ہستی پر غور کر کے سر دھنتے لگا علیؑ کی سواری کی اڑائی گرد راہ سامنے جب تک رہی وہ کھو سا گیا۔ جانے کیا دیکھتا رہا کیا سوچتا۔ راہ حق سوار نظروں سے اوجھل ہو گیا شیخ کی زبان نے عش عش کرتے ہوئے بس یہ کہا کہ مادر گیتی نے علیؑ کا سا لعل کہیں نہیں جنا نہ جنے گی

علیؑ شہنشاہ دو عالم پیغمبر خدا کے نائب و منیب و وزیر و معین و معاون رہے اور بعد رسول امام کی ذمہ داریاں سنبھالتے رہے کچھ مدت بعد خلافت ظاہری کی بگڑی تقدیر کی الجھی زلفوں کو سلجھاتے رہے اسلام کا مجسمہ بن کر اسلام نوازی کرتے رہے غلطی کرنے والے کو راہ راست دکھاتے رہے۔ منبر سلونی قبل ان تفقدونی سے اترے تو گوشۂ مسجد میں عبادت میں اس طرح محو ہو گئے گویا کہ عبادت میں کھو گئے یا الوہیت میں غرق ہو گئے ایسے عالم میں بھی فیض رساں مجسم ہستی نے سائل کے سوال کو رد کرنا مناسب نہ

سمجھدار علیؑ سے سائل خالی ہاتھ کیونکر جاتا علیؑ کی نماز ہوتی رہی انگلی سے انگوٹھی سائل کی اتار لی۔ امام وقت دنیا کے سوال حل کرنے میں کوشاں ہے کہ علیؑ کے سے نمازی کی نماز ہو نہیں سکتی۔ ہم ایسا جاہل تو یہی کہہ کر خاموش ہے کہ وہ دنیا جو علیؑ کی مخصوص دنیا تھی اور ہے ہمہ تن عبادت میں ڈوبے والے عابد و زاہد کی انگلی کا بے ارادہ اشارہ نماز میں خلل نہیں ہو سکتا فقہا کسی اور طرح اس مسئلہ کو حل کرتے ہیں۔ یہ موشگافیاں ہمارے بس کی نہیں ہیں جیسے فیاضی کی عادت ہوتی ہے وہ سائل کا سوال سنکر بے حس نہیں رہتا وہ اکثر بے ارادہ ایسے کام کر جاتا ہے۔ ایک دولت کے سائل کو ہم بھی بدل دے دیتے لیکن روٹیوں سے لدی ہوئی اونٹوں کی قطار تو نہ دیتے لیکن جب دریائے فیض جوش میں آگیا تو سائل کو نہال کر دیا قسراونٹوں کی ... پڑے ہوئے کھڑے تھے تمام چھوٹ کر الگ کھڑے ہوئے کہ کہیں اس جوش سخاوت میں ہمیں بھی سائل کو دے دیں اور علیؑ کی غلامی کی نعمت عظمیٰ سے محروم ہو جاؤں۔

لیکن انہیں علیؑ کو آپ نہایت سوکھی روٹی کے ٹکڑوں سے توڑ کر کھاتے ہوئے دیکھو گے نے سوکھی نان جویں کیا دروازہ جس سے زیادہ سخت تھی مگر شاید جواب یہ ملے وہاں زور ایمان سے کام لینا تھا اور خدا کی حمایت ہو رہی تھی۔ دست علیؑ دست خدا تھا یہاں تو علیؑ ایک گوشہ گیر فقیر ہے ہاتھ کی طاقت نا کافی ہے گھٹنے کی مدد لیتا ہے ایک مسافر نے دیکھا اور سوچا کہ یہ شخص اس قدر لاغر ہے یا روٹی اس قدر سخت ہے فریضہ ادا کر کے تبرک کلموں سے گذر رہا تھا تو حسنؑ ابن علی علیہ السلام کے گھر پر دسترخوان بچھا نظر آیا یہ غریب وہاں داخل ہوا حسنؑ نے استقبال کیا اور دسترخوان پر بٹھایا وہ مسافر ایک نوالہ اپنے لئے توڑتا تھا تو دوسرا نوالہ الگ دسترخوان پر رکھتا جاتا۔ حسنؑ کی نظر پڑ گئی فرمایا اے مسافر معلوم ہوتا ہے تو عیال بھی رکھتا ہے تو سیر ہو کر طعام نوش کرنے میں تیرے بچوں کا انتظام کر دوں گا۔ مسافر نے جواب دیا کہ نہیں میرے ساتھ عیال تو نہیں ہیں مگر میں نے مسجد میں ایک شخص کو سوکھی روٹی کھاتے دیکھا ہے سوچا اس کے لئے آپ سے اجازت لے کر لیتا جاؤں اور اس کے سامنے پیش کر دوں۔ حسنؑ نے فرمایا اے مرد مسافر تو اُن کی فکر نہ کر وہ تو

غنی الاغنیاء ہیں وہ میرے پدر بزرگوار علیؑ ہیں ان کی غذا یہی سوکھی روٹی ہے علیؑ نے اس گندم کی طرف توجہ بھی نہ کی جس کی وجہ سے حضرت آدم ابوالبشر کو جنت سے دور ہو جانا پڑا تو پھر لذائذ دنیا سے علیؑ کیا لطف اندوز ہوتے۔ یہ تو اپنے ہی اہل بیت کی عادت کیا ہوا انتظام حیات تھا۔ مقدرت کے باوجود نعمات دنیا سے متلذذ نہ ہوئے۔

وہ ذی علم و ذی اقتدار ہو کر دنیا میں تو تھے مگر دنیا میں شامل نہ تھے ان کی انفرادیت نے ان کو سب سے الگ کر دیا تھا دولت کی کمی نہ تھی علیؑ نہ چاہتے تو دوسروں کو کچھ نہ دیتے لیکن دنیا سے ملوث نہیں ہونا چاہتے تھے ان کا قول تھا کہ اے دنیا مجھ سے دور ہو جا اسے مرد ان دہر نے فریبی جھوٹی۔ دوسروں پر فریب کاری کا جادو چلا۔ علیؑ کو چھوڑ دے میں نے تجھے تین بار طلاق دیا اور اس امر پر ناز کرتے ہیں کہ وہ غربا و فقرا کے گروہ میں شامل ہوتے رہیں۔ اور یہ کہیں سکینا حاصل سکینہ ایک مسکین ہے جو مسکینوں کا ہم نشین ہے اور اس پر مسرت محسوس کرتے تھے۔ تخت خلافت ظاہری چھوڑ کر ان کو اپنی صحبت کا شرف دیتے تھے مفلوک الحال افراد کا دل ہاتھ میں لینا اور تسلی دینا بھی فریضہ تھا۔ حضرت علیؑ دنیا کے لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہاری دنیا میری نظر میں سور کی اس ہڈی سے بھی زیادہ گندی ہے جو کوڑھی کے ہاتھ میں ہو (نہج البلاغہ) تاہم حضرت علیؑ دنیا سے کنارہ کشی کرنے کو بھی عیب قرار دیتے تھے اور یہ بھی فرماتے تھے اے دنیا کی مذمت کرنے والے اے دنیا کے فریب میں آنے والے تو اس کے فریب میں آکر اس کی برائی بھی کرتا ہے تو اس کا مجرم ہے یا وہ تیری گنہگار ہے اس نے تجھ کو کب حیران کیا کب فریب دیا کیا تیرے آباؤ اجداد کی ہڈیاں قتل گاہوں یا تیری ماؤں کی خاک تلے موجود ہونے والی خواب گاہوں کے ذریعہ سے اس نے تجھے فریب دیا ہے (یعنی یہ قبریں تو تجھے ہوشیار کرنے کے لئے موجود تھیں) تو نے اکثر بیماروں کی دستگیری کی اکثر بیماروں کے لئے ہاتھ پاؤں مارے اور ان کی صحتیابی کا طالب ہوا طبیبوں کے سامنے ان کے حالات بیان کئے مگر تیری شفقتوں اور تلطف نافعیں

[illegible] کے لئے بہترین مطلب برآری دہ ہو [illegible] تھے ساتھ تمہاری کوئی ہلاکت۔ دنیا نے [illegible] سامنے ظاہر و عیاں کیا اللہ ہلاک ہونے والوں کے [illegible] کو بھی ہلاک ہو جانے [illegible] تھے۔ دنیا اس شخص کے لئے جو اس کی تصدیق کرے ایک سچا مکان ہے جو اس کو سمجھے اس کے لئے امن و عافیت کا گھر ہے جو اس سے کچھ لینا چاہے اس کے لئے تونگری کا مقام ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرے اس کے لئے نصیحت کی جگہ ہے یہ دنیا عاشقان خدا کی عبادت گاہ ہے ملائکہ کی دعا کا مقام ہے۔ یہ وحی الہیٰ کے نازل ہونے کی جگہ ہے ۔ عاشقان خدا کی تجارتی منڈی ہے وہ اس دنیا میں خدا کی رحمت حاصل کرتے ہیں انہیں اس دنیا میں جنت نفع میں ملتی ہے ۔

کہا شاعر نے اس مختصر سے ذکر میں علیؑ مجموعۂ اضداد نظر آتے ہیں مگر ایسا ہے نہیں۔ علیؑ انسان بھی تھے ولی اللہ بھی تھے خلیفہ بھی تھے امام اور نائب رسولؐ بھی تھے عارف خدا بھی تھے جنگی سورما بھی تھے اعلم زمانہ بھی تھے اشجع الدہر بھی تھے غرض کہ ہر صفت سے متصف ہونے والے کے ہر قول و فعل میں ایک ہی روحانیت اور ایک ہی ہدایت کی [illegible] دوڑتی نظر آتی ہے کہ دنیا سے ملوث ہونے والے کو روکا بھی ہے اور دنیا سے کنارہ کرنے والے کو بھی آگاہ کیا ہے اسلام کا راستہ صراط مستقیم کا راہبر [illegible] بتاتا اور دکھاتا رہا۔ یہ بھی کہتا رہا کہ خدا کو پہچانو اور یہ بھی کہتا رہا اپنے نفس کو پہچانو من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ۔ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا یہ قول معرفت الہیٰ اور قصر عرفان کی کنجی ہے لا رھبانیت فی الاسلام ۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے دنیا میں رہو مگر دنیا میں غرق نہ ہو جاؤ علیؑ کی زندگی۔ علیؑ کی موت علیؑ کی حیات کی ہر سانس۔ علیؑ کا ہر وضع و عمل کا تمام حصہ مجموعۂ اضداد و بظاہر معلوم ہونے کے باوجود یکرنگ و ہم آہنگ ہے اور بلندی میں عرش آسمان ہے۔

لو ان المرتضیٰ ابدیٰ محلہٗ
لکان الخلق طراً سجداً لہٗ

(ترجمہ) کاش علیؑ مرتضیٰ اپنے (بلند و ارفع) مقام کو ظاہر کرتے ۔ تو ساری خدائی ان کو سجدہ کرنے والی ہو جاتی)

تو پھر اگر رسولؐ خدا نے ایسی برگزیدہ ہستی کے لئے کہہ دیا کہ علیؑ کے چہرہ پر نظر کرنا بھی عبادت ہے تو کیا تعجب و تامل کی بات ہے آج ہمارے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ رخ تابان علیؑ پر نظر کر کے عبادت کریں لیکن ہمارے ہی لئے رسولؐ خدا نبی برحق نے یہ بھی فرمایا کہ ذکر علیؑ عبادۃ علیؑ کا ذکر بھی عبادت ہے مجھے مسرت ہے کہ میں چند گھنٹے اپنی [illegible] مصروفیت کے روز و شب سے نکال کر اس عبادت سے بہرہ مند ہو رہا ہوں اور آپ کو دعوت نظر دے رہا ہوں

پروفیسر ریاض مصنف کتاب "روحانیت اسلام" رقم طراز ہے کہ "جو عزت دنیا میں علیؑ کو حاصل ہوئی آج تک کسی فرد کو حاصل نہیں ہوئی"

اے مفکر عالم اے علیؑ کے مدّاح تو نے دنیا ہی کی سربلندیوں کا علوی اسرار دیکھا اور روحانیت کا قائل نہ تھا اس دنیا کا ذکر نہ کیا جو دنیا سے بہت [illegible] ہے جہاں جبریل بھی نہیں پہونچ سکتے قرآن کلام خدا ہے لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد و والد و ما ولد (البلد) خدا نے شہر مکہ کی قسم کھائی لیکن وجہ بتادی کہ شہر مکہ کی قسم اس لئے کھاتا ہوں کہ اس شہر میں (اے میرے محبوب) تم رہتے ہو اور وہ بھی رہتا ہے جو وہاں پیدا ہوا اور اس کا والد ان قسموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں کسی کا حبیب و محبوب اور حبیب کے حبیب و محبوب سکونت پذیر تھے اس کی رفعت اتنی بلند ہے کہ ان کی قسم کھائی جا سکے اور خالق ہو کر اپنی مخلوق کی قسم کھائے ۔

وہ خانہ زاد کعبہ اگر ایسا سربلند نہ ہوتا تو خدا نے خانہ کعبہ کو جو اپنا گھر ہے اس کا زچہ خانہ نہ مقرر کیا ہوتا۔ یہ ولادت ایسی ہی طاہر الزمن تھی کہ خانہ خدا مقفل رہا اور خدا نے

اپنے نور کے لئے نیا دروازہ بنایا۔ خدا کو منظور نہ تھا کہ کوئی بتائے کہ دیوار میں کیوں کر در بن گیا کہ جناب فاطمہؑ بنت اسد معجزہ مولود انہیں لے سکیں اور علیؑ کی ولادت میں یہ وقت تھا کہ یہ جو خدا کی عطا و بخشش میں کسے دخل دینے کا حق ہے۔ خدا کے گھر میں پیدا ہونے والا بنام خدا علیؑ گر خدا کا بندہ اور خدائی کا مختار علیؑ آج کعبہ کا مالک نظر آتا ہے تب بھی تو رسول خداؐ نے اس مناسبت و نسبت کو باقی رکھتے ہوئے خانہ زاد خدا علیؑ کو اپنے دوش پر بلند کر کے خانۂ کعبہ میں نصب شدہ بتوں کی صفائی کرائی تھی۔ ورنہ رسولؐ خدا بھی ایسا کر سکتے تھے مگر جس کا منصب جو تھا اسی سے وہ کام لیا گیا۔

علیؑ بر دوش احمد جسم دادار
عیاں شد معنی نور علی نور

عرش اعظم تک پہنچنے والے جسم کے کاندھوں کی بلندی تک نگاہ عقل پہونچنے سے قاصر ہے۔ رسولؐ نے فرمایا اے علیؑ تم بار حق کر رہے اور میں بار حق اٹھائے ہوں۔

آج کا دن وہ مبارک دن ہے جب کعبہ پر باران رحمت ہو رہا تھا۔ عرش خدا نیچے جھک کر کعبہ کی عظمت کو دیکھ رہا تھا۔ حوریں طبق نذر جواہر مولود پر نچھاور کر رہی تھیں۔ کعبہ کی طیب و طاہر زمین نو مولود کو اپنی آغوش میں لے کر کلیجہ سے لگائے تھی۔ زمانہ کی نظروں سے اوجھل خانۂ خدا کے اندر علیؑ آنکھیں بند کئے اپنے بڑے بھائی رسولؐ خدا۔ فصل انبیاء کی آمد کے منتظر ہیں۔ مقفل دروازۂ کعبہ کھولا گیا۔ رسولؐ تیزی سے بڑھے اور علیؑ کے چہرہ پر نظر ڈالی۔

انظروا الی وجہ علی عبادۃ

مولود علیؑ نے جب اب آنکھیں کھولیں رسولؐ کا چہرہ دیکھا پھر خانۂ خدا یعنی کعبہ کو دیکھا اور نور نبیؐ کی آغوش میں جا پہنچا۔ کعبہ میں مولودؑ علی نور کا منظر ہے۔ عالم اسلام اور عالم ایمان آپ عرفان علیؑ سے وصل رہا ہے۔

واقعہ کہ بہ کعبہ مرتضیٰ شد پیدا
در ارض و سما جلوہ نما شد پیدا
جبریل ز آسمان فرود آمد و گفت
فرزند بجائے خدا شد پیدا
(خواجہ چشتی اجمیری)

کچھ قطعات بھی حاضر ہیں۔

(۱)

بیدار ہوں گر جذبات وفا   فتنوں کا مقدر سو جائے
گر جلوہ ولائے حیدرؑ میں   انوار خدا میں کھو جائے
لے حسن جہاں کا سودائی   ہو حسن ازل کا شیدائی
مولیٰ سے محبت کر کے تو دیکھ   ایمان مکمل ہو جائے

(۲)

گر ضعف یقیں ہو انساں کو   دل خوف سے لرزاں ہوتا ہو
جو ناقص الایماں ہوتا ہو   خطروں میں بھٹکتا رہتا ہو
دنیائے دنی میں اہل نظر   اس نفس کی عظمت پر ہو نظر
جو خون کے پیاسوں میں گھر کر   تیغوں کی چمک میں سوتا ہو

(۳)

گنجینۂ افکار دُر افشاں لایا   در آج گہرہائے درخشاں لایا
ہر چند ابھی لوح میں محفوظ ہو قرآں   کعبہ مگر اک آیۂ قرآں لایا

(۴)

جبریل گرد کعبہ رقصاں ہیں گھومتے ہیں
ہنستا ہے خانۂ حق کر غنچے جھومتے ہیں
بازو قوی بہ دل خوش سردار انبیاء کا
پیشانی علیؑ کو رہ رہ کے چومتے ہیں

(۵)

شرف کعبہ کو ہو کعبہ کی جاں کا   علی نے کر دیا اعلیٰ جہاں سے
علی کا نقش پا جس جا ہوا ظاہر   زمیں بہتر ہو وہ کون و مکاں سے

فضائل امیر المومنینؑ کی عظمت اور ہم

(مولانا رضی الدین حیدر صاحب قبلہ ایم اے)

میرے مسعود و محترم کرم فرما جناب سید مصطفیٰ صاحب رضوی ایڈیٹر سرفراز کا اصرار ہے کہ میں بھی رجب نمبر کے لئے مضمون لکھ کر سعادت کونین حاصل کروں۔ جب موصوف کا اصرار اور حصول سعادت کا خیال سامنے آتا ہے تو بے اختیار دل چاہنے لگتا ہے کہ حصول سعادت اور تعمیل فرمائش میں ہرگز کوتاہی نہ کی جائے لیکن جب موضوع پر غور کرتا ہوں تو خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا لکھوں ــــ وہ اس ڈیڑھ ہزار برس کے طویل دامن میں اپنے دور کے بہترین اہل قلم نے حضرت امیر المومنینؑ کے فضائل و کمالات اور شخصیت و سیرت کے گوشے گوشے پر تصنیفات کے دفتر تیار کر دیئے ہیں اور صدہا مفکرین و مورخین اپنے اپنے پیمانہ فکر و نظر اور میزان عقل و تدبر سے شخصیت کی ہمہ گیر وسعتوں اور عظمت کے بے مثال مرقعوں کو ناپ تول چکے ہیں اور پھر ایسے محدود صلاحیت رکھنے والے انسان کے لئے [illegible] حیات طیبہ کا وہ کون سا رخ باقی رہا ہے جس پر قلم اٹھائے فضائل و کمالات میں طائر فہم کی حد پرواز سامنے آگئی۔ اس کے بازو شل ہو گئے اور بحر تحقیق و جستجو کی غوطہ زنی جسے ڈھونڈتا ہوا رجوع کر سکتی تھی ــــ کر چکی اور اب اس سے زیادہ کے لئے پیغمبرانہ نظر اور معصومانہ تفکر کی ضرورت ہے۔ میرے خیال خام میں شاید اب کوئی نئی بات حضرتؑ کی شخصیت کے بارے میں کہنے کے لئے ہم انسانوں کے پاس نہیں رہ گئی ہے... وہی تمام باتیں ہیں جو زاویے بدل بدل کر نئے نئے الفاظ و ترکیب کے ساتھ کہی جاتی رہی ہیں ــــ مگر ــــ فرصت کے لمحات میں جب میں یہ سوچتا ہوں کہ حضرت امیر المومنینؑ کے خصائل و فضائل کا اثر (IMPACT) بیان کرنے والوں، لکھنے والوں اور سننے یا پڑھنے والوں پر کس حد تک اثر انداز ہے تو بہت عجیب سا کرب محسوس ہونے لگتا ہے ــــ کیا صدیوں کی روایتی صداقتیں اثر و نفوذ کی حقیقی صلاحیتیں کھو چکی ہیں یا پھر ہمارے ہی اندر اُن سے اسباق و اثرات جذب کرنے کی صلاحیتیں معدوم ہو گئی ہیں۔ کوئی بات تو ضرور ہے ۔ ۔ !

منبروں اور کتابوں سے آواز و الفاظ کے ذریعہ جتنا مواد اب تک اس موضوع پر آچکا ہے اگر وہ سب یکجا کر دیا جائے تو میں بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ کئی عظیم لائبریریاں وجود میں آسکتی ہیں مگر صد حیف کہ حضرت کے لاتعداد اور بے شمار اوصاف و اعمال میں سے کسی ایک صفت نے بھی ہماری طرف رخ نہیں کیا۔ اور ہم نے بھی علم و عمل کے اس روشن و منور مرکز سے ایک ہلکی سی کرن بھی اپنے [illegible] وجود میں نہ آنے دی اور محض "ذہنی وابستگی" پر قانع اور مطمئن رہ گئے ــــ اس مجرمانہ غفلت کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہم صحیح اخلاق و انسانیت سے دور ہو گئے باہمی شفقت و مروت اور ہمدردی و محبت داستان پارینہ بن گئیں۔ نیکی کی اشاعت اور برائی سے ممانعت کی ہمارے اندر ہمت نہ رہ گئی حادثات و صعوبات کے آگے سینہ تان کر آجانے کی سکت ہی سلب ہو گئی تلاش یہ سرا ہے اُس کامل و اکمل ذات سے حقیقی اور عملی اکتساب فیض نہ کرنے کی ــــ مگر بے حسی کی حد یہ ہے کہ اب اس محرومی اور بے حسی کا بھی تو خیال بہت شاذ و نادر ہی آتا ہے۔ اس کے بعد ہمیں کیا حق رہتا ہے کہ ہم ایک معقول زندگی کے فیوض سے محرومی کا شکوہ کریں اور ادبار و تسفل کے گرد و غبار میں آتے رہنے کا ماتم کریں۔

آیئے! ہم اور آپ مولائے کائناتؑ کے مبارک علوم

علامت کے پُر مسرت موقع پر حضرت کی شخصیت کے چند پہلوؤں اور مؤثر فقروں پر بھی انصاف پسند عقلائے عالم کا اتفاق اور اجماع ہے غور کریں اور صبر و سکون کے ساتھ اپنے فکر و عمل کا جائزہ لیں اور منصفانہ فیصلہ کریں کہ ہم مولاؑ کے فضائل و خصائل سے کہاں تک متاثر ہیں علم و حلم، شجاعت و عبادت، صبر و ضبط ایثار و صلۂ رحم، غرباء پروری اور یتیم نوازی، حق گوئی و حق کوشی، رواداری اور اصول پسندی وغیرہ وغیرہ وہ نمایاں خصوصیات ہیں جو ذات علویہ کا لازمی جزو قرار پا گئے ہیں اور جس وقت بھی حضرت کا خیال اور آپ کی جامع شخصیت کا تصور پیدا ہوتا ہے تو اس وقت یہ تمام کمالات بھی خود بخود ذہن میں اُبھر نے لگتے ہیں گویا ان کے بغیر ذات کا تصور ہی ناممکن ہے۔ تاریخ اسلامی نے قدم قدم پر ان خصوصیات کے شواہد پیش کئے ہیں اور اتنے عالم آشکارا ہیں کہ معاندین و مخالفین کی متعصبانہ اور منظم کوشش خواہ کیسی ہی گرد و غبار کدورت اُڑائیں فضائل و کمالات کے ماہ تاباں پر خاک نہیں پڑ سکتی ۔ ہرگز نہیں پڑ سکتی! لیکن جب دنیا کی نظر دعویدارانِ عقیدت و مودت کی جانب گھومتی ہے اور اعمال و اقوال کا جائزہ لیتی ہے تو اُسے عرش و فرش کی مسافت سے بھی زیادہ دوری نظر آتی ہے۔ کوئی لگاؤ، کوئی تعلق، کوئی مناسبت بجز ادعائے لفظی کے اُسے نظر نہیں آتی۔ فکر و خیال کی یہ اتنی تنگ اور خطرناک منزل ہے کہ میں گھٹن سی محسوس کر رہا ہوں اور قلم رُک رُک کر چل رہا ہے۔ احساس ندامت کی وجہ سے خود اپنے ہی سے حجاب آتا ہے اس لئے کہ بے عملی کا سب سے بڑا مجرم تو میں خود اپنے ہی کو پا رہا ہوں ـــــ ! رجب المرجب کے سرور آگیں مہینہ کے پُرکیف موقع پر ایک تکلیف دہ حقیقت کے اظہار کی اجازت چاہتا ہوں تقریباً ڈیڑھ ہزار برس پہلے کے ماضی میں ذرا جھانکئے ـــــ جناب مسلم کی تلاش میں ابن زیاد کے پیادے چھوٹے ہوئے تھے جناب مسلم ابن عوسجہ کو مسجد کوفہ میں مصروف نماز دیکھ کر ابن زیاد کا غلام سمجھا کہ مسلم ابن عوسجہ ضرور "شیعان امیر المومنینؑ" میں سے ہیں اور ان سے مل کر مطلب برآری ہو سکتی ہے الله الله ایک وہ وقت تھا جب نماز شیعہ علیؑ ہونے کی علامت تھی اور صد حیف کہ آج کی ہماری دنیا بالکل منقلب ہو گئی ہے اور آج ہم "تارک صلوٰۃ" ہونے کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔۔۔ اور یہی نہیں بلکہ بعض حلقوں سے تو اب یہ بھی سننے میں آ رہا ہے اور وہ بھی ایک ذمہ دارانہ تبلیغ کے طور پر کہ بس محبت اہلبیت کافی ہے نماز روزہ حج و زکوٰۃ کی ضرورت نہیں۔ ۔ ۔ ششدر رہ جاتا ہوں کہ دنیا کیا سے کیا اب ہو گئی۔ ؟ اُس اُبھرتے ہوئے نئے رجحان کی پذیرائی ملت کے بے عمل عناصر کی طرف سے ہونا لازمی ہے کہ بغیر کے ترک میں کیا زحمت ہے۔ ؟ پھر بھی الله ہر شخص سنجیدگی سے غور کرے۔

میں خدائے عز و جل کی پناہ چاہتا ہوں اور مسجد کوفہ کے زخمی نمازی اور زمین کربلا کے سجدہ گذار شہید سے استعانت کا طلب گار ہوں کہ وہ افراد ملت کو ایسے دین کُش اور حق پوش خیالات و توہمات کی زد سے محفوظ رکھے، آمین! اے مولاؑ، اے معصوم سیرت و کردار کے مہر درخشاں اپنی ضیا بار کرنوں کی بس ایک چھوٹ ہماری حیات کے شب دیجور پر بھی ڈال دیجئے۔۔۔ ـــــ تو ـــــ تاریکیاں چھٹ جائیں، زندگی جگمگا اُٹھے، دین کا احساس بیدار ہو جائے۔ ۔ ۔ اور پھر۔۔۔۔ اُس کے آثار ہمارے قول و عمل سے پھوٹ پڑیں۔ ۔ ۔ !! اے کاش! اے کاش ۔ ۔ ۔ ؟

قطعہ

علیؑ روحِ ایماں علیؑ حق کا پیارا
زمانہ کا رہبر نبیؐ کا سہارا
کبھی ان کی خاطر سے خورشید پلٹا
کبھی آسماں پر اُتر آیا تارا

(سید عزیز حسین ضیا، شکار پور ضلع بلند شہر)

علامہ خضری اور علامہ تبانی

(از مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ نقوی)
مدیر اصلاح کھجوہ

جامعہ ازہر مصر کے استاد تاریخ محمد خضری بک ہندوپاکستان کے مسلمانوں کے لئے محتاج تعارف نہیں۔ عداوت اہل بیت اور بنی امیہ کی محبت میں انھوں نے نام پیدا کیا ہے زمانہ حال کے مصری مصنفین میں خاصی شہرت کے مالک ہیں۔ تاریخ میں ان کی کتاب محاضرات الامم الاسلامیہ ممالک عربیہ کے علاوہ ہندوستان کے عربی مدارس میں بھی داخل رہی ہے اسی سال محرم کے "اصلاح" میں ہم نے اس کے چند اقتباسات اور ان پر مختصر تبصرہ شائع کیا ہے جو طلب حضرات پڑھیں وتشیع اور افتراء بیانی کا بدترین نمونہ ہیں خضری کی ہرزہ کاریاں کچھ اتنی شرمناک تھیں کہ بہت سے منصف علماء اہل سنت بھی برداشت نہ کر سکیں اور انھوں نے بھی اپنے رسائل ومکاتیب میں ان کا جواب دینا ضروری سمجھا ابھی حال میں مکہ معظمہ کے ایک علامہ اہل سنت شیخ محمد عربی تبانی کا ہمیں پتہ چلا جنھوں نے مستقل کتاب ہی خضری کی رد میں لکھ ڈالی ہے۔ اور حجاز وعراق وشام ومصر کے علماء نے ان کی اس کتاب کی دل کھول کر مدح وستائش کی لمبی لمبی تقریظیں لکھیں۔ آج کی صحبت میں ہم علامہ تبانی کی اسی کتاب کے بعض مندرجات کا ذکر اور ان پر تبصرہ کرنا چاہتے ہیں

شیخ محمد عربی تبانی اصل میں الجزائر کے رہنے والے تھے۔ آج کل ان کا قیام مکہ معظمہ میں ہے اور حجاز کے اکابر علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ حرم مکہ میں ان کا حلقہ درس ہے کئی کتابوں کے مولف ہیں منجملہ ان کے تحذیر العبقری من محاضرات الخضری بھی دو ضخیم جلدوں میں ہے جو انھوں نے خضری کے جواب میں لکھی ہے جیسا کہ کتاب کے نام ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ تبانی نے اس کتاب میں خضری پر بڑی لے دے کی ہے اور ان کے اقوال کو سراسر جہالت دھوکہ دہی، مکروفریب، تدلیس، تناقض، تلون، اکاذیب واباطیل سے بھرا ہوا لکھا ہے اور تبغض علی اس کی ذات کا لیس ... قرار دیا ہے

اس کتاب کی متعدد تقاریظ دونوں ملکوں کے علماء نے بڑی تعریفیں کی ہیں جیسے شیخ محمد یحییٰ امان جو مکہ معظمہ کے محکمہ شرعیہ کے رکن ہیں اسی طرح دوسرے رکن شیخ حسن مشاط نے بھی مدح وستائش کی ہے سید اسحاق عزوز مکہ کی مجلس شوریٰ کے رکن۔ سید محمد امین کتبی کلیہ معلمین کے مدرس شیخ محمد نوراسیف، سید علوی مالکی مسجد الحرام کے مدرس ہیں۔ سید یوسف عبدالرزاق جو ازہر کے مشہور علماء میں سے ہیں اور کلیہ اصول دین میں مدرس ہیں ان سبھوں نے لمبی لمبی تقریظیں اس کتاب پر لکھی ہیں اور ہر ایک نے مصنف کا ذکر تبانی کے متعلق لکھا ہے۔

العالم الجليل والعلامة الدراكة الشهير المورخ المحدث المفسر النحوی اللغوی الكبير شرفه تغمی عن ذكره.

تبانی کے تناقضات — تبانی نے خضری کی بے شمار غلطیاں

پر گرفت کی ہو۔ اکثر اعتراضات ان کے بالکل ہی صحیح اور حق و انصاف پر مبنی ہیں۔ انھوں نے خضری کی گرفت کر کے حق کی نصرت، اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کا حق ادا کر دیا ہے۔ مگر ستم ظریفی یہ کہ خود تبانی سے بھی کئی مقامات پر شدید لغزشیں ہو گئی ہیں اور انھوں نے بھی خضری کی طرح بہت سی متناقض باتیں لکھ ڈالی ہیں جیسے جلد ۲ صفحہ ۱ پر ان کا یہ فقرہ کہ ان ابابکر اشجع اصحاب الرسول۔ ابوبکر تمام صحابۂ پیغمبر میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔ مگر انھوں نے ابوبکر کی شجاعت کا ایک بھی ثبوت نہیں پیش کیا نہ خود تبانی نے اپنی کتاب میں کہیں لکھا کہ کسی دوسرے موقع پر کہ ابوبکر نے کسی ایک مشرک کو بھی قتل کیا حالانکہ وہ برابر ہی پیغمبر کے ہمرکاب رہا کئے ہر غزوہ میں ان کی موجودگی تاریخوں میں ملتی ہے مگر کسی موقع پر تلوار اٹھانے کسی کو قتل کرنے کا ذکر نہیں ملتا۔

لطف یہ کہ یہی تبانی جو مدعی ہیں کہ ابوبکر اشجع اصحاب پیغمبر تھے اپنی کتاب میں جا بجا لکھتے ہیں۔

بروزِ احد ایک منادی کو یہ ندا دیتے سنا گیا کہ

"لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار"

پھر یہ کہ پیغمبرِ خدا نے روزِ خیبر ابوبکر کو روانہ کیا وہ ناکام پلٹے۔ قلعہ نہ فتح کر سکے عمر کو بھیجا وہ بھی ناکام پلٹ آئے۔ تب رسول نے فرمایا۔

لاعطین الرایۃ غداً رجلاً یحب اللہ و رسولہ کرار غیر فرار۔

کل میں علم لشکر ایسے مرد کو دوں گا جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اسے دوست رکھتے ہیں وہ کرار غیر فرار ہے۔

پھر آپ نے علم لشکر علیؑ کو دیا وہ گئے قلعہ فتح کر لیا اور خیبر کے دروازہ کو بطور ڈھال استعمال کیا جس کو آٹھ آدمی بھی مل کر پلٹ نہ سکے۔ آپ نے مرحب کو قتل کیا۔ (التحذیر العبقری جلد ۱ صفحہ ۱۹۴ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲)

ابوبکر قلعہ کو فتح کرنے سے عاجز رہے۔ اور علیؑ نے قلعہ فتح کر لیا۔ تمام لوگ مرحب کو قتل نہ کر سکے علیؑ نے اسے قتل کیا۔ خیبر کے جس دروازہ کو علیؑ نے بطور ڈھال استعمال کیا اسے آٹھ آدمی بھی مل کر پلٹ نہ سکے جیسا کہ خود تبانی کا بیان ہے پھر بھی تبانی کے نزدیک ابوبکر تمام صحابہ سے بڑھ کر شجاع سمجھے جاتے ہیں کیوں؟ اور کسی وجہ سے نہیں صرف اس وجہ سے کہ وہ خلیفۂ اول تھے۔ اور جب خلیفۂ اول تھے تو ضروری ہے کہ وہ شجاعت میں بھی سب سے اول رہے، ہوں علم میں بھی سب سے اول ہوں۔ ایمان میں بھی سب سے اول ہوں"!!

اسی طرح تبانی کا یہ فقرہ بھی ہے کہ علی افضل الصحابۃ بعد الخلفاء الثلاثۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹ خلفائے ثلثہ کے بعد علیؑ سب سے افضل تھے۔

مگر یہی تبانی آگے چل کر اپنی کتاب جلد ۲ صفحہ ۱ پر لکھتے ہیں۔

"امام احمد بن حنبل، نسائی، قاضی اسماعیل ابوعلی نیشاپوری کا بیان ہے کہ جتنے مناقب علیؑ کے وارد ہیں کسی بھی صحابی کے نہیں نہ اتنی عمدہ اور پاکیزہ سندوں سے کسی کے فضائل کی حدیثیں ملتی ہیں جتنی عمدہ و پاکیزہ سندوں سے علیؑ کے فضائل کی حدیثیں ہیں۔ امام نسائی نے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر حضرت علیؑ کے فضائل میں وارد بہت سی حدیثیں جمع کیں جن میں زیادہ تر حدیثیں عمدہ و پاکیزہ سندوں سے مروی ہیں اور اس کا نام انھوں نے رکھا خصائص امیر المومنین اور یہ کتاب چھپ چکی ہے"

اسی طرح ان کا یہ فقرہ ان کے اس اقرار و اعتراف کے بھی منافی ہے کہ۔

پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا۔

انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں۔

اور حضرت عمر نے فرمایا۔
لولا علی لهلک عمر۔ اگر علی نہ ہوتے
تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اقضانا علی۔ حضرت
عمر نے کہا کہ علیؑ ہم سب میں زیادہ صحیح فیصلہ
کرنے والے ہیں۔ (التحریر العبقری جلد ۲ ص۱۱۔
و ۱۴، ۱۷، و ص۲۱)

ثانی شہادت دیتے ہیں کہ علی ہر ایک سے افضل اور
سب پر مقدم تھے [illegible] وہ پیغمبر خدا کے ارشادات
بھی نقل کرتے [illegible] پیغمبرؐ کے اقوال بھی ائمہ اسلام
کے بیانات اور ارباب صحاح کی تصریحات بھی اور اس سب
کے باوجود [illegible] کہتے ہیں کہ علما ثلاثہ کے بعد علی سب سے افضل تھے
سب کچھ پھیر پھیر اس لئے کیا جاتا ہے کہ ابوبکر، اور عمر، عثمان
علیؑ سے پہلے خلیفہ ہوئے تھے لہذا ضروری ہے کہ علما ثلاثہ
علم، شجاعت، سابقیت، اسلام بلکہ ہر چیز میں یہاں تک کہ
فصاحت اور بلاغت میں بھی علیؑ سے افضل و مقدم ہوں"
اسی طرح تناقض و تضاد کا مجموعہ ثانی کا فقرہ
ملاحظہ کریں۔

معاویہ، طلحہ، زبیر اور عائشہ سب کے سب مجتہد اور علیؑ سے
جنگ کرنے میں معذور تھے (جلد ۲ ص۳۴، ۱۵ و ۷۴)
ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ ثانی نے کیونکر ان حضرات
کو معذور قرار دیا ہے جبکہ خود انھوں نے اپنی اسی کتاب
کی جلد ۲ ص۲۳ پر پیغمبرؐ خدا کی یہ حدیث درج کی ہے کہ
آنحضرت نے فرمایا۔
یا علی ستقاتلک الفئة الباغیة وانت علی
الحق فمن لم ینصرک یومئذ فلیس منی۔
"اے علیؑ عنقریب تم سے باغی گروہ جنگ کرے
گا اور تم حق پر ہو گے اس دن جس شخص نے
تمہاری مدد نہ کی وہ مجھ سے نہیں۔"
لہذا جب علیؑ سے منحرف اور ان کی مدد سے گریز کرنے
والا پیغمبرؐ سے نہیں ہو سکتا تو جو شخص علیؑ سے برسر پیکار ہو وہ
پیغمبرؐ سے کیونکر ہو سکتا ہے جس شخص سے پیغمبرؐ اپنی بے تعلقی
ظاہر کریں جس کے متعلق فرمائیں کہ تم مجھ سے نہیں کیا ایسے
شخص کا مجتہد ہونا ممکن بھی ہے؟ کیا اس کے لئے جائز ہو سکتا
ہے کہ خدا اور رسول کی مخالفت کر کے اپنی رائے کے مطابق
عمل کرے۔

ثانی نے پیغمبر خدا کی حدیثیں بھی نقل کی ہیں کہ۔
عمار تقتله الفئة الباغية يدعوهم الى الجنة
ويدعونه الى النار۔
"عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا عمار ان لوگوں
کو جنت کی طرف بلائیں گے اور وہ عمار کو جہنم کی
کی طرف۔ ان عمارا ملئ ایمانا عمار
سر سے پیر تک ایمان سے بھرے ہوئے ہیں۔
ایتکن صاحبة الجمل الادبب تم میں اونٹ
الی کون ہے تنبحها کلاب الحوأب۔ جس پر حوأب
کے کتے بھونکیں گے۔
یقتل من یمینها وشمالها قتلی کثیر
اس کے دائیں بائیں بے شمار افراد مقتول ہوں گے۔
انک یا علی تقاتل علی تاویله کما قاتلت
علی تنزیله۔۔ اے علی کلام مجید کی تاویل کے متعلق
تم اسی طرح جنگ کرو گے جس طرح میں نے اس کی تنزیل
کے متعلق جنگ کی۔
اللهم ادر الحق مع علی حیث دار۔ خداوندا
حق کو ادھر گردش دے جدھر علی گردش کریں۔
یا زبیر تقاتل علیا وانت له ظالم۔ اے زبیر
تم علی سے جنگ کرو گے اور تم ظالم ہو گے۔
(التحریر العبقری جلد ۱ ص۲۵۵ جلد ۲ ص۸، ۹ و ۴۵)
شیخ ثانی ان حدیثوں کو نقل کرنے ان کی صحت کا
اقرار کرنے اور ان کے مفہوم پر ایمان رکھنے کے باوجود اصحاب

جمل و صفین کی طرف سے معذرت کرتے ہیں کہ یہ لوگ مجتہد اور معذور تھے۔ پیغمبر کی ان صریح احادیث کے ہوتے ہوئے بھی اجتہاد سے کام لینا ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی شخص۔

اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکاۃ کی موجودگی میں اجتہاد کرے کہ نماز پڑھنا کوئی ضروری نہیں زکوٰۃ کی ادائیگی کوئی واجب نہیں۔ **لا تقربوا الزنا** کی موجودگی میں کوئی شخص اجتہاد کرے کہ زنا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

سب سے بڑی بات یہ کہ پیغمبر خدا کا ارشاد "علی مع الحق" بلکہ درمعیت دار علیؑ حیث ما دار" بھی، دھرایا کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علیؑ حق پر تھے اور جس طرح یہ مانا ہے کہ علیؑ سے جنگ کرنا بعینہ اسی طرح ہے جیسا کہ خود پیغمبر خدا سے جنگ کرنا۔

اسی وجہ سے پیغمبرؐ نے فرمایا تھا۔ یا علی حربک حربی وسلمک سلمی۔۔ اے علیؑ تمہاری جنگ میری جنگ ہے اور تمہاری صلح میری صلح ہے۔ لہذا جب علیؑ سے جنگ کرنے والے کے متعلق معذرت کی جا سکتی ہے تو اسی طرح اس شخص کی طرف سے بھی معذرت کی جا سکتی ہے جو خود پیغمبر سے برسر جنگ رہا ہو۔"

تبانی کے اقوال میں تناقض و تضاد کا اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا کہ انھوں نے ایک ہی کتاب میں اصحاب جمل و صفین کو مجتہد و معذور بھی قرار دیا ہے اور اسی میں جلد ۱ صفحہ ۲۰۰ پر یہ بھی لکھا ہے کہ

ان اصحاب صفین رفعوا المصاحف مکیدۃ لانھم اشرفوا علی نتیجۃ الھزیمۃ۔

صفین والوں نے محض از راہ مکر و فریب قرآن نیزوں پر بلند کئے کیونکہ ان کی شرمناک ترین شکست یقینی ہو چکی تھی۔ گویا وہ صفین والوں کو بھی اس آیت کا مصداق قرار دیتے ہیں کہ۔۔

حتی اذا ادرکہ الغرق قال اٰمنت۔

جب فرعون ڈوبنے لگا تو بول پڑا میں ایمان لایا۔

تناقض و تضاد کی سب سے مضحکہ انگیز مثال تبانی کا نہج البلاغہ کے متعلق شک کرنا ہے۔ اسے جمع کرنے والے جامع سید رضیؒ تھے جو بقول تبانی رافضی امامی معتزلی، رافضی بھی تھے۔ امامی بھی معتزلی بھی۔ (تحذیر العبقری جلد ۱ صفحہ ۱۳۰)

حالانکہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی جانتے ہیں کہ امامی یعنی امامت ائمہ اثنا عشر کا قائل معتزلی نہیں ہو سکتا کیونکہ امامیہ قائل ہے کہ پیغمبر خدا علی کی امامت پر نص دے گئے ہیں اور معتزلہ اس کے منکر ہیں"

کسی امامی کی روایت رد کرنے کی دلیل تبانی کے نزدیک یہ ہے کہ ابن حجر نے بعض راویوں کی روایتیں محض اس لئے ٹھکرا دیں کہ وہ رافضی اور ناقابل اعتبار تھے اسی طرح ابن عدی نے بھی شیعوں کی روایتیں یہ کہہ کر رد کی ہیں کہ فلاں شیعی محترق ہے اس کا راوی بڑا سخت شیعہ تھا۔ (تحذیر العبقری جلد ۲ صفحہ ۶۳)

نہج البلاغہ کے کلام امیر المومنین نہ ہونے کی دلیل تبانی یہ پیش کرتے ہیں کہ نہج البلاغہ کے بعض خطبے بتاتے ہیں کہ حضرت علیؑ خلفاء ثلاثہ کی خلافت پر راضی نہ تھے حالانکہ ان حضرات کی خلافت باہمی رضامندی سے تھی اور علیؑ بھی رضامندی پر راضی تھے لہذا وہ خلفائے ثلثہ کی خلافت پر بھی راضی ہوئے (جلد ۲ صفحہ ۱۲۳)

اسی قسم کی اور بھی کئی دلیلیں تبانی نے نہج البلاغہ کے انکار پر پیش کی ہیں جن کی قدر و قیمت کا اندازہ اسی ایک دلیل سے کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح کے اور بہترے تناقضات شیخ تبانی کی کتاب میں ملتے ہیں۔ مہمل و مبتذل ترین باتیں خصوصا ان کے وہ اعتراضات جو انھوں نے شیعوں پر کئے ہیں

وہ محض آبائی جہل و تعصب کی پیداوار ہیں۔ جسے تبانی نے بہاپ دادا سے میراث میں پایا۔ ہمیں یہاں وہ سب باتیں ذکر کرنا مقصود نہیں۔ ہم تو یہاں حقیقۃً تبانی کے وہ جوابات ذکر کرنا چاہتے ہیں جو انہوں نے علامہ خضری کی بہت سی افترا پردازیوں کے دیئے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ خضری کا جواب دینے میں وہ بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔

حضرت علیؓ اور امارت :-

خضری محاضرات الامم الاسلامیہ جلد ا۔ صـ۲ پہ لکھتے ہیں :-

"چوتھے خلیفہ علی ابن ابی طالب کے لئے معاملہ صاف نہیں ہوا۔ اس لئے کہ ان کے مقابلہ پر آدھے آدمی کھڑے ہو گئے۔ وہ علیؓ کی اس تحریک سے جس کا مقصد یہ تھا کہ خلافت خاندان نبوۃ میں پلٹ آئے الگ متاثر ہوئے اس موقع پر دونوں نظریے ... تصادم ہوا اور قوۃ و حسن سیاست کا نظریہ قرابت ... پر غالب آیا۔ بایں معنی کہ معاویہ کامیاب ... خلافت ان کے قبضہ میں آگئی جو بنی امیہ سے تھے اور بنی ہاشم سے نہیں تھے۔"

تبانی اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"خضری کا یہ کہنا کہ علی کے مقابلہ پر آدھے مسلمان کھڑے ہو گئے۔ صریحی جھوٹ ہے جسے ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے کیونکہ شام والے ان لوگوں کے مقابلہ میں جنہوں نے علی کی بیعت کی تھی چوتھائی بھی نہ تھے۔ (التحذیر العبقری جلد ا صـ۲۰۸)

تبانی لکھتے ہیں کہ۔

"علی جب معاویہ سے لڑنے کے لئے نکلے تو ستر ہزار مسلمان ان کے ساتھ تھے جن میں ۹۰ ایسے اصحاب پیغمبر تھے جو جنگ بدر میں پیغمبرؐ کے ہمرکاب رہ چکے تھے۔ سات سو وہ اصحاب تھے جو بیعت الرضوان میں شریک رہے۔ ان کے علاوہ بے شمار مہاجرین و انصار تھے ادھر معاویہ ۸۵ ہزار افراد کے ساتھ نکلے جن میں قبیلہ انصار سے صرف ایک نعمان بن بشیر اور مسلمہ بن مخلد تھے علی صرف عراق کا لشکر لے کر نکلے تھے۔ ان کی باقی رعیت جزیرۃ نما کے عرب، یمن، حضرموت، عمان، مصر، فارس، ان علاقوں کا ایک سپاہی بھی علی نے نہیں لیا تھا۔ معاویہ شام کا لشکر لے کر نکلے تھے اور سوا شام کے ان کا حکم کہیں نہیں چلتا تھا۔

(جلد ا صـ۲ و ۲۲۳)

تبانی لکھتے ہیں کہ :-

"خضری کا یہ قول کہ قوۃ اور حسن سیاست غالب رہی۔ انتہائی بے شرمی کے ساتھ تاریخ کو جھٹلانا ہے اس لئے کہ تاریخ شاہد ہے کہ معاویہ والوں نے اپنی شرمناک شکست ہوتے دیکھ کر از راہ مکر و فریب قرآن نیزوں پر بلند کر دیئے۔ علی کے لشکر کے مقابلہ میں ان کے لشکر کے سخت و شدید نقصانات ہوئے تھے۔ آج تک کسی بھی مسلمان مورخ نے نہیں لکھا کہ علی اپنی سیاست میں اچھے نہ تھے۔ کسی بھی مسلمان مورخ نے نہیں لکھا کہ معاویہ خلافت حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ اور علی کے جیتے جی وہ مسلمانوں کے خلیفہ کے نام سے موسوم ہوئے۔ بلکہ حسن کی زندگی تک بھی وہ اس نام سے موسوم نہیں ہوئے۔ خضری کو اس قدر کثرت سے جھوٹ بولنے اور تہمت تراشی میں کوئی شرم نہیں آتی (التحذیر العبقری صـ۲۰۹ جلد ا و ۲۱۰)

خضری لکھتے ہیں :-

"جب علیؓ کی خلافت کا وقت آیا تو مدینہ کے کچھ لوگ اطراف و جوانب کے بلوائی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے علی کی بیعت کی اکثر امت ایسی ہی تھی"

تبانی لکھتے ہیں :-

یہ جھوٹ ہے۔ تدلیس ہے۔ تذبذب ہے۔ حیدر کی دشمنی

عداوت ہے۔ علیؓ کی بیعت پر تمام مہاجرین و انصار کا اتفاق ہوا۔ بلکہ تمام امت متفق اور راضی ہوئی۔ سوا معاویہ اور ان کے ہمراہیوں کے جیسے سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر اور محمد بن مسلمہ اور ان لوگوں نے بھی علیؓ کی بیعت سے گریز نہیں کیا صرف مسلمانوں سے لڑنے میں ان کو تشویش تھی پر اتفاق صحیح روایتیں ملتی ہیں کہ سعد اور ابن عمر نے عمار کی شہادت سن کر اپنی ندامت کا اظہار بھی کیا کہ کیوں نہیں ہم نے علیؓ کی نصرت کی۔ ابن عمر کا یہ فقرہ کافی مشہور ہے کہ مجھے اور کسی بات کا افسوس نہیں ہے سوا اس بات کا کہ باغی گروہ سے جنگ کیوں نہیں کی۔

پھر ابوبکر، عمر اور عثمان کی مدد ہی تو پہلے دونوں کی بھی (جلد ۱ صفحہ ۳۲۳، ۳۲۵ و جلد ۲ صفحہ ۱۱۶)

حصری لکھتے ہیں۔

"جب علیؓ کی موت ہوئی تو تمام اسلامی ممالک میں اضطراب پیدا ہو گیا"

تبانی جواب میں لکھتے ہیں کہ:

"یہ کھلا ہوا جھوٹ ہے کسی بھی اسلامی مورخ نے اور وہ کتابیں درست ماضی میں یہ نہیں لکھا کہ اسلامی ممالک میں اضطراب واقع ہوا۔ علیؓ کی موت کے بعد" (جلد ۲ صفحہ ۳۵)

حصری لکھتے ہیں۔

"جنگ صفین کسی دینی عقیدہ کے اثبات یا کسی نازل شدہ کسی آسمانی مصیبت کو دور کرنے کے لئے نہیں لڑی گئی بلکہ محض شخصی اقتدار کی لڑائی تھی جس میں لوگوں نے ایک شخص کی دوسرے شخص کے خلاف مدد کی۔ مستحق لوگوں نے علیؓ کی مدد کی۔ اس لئے کہ وہ پیغمبرؐ کے چچازاد بھائی اور سب سے زیادہ سزاوار خلافت تھے۔

تبانی لکھتے ہیں۔

"یہ بھی تاریخ پر بہتان ہے۔ اس لئے کہ جن لوگوں نے علیؓ کی نصرت کی۔ تو انہیں امام عادل سمجھتے ہوئے ان کی نصرت کی۔ وہ علیؓ کی بیعت کر چکے تھے۔ ان کی اطاعت ان پر واجب اور لازم تھی۔ لہٰذا ان کی نصرت اور ان کی طرف سے دشمن کو دور کرنا واجب تھا۔ علیؓ کا ابن عم رسول اور سب سے بڑھ کر سزاوار خلافت ہونا ثانوی حیثیت رکھتا تھا۔ اس سے ان کے استحقاق امامت کی تائید ہوتی تھی" (تحذیر العبقری جلد ۲ صفحہ ۶۹)

علی اور اصحاب جمل

حصری جنگ جمل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"علی ابن ابی طالب میں اتنا تحمل نہیں تھا کہ وہ اس وقت تک صبر کرتے جب تک مسلمانوں کا باہمی افتراق اور ان کی پراگندگی دور ہو جاتی۔ صحیح یہ ہے کہ جنگ جمل کی ذمہ داری دونوں فریق پر عائد ہوتی ہے۔ یعنی علی و اصحاب جمل پر"

تبانی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

"یہ کہنا کہ علیؓ میں تحمل نہیں تھا انتہائی بے شرمی اور تاریخ کی تکذیب ہے۔ حصری کا مطلب یہ ہے کہ علیؓ گھر میں بیٹھے رہتے اور اپنی رعیت کو یوں ہی چھوڑ دیتے۔ کہ وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے اور بغداد ظالم لے امت کے مصالح کی۔ جو ذمہ داریاں ان کے سر عائد کی گئیں ان کی فکر نہ کرتے۔ علیؓ کے تحمل اور صبر و سکون کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو گا کہ انہوں نے ایک تجربہ کار سیاسی بزرگ قعقاع بن عمرو کو طلحہ و زبیر اور عائشہ کے پاس بات چیت کے لئے بھیجا۔ انہوں نے ان لوگوں سے بحث و مباحثہ کیا۔ اور ان لوگوں پر واضح ہو گیا کہ ہم غلطی پر ہیں (جلد ۲ صفحہ ۵۱)

دینی و مذہبی دلائل سے یہ بات طے شدہ ہے کہ علی امام عادل تھے اور ان کے خلاف خروج کرنے والا باغی۔ ان سے جنگ کرنا واجب ہے۔ جب تک وہ حق کی طرف پلٹ نہ آئے۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۵)

اور یہ بھی ثابت و مسلم ہے کہ پیغمبرؐ خدا نے زبیر سے فرمایا

تم علی سے جنگ کروگے اور تم ظالم ہوگے۔ (جلد ۱ صفحہ ۴۷)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ طبری نے بسند صحیح روایت کی ہے کہ احنف بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے طلحہ و زبیر سے ملاقات کی اور کہا کہ عثمان یقیناً قتل ہو کر رہیں گے آپ لوگ مجھے کس کے بارے میں حکم دیتے ہیں۔ دونوں نے کہا کہ علیؓ کی بیعت کرنا۔

میں وہاں سے مکہ آیا اور عائشہ سے بھی یہی سوال کیا انہوں نے بھی کہا کہ علی کی بیعت کرنا۔ احنف کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم مدینہ آئے اور آکر ہم نے علیؓ کی بیعت کر لی۔ وہاں سے بصرہ آئے۔ کچھ ہی دن گزرے ہوں گے کہ ایک قاصد ہمارے پاس آیا اور کہا کہ عائشہ اور طلحہ و زبیر ہم سے مدد کے طالب ہیں۔ میں عائشہ سے ملا اور طلحہ و زبیر سے بھی اور میں نے انہیں یاد دلایا کہ آپ ہی لوگ [illegible] پیشتر یہ بات مجھ سے کہہ چکے ہیں۔ (تحذیر العبقری، جلد ۲ صفحہ ۳۱)۔

علیؓ اور صفین:-

حضری اپنی محاضرات میں لکھتے ہیں

"منجملہ ان لوگوں کے جو خلافت [illegible] آپ کو سزاوار خلافت سمجھتے تھے معاویہ بھی تھے وہ اہل شام کو لیکر اٹھ کھڑے ہوئے اور اعلان کیا کہ ہم علیؓ کے مخالف ہیں کیونکہ علی کی بیعت صحیح نہیں۔"

تبانی اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"حضرت عمر جن کو حضری تمام صحابہ سے افضل و برتر سمجھتے ہیں ان کا یہ قول ثابت و مسلم ہے کہ ان الخلافة لا تحل للطلقاء ولا لابنائهم۔ خلافت آزاد کردہ لوگوں اور ان کی اولاد کے لئے جائز نہیں یہ خلافت تو قریش کے ان لوگوں کے لئے ہے جو سابقین اسلام تھے اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ معاویہ اور ان کے باپ طلقا میں سے تھے۔ معاویہ نے ہرگز علی سے کبھی یہ نہیں کہا کہ آپ کی بیعت غیر صحیح ہے۔ نہ انہوں نے کبھی بیعت کے متعلق ان سے نزاع کی۔ (تحذیر العبقری جلد ۱ صفحہ ۲۲۹)

حضری لکھتے ہیں

"ہماری نظر میں معاویہ کی خلافت اور بیعت صورتاً علیؓ کی موت سے [illegible]"

تبانی لکھتے ہیں:

"یہ نظریہ فاسد ہے۔ تاریخ کی [illegible] اور پڑھنے والوں کو فریب دیتا ہے۔ علی کی خلافت اہل حل و عقد کے اتفاق سے منعقد ہوئی ان کی خلافت پر پیغمبرؐ کی حدیثیں بھی دلالت کرتی ہیں جیسے آنحضرت کا علی سے کہنا انک تقاتل الناکثین والمارقین والقاسطین۔ آنحضرت کا عمار سے ارشاد فرمانا ہے کہ تقتلک الفئة الباغیة:- تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا

یحییٰ بن سلیمان جعفی جو استاد بخاری ہیں سے روایت کرتے ہیں کہ ابو مسلم خولانی نے معاویہ سے کہا تم خلافت کے بارے میں علیؓ سے نزاع کرتے ہو کیا تم علیؓ جیسے ہو؟"

معاویہ نے کہا نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے کہیں افضل اور برتر اور سزاوار خلافت ہیں مگر عثمان مظلوم قتل ہوئے (تحذیر العبقری جلد ۱ صفحہ ۲۳۲ و ۲۳۳)

اگر معاویہ مطالبہ خون عثمان میں سچے ہوتے تو انہیں لازم تھا کہ عمرو عاص سے اس خون کا مطالبہ کرتے۔ تبانی اپنی کتاب جلد دوم صفحہ [illegible] پر ابن اثیر و طبری سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب عثمان نے عمرو عاص کو مصر کی حکومت سے معزول کیا تو وہ مدینہ آئے ان میں اور عثمان میں بہت کچھ سخت کلامی ہوئی۔ انہوں نے عثمان پر اپنی برتری جتائی ان پر غیظ و غضب کا اظہار کیا اور لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔ مدینہ سے وہ فلسطین چلے گئے جہاں انہوں نے گھر بار رکھا تھا۔ اور وہاں برابر عثمان کے خلاف

لوگوں کو بھڑکاتے رہے۔ وہ خود اپنی زبان سے اپنی کیفیت بیان کرتے ہیں۔

"میں چرواہوں تک کو عثمان کے خلاف برانگیختہ کیا کرتا تھا۔

جب انہیں معلوم ہوا کہ عثمان نرغہ میں لے لئے گئے ہیں تو بہت خوش ہوئے اور ایسی بات بھی جس کا ذکر کرنا مناسب نہیں"

علیؓ حساب لیتے اور معاویہؓ ڈھیل دیا کرتے۔

حضری لکھتے ہیں:۔

"معاویہ اپنے سرداران لشکر کیلئے بہت سی چیزیں بطور امداد کر دیتے۔ اور بعض کا ساتھ دینے دلانے کو ان کی گردنیں جھکی رہتیں اور علی علیہ السلام حساب لیتے اس وقت تک علی ان لوگوں کے محتاج ہوا کرتے"

سالی اس کے جواب میں لکھتے ہیں

"اگر معاویہ کی یہ داد و دہش خاص اپنے مال سے تھی تو علی ان سے کہیں زیادہ سخی تھے۔ اور اگر یہ ڈھیل دینا اور نظر انداز کرنا عدل کی بنا پر ہے تو علی کے پاس بھی کمال زیادہ تھا اور اگر یہ داد و دہش رشوت کے طور پر تھی تو اس طریقہ کی داد و دہش جس سے دل میں برہم و ناراض شخص راضی و خوشنود ہو جاتا تو ایسی رشوت کا علیؓ کے یہاں نام و نشان نہ تھا

مالک بن ہبیرہ کندی معاویہ کا بہت بڑا سردار و حامی تھا جب معاویہ نے حجر بن عدی کے قتل کا تہیہ کیا تو مالک نے سفارش کی مگر معاویہ نے اس کی سفارش منظور نہیں کی۔ مالک انتہائی ناراض ہوا۔ اب جب آئی تو معاویہ نے اس کے پاس ایک لاکھ درہم بھیج دئیے اور وہ راضی ہو گیا۔ اس قسم کی رشوت علیؓ کے پاس نہ تھی۔

اگر علیؓ اپنے عمال سے سختی سے حساب لیتے تو ان سے پہلے خود رسول خدا اور خلفاء کا بھی یہی طرز عمل رہا کیا۔ لہذا اگر علیؓ کی ذات مورد طعن ٹھہرتی ہے تو ان سے پہلے رسول و خلفاء پر طعن کرنا چاہئے۔"

عبداللہ بن عباس:۔

حضری لکھتے ہیں:"

"ابن عباس کا دل علیؓ سے متنفر ہو گیا وہ بصرہ جہاں کے وہ گورنر تھے چھوڑ کے مکہ چلے گئے اس لئے کہ علی علیہ السلام حساب لیتے تھے۔"

سالی لکھتے ہیں۔

یہ بھی صحیح نہیں حافظ ابن حجر نے اصابہ میں ابن عباس کے حالات میں بڑے شد و مد سے لکھا ہے کہ وہ علیؓ کی رحلت تک بصرہ کے گورنر رہے۔ اسی طرح ابن کثیر نے بھی بدایہ میں لکھا ہے ابن عباس برابر بصرہ کے گورنر رہے۔ یہاں تک کہ علیؓ نے انتقال کیا۔"

بنی امیہ:۔

حضری نے بڑی کوشش کی ہے کہ بنی امیہ اور بنی ہاشم کو ایک درجہ قرار دیں۔ ربانی جمع خرچ اور لفظوں سے کھیل کر دور جدا کو کھائیں۔

چنانچہ ابو طالب کے متعلق ان کا ایک فقرہ ہے۔

کان ابو طالب کبیر بیتہ ابو طالب اپنے گھرانے کے بزرگ تھے یعنی سردار قریش نہ تھے۔ اور ابو سفیان کی نسب بہت عظیم اور ذی شرف تھا۔ رسول خدا نے بعد فتح مکہ اعلان کیا تھا کہ جو مسجد الحرام میں چلا آئے گا وہ امان میں رہے گا۔ اور جو شخص ابو سفیان کے گھر میں چلا جائے گا وہ بھی امان میں رہے گا۔ اس طرح رسول خدا نے مسجد الحرام اور ابو سفیان کے گھر کو ایک درجہ کا قرار دیا۔ اور یہ وہ زبردست فضیلت ہے جو آج تک کسی کو

نہیں ہوتی۔

تبائی اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"یہ محض کید و فریب اور دھوکہ دہی ہے۔ اس سے خضری کا مقصد صرف معاویہ کی درجہ و منزلت کو بڑھانا ہے۔ ابو طالب صرف اپنے گھر کے [illegible] قریش کے سردار تھے قریش کے دیگر سربرآوردہ اشخاص انہیں عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حالانکہ مالی حیثیت انکی کمزور تھی۔ انکے فضل و شرف [illegible] والوں پر برتری اور تفوق میں اس حد تک اضافہ ہو گیا کہ انہوں نے [illegible] پیغمبرؐ کی حمایت کی۔

تبائی لکھتے ہیں کہ۔

خضری کا یہ کہنا کہ ابوسفیان فی نفسہ عظیم تھا [illegible] اسکا کوئی مفہوم ہی نہیں اسلئے کہ شرف و عظمت تقویٰ اور تقدس [illegible] کے سبب ہوتی ہے تمام مفسرین قائل ہیں کہ آیۂ مبارکہ الم تر الی الذین بدلوا نعمت اللہ کفرا واحلوا قومھم دار البوار کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے نعمت خداوندی کے بدلے کفر کیا اور اپنی قوم والوں کو جہنم میں پہنچا دیا یا عرب کے دو [illegible] کے متعلق نازل ہوئی ایک بنی مخزوم دوسرے بنی امیہ، بنی امیہ کو کچھ دن تک کی مہلت ملی اور بنی مخزوم سب کے سب بدر ہی میں تمام ہو گئے

رہ گیا پیغمبر خدا کا یہ ارشاد کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے گا اسے امان رہے گی اس سے ابوسفیان کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی پیغمبر خدا نے تو یہ بھی کہا تھا کہ جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں چلا جائے گا۔ اسے بھی امان رہے گی جو شخص اپنی تلوار نیام میں کر لیگا اسے بھی امان رہیگی۔ بلکہ آنحضرت نے اپنے لشکر والوں کو تاکید کی تھی کہ تم بس اسی سے لڑنا جو تم سے لڑے یہ امان ہر مشرک کیلئے تھی چاہے وہ قریشی ہو یا غیر قریشی خواہ وہ کسی گھر میں بھی پناہ لے اس صورت میں ابوسفیان کے گھر کی کون سی فضیلت ثابت ہوئی۔"

سب سے بڑی بات یہ کہ ابوسفیان مولفۃ القلوب میں تھا پیغمبر خدا نے اس میں اور دیگر مولفۃ القلوب افراد میں مساوات قرار دی تھی اور جنگ حنین میں جو مال غنیمت ہاتھ آیا تھا اس میں سے جہاں دیگر مولفۃ القلوب افراد کو دیا تھا وہاں ابوسفیان کو بھی دیا۔ (جلد ۲ صفحہ [illegible] طبع اول کے صفحہ ۲۹۵ پر تبائی لکھتے ہیں۔

ابوسفیان مسجد میں بیٹھا ہوا اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ آخر محمد کس سبب سے ہم پر فتحیاب رہے۔ اتنے میں پیغمبرؐ آگئے آپ نے اسکے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا: ہم خدا کی وجہ سے تم پر فتحیاب رہے۔

ایک مرتبہ اور ابوسفیان نے جبکہ وہ اسلام ظاہر کر چکا تھا اپنے دل میں سوچا کاش میں اس شخص (محمد مصطفیٰؐ) سے دوبارہ لڑائی چھیڑ سکتا اور کفار و مشرکین کو ان کے مقابلہ پر کھڑا کرتا پیغمبرؐ خدا نے اسکے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا تب بھی خدا تجھے ذلیل ہی کرتا۔

پیغمبر خدا نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ آپ کے منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں آپ کو بڑا رنج ہوا اسی موقع پر آپ پر وحی نازل ہوئی انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شھر یہاں الف شہر سے مراد بنی امیہ کی مدت حکومت ہے"

تبائی جلد ۲ صفحہ ۱۹۷ پر لکھتے ہیں کہ

"ابوہریرہ نے کہا کہ میرے پاس وہ علم ہے کہ اگر میں اسے ظاہر کر دوں تو میرا یہ حلق کٹ جائے علماء نے اسکی توجیہ یہ کی ہے کہ ابوہریرہ کی مراد علم سے بنی امیہ کے ان بدکار حکام کا حال تھا جنہوں نے سنت رسول بدل کر رکھ دی۔ علماء کی اس توجیہ کی تائید پیغمبر خدا کی اس صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ ھلکۃ امتی علی یدی غلمۃ من قریش۔ میری امت کی تباہی قریش کے چھوکروں کے ہاتھوں ہوگی۔ مروان نے پوچھا چھوکرے!!۔

ابوہریرہ نے کہا۔ اگر میں کہہ سکتا تو کہتا کہ فلاں فلاں کی اولاد یعنی بنو سفیان اور بنو مروان۔ تبائی نے مروان کے معائب و مثالب بڑی تفصیل سے لکھے ہیں۔ جیسے حکم کی ایذا رسانی رسول پیغمبر خدا کا اسے مدینہ سے جلاوطن کرنا مروان کی بدعتیں کہ اس نے خطبہ عید کو عید کی نماز کے پہلے پڑھنا شروع کیا وغیرہ وغیرہ۔ پھر تبائی نے واقعات کربلا اور حرہ وغیرہ کو تفصیل سے درج کیا ہے۔ اور ایک خاص فصل قرار دیکر یزید کی مذمت کی ہے۔ اور علمائے اسلام نے اس پر جو لعنتیں کی ہیں ان کی تفصیل درج کی ہے۔

عدم تشدد کے حقیقی مبلغ علیؑ تھے

(سید علی ہادی جعفری رضوی السبزواری چھوسی از چھوسی ضلع بلند شہر)

اگر رسول اسلام کے بعد حضرت علیؑ ہی ظاہری و باطنی خلیفہ ہو جاتے تو اسلام کی تاریخ آج کچھ اور ہوتی اور آج کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ اسلام پر تشدد کا الزام عاید کر سکتا مگر بدقسمتی سے رسول اکرم کے بعد اسلام دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ایک حصہ پر "شہنشاہیت" کا قبضہ ہو گیا اور دوسرے پر اصلی خلافت جس نے قدم قدم پر عدم تشدد کا عمل ثبوت دیا شہنشاہیت کے ساتھ خلافت کا علاقہ جوڑ جوڑ کر مسلمانوں نے درحقیقت اسلام کے اصلی خد و خال کو مسخ کر کے رکھ دیا اور یہ کاوش اسی قریب تک چھتا رہا جس کا ثبوت تحریک خلافت ہے رسول اسلام کے بعد آپ حق سے محرومی کی بنا پر اگر حضرت علیؑ بلا عدم تشدد پر عامل نہ ہوتے تو مدینے کی سڑکوں پر خون کی ندیاں بہہ جاتیں مگر اسی [illegible] حق تلفی کے بعد حضرت علیؑ نے جو طرز عمل اختیار کیا وہ "عدم تشدد" کی حقیقی اور عملی تصویر ہے آپ خاموشی کے ساتھ قرآن جمع کرنے میں لگ گئے اور بالکل خانہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ سب سے زیادہ حضرت علیؑ کے "انصاف وادی" ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے اگر شہنشاہیت اور خلافت دو الگ الگ چیزیں نہ ہوتیں تو شہنشاہان وقت کو مشکلات کے وقت ایک خانہ نشین فقیر منش کی طرف دوڑ کر رجوع کرنے کی ہرگز ضرورت پیش نہ آتی بس ایک سی بات سے سمجھ لیجئے کہ شاہی اور چیز ہے اور خلافت اور چیز ہے خلفائے ظاہری میں [illegible] لحاظ سطوت و فتوحات حضرت عمر کا درجہ بلند و بالا سمجھا جاتا ہے مگر آپ کو بھی قدم قدم پر حضرت علیؑ سے مدد لینی پڑتی تھی کہ "لولا علی لھلک عمر" زبان زد خلائق ہو گیا ہم صرف ایک حکایت شیخ الملک حکیم اجمل خاں صاحب کی کتاب "وصایا" سے یہاں نقل کرتے ہیں جو صفحہ ۲ پر درج ہے حضرت عمر کے عہد خلافت میں ایک شخص نے اپنے خاندان

کے بیٹے ایک تو صد کو دے کی بیلی [illegible] کی کوئی اتنا دست برداری نہیں ہوا چھری ہاتھ میں لئے ہوئے ایک مکان سے باہر آیا اس حالت سے کہ ابھی اوپر چلتا ہوا [illegible] اس [illegible] اس انتظار میں [illegible] کہ لے پیشاب کی حاجت ہوئی اس کی نیت پر رفع حاجت کے لئے گیا وہاں ایک کھنڈر میں ایک مقتول کو دیکھا کہ اس کا خون بہہ رہا تھا [illegible] دیکھا کہ چند سپاہی [illegible] نے قتل کیا [illegible] تھا کہ ادھر سے چند آدمی گزر رہے اور [illegible] خون آلود چھری اور مقتول کی لاش کے پاس [illegible] عمر کا حکم دیا جلاد سے جب گردن مارنے کا ارادہ کیا ایک [illegible] مجمع میں سے نکل کر جلاد کو روکا کہ اسے [illegible] کو قتل [illegible] قاتل میں ہوں یہ پھر حضرت عمر کو یہ سچائی کی [illegible] فرمایا کہ جس شخص نے قتل کا اقرار کیا ہے اس سے قصاص لیا جائے اور پہلے شخص کو چھوڑ دیا جائے یہ قضیہ بڑھا اور مجمع میں اختلاف ہونے لگا تو حضرت علیؑ کو بلایا گیا آپ تشریف لائے اور جلاد کو دوسرے شخص کے قتل سے بھی منع کیا اور حضرت عمر سے فرمایا کہ دوسرے شخص کو بھی چھوڑ دیا جائے حضرت عمر نے پوچھا کہ جب اس نے قتل کا اقرار کر لیا پھر اسے کیوں چھوڑا جائے حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ یہ شخص پہلے شخص کی زندگی کا باعث ہوا اس بنا پر قتل لازم نہیں خصوصاً جب کہ مقتول کے ورثاء قصاص کا مطالبہ کرنے کے لئے موجود نہیں ہیں ممکن ہے وہ خون بہا لینے کے لئے تیار ہو جاتے یہ سن کر حضرت عمر نے رہائی کا حکم دے دیا اس طرح سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں اسلامی مسائل کی گتھیاں اس خانہ نشین اور [illegible] رسول نے سلجھائی ہیں بات دراصل یہ ہے کہ سب کچھ اقتدار حاصل [illegible]

کے بعد بھی حضرت علی المرتضیٰ سے تا امام مہدی حضرت رسولؐ کی اولاد اور حقیقی جانشینوں کے حق تک آپ کا حق مان لیا جائے اور آپ کا اس حقیقت کو تسلیم کر لیا جائے کہ شاہی اور خلافت دو الگ چیزیں ہیں اور اولادِ محمدؐ کا صرف با اختیار خلافت کی جہت سے احترام کیا جائے اور اولاد رسولؐ و علیؑ کو آلِ رسولؐ کا وارث حقیقی تسلیم کیا جائے تو یہ سارے اختلافات جو اسلام میں پڑے رہے ہیں ختم ہو جائیں

[illegible] "عدم مساوات" [illegible] بتاتا ہے حضرت علیؑ نے عدم مساوات کو مٹا کر "مساوات" کا وہ دنیا کے سامنے جیتا جاگتا نمونہ پیش کر دیا [illegible] آپ کے غلام قنبر کا لباس ہمیشہ آپ سے بہتر ہوتا تھا۔ گھر میں ایک دن خود جناب فاطمہؑ گھر کا کام کیا کرتی تھیں تو دوسرے دن آپ کی کنیز فضہ [illegible] مساوات کا اس سے بہتر نمونہ آج کوئی پیش کر سکتا ہے

رمضان المبارک کی آخری [illegible] دنوں میں [illegible] وقت [illegible] ابن ملجم [illegible] کے اندر زہر آلود شمشیر کے ایک وار سے آپ کا سر اقدس زخمی کر دیا [illegible] آپ کے اصحاب قاتل کو پکڑ کر آپ کے سامنے لائے تو آپ شربت نوش فرما رہے تھے حکم دیا کہ یہ شربت میرے قاتل کو بھی پلاؤ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی اور قاتل کو وہ شربت پلا دیا گیا اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے حسنینؑ [illegible] بھی آپ کے [illegible] اس قدر عامل تھے کہ کسی نے [illegible] حکم [illegible] اسلام کے ماننے والے [illegible] مرحوم کے قاتل [illegible] کر دیتے ہیں۔ آج دنیا میں [illegible] دور دورہ ہے حکومتوں کے لئے یہ مسئلہ بڑا زبردست درد سر بنا ہوا ہے قانون پر قانون بنائے جا رہے ہیں مگر تشدد ہے کہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اب دنیا سے "تشدد" کا خاتمہ کرنے کے واسطے ایک اور صرف ایک ہی تدبیر ہے کہ علیؑ اور اولاد علیؑ کی پیروی کی جائے ان کے بتائے ہوئے عملی نمونے پیش کئے جائیں تو یقیناً دنیا سے "عدم مساوات" "تشدد" کا خاتمہ ممکن ہے۔ ہمارے مقررین و ذاکرین کا [illegible] ہے کہ وہ پرانے مناظرانہ ڈھرے کو ترک فرما کر سیرت آل محمدؐ کے وہ پہلو دنیا کے سامنے پیش فرمائیں جن سے مساوات و اخوت و عدم تشدد کا دور دورہ ہو اور دنیا امن و چین کی زندگی بسر کرنے لگے۔

قطعات

سید مزمل حسین صاحب ضیا پریسیڈنٹ انجمن جعفری
[illegible] پور ضلع بلند شہر

حیدر کی ولادت کی جس وقت خبر پائی
گردوں سے ملک آئے جنت سے ہوا آئی
کعبہ کے قریں آ کے جب بنت اسد ٹھہریں
فرطِ مسرت سے دیوار نے انگڑائی

فلک سے جشن طرب کا پیام آتا ہے
زمیں پہ کون یہ گردوں مقام آتا ہے
جدار کعبہ یہ ہنس کر بتا رہی ہے ضیا
خدا کے گھر میں ہمارا امام آتا ہے

علیؑ حق کی کعبہ ہے جائے ولادت
زمانے کو تسلیم ہے حق کی عظمت
ضیا مرتبہ اُس کا اللہ جانے
قدم چوم لے جس کے مہر نبوت

ہوئی ہے خانۂ حق میں ولادت آج حیدر کی
مسرت ہو بیاں کس سے ضیا قلب پیمبر کی
اِدھر آنے لگا ہے زلزلہ ایوانِ باطل میں
اُدھر خوشی سے ہل رہے ہیں باب خیبر کی

فرشتو عرش پہ صلِ علیٰ سنا دینا
بہارِ گلشن عالم بنا بنا دینا
خدا کے گھر میں علیؑ آ رہے ہیں بن کے امام
جدار کعبہ ذرا تو بھی مسکرا دینا

علیؑ کو شاہ ضیا کہہ دیا ہے
بتاؤ غلط میں نے کیا کہہ دیا ہے
وصی صرف کہنے پہ برہم ہو کیوں تم
حسب اور وں نے ان کو خدا کہہ دیا ہے

مساواتِ اسلامی اور علی ابن ابی طالب

(جناب سید محمد عاقل صاحب رضوی. بجوری)

مساوات پر نظر کو ایک تابکار ہے [illegible] عالم تشکیل ختم کرنے کے بعد خالق کریم نے [illegible] ان اللہ احسن الخالقین فرما کے اس کے اعزاز کو بڑھا دیا۔ دوسری بات ہے کہ کثرت ہو جانے سے لوگ [illegible] دنیا میں بکھرے اور پھیلتے گئے تا اس کے جغرافیائی حدود نے ان کے طبقے الگ کر دئیے۔ حدود اربعہ نے مناسبت [illegible] دنیا میں آب و ہوا نے جسم کا عارضہ مل کر ایک سے دوسرے [illegible] ہی بنا دیا۔ کوئی [illegible] بنا۔ کوئی چینی، کوئی برمی یا تو کوئی جاپانی ـــ کوئی عرب کہلایا۔ تو کوئی عجمی۔ اگر یہ [illegible] گروہ دیکھے جائیں تو عجائب المخلوقات کا عجائب گھر [illegible] ہے ـــ لیکن [illegible] سوائرت کے [illegible] تدرست ہے۔ [illegible] انا خلقنا [illegible] سورہ دہرا پر پڑھتے ہی سمجھ میں آ جاتا ہے کہ ان کے نقشے [illegible] بدل جائیں مگر سب کی اصل ایک، سب کا خالق ایک [illegible] سب کا طریقہ تخلیق ایک ہے مگر افسوس اس وحدت مشترک [illegible] دعو دعلاقہ [illegible] سیت ان میں تفوق یعنی برتری [illegible] کا ہر جگہ رنگ نظر آتا ہے۔ چاہیے تھا کہ مساوات پر عمل [illegible] اور وادر ـ جو عرب میں بالخاصہ اسلامی حکومت [illegible] سے خصی مرتبت تاجدار انبیاء اور ان کے آل اطہار مساوات کا درس دیا تھا۔ بلکہ وہ تعلیمات اسلامی کے نمونے [illegible] ہو چکی تھیں رسول کے بعد حضرت علی کے عہد تک ایک عہد مختصر عرصہ [illegible] رہی ہے لئے نظر آ سکی

حضرت علیؑ نے جب عنان فرمانروائی سنبھالی تو ہر مسلمان میں ہی جا نظر آیا۔ بات یہ تھی کہ خلافت کے دوسرے دور میں ملک کو فوجی سانچے میں ڈھال دیا گیا تھا۔ جس کے نتیجے [illegible] جلد ہی توسیع مملکت ہوئی مگر یہ نہ بھولنا چاہیے کہ قدرت [illegible] انسانوں کو فرشتوں کے مقابل میں آگے بڑھا کر انہیں مساوات کر دیا تھا۔ کیا یہ قتل و خونریزی، یہ جنگجویانہ جذبہ اور یہ قتل و غارت ہی وجہ امتیاز تھی ـــ ہرگز نہیں ـــ اسے اخلاق حسنہ منظور تھا۔

علیؑ کو سب سے پہلے جنگی ذہنیت میں انقلاب لانا تھا۔ اس [illegible] کو توڑنا اس لئے کسی شکل نہ کر جنگی ذہنیت اور عسکری ماحول میں عرب والوں کو امتیازی منفعت مالی حاصل کی گیا۔ "الفاروق" مولوی شبلی کے الفاظ سے یہ بات واضح نہیں ہوتی وہ لکھتے ہیں"

"۱۵ھ میں حضرت عمر نے فوج کا مستقل محکمہ قائم کرنا چاہا۔ تجویز یہ تھی کہ کل ملک کو فوج بنا دیں لیکن چونکہ شروع میں ایسی تعمیم ممکن نہ تھی اس لئے قریش و انصار سے شروع کیا۔ ایک رجسٹر تیار ہوا اور اس میں حسب ذیل تنخواہیں مقرر ہوئیں۔

۱۔ جنگ بدر میں شریک ہونے والے ۵ ہزار درہم
۲۔ حبش کے مہاجرین اور جنگ احد میں شامل ۴ [illegible]
۳۔ فتح مکہ سے پہلے ہجرت کرنے والے [illegible]
۴۔ جنگ قادسیہ و یرموک کے شریک [illegible]

۵۔ اہل یمن۔ ۴۰ سو درہم وغیرہ۔

قارئین نے یہ مختصر فہرست دیکھ لی۔ اب ذرا مساوات اسلامی کے حقیقی علمبردار علی کے نظام حکومت کی ایک مثال

جمل کے خاتمہ کے بعد کا واقعہ ہے جو المذہب میں مذکور ہے:۔

امیر المومنین مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ بصرہ کے بیت المال میں تشریف لائے جہاں درہم و دینار کے ڈھیر پر آپ نے نظر ڈالی اور فرمایا:۔

اے سونے! اور چاندی!! میرے سوا کسی اور کو جل دینے کی کوشش کرنا پھر دیر تک اس ڈھیر کو اپنے سامنے رکھے رہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اسے میرے ساتھیوں میں پانچ پانچ سو کی تعداد میں تقسیم کر دو۔ آپ کے ہمراہیوں کی تعداد بارہ ہزار تھی سب کو پانچ پانچ سو درہم حاصل ہوئے اور ایک درہم بھی کم نہیں پڑا۔"

مساوات اسلامی روح و جسد میں آ گئی۔ دیکھئے کثرت مال کی اس عالم ربانی کی نگاہوں میں کیا قدر تھی۔ دنیا کا ریاضی داں اور علم ریاضی کا اصول بتائے کہ علیؑ کی نگاہوں نے کیا دیکھا اور کیسی تقسیم عمل میں آئی۔ کیا معجزہ کے سوا اور کچھ کہا جا سکتا ہے؟

حضرت علیؑ نے آنکھ کھولی تو رسول مقدس کے رخ روشن کو دیکھا۔ چلے تو انھیں کے سایۂ عاطفت میں۔ بڑھے تو انھیں کی بصیرت نواز تربیت میں گویا رسول کریم نے خالق کائنات کی اس بولتی تصویر کو اخلاق سے سنوارا اور عمل سے زینت دی۔ سلایا تو علمی لوریوں سے جگایا محاسن کے اشاروں سے خود ہی جملہ مردانہ صلاحیتوں کو دیکھ کر فرما دیا کہ "علیؑ کا گوشت میرا گوشت علیؑ کا جسم میرا جسم ہے" تو اتنی قربت اور اس گہرے لگاؤ کے بعد بھی اگر علی رسول

اسلام کی تعلیمات کا نشر نہ کرتے تو دوسرے کس سے امید ہو سکتی تھی۔ حضرت علیؑ جانتے تھے کہ عسکری نظام میں علم کم اور خوں ریزی، قتل و غارت اور مال غنیمت کا چاؤ زیادہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ علمی تحریک کو آگے بڑھانا چاہتے تھے۔ علم ہی سے عرفان آتا ہے عرفان سے یقین، اور یقین سے قدر شناسی بڑھتی ہے لایعنی کی جڑیں ہل جاتی ہیں۔ تفوق و برتری کا جادو اتر جاتا ہے مساوات و اخوت اسلامی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جنگجوئی اور مار دھاڑ قتل و غارت سے اجتناب پیدا ہوتا ہے اور سب سے زیادہ قناعت اور فروتنی حاصل ہوتی ہے۔ رسول کریم کی ساری جنگیں مدافعتی تھیں وہ تو عالم کو اخلاق اور صدق و صفا کے زیور سے آراستہ کرنا چاہتے تھے جس کی بنیادی چیز اعلان وحدت اور کلمہ گوئی کی راہ میں ہوتی ہیں ۔۔۔ علیؑ نے بھی وہی سب انقلاب پیدا کرنا چاہا تھا جس کی ابتداء علم اور مساوات کے عمل سے ہوتی ہے۔ مگر افسوس بگڑے ہوئے ماحول نے بعض کے عربوں پر اس کا الٹا اثر کیا۔ وہ تو اسی غیر قرآنی تقسیم کے متمنی تھے جس کا ایک ہلکا سا نمونہ اوپر دیا گیا ہے۔ مجلسی قانون کی کچھ بدنمائی ملاحظہ ہو جس میں عربوں کو مالا اور غیر عرب کو نیست و نابود کیا گیا تھا۔ ذرا ابوالقاسم علی بن احمد العلوی کوفی کی کتاب الاستغاثہ کے الفاظ پڑھئے جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

عمر نے تزویج میں بھی امتیاز قائم کیا۔
قریش کو تو اس کا حق تھا کہ وہ عرب و عجم
جس سے چاہے تزویج کرے لیکن غیر قریش
عرب قبیلہ میں تزویج نہیں کر سکتا تھا اس کے
علاوہ عرب و عجم جہاں چاہے تزویج کرے۔
عجموں کو عرب سے تزویج کرنے کی اجازت نہ تھی۔
(الاستغاثہ صفحہ ۵۶ طبع عراق)

مال کی تقسیم اور مجلسی زندگی سے اصول ترویج میں غیر مساویانہ رویہ تو پیش کیا گیا۔ ایک نظر انصاف پر بھی ڈال لیجئے۔

"ایک قول جناب عمر کا یہ بھی تھا کہ اگر کسی عرب کے پڑوس میں کوئی قبطی ہو تو یہ عرب ضرور اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اس آزاد قبطی کو بیچ کر اپنی حاجت پوری کر سکتا ہے۔"

ایک قدم اور آگے بڑھئے۔ سنہ ۱۰ ہجری کی بات ہے۔ عبادہ بن صامت صحابی کا واقعہ ہے کہ آپ تشریف لے گئے بیت المقدس۔ ایک قبطی کو حکم دیا کہ مرکب کو پکڑے رہے۔ انکار پر آپ نے اس مارا کہ اس غریب کا سر پھٹ گیا۔ خلیفہ عمر بن خطاب بھی اس زمانہ میں وہیں موجود تھے۔ اس قبطی نے اس ظلم کے خلاف خلیفہ سے فریاد کی۔ بجائے انصاف کے بجائے خلیفہ نے کہا الفضل عندک۔ کیا آپ غلام کا قصاص اپنے بھائی سے لیں گے۔ خلیفہ نے عبادہ بن صامت سے قصاص نہیں لیا (سنن الکبریٰ البیہقی جلد ۸ صفحہ ۳۲) لیجئے مسلمیت کا کرشمہ ملاحظہ ہو۔ انصاف استحقاق سے آنکھیں پھاڑے رو گیا۔ شام میں ایک اور واقعہ ہوا۔ ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر ڈالا یہ مقدمہ بھی خلیفہ دوم کے سامنے پیش ہوا۔ انصاف پھر بھی رو رہا تھا۔ ابو عبیدہ بول اٹھے اور آیت لو قتل عبد اللہ لقتلت فانلہ دیا کہ اگر مسلمان کسی غلام کو قتل کر ڈالتا تو اس کے عوض اس کو قتل کرتے۔ یہ سن کر حضرت عمر نے قاتل کو بغیر قصاص کے چھوڑ دیا۔ (سنن کبریٰ البیہقی ص ۳۲ کنز العمال جلد ۷ ص ۳۰۳) یہ ہے مشتے نمونہ از خروارے :۔ انصاف کی روح تڑپ اور جذبۂ ظلم وجور کی آبیاری ہوتی ہوگی۔ مراتب کی جبیں پہ بار نہ آئے۔ شاید اسی لئے کو مد نظر رکھ کر

حضرت علیؑ نے سیرت شیخین کی شرط کو ٹھکرا دیا ہو جسے ان کے ہمعصر معاویہ نے بعد کو اپنا لیا تھا — اب ذرا دور علوی پر نظر ڈالئے۔

علی بن ابی طالب شریف کو غیر شریف پر اور عرب کو عجم پر فوقیت نہیں دیتے تھے اور نہ قبائل کے رؤسا و امراء کو چاپلوسی کرتے تھے۔ عربوں کا حضرت سے کنارہ کش ہو کر بیٹھ جانے کا یہی اصل سبب تھا (ضحی الاسلام احمد امین جلد اول ص ۲۳۔ ملاحظہ فرما کر اس صداقت کی تصدیق کریں) — حضرت کی مساوات اسلامی پر اتنی کڑی نظر تھی کہ وہ قریش کو غیر قریش پر، عرب کو عجم پر اور عربوں کو بھی حق کے معاملہ میں کسی پر ترجیح دینے پر تیار نہ تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ بخدا اگر یہ بیت المال کا مال میرا ذاتی بھی ہوتا تو بھی میں مساوات کے اصول سے ایک انچ نہ ہٹتا نہ کہ یہ خود انھیں لوگوں کا مال ہے (ابن ابی الحدید اس بیان کی تائید میں ہے) یہی چند اشخاص ہیں ... کی بہر موثر پر نفوذ وبرتری کا حامل ان کی کامیابی کی راہ میں روڑا تھا جس نے ایسے مدبر ایسے قرآنی تعلیمات پر عمل کر کے دکھانے والے معلم کو نظام جہانبانی کے پردے جو ہر دکھانے نہ دیئے جو جاہا تو تمام ممالک کا خواب وہ تو دلوں کے فتح کرنے کی کبھی بھی علم کی ترویج کرنا چاہتے تھے اخلاقی معیار بڑھانا چاہتے تھے۔ وہ دنیا کو اپنے اصول حکومت کے قدموں پر جھکا دینا چاہتے تھے۔ مگر ہوا اور مال کا طالب عرب ان کے صحیح راستوں سے کتراتا تھا۔ وہ ہاتھ ... برابر کا مال پاتا اور دل ... دیے کے کیوں گاتا تھا۔ کیونکہ پچھلے دور ... (Back door) ... سے ... درہم و دنیار پا کر معاویہ کی پا بچیں فوج بنا تھا۔

اے علم سو جانی اگر زمانہ تیرا ساتھ دیتا — قوم

میں منافقت کا جذبہ پرورش پاکر تیری مرضی کے خلاف نہ ہوتا تو عرب کیا پوری دنیا کے رہنے والے تیری راہ پر ہوتے۔ ابھی تیرے علوم کے جوہر کہاں نکھرے تھے۔ [illegible] کے قلوب تجھ سے [illegible] ہو گئے تھے۔ [illegible] تشنہ کامان علم اطراف عالم [illegible] کے [illegible] سیراب ہوتے تھے۔ صداقت علم! تیری قدر شناسی آج اس وقت سے زیادہ ہے۔ بڑے بڑے مدبران ملت [illegible] خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اے لا مثال مفکر [illegible] کے [illegible] تیرے فاسق گروہوں پر تلواروں کے پہرے بٹھائے، خونریزیوں کے ذریعہ تجھے گمنامی کے پردے ڈالے مگر حق بلند ہو کر رہا۔ دنیا تجھ سے روشناس ہو کر تیرے لئے سر دھنتی ہے مگر اے نجف کی سرزمین میں ابدی نیند سونے والے شاید قدرت منتظر ہو کہ غالو وہ علم کا آفتاب درخشاں اب کہاں۔ اس کے اقوال پر اس کے جواہر ریزوں پر گہری نظر ڈالو۔ توفیقات تمہارے ساتھ ہوں گی — ہزاروں سلام اے مساوات کے معلم، کمال تیری روشنی پر۔ تیرے اصول پر۔

بتا اے ذہن انسانی علیؑ کا مرتبہ سمجھا

(جناب تکمیل رضوی لکھنوی)

بس اللہ و پیمبرؐ نے علیؑ کا مرتبہ سمجھا
نصیری نے اسی باعث تو گھبرا کر خدا سمجھا

بنی ہے کب علیؑ کا مرتبہ ہم نے سوا سمجھا
مگر بے فاصلہ ان کو وصیٔ مصطفیٰ سمجھا

شب معراج ہر منزل میں ہمراہ پیمبرؐ تھے
بتا اے ذہن انسانی علیؑ کا مرتبہ سمجھا

گواہی حشر تک دیتی رہے گی ایک اک آیت
کہ قرآں کو اگر سمجھا نصیری کا خدا سمجھا

جسے نادِ علیؑ پڑھ کر پیمبرؐ نے بلایا تھا
ہر اک مشکل میں یہ بندہ اسے مشکل کشا سمجھا

علیؑ کی بات تو ہے اور ورنہ دونوں عالم میں
کسی بندے کو کب کوئی خدا کا دوسرا سمجھا

تھی وقت فتح خیبر کارفرما قوت خالق
کوئی کب زور بازوئے علیؑ کی انتہا سمجھا

پڑھی تکمیل جب میں نے ثنائے ساقی کوثر
لب ساغر نے منہ چوما وہ میرا مدعا سمجھا

سیرت ساز زندگی

(مولانا سید قائم مہدی صاحب ایم۔اے۔ بارہ بنکوی)

پھونک دے غفلت کا خرمن تو جلا دے حرماں کا
زندگی تو نام ہے عزم و کوشش دوام کا

وہ کردار جس کی تعمیر کی جائے، وہ طرز سیرت جس کو اپنایا جائے
کی امید برقرار رکھی جائے آج بھی ناممکن نہیں ہے لیکن اس کے لئے جذبہ
عزم اور ارادہ حوصلہ درکار ہے یہ موجود ہے تو سب کچھ ممکن ہے ورنہ
کچھ بھی نہیں سچ کہا ہے کسی عقلمند نے

"If wealth is lost, nothing lost
If health is lost, something lost
If character is lost, every thing lost

یعنی اگر دولت ہاتھ سے نکل جائے تو گویا تمہارا کچھ بھی نہیں کھویا
اگر صحت ضائع ہوگئی تو گویا کچھ گم ہوگیا اور اگر کردار کھو دیا تو گویا
تمہارا سب کچھ لٹ گیا۔

یہ ہے کردار کی وہ اہمیت اور افادیت جس کے ذریعہ ایک
صحت مند اور خوشگوار معاشرے کی تشکیل و تخلیق میں حامی و معاون ہے
آج مسلمانوں کو آئین حیات مرتب کرنا نہیں بلکہ پیشرو کے نقش
قدم پر توجہ سے گامزن ہو جانا ہے۔ اسلام کی کامیاب رہے گی جب
مقدس سیرتوں سے وابستہ ہے وہ بحمد اللہ آج بھی ہمارے درمیان
محفوظ ہیں ہم کو صرف ان نقوش کو سامنے رکھتے ہوئے سرگرم سفر ہو جانا
ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ روحی لہ الفداء کی وہ مقدس زندگی جس کا ہر شعبہ
حیات آفرین مسلمانوں کی معراج کے لئے کافی ہے۔ کیا کہنا کل ایمان کی
ہمہ گیر زندگی کا۔

نیک کرداروں کے واسطے متواضع غریبوں کا مددگار۔ یتیموں
پر مہربان بیماروں کا تیماردار۔ مسافروں کا سہارا۔ غلاموں کا دستگیر
بےکسوں کا آسرا۔ یتیموں کا وارث۔ بیواؤں کا شریک حال۔ مسکینوں کا مشفق
صحت مندوں کا مددگار، بلاداروں کا سرپرست۔ محراب عبادت میں
گریاں میدان کارزار میں بہتر متواضع کے لئے فروتن۔ متکبر کے لئے
مرد آہن۔ وسعت قلب کے ساتھ وہ خداداد قابلیت جس کی خوبی
عالم جاہل، اعلیٰ ادنیٰ کے دلوں کو مسخر کر لیتی ہو شدید ترین
ضرورت ہے کہ اس حیات طیبہ سے فیض یاب ہو۔

یہ دور سرمایہ اضطراب و بے چینی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔
سکون و اطمینان کا دم گھٹ رہا ہے امن کے نام پر بداخلاقی اور
مادیت کے سامنے گھٹنے ٹیکے جا رہے ہیں اصلاح کے نام
پر فساد زندگی کے نام پر موت کا بازار گرم کیا جا رہا ہے
دعویداران مذہب کے مختلف نظام باہم دست و گریباں
ہیں۔ اخلاص و سرمایہ داری کی رسہ کشی جاری ہے۔

یہ عظیم بحران ختم نہ ہوگا جب تک کسی مقدس دامن کے ساتھ
وابستہ نہ ہو جائے۔ ہم سیرت کے ساتھ انسانی درد کا ایک درماں پیش
کر سکتے ہیں۔ یعنی امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی پاکیزہ اور مکمل
اور لائق تقلید سیرت اس میں انسان کے لئے مکمل و مبارک نظام
موجود ہے حاکم و محکوم اور راعی و رعایا کی طبقاتی تقسیم۔ غرض
زمانہ اگر ابوتراب کے نقش قدم کو رہنما بنالے تو اس دنیا کی آج
کل کی ساری زحمتیں دور ہو سکتی ہیں

سرمایہ داری ختم ہو سکتی ہے اور بےسہارا ظلم دونوں احساس
کمتری سے محفوظ رہیں گی۔ وہ عظیم سیرت۔ وہ پیکر روحانی
سیرت ایثار و قربانی اقدام و عمل کے لطیف جذبات سے
بھرپور ہے۔

وہ ایک بصیرت ہے جو ابلاغ سے حیات و کائنات کے درمیان حائل ایک ایک پردہ سے گزرتی ہوئی جس بدر کرتی ہے۔

زندگی ــــــ ایک اضطراب ہے۔

سکون کی تلاش اور حقیقت کی جستجو ــــــــــ [illegible] سے عبارت ہے۔

صداہما [illegible] کی خواہش اور [illegible] کی آرزو تیں ــ ــ ــ خاک کی گلیوں سے گزر جاتا ہے وہ دنیا [illegible] کی ــ ــ خوشگیاں ہیں۔ اس کو روند تا ہوا گزر کر خود مجسم [illegible] کی ہے ــــ مردانہ زندگی ــ اہل ہوش [illegible]

حقیقی شرہ اس دنیا سے اس طرح [illegible] جس طرح طلب کافر سے نور ــــــ [illegible] مرد عافیت کے ساتھ زندگی گزار [illegible] لئے

اس سے [illegible] انکار [illegible] ہو! [illegible]

دنیا [illegible] ہے اگر اس کے پیچھے لگ گئے تو ایک حقیر خادم کی طرح اپنے تعاقب میں دوڑاتا ہے اگر اس سے منہ موڑ دو گے تو پیچھے پیچھے دوڑتا ہے۔ یہ انسان کے لئے [illegible] انسان اس کے [illegible] نہیں۔ تم آخرت کے لئے [illegible] دنیا کے واسطے، تم فنا کے لئے خلق ہوئے [illegible] کی خاطر ہوئی ہے نہ کہ زندگی کے واسطے تم موت [illegible] گئے ہوئے [illegible] ایسی موت جس سے بھاگنے والا [illegible] نہیں پا سکتا [illegible] اس شخص کے راستے میں ہو [illegible] پس دنیا [illegible] میں سستی کرو۔ کیونکہ اس شخص کی مثال جو اس دنیا [illegible] آجائے ایسے گروہ کی سی ہے جو ایک سرسبز و شاداب منزل میں مقیم ہے پھر ایک ایسے قحط زدہ قیام گاہ کی جبر [illegible] جائے اور کوئی شئے اس کے نزدیک اس مقام سے مفارقت کرنے کے وقت جہاں وہ موجود ہے گروہ نہ ہو جس سے وہ اس [illegible] قت کو دشوار خیال کرے وہ اسی پہ آب و گیاہ منزل کی طرف [illegible] اور اسی کی طرف پلٹ جائے "

(ماخوذ: [illegible] وصیت نامہ [illegible] ترجمہ [illegible])

صاحب قید [illegible]

امیرالمومنین کی زندگی آج بھی ہر صاحب دل کو آواز دے رہی ہے! کہ حکومت کا اقتدار مل جانے کے بعد فرزند آدم انسانیت کی سطح سے بالاتر نہیں ہوتا وہ حسب دستور سابق خاک ہی کا پتلا رہتا ہے۔ آپ ہی ماں باپ کا بیٹا ہے۔ اس کی طینت میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہو جاتا تخت نشین و [illegible] سے مختلف نہیں ــــــ حاکم و عوام دو نہیں ــ [illegible] کی [illegible] ہے

[illegible] کا مقام ہے [illegible] دل سب کا درد محسوس کر سکے۔ وہ سینہ [illegible] ہو جانا چاہئے جس میں سارے جہان کا درد سمٹ آئے

[illegible] جیسے ہیں [illegible] اور کوئی نخوت زدہ فقرہ زبان آشنا [illegible] علی کا تمام تھا ہاں تسبیح و تہلیل کی موجوں کے [illegible] سے نکل کر اکثر فضا میں تیر چکی ہیں [illegible] عوث جالس غور [illegible] ایک مشہور [illegible] ہے۔ ایک [illegible] مسافر، ایک [illegible] کے زانو [illegible] ہے۔

[illegible] کا دھوں پر [illegible] ہے [illegible] کا [illegible] یتیموں کی [illegible] ہیں۔ مسجدوں کے [illegible] کا [illegible] ــــــ [illegible] کے گھٹنے پشت کا [illegible]

خدا کی [illegible] علی کی سیرت تو آپ سیرت کا ایک اُلٹا ہوا [illegible] تھا۔ جس سے جو چاہے پیاس بجھاتا اور اس میں کوئی کمی نہ آتی۔

> آئندہ مردم شماری میں اپنی زبان اُردو لکھا ئیے

اگر علیؑ نہ ہوتے؟

(مولانا سید محمد جابر باقری، جوراسی)

[illegible] آتی ہے۔ انسانوں کی اکثریت ہمیشہ [illegible] معتقد رہی ہے اور اس نے دین کا راستہ اپنانا چاہا ہے جس سے عبادت [illegible] کا ذریعہ الٰہی [illegible] اور انسانی دل و دماغ [illegible] ہوگا [illegible] جب وہ [illegible] حق [illegible] سینے سے لگائے رکھے [illegible] یہ انسان حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے [illegible] المخلوقات ہے [illegible] یہی عقل سلیم [illegible] پر بصارت اور [illegible] کے [illegible] ذریعہ عقل فہم سے پوری طرح راستہ نہیں پا [illegible] مشیت [illegible] نے اس کی تلاش اور مکمل رہبری کے لئے ایک [illegible] بندوبست کیا اور اس [illegible] روشناس کرانے کی غرض سے انبیاء و مرسلین اور ائمہ معصومین کا ایک سلسلہ قائم کر دیا۔

چنانچہ جب سلسلہ [illegible] تک ساری دنیا کو باطل نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور عرب جہالت و تاریکی کا مرکز بن گیا تو خدائے عالم نے حضرت محمد مصطفےٰ کی ذات گرامی کو گمراہوں کی ہدایت اور تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا اور جب اعلان نبوت کا وقت قریب آیا تو علیؑ کو اپنے گھر یعنی خانۂ کعبہ میں بھیج دیا تاکہ پیغمبر [illegible] اس عظیم [illegible] قوت بازو بنیں۔ جس طرح موسیٰ کے [illegible] جناب ہارونؑ تھے۔ جیسا کہ بعد میں آنحضرت نے علیؑ کو [illegible] ہارونؑ

[illegible] نبوت کا اعلان کر کے اس کی تصدیق بھی فرما دی مجھے اس وقت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کی مقدس زندگی کا مختصر طور سے جائزہ لے کر یہ دیکھنا ہے کہ آپ [illegible] موجودگی کا اسلامی نظام پر کیا اثر پڑا۔ سب سے پہلے ہمیں علیؑ کے ان خاص خاص [illegible] کا مشاہدہ کرنا ہے جو آپ نے حضرت [illegible] المرتبت کی [illegible] میں انجام دیئے۔

[illegible] دعوت ذوالعشیرہ میں رسولؐ نے اپنی رسالت کا اعلان کیا تھا [illegible] بعض چہروں پر مسکراہٹ تھی اور بعض پیشانیوں پر سلوٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ رسولؐ اپنا مددگار [illegible] کہ ایک مرتبہ تو دس برس کے ایک بچے نے استادہ ہو کر نصرت کا وعدہ کیا۔ یہاں تک کہ رسول نے تین مرتبہ اپنا مطالبہ دہرایا اور ہر بار یہی بچہ کھڑا ہو گیا جس کا نام تھا علی ابن ابی طالبؑ اور جس کے لئے رسول فرما رہے تھے کہ یاد رکھو یہی میرا خلیفہ اور جانشین ہوگا معلوم ہوا کہ اگر آج یہ بچہ نہ ہوتا تو صدائے رسول پر کوئی لبیک کہنے والا نہ تھا۔ مبلغ اسلام تو ہوتا لیکن تصدیق کرنے والا نہ ہوتا یہ سب ہجرت علیؑ کی جان فروشی کعبے کو بتوں سے پاک کرنا رسولؐ کے ہمراہ پتھر کھانا اور دیگر کارنامے نمایاں ہیں [illegible] اگر صرف غزوات ہی میں علیؑ کو دیکھا جائے تو آپ کے بے مثال جہاد اور شجاعت پر بقائے اسلام کا دارومدار نظر آئے گا۔

معرکۂ بدر پر نظر ڈال جائیے۔ ساڑھے نو سو دشمن ہیں اور کل تین سو تیرہ مجاہدان اسلام۔ لیکن علیؑ کی اس پہلی ہی بند آزمائی میں فتح اسلام کے قدم چومنے لگی۔ ہے۔ اسی سبب سے جرا فتنہ یعنی ابوجہل واصل جہنم ہو جاتا ہے۔ [illegible] غور سے دیکھئے اُحد کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر [illegible] ہے۔ رسولؐ اسلام میمنہ و میسرہ ترتیب دے چکے ہیں۔ ایک مرتبہ لشکر کفار سے تیر برسائے اور طلحہ ابن ابی طلحہ مبارز طلب ہوا۔ حیدر کرارؑ علمدار لشکر اسلام نے آن واحد میں اسے تہ تیغ کر ڈالا۔ جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے مسلمان غیظ و غضب میں آگے بڑھے۔ یہاں تک کہ نو علمداران لشکر کو قتل کر کے لشکر کفار کو شکست دیدی کہ ایک مرتبہ مسلمان مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ کفار کو موقع ملا اور انھوں نے حملہ کر دیا۔ مسلمان الٹے پاؤں بھاگنے لگے صدائے رسول "اے مسلمانو! ادھر آؤ میں یہاں ہوں۔" غیر ملتفت رہی۔ بعض نے تو اپنے کو اتنی بلندی پر پہنچا دیا کہ رسول کی آواز ان کا تعاقب نہ کر سکے اور وہ کفار سے محفوظ بھی رہیں۔

ادھر جناب حمزہ نے جام شہادت نوش فرمایا، کفار نے پیغمبر اسلام پر یورش کر دی سیفروں سے آپ کے دندان مبارک شہید ہو گئے پیشانی زخمی ہو گئی زجلہ کمان ٹوٹ گیا۔ اور آپ کفار کے نرغے میں گھر گئے۔ ابن سراقہ نے شور مچایا کہ محمدؐ قتل ہو گئے۔ لڑتے لڑتے جب حضرت علیؑ نے یہ آواز سنی تو آپ بے چین ہو کر رسولؐ کی مدد کے لئے پہنچ گئے۔"

ایک طرف جنگ کرتے جاتے تھے اور ایک طرف رسولؐ کی حفاظت بھی۔ جب علیؑ پر رسولؐ کی نظر پڑی تو فرمایا اے علیؑ تم نے اپنے بھائیوں کا ساتھ کیوں چھوڑ دیا۔ اور ان سے کیوں نہ جا ملے۔ اس وقت حضرت امیر المومنین الیہا یعنی اور حقیقت افروز جملہ ارشاد فرماتے ہیں جس سے فرزند گرامی والوں کے دین و ایمان کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

" فرماتے ہیں۔ "لاکفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ" ایمان کے بعد کفر نہیں ہو سکتا۔ بہ تحقیق مجھے تو آپ کے ساتھ اقتدا کرنا ہے

(روضۃ الاحباب وغیرہ)

غور فرمائیے اور جواب دیجئے کہ اگر رسولؐ صرف اہل لشکر ہی کے رحم و کرم پر ہوتے تو کیا قبل از وقت شمع رسالت گل نہ ہو گئی ہوتی کیا اس سے اہل لشکر کی اسلام اور رسولؐ اسلام سے بے اعتنائی نہیں ثابت ہوئی اگر اس وقت علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا سوا اس کے کہ پیغمبرؐ اسلام شہید کر دیئے جاتے اور نہ صرف تبلیغ اسلام ہی ادھوری رہ جاتی بلکہ شعلۂ اسلام بھی خاک میں مل کر رہ جاتی کون کس کو بتاتا اسلام کیا ہے اور محمدؐ مصطفیٰ کون تھے۔؟"

جنگ اُحد کے بعد معرکۂ خندق سامنے آتا ہے مدینہ کے اطراف میں خندق کھود دی گئی ہے جس میں آگ روشن ہے دشمنان اسلام لشکر اسلام کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ رسول اسلام اصحاب کے ہمراہ ایک خیمہ میں تشریف فرما ہیں۔ عرب کا ایک مایۂ ناز بہادر اور سپاہی عمرو ابن عبدود ایک مقام سے گھوڑا کدا کر خندق عبور کر لیتا ہے اور مسلمانوں سے اپنا مقابل طلب کرتا ہے۔ لیکن کوئی بھی ہمت نہیں کرتا " ان کے سروں پر تو گویا طائر بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ جنبش نہیں کر سکتے تھے۔" رسولؐ اسلام خاموشی کا سبب پوچھتے ہیں تو جواب میں عمرو کی شجاعت کا قصیدہ پڑھا جاتا ہے۔ کسی میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ اس کا مقابلہ کرے۔ رسولؐ بار بار ارشاد فرما رہے ہیں کہ کیا کوئی میرا ایسا دوست ہے جو اس شر کو مجھ سے دفع کرے؟ لیکن کوئی بھی کھڑا نہیں ہوتا سوائے علیؑ کے۔ یہاں تک کہ تین بار رسولؐ نے یہ جملہ دہرایا اور ہر بار علیؑ ہی جوش شجاعت میں کھڑے ہو گئے۔ پیغمبرؐ اسلام حیدر کرارؑ کو ہر بار بٹھا کر مسلمانوں کی غیرت

اسلام اور قوت ایمان کو جانچتے رہے۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ دعوت ذوالعشیرہ کو اتنے دن گزر جانے کے بعد آج بھی سوا علیؑ کے کوئی رسولؐ کی آواز پر لبیک کیوں نہیں کہتا؟ کیا آج بھی بزم رسولؐ مسلمانوں سے خالی ہے؟ لیکن یہ تو ناممکن ہے مجمع میں وہ حضرات بھی موجود ہیں جن کو ستون اسلام کہا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مسلمان تو ہیں لیکن علیؑ کے علاوہ جان و دل سے اسلام کا فدائی کوئی نہیں ہے۔

جب تیسری مرتبہ پھر آواز رسولؐ بلند ہوئی، دیکھا مرتضیٰ کھڑے ہوئے تو ارشاد ہوا: "اے علیؑ یہ عمرو ہے"

امیرالمومنینؑ جوش شجاعت میں عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ میں بھی علیؑ ہوں۔ رسولؐ اجازت دیتے ہیں۔ علیؑ جاتے ہیں عمرو سے جنگ شروع ہوتی ہے اور آپ ایسا وار کرتے ہیں کہ اس کا سر اس جسم سے جدا ہو جاتا ہے۔ اور پھر آپ کل کفر کا سر کاٹ کر لشکر اسلام کے سر پہ فتح و کامرانی کا سہرا باندھ دیتے ہیں۔ گویا علیؑ نہ ہوتے تو عمرو اسلام کا تمسخر اڑاتا ہوا واپس ہو جاتا اور عزت اسلام خاک میں مل جاتی۔

آگے چلئے غزوۂ خیبر سامنے آتا ہے۔ ایک طرف رسولؐ سخت درد سر میں مبتلا ہیں اور دوسری طرف حضرت علیؑ آشوب چشم میں۔ لشکر اسلام قلعہ خیبر کا کئی دنوں سے محاصرہ کئے ہوئے ہے لیکن فتح کوسوں دور ہے۔ علمدار لشکر لے کر جاتے ہیں اور واپس آجاتے ہیں۔ قائد لشکر کو بزدلی کا الزام دیتا ہے اور لشکر قائد کو۔ رسول اسلامؐ کے درد سر میں کمی ہوئی تو لشکر اسلام کا حال سن کر بے چین ہیں۔ کچھ صفات بیان کر کے کل ایک ایسے شخص کو علم دینے کا وعدہ فرماتے ہیں جس میں وہ صفات موجود ہوں۔ نماز صبح کے بعد رات بھر کا جاگا ہوا مجمع منتظر ہے کہ دیکھیں علم کس کو ملتا ہے۔ علیؑ کہاں ہیں؟ آواز پیغمبرؐ بلند ہوتی ہے۔ مجمع فاتحانہ انداز سے جواب دیتا ہے حضور

وہ تو سخت بیمار ہیں۔ حکم رسولؐ ہوتا ہے سلمان و ابوذر جاتے ہیں۔۔۔ حیدر کرار لائے جاتے ہیں، لعاب دہن سے آنکھوں کا علاج فرماتے ہیں اور حدیث "لاعطین الرایۃ غداً رجلاً کراراً غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ لا یرجع حتی یفتح اللہ علی یدیہ" کے سائے میں علم دیکر قلعہ کی طرف روانہ فرماتے ہیں۔

حارث، مرحب اور عنتر وغیرہ یکے بعد دیگرے شجاعت کے گھمنڈ میں آگے بڑھتے ہیں لیکن ذوالفقار حیدری کی بجلی چمکتی ہے اور ان کے خرمن حیات کو خاکستر کر دیتی ہے۔ اور آج ایک طویل محاصرے کے بعد صرف حضرت علیؑ کے قوت بازو کے بل بوتے پر قلعہ قموص فتح ہو رہا ہے۔ آپ قلعہ کا پھاٹک اکھاڑ لیتے ہیں اور اس کے ذریعہ اسلامی لشکر کو قلعہ میں اتار دیتے ہیں۔ ۲۰ دن تک مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا یہ اسلامی وقار کے لئے کتنا مہلک تھا۔ سوچئے سوچئے اگر حضرت علیؑ نہ ہوتے تو جنگ خیبر کا کیا نقشہ ہوتا؟

عہد رسولؐ کی اسلامی تاریخ میں مجھے تو کوئی ایسا اہم معرکہ نظر نہیں آتا جو بغیر قوت بازوئے حیدر کرار کے سر ہوا ہو۔ صرف قوت بازو ہی نہیں۔ بلکہ رحم و کرم خلق و مروت اور قوت فیصلہ بھی آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھی۔ اگر کوئی فیصلہ آپ کر دیتے تو نہ یہ کہ رسول اس کو باقی رکھتے۔ بلکہ تعریف و توصیف بھی کرتے تھے۔ ذیل کے واقعے سے ذات علیؑ کی اہمیت دکھانا ہے۔

کلینی نے بسند امام جعفر صادقؑ لکھا ہے کہ آپ نے اپنے پدر بزرگوار امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اسلام اصحاب کے حلقہ میں تشریف فرما تھے جس میں حضرت ابوبکر اور عمر بھی موجود تھے کہ آپ کے سامنے ایک مقدمہ آیا جس میں ایک گدھے کو ایک بیل نے مار ڈالا تھا۔ آنحضرت نے پہلے حضرت ابوبکر پھر عمر سے فرمایا کہ اس [illegible] فیصلہ کر دو۔ دونوں بزرگوں نے عرض کی [illegible] ایک بے زبان

جانور نے دوسرے بے زبان جانور کو مار ڈالا۔ جانور کو سزا ہی کیا دی جا سکتی ہے۔ آنحضرت نے حضرت علیؑ سے فرمایا اچھا اب تم اس کا فیصلہ کرو۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر بیل کسی [illegible] گدھے کی کوٹھڑی میں گیا تھا تو اس کے مالک کو گدھے کا تاوان دینا پڑے گا۔ اس لئے کہ اس نے بیل کو مضبوطی سے باندھ کر کیوں نہیں رکھا اور اگر گدھا بیل کی کوٹھڑی میں گیا تھا تو بیل کے مالک پر کوئی تاوان نہیں۔ پیغمبرؐ خدا نے یہ فیصلہ سن کر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے اور فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے مجھے ایسا شخص عطا فرمایا جو انبیاء کے مانند فیصلے کرتا ہے۔"

صرف پیغمبرؐ کی زندگی ہی تک حضرت علیؑ کی اسلام دوستی ختم نہیں ہو جاتی۔ کہ مدینہ میں [illegible] خلافت ہونے کے بعد آپ کی ذمہ داریاں اور بڑھ جاتی ہیں۔ جمل، صفین اور نہروان میں آپ کی شان عدالت نہیں دکھانا ہے۔ اور نہ ہی آپ کی غربا پروری، زہد و عبادت اور سخاوت کو بیان کرنا ہے بلکہ تخت حکومت پر نہ ہونے کے باوجود آپ نے مشکلات کو حل کر کے حسن الفت اسلام کا ثبوت دیا ہے اس کے سلسلے میں ہر دور کے ایک ایک قصہ کا ذکر کرنا ہے تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ ہر زمانے میں آپ ہی مرجع کی حیثیت رکھتے تھے ورنہ ایسے دفینوں سے کتب تاریخ چھلک رہی ہیں جو اگر آپ نہ فیصل فرماتے تو نہ صرف یہ کہ سربراہان مملکت کا ظاہری طمطراق خاک میں مل جاتا۔ بلکہ اسلامی عدالت کو بھی کاری ضرب لگتی۔

رسول خداؐ کے بعد جن تین خلافتوں کا وجود عمل میں آیا ان کے ہر دور کا مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کس کس طرح سے مشکل کشائی فرمائی ہے طرق حکمیہ ابن قیم جوزی، الامام الاسد، کلینیؒ، طوسیؒ اور دیگر کتب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر دور میں زیادہ تر امیرالمومنین ہی کے سامنے مسائل پیش ہوتے رہے جنہیں آپ نے کما حقہ حل فرمایا۔ اور خاص طور پر حضرت عمر کے زمانے میں تو بارہا آپ نے بروقت صحیح فیصلوں سے آگاہ فرمایا۔ یہاں تک کہ اتنی مرتبہ حضرت عمر نے "لولا علی لهلک عمر" کہا کہ تاریخ اسے آج تک دہراتی ہے اور فراموش نہیں کر سکی ہے نہ کر سکے گی۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے بہت سے قضیوں کا عین موقع پر عادلانہ فیصلہ فرما کر حق خلافت کا مسئلہ بھی حل کر دیا تھا کیونکہ خلیفۂ رسول ہونے کی حیثیت سے عدل و انصاف اسی کا سب سے بڑا وصف ہونا چاہئے۔

یہ بھی معتبر کتب کی چھان بین سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اگر حضرتؑ نے بروقت آگاہ نہ فرمایا ہوتا تو نہ جانے کتنے بے گناہوں کا خون ہو جاتا اور کتنے حقداروں کا حق مارا جاتا۔ دنیا دیکھ رہی تھی کہ اگر داماد رسول نہ ہوتا تو اسلامی شمشیر بیکار ہو جاتی گویا بعد ہی علیؑ کی ذات وہ مرکزی حیثیت رکھتی تھی جس پر اسلامی نظام ہی نہیں بلکہ اور خلافت بھی گردش کر رہے تھے اور امیرالمومنینؑ ہی کی وہ ذات گرامی تھی جو علیحدہ رہتے ہوئے بھی در پردہ خلافت کے اہم کام انجام دے رہی تھی۔"

مناقب میں مروی ہے کہ دو نصرانیوں نے حضرت ابوبکر سے پوچھا کہ محبت و عداوت میں کیا فرق ہے جبکہ ان دونوں کا معدن ایک ہی ہے اسی طرح حفظ و نسیان میں کیا فرق ہے جبکہ ان دونوں کا معدن بھی ایک ہی ہے اسی طرح سچے اور جھوٹے خواب میں کیا فرق ہے؟"

حضرت ابوبکر سے جب کچھ جواب نہ بن پڑا تو حضرت عمر کی طرف اشارہ کیا۔ لیکن وہ بھی جواب نہ دے سکے۔ اور آخر حضرت علیؑ ہی کی طرف رجوع کرنا پڑا جب ان دونوں نصرانیوں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: "خداوند عالم نے روحوں کو جسموں سے دو ہزار سال پہلے خلق کیا۔ اور انہیں ہوا میں ساکن کیا۔ پس جو روحیں وہاں ایک دوسرے

سے متعارف ہوئیں یہاں آکر ان میں محبت رہی اور جو وہاں ایک دوسرے سے اجنبی رہیں دنیا میں بھی آکر ان میں غیریت و اختلاف رہا۔"

حفظ و نسیان کے متعلق آپ نے فرمایا: خداوند عالم نے فرزند آدمؑ کو خلق کیا اور اس کے دل پر ایک پردہ بنایا۔ جو چیزیں اس کے دل پر سے گزرتی ہیں ایسے عالم میں کہ وہ پردہ اٹھا ہوا ہے تو وہ چیزیں انسان کو یاد رہتی ہیں اور جو چیزیں اس وقت گزرتی ہیں جبکہ پردہ گرا ہوتا ہے وہ چیزیں انسان کو یاد نہیں رہتیں۔ رویائے صادقہ اور کاذبہ کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے روحوں کی تخلیق کی اور ان کا ایک سلطان قرار دیا اور وہ سلطان نفس ہے جب بندہ سوتا ہے تو روحیں باہر نکل جاتی ہیں اور اس کا سلطان باقی رہتا ہے اسی سلطان کی طرف سے ملائکہ اور روحوں کا گروہ گزرتا ہے جب سچے خواب ہوتے ہیں تو ملائکہ کی طرف سے اور جھوٹے ہوں تو [illegible] کی طرف سے۔

صحابی رسولؐ [illegible] سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے ایک مرتبہ عمر ابن خطاب کی ہمراہی میں حج کیا جب عمر نے طواف شروع کیا تو حجر اسود کا رخ کیا اس سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نہ ضرر پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اگر میں رسولؐ کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو کبھی بوسہ نہ دیتا۔ یہ کہہ کر انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا تو حضرت علیؑ نے [illegible] فرمایا کہ حجر اسود ضرر بھی پہنچا سکتا ہے۔ اور نفع بھی، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے پیغمبر خداؐ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ روز قیامت حجر اسود لایا جائے گا اور اس کے لئے تیز طرار زبان ہوگی جس سے گواہی دے گا کہ کس نے توحید الٰہی کا دل میں اعتقاد رکھ کر اس کو بوسہ دیا ہے لہٰذا یہ ضرر پہنچا سکتا ہے [illegible] نفع بھی۔ اس پر حضرت عمرؓ

کہا: میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس سے کہ ایسی قوم میں زندہ رہوں جس میں علیؑ موجود نہ ہوں (مستدرک جلد ۱ ص [illegible])

اس کے علاوہ معاویہ ابن ابوسفیان نے بھی جو آپ کا جانی دشمن ہونے کے باوجود آپ سے پوشیدہ طور سے مسائل کے حل حاصل کئے۔ ایک مرتبہ معاویہ کے پاس شہنشاہ روم نے کئی سوالات بھیجے۔ جن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ بنا لاشئے کیا ہے؟ معاویہ جواب دینے سے قاصر رہے اور عمرو عاص سے تدبیر پوچھی۔ اس نے رائے دی کہ ایک گھوڑا علیؑ کے پاس بھیجو۔ جب وہ پوچھیں کتنے میں بیچو گے تو کہا جائے لاشئے میں جواب معلوم ہو جائے گا۔ معاویہ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت علیؑ نے جناب قنبر سے سودا کرنے کے لئے کہا جو شخص گھوڑا لے کر آیا تھا اس نے کہا میں لاشئے کے بدلے بیچوں گا۔ حضرت علی نے کہا اسے صحرا کی طرف لے جاؤ۔ اور سراب دکھلا دو۔ اس نے کہا

رباعی

(جناب جاوید لکھنوی۔ اعلی اللہ مقامہ)

یہ میں نہیں کہتا کہ بجا کہتے ہیں
بلکہ یہ تعجب ہے کہ کیا کہتے ہیں
رتبے ہیں یداللہ کے کس کو معلوم
جو کچھ نہیں سمجھے وہ خدا کہتے ہیں

رباعی: جناب ولا لکھنوی (مرحوم)

آج کعبہ میں محبت کا یہ منظر ہوگا
زیب آغوش نبیؐ [illegible] منور ہوگا
رفتہ رفتہ یونہی حیدر کو ترقی ہوگی
آج تو گود ہے کل دوش پیمبرؐ ہوگا

پہنچے؟"

آپ نے فرمایا ہم نے ارشاد الٰہی نہیں سنا۔

یحسب الظمآن ماءً حتیٰ اذا جاءہ لم یجدہ شیئاً

"سراب کو دور سے دیکھ کر پیاسا یہ سمجھتا ہے پانی ہے۔ مگر جب قریب پہنچتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہیں ہے۔" ان مختصر اشاروں ہی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر حضرت علیؑ نہ ہوتے تو اسلامی اصول پژمردہ ہو جاتے اور دین کا اصل چہرہ مسخ ہو کر رہ جاتا۔"

صدوق نے بسلسلۂ اسناد امام محمد باقر علیہ السلام روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امیر المومنین سے سوال کیا کہ آپ نے اپنے رب کو کیسے پہچانا؟ آپ نے فرمایا۔ حتمی ارادوں کے ٹوٹ جانے سے اور ہمتوں کے شکستہ ہو جانے سے میں نے ہمت کی مگر میرے اور ہمت کے درمیان کوئی رکاوٹ آ کھڑی ہوئی۔ میں نے کسی بات کا قصد کیا اور قضائے الٰہی نے میرے ارادے کی مخالفت کی میں نے یقین کر لیا کہ انتظام کرنے والا کوئی اور ہے اس نے پوچھا آپ نے اس کی نعمتوں کا شکر کیسے ادا کیا آپ نے فرمایا کہ میں نے بلا و مصیبت کو دیکھا آتے آتے اس طرح مجھ سے ہٹ گیا اور وہ مصیبت کسی دوسرے پر جا پڑی میں نے یقین کیا اس نے میرے اوپر احسان کیا لہذا میں اس کا شکرگزار ہوا یہ حقیقت ہے کہ دنیائے انسانیت حضرت علیؑ جیسا ہمہ گیر خصوصیت رکھنے والا انسان پیدا کرنے سے قاصر ہے۔

اگر دیکھا جائے تو آپ نے از اول تا آخر اسلام پر ایسے احسان فرمائے ہیں جس کا بدلہ ممکن ہی نہیں۔ خلق خدا کی جو خدمت آپ نے کی ہے وہ بھی محتاج تعارف نہیں۔ انسان کا ضمیر خود اپنے محسن اعظم کی مدح کرنے کے لئے بے چین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مصر کے ایک مایہ ناز عالم

ڈاکٹر طٰہٰ حسین اپنی کتاب [illegible] میں لکھتے ہیں کہ جس وقت ہم آپ کی سیرت پر نظر ڈالیں گے اور ان بے شمار مشکلات کو بیان کریں گے جن کا آپ کو سامنا کرنا پڑا اس وقت آپ دیکھیں گے کہ علیؑ ان تمام مشکلات سے بھی زیادہ کے اہل تھے۔ دنیا سے باہر بھی آپ کے متعلق کہا گیا اور کافی تحریر ہو چکا ہے جس کا احاطہ ممکن نہیں۔

غیر مسلم حضرات بڑی تعداد میں آپ کی مدح کرتے ہوئے نظر آتے ہیں مثلاً سیرت کے عیسائی محقق و عالم مسٹر جارج جرداق اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں "پیغمبر اسلام کے بعد علی ابن ابی طالبؑ کی آواز تھی۔ جس نے انسان کو مکارم اخلاق کی طرف دعوت دی۔ مسٹر سلیم مخلی رقمطراز ہیں علی ابن ابی طالب بزرگوں کے بزرگ اور ایک ایسی منفرد ہستی ہے جس کی نظیر مشرق و مغرب میں نہ پہلے پیدا ہوئی نہ بعد میں"

سر ولیم میور لکھتے ہیں حضرت علیؑ اس لحاظ سے بھی قابل احترام ہیں کہ آپ ہی وہ پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے علم دین کی کتابی درس کی شکل [illegible] کہا گیا کہ علیؑ ایسے نوجوان تھے جیسے ہر شخص پسند کرے ڈاکٹر اندورڈ [illegible] اس انداز میں مدح سرا ہیں یہ علیؑ ہی کا بازو تھا جس پر حضرت محمدؐ نے اپنی آخری ملاقات تک تکیہ کیا تھا اسی طرح سے یہ علیؑ رسولؐ کی [illegible] ہو یا [illegible] بہادر جاری رہے

ان معنوں میں ہمارے حضرت کے اقوال ہی کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ علوی سیرت نے دنیا کے اسلوبوں پر کیا اثر ڈالا ہے بہرحال میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ حضرت علیؑ کے اسلام کا تصور ہی محال ہے اور خاص طور پر عہد رسالت کے بعد۔ میری طبیعت میں وہ جودت ہے اور نہ علم میں اتنی طاقت ہے کہ حضرت علیؑ کی شایان شان مدح کر سکوں۔

تعریف علیؑ گفتگو ممکن نیست — گنجائش بحر در سبو ممکن نیست

من ذات علیؑ بواجبی کے دانم — الا دانم کہ مثل او ممکن نیست

سابق الاسلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ

(جناب السید علی صاحب طاہر امام جمعہ مسجد جعفری میسور)

تھوڑی تعداد میں ہی سہی مگر بعض مسلمان حضرت علیؑ کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر صحابہ کو سابق الاسلام مانتے ہیں مگر ہمارے خیال میں اس بحث کو حضرت امیرالمومنینؑ کو ملانا بالکل بے محل ہے اس لئے کہ یہ ہر ان لوگوں کے درمیان میں رہا ہے جو کہ پہلے کافر تھے اور بعد میں اسلام لائے مگر حضرت علیؑ کبھی کافر تھے ہی نہیں جو اسلام لانے کا سوال پیدا ہو جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ (صفحہ ۲) میں لکھتے ہیں کہ واخرج ابن سعد عن الحسن بن زید قال لم یعبد الاوثان قط لصغرہ۔ ان ولمن لم یعبد وثنا قیل کرم اللہ وجہہ حضرت علیؑ نے کبھی کسی بت کو نہیں پوجا اسی وجہ سے آپ کا نام لے کر لوگ کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں

حضرت علیؑ کے والد جناب ابو طالبؑ اور آپ کی والدہ جناب فاطمہ بنت اسد کے متعلق بھی نورالابصار (صفحہ ۷۶) میں ذکر ہے کہ انھوں نے کبھی بت پرستی نہیں کی اور نہ حضرت علیؑ نے کبھی بتوں کی پرستش کی جس وقت ہمارے رسولؐ مقبول کو خدائے عالم نے مبعوث فرمایا اسی وقت حضرت علیؑ نے اپنا اسلام یعنی ایمان ظاہر کر دیا اس وقت آپ کی عمر مبارک صرف دس سال تھی اس وجہ سے اس کے قبل کسی دوسرے مذہب کے اختیار کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

محدثین نے تصریح کی ہے کہ ان علی ابن ابی طالب علیہ السلام لم یشرک باللہ ابدا لانہ کان مع رسول اللہ فی کفالتہ کاحد اولادہ یتبعہ فی جمیع امورہ فلم یحتج ان یدعی الی الاسلام فیقال اسلم۔ حضرت علیؑ تو کبھی کافر رہے ہی نہیں کیوں کہ آپ ابتدا سے حضرت رسولؐ خدا کی کفالت میں اس طرح رہے جس طرح خود حضرت کی اولاد رہتی کہ کل امور میں حضرت کی پیروی کرتے رہتے تھے اس سبب سے اس کی ضرورت ہی نہیں ہوئی کہ آپ کو اسلام کی طرف دعوت دی جائے جس کے بعد کہا جائے کہ آپ مسلمان ہوئے دیکھو سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ ۲۶۹ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ جس طرح سردار دو عالم کبھی کافر نہیں تھے حضرت علیؑ بھی کافر نہیں رہے اور جس طرح سرور کائناتؐ کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسلمان ہوئے اسی طرح حضرت امیرالمومنینؑ کے بارے میں بھی نہیں کہا جاسکتا کہ مسلمان ہوئے۔ محمد بن کعب قرظی سے دریافت کیا گیا کہ سب سے پہلے کون اسلام لایا حضرت علیؑ یا حضرت ابوبکر تو انھوں نے کیا خوب جواب دیا کہا سبحان اللہ حضرت علیؑ سب سے پہلے اسلام لائے لوگوں کو شبہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ حضرت علیؑ نے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا۔ ترجمہ اسد الغابہ جلد ہفتم صفحہ ۲۳۳ یہ بھی اس کی بین دلیل ہے کہ آپ اسلام کے سوا کبھی بھی کسی دین پر تھے ہی نہیں اس لئے ظاہر ہی نہیں کیا کہ میں بھی مسلمان ہوا علامہ جلیل مسعودی نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کے اسلام کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے اکثر لوگوں کا تو یہ قول ہے کہ حضرت نے کبھی شرک کیا ہی نہیں پھر وہ نیا اسلام کیوں مقبول کرتے کیونکہ وہ تو ابتدا ہی سے اسلام پر تھے کیونکہ آپ اپنے تمام کاموں میں جناب رسالتمآبؐ کے تابع تھے اور اسی حالت میں حد بلوغ تک پہنچے اور خدا نے آپ کو معصوم بنایا اور صراط مستقیم پر قائم رکھا اور آپ کو اس امر کی توفیق عنایت کی کہ برابر اتباع پیغمبرؐ فرماتے رہے کیونکہ آفتاب رسالت اور ماہتاب امامت دونوں اس دین کے اختیار کرنے پر مجبور نہیں کئے گئے تھے نہ ان سے کوئی زبردستی کی گئی تھی کہ خدا کی اطاعت ہی کے کام کریں بلکہ ان دونوں حضرات کو پورا پورا اختیار دے دیا گیا تھا کہ چاہیں دوست اختیار کریں تو دونوں

جنگوں نے دین اسلام ہی کو پسند کیا

بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت علیؑ ہی سب سے پہلے ایمان لائے اور حضرت رسول خدا نے انہیں کو سب سے پہلے ایمان کی طرف دعوت دی تھی (مروج الذہب جلد دوم صفحہ ۶۸)

لیکن خود امیر المومنینؑ فرماتے تھے کہ میں اس امت میں کسی کو نہیں جانتا جس نے مجھ سے پہلے خدا کی عبادت کی ہو بے شک میں نے پانچ یا سات سال پہلے سے خدا کی عبادت کی اور میں نے ہی سب سے پہلے رسول اکرم کے پیچھے نماز پڑھی (استیعاب جلد دوم صفحہ ۲۸۳)

حضرت کا مشہور شعر ہے۔

سبقتکم الی الاسلام طرا۔ غلاما ما بلغت اوان حلمی

یعنی میں وہ ہوں کہ میں ہی نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا جب میں لڑکا تھا اور حد بلوغ تک نہ پہنچا تھا (ازالۃ الخفا جلد اول صفحہ ۶۶)

اور حضرت رسول خدا فرماتے تھے ثلاثة ما کفروا باللہ قط مومن آل یٰسین و علی ابن ابی طالب و آسیہ امرأة فرعون والذی فی العرائس روی عن النبی انہ قال سباق الامم ثلاثة لم یکفروا باللہ طرفة عین حزقیل مومن آل فرعون وحبیب النجار صاحب یٰسین وعلی ابن ابی طالب وھو افضلھم۔ یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ تین شخص کبھی کافر نہیں ہوئے مومن آل یٰسین، علی ابن ابی طالب اور آسیہ زن فرعون لیکن حضرت علیؑ سب سے افضل ہیں۔

تفسیر کبیر فخر رازی جلد ہفتم صفحہ ۳۱۶۔

قطعات

مدحت شیر خدا مولا علی مرتضیٰ

آج دیوار حرم کو بھی ہنسی آہی گئی
پھول کی صورت سے کھِل کر دلکشی آہی گئی
خانۂ معبود میں حیدرؑ نے رکھا ہی قدم
پیکر دین نبیؐ میں زندگی آہی گئی

وہ دنیا سمٹ آئی بہر نظارہ
سپر کے ہاتھوں پہ ہے ماہ پارہ
نبیؐ کہہ رہے ہیں علیؑ سے کہ دیکھو
تمہیں ڈھونڈھتا آ رہا ہے ستارہ

رسول ہی کی طرح شان سروری ملتی
جواب جس کا نہ ہوتا وہ برتری ملتی
بس ایک گام نبوت جو اور بڑھ جاتی
نبیؐ کے بعد علیؑ کو پیمبری ملتی

کب ہوس دل میں ہی دنیا کی شاہی کیلئے
دہر میں آئے تھے حیدر دیں پناہی کیلئے
چاند نے دو ہو کے جب کھائی رسالت کی قسم
پھر بھی پلٹا امامت کی گواہی کے لیے
(کیفی الرضوی تکھنوی)

اگر آپ جواب چاہتے ہیں تو اپنا خریداری نمبر صاف اور خوشخط جوابی کارڈ پر لکھ کر روانہ فرمائیں
(مینجر)

خاص سرفراز کیلئے

مولائے کائنات

علامہ آرزو مدظلہ، سہارنپوری
۸۸۔ جی بی روڈ، قلائث مہٹ، ہاؤڑہ

کعبے کی سرزمیں پہ ہے انوار کا ہجوم ذروں سے ہو رہا ہے گمانِ مہ و نجوم
چاروں طرف ہے نغمۂ حق سرمدی کی دھوم اٹھنے کو ہے نقابِ رخِ حکمت و علوم
بکھری ہوئی ہے ضو، ہیں نزدیک دور کی
رہ رہ کے ہو رہی ہے چمک برقِ طور کی

ڈوبے ہوئے ہیں کیف میں اجزائے کائنات عرقِ نشاط و نور ہے معمورۂ حیات
کروٹ بدل رہا ہے ہر اک پردۂ صفات انگڑائی لے رہی ہے تجلیِ حسنِ ذات
عرشِ بریں کا عکس ہے فرشِ نگاہ پر
عقل و حواس گم ہیں رہِ لا الٰہ پر

انوارِ سرمدی سے ہے لبریز جامِ صبح پیغامِ عمرِ حیات ہے حسنِ تمامِ صبح
ہے نکہتِ ولا سے معطر مشامِ صبح محوِ درود ہیں در و دیوار و بامِ صبح
دنیا پہ چھا رہی ہیں بہاریں شباب کی
دلہن بنی ہوئی ہے کرن آفتاب کی

گم ہیں ہجومِ شوق میں نظارہ و نظر اترا رہی ہے تابشِ گیسوئے خشک و تر
منہ تک رہی ہے حیرتِ آئینۂ سحر مدت کے بعد کھلنے کو ہیں میکدے کے در

کہتے ہیں جن کو کوثر و تسنیم خاص و عام
رندانِ معرفت کو ملیں گے وہ اب مقام

چھڑنے لگا حقیقتِ بیرنگ کا رباب — بنتِ اسد کی گود سے ابھرا اک آفتاب
ادراک و معرفت کا علم، حکمتوں کا باب — ایمانِ کل و نفسِ پیمبر ابوتراب

آمد سے جس کی ارض و سماوات جاگ اٹھے
ذرّے زمیں کے بہرِ مناجات جاگ اٹھے

پیدا ہوا سرورِ دعائے خلیلؑ میں — اترا ہے عرش کعبۂ ربِ جلیل میں
طوفانِ رنگ اٹھا چمنِ بے عدیل میں — چھلکی مئے نشاط دلِ جبرئیل میں

پھوٹی کرن جو علمِ لدنی کے باب کی
چمکی جبینِ فخرِ رسالت مآب کی

آیا جہاں کا دستِ امامت میں انتظام — ہونے لگی جہاں میں تقسیمِ فیضِ عام
ظاہر ہوا حقیقتِ توحید کا مقام — کرنے لگے طوافِ حرم انبیا تمام

فطرت خود اس ادائے حسیں چومنے لگی
روحِ حیاتِ ختمِ رسل جھومنے لگی

نورِ یقین و پیکرِ عرفان و حق مآب — عکسِ جمیلِ عصمتِ انوارِ بے نقاب
مولائے جن و انس، امامِ فلک جناب — آئی ندائے غیب کہ ہاں اے ابوتراب

یہ تیغ فقر ہے، وہ رسا کا علم سنبھال ؟
لے آج سے یہ تیرے ہیں لوح و قلم سنبھال

کھول اب کلیدِ علم سے قفلِ درِ وجود — یکساں ہے تیرے واسطے ہو غیب یا شہود
طاری جہاں پہ راز ہے مدت سے ہے جمود — سورِ یقیں کی پھونک دے ہستی میں پھر نمود

رمز آشنائے جلوۂ عرشِ مجاز ہے
قدرت کا فخر ہے تو مشیت کا ناز ہے

تابندگیٔ طرۂ ارض و سما ہے تو — رخشندگیٔ مہرِ سپہرِ ولا ہے تو
اک آیۂ مجسمِ صدق و صفا ہے تو — روشن کنِ حریمِ خودی و خدا ہے تو

تزئینِ آب و گل ہے، ذرِ لا الٰہ ہے
تو حکمرانِ ملکِ سفید و سیاہ ہے

حسنِ فنونِ باغ کشورِ علم و عمل ہے تو — رقصاں ہے دینِ حق کی رگوں میں ترا لہو
تیرا وجود اہلِ ولایت کی آبرو — توحید کا مزاج، نبوت کی آرزو

منشائے کردگار رہے، فخرِ جہاں ہو تو
تخئیلِ کردگار کی روحِ رواں ہو تو

تیری نظر کا سینۂ وحدت میں ہے مقام — مرضی ہے تیری، مرضیِ پیغمبرِ انام
ادنیٰ سے ہیں تدبر و حکمت ترے غلام — وہ کون سی ہے شے جو نہیں تجھ سے ہمکلام

آوازِ حق ہے، ضیغمِ پروردگار ہے
ہر جنبشِ نگاہ تری ذوالفقار ہے

ہستی ہے تیری مستیِ وحدت لیے ہوئے — اک اک نفس ہے شمعِ امامت لیے ہوئے
آنکھیں ہیں عزّ و جاہ و جلالت لیے ہوئے — قامت ہے احتیاطِ قیامت لیے ہوئے

میخانۂ ازل تری چشمِ حسیں میں ہے
کنزِ خفی کا راز تری آستیں میں ہے

اے ہمنوائے فطرت و ہمرازِ مصطفیٰ — خیبر شکن، امیرِ عرب، شاہِ لافتا
وحدانیت کے نور سے ہر سے کو جگمگا — طوفانِ برق و باد میں شمعِ یقیں جلا

نقشِ حسد کے غبار دلوں سے نکال دے
عقلوں کو اعتقاد کے سانچوں میں ڈھال دے

فکرِ بشر کو نورِ یقیں سے نکھار دے — ہوش و خرد کو عزم و عمل کے شرار دے
ارضِ حیات کو نئے لیل و نہار دے — ڈوبے ہوئے دلوں کے سفینے ابھار دے

مشکل کشائے عصر ہے، عالم نواز ہے
ہاں بیکس و یتیم کا تو کارساز ہے

الفاظ کو نکھار محبت کی سان پر — دل کو نظر کو قول و وفا کی زبان پر
وہ قدر دے تو سطحِ زمان و مکاں پر — جس کی زمیں پہ ہے نہ مثال آسمان پر

تو صاحبِ نگاہ ہے، جوہر شناس ہو
تیرا مقام دور ز فہم و قیاس ہو

زہراؑ کی جانِ جاں کو، محمدؐ کے جگر کو — سلطانِ اولیا و شہِ مشرقین کو
فتاحِ بابِ قصرِ تجلیِ عین کو — دنیا بھلا سکے گی نہ تیرے حسینؑ کو

سینچا ہے جس نے خون سے وحدت کے باغ کو
پہونچا دیا فلک پہ زمیں کے دماغ کو

تو نے دل و نظر کے حجابات اٹھا دیئے — مخفی تجلیوں کے خزانے لٹا دیئے
انسانیت کے معنیِ زریں بتا دیئے — دنیا کو زندگی کے سلیقے سکھا دیئے

ساقیِ بزمِ کوثر و تسنیم، السلام
لذت شناسِ خنجرِ تسلیم، السلام

تیرھویں آئی رجب کی لئے سامان بہار

جناب حکیم میرن صاحب ظلؔ، مطب اکسیر ہمدرد، مرادآباد

دامت قدرت سے جو حاصل ہوا فرمان بہار
سایہ گستر ہوا کونین پہ دامان بہار

چشم بد دور کہ ہے آج نئی شان بہار
ہر ادا سے گلستاں کی ہے شایان بہار

کس کی آمد ہے جو ہو آج یہ عنوان بہار
جا بجا حد نظر تک ہوا سامان بہار

اس کی آمد ہے جہاں میں جو ہے سلطان بہار
مملکت دل کی سبھی تابع ہیں مہمان بہار

ہر گل تازہ ہے گلشن کا گلستان بہار
تیرھویں آئی رجب کی لئے سامان بہار

ہیں نبیؐ اصل بہار اور علیؑ شان بہار
نام ہو ہی گھر سلسلہ جنبان بہار

جو گلزار رسالت میں امامت کا ہوا گل
بن گیا گلشن اسلام کی وہ جان بہار

عارض مہر امامت سے درخشاں گلبن
پر تو رخ سے منور ہے شبستان بہار

یک بیک کھل اٹھیں پژمردہ دلوں کی کلیاں
سال بھر بعد ہوا ہے یہ احسان بہار

اسی گلزار پہ پھر پھر کے رہی حیرانی ہوئی
اسی گلزار سے ہے گل جس کا ہے ایمان بہار

حق کے ارمان ہیں کامل جو نظر رکھتے ہیں
ہوں لئے سرورہ ہی ہو جس عرفان بہار

مثل دریا کے بہی نکہت گل موج بموج
کہیں ڈھونڈے سے بھی ملتا نہیں پایان بہار

روح و دل شاد ہوئے پھولے سماتے ہوئے ہیں
اہل ایماں پہ ہے یہ فیض فراوان بہار

وجہ تخلیق دو عالم ہے نبیؐ کی ہستی
گل گلزار دو عالم ہیں علیؑ جان بہار

ہو کے سرمست جو خوشبو سے چلی باد صبا
سرخوشی سے ہوا خود چاک گریبان بہار

بن کے ناطق پئے تصدیق رسالت اب تو
گلشن دین پہ یہ نازل ہوا قرآن بہار

ایک ہی گل نہیں ہیں بارہ گل بارہ یک رنگ
ایک سی سب کی مہک ایک سی ہے شان بہار

اپنی آنکھوں سے وہ اوجھل ہے مگر ہے تو سہی
بارھواں آج بھی قائم ہے نگہبان بہار

سجدۂ شکر کریں دور ہوئی فصل خزاں
دیدہ ور سیر کریں جن کو تھا ارمان بہار

دیکھ لے وہ بھی بہار گل گلزار نجف
ہے یہ میرن بھی اک ادنیٰ سا ثنا خوان بہار

خالقِ دو جہاں کا تو خلق میں شاہکار ہے

(محترمہ بانو سید پوری)

ذات و صفات میں علی بن کے ذ آشکار ہے | دین و یقین کا معجزہ تیرا طریق کار ہے
علم کا نور ہو تاجدار مسلم کا شہر یار ہو | طاعت حق ترا مزاج خلق نبی شعار ہے

مقدرت رسول تو قدرت کردگار ہے

عزم جواں وہ مرحبا دین کا ہو تابدار تو | سایۂ دین میں شرع کا پیکر انتخاب تو
حق کا ہو معجزہ کتاب معجزہ نما ب تو | نور سحر زا آسمان فرش پہ بوتراب تو

ماہ ولا کا تو ہو صورت ذات میں جلوہ بار ہے

اصل اصول معرفت مرکز عارفیں ہو تو | مالک مرتضیٰ خدا شاہ نشہ رئیس ہے تو
باب بلد شہر علم السلیم عالمیں ہو تو | ذکر ازل شان تو فیض ابد یقیں ہے تو

جیسے خدا کا اعتبار تیرا وہ اعتبار ہے

تیری روش کی خنکی دین رسول کا شباب | تیرا سکوں وہ اضطراب مرکز و محور حیات
عظمت ذات میں ہو یوں تیری جلال صفات | جیسے وجوب کی حدیں چھولے مزاج ممکنات

آگے بس خدا کا نام تیرا وہ اعتبار ہے

جاہ و جلالِ فتح حق عزم سے تیرے برقرار | حسن نوازش عمل جوشش و غا میں آشکار
حق کی رضا کا معجزہ تو ہو میان کارزار | بن کے نبی کا اعتماد ہو گئے خدا کا اعتبار

دوش پہ تیرے ہو علم ہاتھ میں ذوالفقار ہے

تیرے طریقِ زیست میں ضبط کی پاکبازیاں | تیری عطا کی شان میں درد کی غم نوازیاں
تیرے شعورِ فکر میں صبر کی سرفرازیاں | تیرے شعارِ حلم میں شکر کی دلگدازیاں

صبر ترا شعور ہو، شکر ترا شعار ہو

وقت پڑے تو کفش دوز اکرِ رسولِ مدح خواں | منصبِ تخت و تاج پر نائبِ ربِ دو جہاں
کب آبلہ بدست، دستِ خدا عطا کی شان | راہِ نجات پر ترے نقشِ قدم ہیں ضوفشاں

واقفِ رازِ ارتقا، مصلحِ روزگار ہو

عزم و عمل کے ربط کا کیا ہو اثر جو تو نہ ہو | رابطِ حق کی آبرو جائے کدھر جو تو نہ ہو
علمِ نبیؐ کے شہر کا کون ہو در جو تو نہ ہو | نورِ رسولؐ نصف سر آئے نظر جو تو نہ ہو

تو ہے نبیؐ کے ساتھ یا نورِ کل آشکار ہو

منزلِ کشمکش میں بھی موقعۂ ابتلا میں بھی | دین کی ابتدا میں بھی دین کی انتہا میں بھی
خدمتِ مصطفیٰؐ میں بھی طاعتِ کبریا میں بھی | معنیٔ انما میں بھی جذبۂ ہل اتیٰ میں بھی

تو ہمہ اعتبار ہے تو ہمہ انحصار ہو

حق کی روش تری روش حق کی رضا تری رضا | روحِ خلوص بندگی تیرا مزاجِ اتقا
غلبۂ زور و زر میں بھی عدل شعار تو رہا | تیرے شعار سے شعور مرکزِ عدل کا ملا

عدل کہ جو عقیل کے حال سے آشکار ہو

معجزۂ نظر بنی تیری نظر جدھر گئی | طرزِ وفا تری اثر بزمِ ملک پہ کر گئی
فرشِ نبیؐ پہ ہو بہو شکلِ نبیؐ اتر گئی | ہجرتِ مصطفیٰؐ کی رات کہتی ہوئی گزر گئی

حق کی رضا ہو جس کا مول تیرا خلوص کار ہو

تیرا عمل ہو بے مثال دفترِ روزگار میں | عزم ہو تیرا لاجواب عرصۂ کارزار میں

تیری وفا کی گونج ہو وادیٔ اعتقاد میں | تو ہو نبیؐ کا اعتماد امن میں اضطرار میں

صلح میں بن کے ہو قلم جنگ میں ذوالفقار ہو

خالقِ خود آگہی تری حق کی قسم خدا نما | نور بھی خاک کا فروغ خاک میں نور کی ضیا

حسنِ عمل میں مصطفےٰ عزم میں قدرتِ خدا | تیرا علو ہے نفس ہو حدِ کمال ارتقا

خالقِ دو جہاں کا تو خلق میں شاہکار ہو

حق کی بنا رسولؐ ہیں حق کا فراز تیری ذات | حق کی روش رسولؐ ہیں حق کا شعار تیری ذات

حق کی زباں رسولؐ ہیں حق کی پکار تیری ذات | حق کا چمن رسولؐ ہیں حق کی بہار تیری ذات

دینِ رسولؐ کی بہار تجھ سے ابد قرار ہو

ایک بہار وہ بھی تھی آدمِ ذی حشم جب آئے | ایک بہار وہ بھی تھی نوحِ فلک حشم جب آئے

ایک بہار وہ بھی تھی نقش گرِ حرم جب آئے | ایک بہار وہ بھی تھی احمدِ محترم جب آئے

ذات تری غدیر میں تکملۂ بہار ہو

قطعات

تیرہ رجب کی صبح تری پُر بہار ہو | اسلام کے چمن پہ بلا کا نکھار ہو

دیوار بھی حرم کی مسرت میں کھل اٹھی | جس پر ہر اک کلی کا چٹکنا نثار ہو

کب ستارے ہو سکیں گے

کس میں دم ہو لائے جو نفسِ پیمبرؐ کا جواب | کب ستاروں سے ہو ممکن مہرِ انور کا جواب

سارے عالم کی عبادت مل کے آئی سامنے | بن سکی پھر بھی نہ تنہا ضربِ حیدرؐ کا جواب

(مولانا سید محمد جابر باقری جوراسی)



کتنے ہادی کے قدم آئے ہدایت بکنار
منزل نور کھلی راہ میں واقع ہے مگر
گرمی دور زمانہ میں بھی چلنے والے
تھک گئے کوششیں کرکر کے جگانے والے
پھر چلے ایسے گھٹا ٹوپ اندھیرا لے کر
کیا بھلا انکو اندھیرے میں اجالے کا شعور
چھاگئے ایسا زمانے پہ توہم والے
ہوگئیں مردہ جبیں پڑ گیا دل پہ پردہ
دیکھتے تھے سوئے تعمیر بڑے دکھ سے خلیل
تھا یقیں مرکز دیں بننے کا جس کعبہ پر
کفر سامانی میں یوں مقصد کعبہ ہوا فوت

اب بھی دنیا ہے گرفتار وہم و توہم کا شکار
راہبر و راہزن نکلتے ہیں بھٹک کر سوئے نار
دھوپ کے اپنے پرستار کو ہے چھاؤں سے عار
نہ ہوئے زہر بھری نیند کے ماتے بیدار
ہوگئیں راہ کی جلتی ہوئی شمعیں بیکار
جنکی نظروں میں گماں ہی ہوا یقیں کا معیار
حق کی شکست میں ہونے لگا باطل کا شمار
جن سے تھی دیں کی توقع وہ بنے کفر شعار
اپنے دل میں لئے تقدیر کی جانب سے غبار
وہیں اصنام پرستی کا لگا تھا بازار
جس طرح چاند کی ضو کالی گھٹا میں بیکار

دورِ اصنام میں اس طرح خدا کا گھر تھا
قبضۂ کفر میں اس طرح تھا بے بس کعبہ
حرم پاک کا تھا سختی باطل سے یہ حال
ظلمت کفر سے برباد تھی یوں کعبہ کی ضو
اسطرح ہاتھوں سے کفار کے زخمی تھا حرم
اسطرح سویا تھا اس دور میں کعبہ کا نصیب
در و دیوار پہ چھائی تھی اداسی ایسی
جاں بلب کعبہ تھا اصنام کی تعزیت یوں
ناگہاں قسمت برگشتہ نے پلٹا کھایا
نئے انداز سے انسان کا پیکر لے کر
جی ہی تھے [illegible] بے پناہ
مگر اک [illegible]
اس میں طاقت تھی کہ قدرت کی مشیت لوٹے
گھر میں اللہ کے آ ہی گئی رشک مریم
[illegible] کا جو منسوب تھا خالق کو وقار
ظرف بندے کا وہ عالی کہ خدائی جو ملے
کرنی چاہی جو نصیری نے پرستش اس کی
حوصلہ اس کا وہ اونچا کہ نظر میں اس کی
وہ وسیع النظری اس کی کہ ہنگام جدال

جس طرح ساحل امید ہو طوفاں بہ کنار
حملہ ور جیسے نشیمن پہ رہیں برق و شرار
جیسے مدہوش کی حس جیسے ہو ایماں کا مزار
جیسے ہو جائے کوئی رکھ کے خزانہ نادار
جسطرح دست تصرف میں خزاں کے ہو بہار
جیسے تدبیر ہو بد ذوقی قسمت کا شکار
مردہ دل فن کی تباہی پہ ہو جیسے فنکار
جیسے معصوم کی گردن پہ رکھی ہو تلوار
آ گیا جوش میں خود کعبے کا مالک مختار
گھر میں اللہ کے اللہ کا اترا شہکار
آ گیا حکم خدا [illegible] ہے یہ تمنا بے کار
جن کہ قدرت کی طرف سے ہوئی آنے کی پکار
در جو تھا بند کشادہ ہوئی کعبہ کی جدار
چاندنی قدموں پہ کر دی مہ کامل نے نثار
مرضی دی اپنی گھر اپنا دیا اپنی تلوار
عہد ہونے کا کرے اور بھی دل سے اقرار
اس نے انکار کی خود سامنے کر دی دیوار
ایک روٹی سے زیادہ نہ تھی اونٹوں کی قطار
حق و باطل کو پرکھ لیتی تھی اس کی تلوار

[illegible]ت کہ جہاں آپ خالق کے حضور
پاؤں [illegible] کھینچ لیا تیر سے فقط لیکن
علم ایسا [illegible] مثل شب معراج کا حال
جیسے دیکھی ہوئی آنکھوں کی ہے بات کوئی
فقر ایسا کہ شہنشاہِ دو عالم لیکن
مل گئی روٹی اگر جو کی تو کھالی ورنہ
جاں نثار ایسا کہ جب خونِ نبیؐ کے پیاسے
بستر خوف پہ اس شان سے سویا بے خوف
آئی آواز فرشتوں کو کہ ہے تم میں کوئی
ہستیاں ایسی فرشتوں کی مقدس پھر بھی
ولولہ ایسا کہ ایمان کے چہرے کی نمود
تیغ وہ ڈھال جو ہر جنگ میں بھائی کی بنی

زندگی میں تھے عیاں موت کے سارے اسرار
اس کی محویت کامل کا نہ ٹوٹا کوئی تار
کہنے پائے نہ نبیؐ کر دیا خود یوں اظہار
جیسے پردہ تھا اسی کے لئے شاید درکار
نہ تو شاہوں سے غرض اسکو نہ شاہی کا شکار
پیٹ پتھر کے تلے۔ حق کی۔ زباں شکر گزار
تاک میں تھے شب ہجرت کہ کریں موت کا وار
حوصلے پست ہوئے۔ ہو گئی سازش بیکار
اپنے بھائی کے لئے جو کرے ایسا ایثار
جان وہ پیاری کہ اُبھرا نہ کسی کا اقرار
فیصلہ ایسا کہ اسلام کی چوٹی کا سنگار
ضرب وہ جس پہ دو عالم کی عبادت ہے نثار

لاکھ عاصی سہی مداحِ امامت ہے سروشؔ
وہ جہنم میں بھی جائے گا تو جنت بہ کنار

قطعہ

کوئی [illegible] جس پہ جب [illegible] آگیا [illegible] کو ذرا بلا آگئے
تقاضائے [illegible] مایہ کو [illegible] سب کیوں [illegible] پیار آ [illegible]
تھی [illegible] تمنا ہیں [illegible] ہوا [illegible] مشکلکشا [illegible]
پڑا اللہ اور [illegible] ہو آکر [illegible] آگئے
مشکل [illegible] آکر [illegible]
[illegible] حیدر بن کے بندوں کی مدد کو کبریا آگئے
حکیم میر [illegible] صاحب مرادآبادی

شاہکار قدرت

جناب سید نواب صاحب افسر لکھنوی

کیا بتائیں ہم علی کو کیا ہے کیونکر بنے — مادی خلقت سے پہلے روح بے پیکر بنے
عارف حق تھے رموز بندگی کے نکتہ داں — عالم انوار میں جبرئیل کے رہبر بنے
نور احمد میں رہے برسوں برابر کے شریک — صلب آدم میں جب آئے حق نما جوہر بنے
انبیا کی مشکلوں میں کام آئے ہر جگہ — سنگ میں گلشن بنے طوفاں میں لنگر بنے
عالم ظاہر میں جب پہنا لباس عنصری — دل حرم کا خانہ زاد خالق اکبر بنے
آج تک اسلام نے دیکھا نہیں یہ معجزہ — باب کعبہ بند ہو دیوار کعبہ در بنے
آیۂ تطہیر سے اس کی طہارت پوچھئے — جس کا سایہ پاک وہ اکبرہ خدا کا گھر بنے
لے کے جب نکلیں حرم سے فاطمہ بنت اسد — سب سے پہلے زینت آغوش پیغمبرؐ بنے
عالم طفلی میں بھی تھا پاؤں میں دور حق — مہد میں اژدر کو دو ٹکڑے کیا صفدر بنے
دس برس کے سن میں تھا وہ تبلیغ حق کا حوصلہ — روز بعثت سے شریک کار پیغمبرؐ بنے
چشم دشمن میں محمدؐ بن گئے صلِّ علیٰ — جان اپنی بیچ کر یوں زینت بستر بنے
ساتھ اک تازہ فضیلت لیکے جب آیا خطاب — شوہر زہراؑ بنے داماد پیغمبرؐ بنے
نور تھا دونوں کا واحد اس کا ہو کعبہ گواہ — حکم پیغمبرؐ سے زیب دوش پیغمبرؐ بنے
جو مہم بھی پیش آئی بڑھ کے اس کو سر کیا — فاتح بدر و حنین و خندق و خیبر بنے
آیۂ بلغ نے جب دے دی خلافت کی سند — وارث تاج و سریر و مسجد و منبر بنے
بعد رحلت بھی رہے مشکل کشائے مومناں — دی صدا جس نے بھی اسکے مونس و یاور بنے
دوستوں کو نزع میں بخشا زیارت کا شرف — قبر کی منزل میں تسکین دل مضطر بنے
حشر میں آئے لوائے حمد کے حامل ہوئے — گلشن جنت میں پہونچے ساقی کوثر بنے

اپنی رحمت سے دعا تو سب کی کرتا ہو قبول
خاک افسرؔ اے خدا خاکِ درِ حیدر بنے

پئے شکلِ مرتضیٰ کعبہ میں نورِ کردگار آیا

جناب معجز سنبھلی مدظلہ

طبیعت کی روانی کو یہ موسم خوشگوار آیا
فضا دلکش ہوا پُرکیف تو خاموش بیٹھا ہے

گھٹا چھائی ہے باران کرم دنیا پہ برسے گا
سبب کیا اس کا آخر ہوش کیوں جاتے رہے تیرے

ارے او بے خبر شاید نہیں یہ بھی خبر تجھ کو
ذرا سن چرخ سے آواز پر آواز آتی ہے

سنا جب یہ تو دل کی بیقراری کو قرار آیا
درِ میخانہ وا ہو جائے تیرا جاں نثار آیا

تجسس میں ترے دیر و حرم کی خاک چھانی ہے
مجھے ہر گام پر دھوکے دیئے کچھ مے فروشوں نے

بظاہر میکدوں پر دلکشی تھی دلفریبی تھی
کچھ ایسے تھے جو پہنے تھے عبائیں بھی قبائیں بھی

عجب انداز کے ساغر کوئی ٹوٹا کوئی جھوٹا
یہ حالت دیکھ کر لب پر یہ مصرعہ بار بار آیا

مبارکباد شاعر مژدۂ فصلِ بہار آیا
ارے ناداں سحابِ رحمتِ پروردگار آیا

تعجب ہے نہ ایسا وقت تجھ کو سازگار آیا
سبب کیا اس کا کیوں بزم طرب میں بیقرار آیا

رجب کا چاند کیا افضائے عالم میں پکار آیا
پئے شکلِ مرتضیٰ کعبہ میں نورِ کردگار آیا

زباں پر خود بخود یہ مطلعِ معجز پکار آیا
مرے ساقی بڑی مدت میں پیغامِ بہار آیا

یہاں تجھ کو پکار آیا وہاں تجھ کو پکار آیا
مگر ان میکدوں پر کچھ نہ مجھ کو اعتبار آیا

مگر سبزوار جو آیا نظر وہ داغدار آیا
نظر لیکن نہ ان میں جامۂ تقویٰ کا تار آیا

غرض جو جام آیا بزم میں وہ عیب دار آیا
کہاں لے کر مجھے تو اے دل غفلت شعار آیا

مجھے اس میکدے سے ربط کیا اس مے سے کیا نسبت
یہ میخانہ خدا والوں کو کس دن سازگار آیا

وہاں لے چل جہاں کی بادہ نوشی حق پرستوں نے
وہاں لے چل جہاں رندوں پہ رحمت کو بھی پیار آیا

وہاں لے چل جہاں کی پی ہے سلمان و ابوذر نے
وہاں لے چل جہاں مقداد جیسا میگسار آیا

وہاں لے چل جہاں کے میکدے کا سیر میخانہ
سقا ہم کی سند لے کر بصد عز و وقار آیا

وہاں لے چل جہاں کی مے سے مے تطہیر ہوتی ہے
فرشتہ عرش سے جس مے کو لے کر بار بار آیا

مجھے سوتے جگا دیا منزل پہ میرے شوق کامل نے
نہ بھٹکا راہ میں ایسا مقدر سازگار آیا

جب آیا ہوش تو دیکھا کھڑا ہوں باب کعبہ پہ
نظر اس جا فرشتوں کا ہجوم بے شمار آیا

کوئی کہتا ہے پہلا گل کھلا باغ امامت کا
بہاریں آئیں گی گلشن میں اب جان بہار آیا

کوئی کہتا ہے یہ مولود احمد کو مبارک ہو
وہ بچہ آپ جس کا کر رہے تھے انتظار آیا

رسالت کا قوی اب ہو گیا بازو زمانہ میں
شجاعت ہو گئی گھر کی شجاع روزگار آیا

سخاوت کہہ رہی ہے آ گیا عابد زمانہ میں
سخاوت کہہ رہی ہے ہل اتی کا تاجدار آیا

اطاعت کہہ رہی ہے مرضیٔ مولا خریدے گا
وفا کہتی ہے میدان وفا کا شہسوار آیا

نہ جانے طفل کیا مشکل کشائی ساتھ لایا ہے
غریبوں کو سکوں آیا غریبوں کو قرار آیا

پیمبرؐ نے اسی کو خانۂ حق میں زبان دیدی
ابھی پیدا ہوئے بچہ پہ کتنا اعتبار آیا

کہاں تک میں بیاں اوصاف اس کے مختصر یہ ہے
نبیؐ کے بعد نقاش ازل کا شاہکار آیا

صلہ میں اس کے مل جائے سند معجز کو بخشش کی
کہ خدمت میں قصیدہ لیکے یہ خدمت گزار آیا

میرا مولا دو جہاں کا افتخار

جناب صفدر عباس صاحب سیفی سونڈھوالی
قلعہ معلیٰ محمود آباد

کیا ہوا اے گردش لیل و نہار
حسن کی چشم کرم کا اعتبار

کس لئے بدلی ہے آخر خوئے حسن
کس لئے ہے قلب امکاں بے قرار

اب نہیں آتی صدائے چنگ و عود
ہر طرف ہے نالۂ دل کی پکار

ہے فضائے دہر پر غم کا اثر
رُت مضطر چشم ارماں اشکبار

میکدہ داغ قلب کی تاثیر سے
چاند کا بھی دل ہوا ہے داغدار

حسن کے کار نمایاں! الغیاث
خون صد ارماں سے رنگیں ہے بہار

اے خیال ننگ و ناموس الوداع
لُٹ گیا دل کا مرے صبر و قرار

کشتۂ الفت ہوں میں خستہ جگر
دل مرا ہے حسرت و غم کا مزار

بات کچھ بنتی نظر آتی نہیں
ہوش گم ہے فکر کا سینہ فگار

کیا کروں اب ضبط کا یارا نہیں
زندگی میری ہے نذر انتشار

المدد اے ساقیٔ آب حیات
ہاں دکھا دے آج اپنا اختیار

بادۂ جام ولا دے تاکہ میں
کر سکوں مدح شہ دُلدُل سوار

مظہر انوار حق طاعت شعار
جلوۂ معبود کے آئینہ دار

قوت بازوئے پیغمبر علیؑ
صاحب سیف و علم دُلدُل سوار

ہاتھ میں زور یداللّٰہی لئے
مرد میداں قوت پروردگار

سچ تو یہ ہے لا فتیٰ اِلّا علیؑ
حق یہ ہے لا سیف اِلّا ذوالفقار

رہبر دین مبیں، مولائے کل
بادشاہ دو جہاں، باطل شکار

وہ علیؑ جو بے نظیر و بے عدیل
ذی شرف، ذی جاہ، ذیشان، ذی وقار

وہ علیؑ جس کے رُخِ پُر نور سے
جلوۂ نور خدا ہے آشکار

مرتضیٰ، نفس نبیؐ، نفس خدا
میرا مولا دو جہاں کا افتخار

اے زہے بوئے گل باغ خلیل
گلشن ہر دو جہاں ہے مشکبار

یا علیؑ مشکل کشائے دو جہاں
دستگیر خلق، دیں کے تاجدار

ملت میخانۂ دیں ہے اُداس
قسمت زنداں پہ چھایا ہے غبار

یا الٰہی حشر تک یونہی رہے
رشتۂ جام محبت استوار

تشنۂ غم صفدرؔ ناکام زیست
رحم کا طالب ہے تجھ سے شہریار

نظر والے جو ہیں فرقِ حق و باطِل سمجھتے ہیں

جناب ڈاکٹر رشید لائق علی صاحب ہنر لکھنوی

تمہارے درد الفت کو جو اپنا دل سمجھتے ہیں
پریشاں حال کیوں ہوں گے وہ مستقبل سمجھتے ہیں

جو ہیں بحر شراب عشق میں ڈوبے ہوئے ہر دم
وہ ہر موج بلائے دہر کو ساحل سمجھتے ہیں

فریب حسن نظارہ سے دھوکا کھا نہیں سکتے
نظر والے جو ہیں فرق حق و باطل سمجھتے ہیں

تصور میں جمال رُوئے زیبا دیکھنے والے
حقیقت خوب تیری اے مہ کامل سمجھتے ہیں

علیؑ کے در کا سائل ہوں نہ کیوں کر ناز ہو مجھ کو
فلک بھی اس شرف کو فخر کے قابل سمجھتے ہیں

بنا اک راستہ بنت اسد آئیں وہ کعبہ میں
در و دیوار بھی مولود کی منزل سمجھتے ہیں

خدا کا گھر زچہ خانہ بنا پیدا ہوئے حیدرؑ
خلیل اللہ کی محنت کا یہ حاصل سمجھتے ہیں

پڑھا قرآں آغوش نبیؐ میں آکے کعبہ سے
علیؑ کو اس لئے قرآن کا حامل سمجھتے ہیں

شب ہجرت نبیؐ کے فرش پر اس شان سے سوئے
فرشتے اس ادا کو دید کے قابل سمجھتے ہیں

شب معراج کس کا ہاتھ تھا یہ تو خدا جانے
حبیبؐ کبریا کا ہم سکون دل سمجھتے ہیں

علیؑ کے نقش پا پر جھک گئی ہو جن کی پیشانی
حقیقت آشنا ہیں وہ حد منزل سمجھتے ہیں

وصی مصطفےٰ کے ذکر میں لمحات جو گزریں
خدا شاہد نفس کو زیست کا حاصل سمجھتے ہیں

ہزاروں انقلاب آئیں ہنر کو خوف کیا مولا
تمہارے جو ہیں کب مشکل کو وہ مشکل سمجھتے ہیں

قصیدہ در مدح مولائے کائنات

جناب عاقل رضوی بلودی

کیسے نہ جائے بلبلِ شیدا ترے شبیہ میں آگ — دیکھ فصلِ گُل نے بکھرا دی گلستاں بھر میں آگ
آتشیں ماحول نرگس کو دکھائی حیراں کرے — دیکھتی ہے گُل میں آتش لالۂ احمر میں آگ
بادستِ قدرت ہے وہ دیکھتے تھا آگ سے — کیا لگانا ہے کسی مجبور کے پیکر میں آگ
گوندھ کر گھما ئے تازہ کر لیا زیب گلو — سرد جو کر یا ہے لپٹی گردنِ دلبر میں آگ
گر جلالِ شعلہ رو کا عکس پڑ جاتا ذرا — آئینہ بن جاتا روشن دستِ اسکندر میں آگ
کیا جلا فرعون جب دیکھی یدِ بیضا کی ضو — کیا ہوا گر تھی نہاں تابش گوہر میں آگ
پھر الجھن دیکھ قدرت کے کرشمے فلسفی — آب ہے گر سنگ میں تو بھر دو پتھر میں آگ
دیکھئے تاثیر ہوگی عرش پر آسیب نبیؐ — کیسی پوشیدہ تھی آہ و نالۂ مضطر میں آگ
قلب ماہیت ہوئی درد محبت بن گیا — قلب میں سینہ میں پہلو بلکہ کُل پیکر میں آگ
دردِ دل تھی رات بیمارِ محبت کی تڑپ — پہلوؤں ہے کہ جیسے ہو نہاں بستر میں آگ
جل گئیں پستیاں پیدا ہوئی مستی بے ہوش — ساقیا بھر دوں یہ کیسی بادۂ احمر میں آگ
یہ اثر رکھتی ہے دہرا دے جائے انساں وہاں — تھی یہی ملا غدیر خم کے بھی ساغر میں آگ
لافِ حُسن و عشق تا کے جل گئے مت الحرام — کیا پھنسا ہے تو لگا دے اپنے دردِ سر میں آگ
چل گل مدحت کو لے کر وجد میں بھر نثار — کیا ضرورت ہو فضائے گلشنِ شاعر میں آگ
نورِ حیدر ہی تو تھا کیوں جل کے بت تھے روسیہ — کیا فروزاں کی گئی تھی خانۂ داور میں آگ
کفر کی بستی جلائی پھونک کر فسق و فجور — کیا بھری تھی ذوالفقارِ حیدرِ صفدر میں آگ
ہاں سنبھل کر عشق جل جائے نہ روح سحر بھی — شکل میں شمشیر کی ہے قبضۂ حیدر میں آگ
وہ تو کہیے عدل سے تیغِ یداللہی تھمی — ورنہ لگتی کیا عجب جبریل کے بھی پر میں آگ
دیکھ کر جود و سخا و علم کی جولانیاں — تھی حسد کی شعلہ زن ہر قلبِ اہلِ شر میں آگ
آتشِ غیظ علیؑ سے عجب مرحب جل گیا — تیغ نے ان کی لگا دی سطوتِ خیبر میں آگ
چاہیئے دستِ علیؑ و ذوالفقارِ حیدری — ایک لمحہ میں لگا دیں کفر کے لشکر میں آگ
سرد کیا ایمان پڑتا جب کہ عشقِ حیدری — تن کے تھا موجود قلبِ قنبر و بوذر میں آگ
کیسا کھاتا۔ ذکرِ حق میں دوں بھی اکثر ہو گیا — جل نہیں سکتی تھی بیت بنتِ پیغمبر میں آگ
گرمی روحِ عمل بھر دیتا ہے نام علیؑ — ہے بھری انساں کی اسمِ طاہر و اطہر میں آگ
اک نظر سوئے عراق و کوفہ یا شاہِ نجف — جلتا ہے امن و سکوں گویا لگی ہر گھر میں آگ
اک نظر عاقل پہ بھی اے مالکِ قنبر نواز — مہر کی نزدیک ہو جب عرصۂ محشر میں آگ

ایسا مالک ایسا مولا میرے من کو بھائے

جناب شفق شادانی، دادوں ضلع مراد آباد

رات گزارے سجدوں میں جب سپنے دنیا سوئے
اُس کے دل کو چوٹ لگے جب درد سے کوئی روئے
کتنے یتیموں کتنی بیواؤں کا بوجھ اٹھائے
ایسا مالک ایسا مولا میرے من کو بھائے

دو دانوں کی آنکھ کا سُرمہ جس کے پاؤں کی دھول
ایشور کی یادوں کے چمن میں ایک گلاب کا پھول
پوجا کے نرمل ساگر میں جیسے کنول لہرائے
ایسا مالک ایسا مولا میرے من کو بھائے

جو انسان کی سیوا کو بھگوان کی سیوا مانے
ہاتھ بڑھا کر دان کرے تو دوجا ہاتھ نہ جانے
نردھن کو خیرات کرے اور من ہی من شرمائے
ایسا مالک ایسا مولا میرے من کو بھائے

سب کی مشکل میں سب کے دکھ درد میں جس کا ساجھا
اک البیلا سیناپتی اک دیش عرب کا راجا
کھیتوں میں مزدوری کر کے دھرتی پر سو جائے
ایسا مالک ایسا مولا میرے من کو بھائے

سب کو اپنے گلے لگائے پھول ملیں یا کانٹے
بھوکوں کو دکھیاؤں کو سورگ کے سپنے بانٹے
دھرتی سے یوں پیار کرے کے دھرتی کا پتا کہلائے
ایسا مالک ایسا مولا میرے من کو بھائے

چلو نجف کی اور شفق اب لیکے مُدیہاری
اُس کی چوکھٹ پہ سو جائیں جاگے سپنا ہماری
دشمن پر جو دیا کرے قاتل کو دودھ پلائے
ایسا مالک ایسا مولا میرے من کو بھائے

قصیدہ مدحیہ

جناب محمد یعقوب حسین صاحب وحید لکھنوی

اسی کا میکدہ ہے اور اسی کا جام ہوتا ہے
جو لذت آشنائے گردش ایام ہوتا ہے

وہ اے ناصح عجب توبہ شکن ہنگام ہوتا ہے
جو دست ناز ساقی پہ چھلکتا جام ہوتا ہے

ہمیں ساغر نہ دو بس دیکھ لو چشم عنایت سے
محبت کرنے والا بے نیاز جام ہوتا ہے

کہو انصاف والو کیا یہی دستور الفت ہے
وفا بدنام ہوتی ہے جفا کا نام ہوتا ہے

گلا خود کاٹ کر اپنا ہمیں قاتل بناتے ہیں
ہمارا کام ہوتا ہے تمہارا نام ہوتا ہے

خطا حسن کرشمہ ساز کی کہتا نہیں کوئی
محبت کرنے والا مورد الزام ہوتا ہے

کمال عشق و الفت کی یہی ہے آخری منزل
کہ جب درد جگر بڑھتا ہے تب آرام ہوتا ہے

شب ہجراں کی ہیبت کا ابھی کیوں ذکر کرتے ہو
نہ پوچھو حال کیا وقت قریب شام ہوتا ہے

تمنائے سکون قلب مضطر دار فانی میں
دل نادان کہیں دنیا میں بھی آرام ہوتا ہے

یہ دنیا امتحاں گاہ بشر ہے یاد رکھ ہمدم
یہاں پر امتحاں دن رات صبح شام ہوتا ہے

نہ دم لیتا اگر تو راہ میں کیوں کارواں چھٹتا
دل راحت طلب راحت کا یہ انجام ہوتا ہے

نہیں ہوتا ہے رسوا بندۂ مہر و وفا ناصح
جو بدکردار ہے دنیا میں وہ بدنام ہوتا ہے

بہ مستوری جو توبہ ٹوٹ جائے تو معاذ اللہ
ترا [illegible] شکل [illegible] گلفام ہوتا ہے

ہے جس کے ظرف دل میں بادۂ حب علیؑ مظروف
وہ ناصح [illegible] اتمام ہوتا ہے

اصول دیں میں داخل ہے حب علیؑ ناصح
[illegible] اس سے وہ بد انجام ہوتا ہے

پڑھو اک مطلع نو مدحت مولود کعبہ میں
کہ جس کے ذکر سے [illegible] اسلام ہوتا ہے

نبوت اور امامت مل کے حق کا کام ہوتا ہے
علیؑ آئے تو کامل مذہب اسلام ہوتا ہے

محمدؐ آئے ہیں حیدرؑ کو لیے خانۂ حق سے
جو مستور حرم تھا اب وہ جلوہ عام ہوتا ہے

ثبوت اک روح دو قالب کا اس سے بڑھ کے کیا ہوگا
علیؑ کی فتح ہوتی ہے نبیؐ کا نام ہوتا ہے

بتا کیا حکم ہے اس کے لئے تیری شریعت میں
جو دست ساقی کوثر پہ ناصح حرام ہوتا ہے

پڑھایا تھا ثبات و عزم و ہمت کا سبق ایسا
[illegible] منبر کی کنجی ہے علیؑ کا نام ہوتا ہے

ولادت کے لئے کعبہ شہادت کے لئے مسجد
جو آغاز محبت تھا وہی انجام ہوتا ہے

خبر لو یا علیؑ تم ناخدائے کشتی دیں ہو
مدد کرنے [illegible] اسلام ہوتا ہے

یہاں پہچان کرائے وحید ان سب کو ملتی ہے
مگر میخانۂ حیدرؑ پہ فیض عام ہوتا ہے

جناب خبیر مرحوم کے قصیدہ کے چند اشعار

نیت ہو امر خیر کی داخل ثواب میں
جلد ہی سوال سے ہو زیادہ جواب میں

مشکل کشا علی کو خدا نے بنایا ہے
جو غیر اس خطاب سے کیوں پیچ و تاب میں

خیبر میں دونوں چشم علی کی ہوئی ضیا
کیا نور کا تھا چشمہ نبی کے لعاب میں

لاسیف ذوالفقار نشاں ابروؤں کی شان
وہ لافتیٰ کا حسن علی کے شباب میں

خوشبوئے مدح اور یہ شیریں کلام
گویا گھلے ہیں قند کے ٹکڑے گلاب میں

پُرکیف کوئی مطلع تازہ لکھوں خبیر
ڈوبا ہے دل ولائے ولایت مآب میں

گزرے جو وقت منقبت بوترابؑ میں
وہ زندگی کا دور نہیں ہو حساب میں

کعبہ کے پاس کرتی ہیں بنت اسد دعا
پروردگار عرض ہے تیری جناب میں

یکتا ہے تو نبی ترے برحق ہیں اے کریم
سچ ہے لکھا ہو جو تری جس جس کتاب میں

جو میرے بطن میں ہو یہ آیت خدا کی ہو
کرنا ہے ذکر تیرا یہ رہ کر حجاب میں

سنتا تھا یہ صدا حرم شکر الٰہی
آیت ہے یہ بھی مدحت حیدر کے باب میں

پیدا ہوئے علیؑ تو پیمبر سے عرض کی
مولا پڑھوں لکھا ہے جو حق کی کتاب میں

پایا نبیؐ سے اذن ولادت شروع کی
قرآں تھا گریہ قلب رسالتمآبؐ میں

سب یہ پڑھا کہ صاحب ایماں کو ہو فلاح
بولے نبیؐ یہ سب ہے ترے شیعوں کے باب میں

لو مومنو علیؑ نے دیا مژدۂ نجات
لازم ہے سجدہ شکر کا حق کی جناب میں

بعد نبیؐ وصی بلا فصل ہیں علیؑ
لکھا ہوا ہے صاف فضیلت کے باب میں

تربت نبیؐ پہ اوڑھے ہیں حیدر ولائے سبز
سبزہ ریاض مرتضیٰ حق کا ہے خواب میں

کیسا نشہ جھوم رہی ہے زمین قبر
مشغول میں ہوں منقبت بوترابؑ میں

صرف انما ہی پر نہیں موقوف اے خبیر
آئے ہیں کتنے مدح ولایت مآبؑ میں

؎ آیت کی طرح

خورشیدِ امامت

(جناب سید خورشید حیدر صاحب خورشید ہاشمی بی اے نائب تحصیلدار علی گنج ضلع ایٹہ)

اے دلِ و جانِ پیمبر السّلام
بوالحسن، آقائے قنبر السّلام

اے امامِ پاک گوہر السّلام
اے مجسم شانِ داور السّلام

اے شفیعِ روزِ محشر السّلام
اے جہازِ دیں کے لنگر السّلام

نفسِ حق، نفسِ پیمبر السّلام
ساقیِ تسنیم و کوثر السّلام

ہمسرِ قرآنِ انور السّلام
رہبرِ شرعِ پیمبر السّلام

اے ولیِ ربِّ اکبر السّلام
زینتِ محراب و منبر السّلام

بادشاہِ ہفت کشور السّلام
نورِ خورشیدِ منور السّلام

رُکنِ دیں، جانِ جہاں، نورِ مبیں
ناصرِ دینِ پیمبر السّلام

خانۂ کعبہ بنا مولد ترا
اے ابوطالب کے دلبر السّلام

محرمِ رازِ نبیِ حق پرست
سرپرستِ دینِ اطہر السّلام

پیکرِ دین و شریعت تیری ذات
بعدِ احمد سب سے برتر السّلام

لختِ دل تیرے ہیں شبر اور حسینؑ
ہیں محبِ سلمان و بوذر السّلام

چشمۂ لطف و کرم، زوجِ بتولؑ
تو شرف میں سب سے بڑھ کر السّلام

معرفت تیری ہے اک امرِ محال
تیرا عارف ہے پیمبر السّلام

سرِّ حق، فخرِ رسولانِ سلف
کوئی بھی تیرا نہ ہمسر السّلام

مرکزِ محبوبِ ربِّ کائنات
سب کے ہادی، سب کے رہبر السّلام

حامیِ مظلوم، شیرِ کردگار
دیں کے پیکر، حق کے مظہر السّلام

خلق کے حاجت روا مشکل کشا
اے یدِ خلاقِ اکبر السّلام

تجھ کو حق نے کی عطا ہے ذوالفقار
شہسوارِ جنگِ خیبر السّلام

تو قرارِ قلبِ احمد بے گماں
اے معینِ حقِ داور السّلام

ہل اتیٰ تیری سخاوت کا ثبوت
جادۂ حق کے غضنفر السّلام

ہر عمل تیرا مکمل درس ہو
نوعِ انسانی کے رہبر السّلام

اُس کے غم کا بھی مداوا کیجئے
آج ہے خورشید مضطر السّلام

"جلوہ بہ جلوہ"

جناب قاسم شبیر صاحب نقوی نصیرآبادی

اک تصور نور افزا ہو گیا — دائرہ میرا "جلوہ بہ جلوہ" ہو گیا
بے خودیٔ عشق! یہ کیا ہو گیا — حُسن خود محوِ تماشا ہو گیا

دل کے آئینے پہ جب ڈالی نگاہ — ان کی صورت کا نظارا ہو گیا
وقت بیداری ہوا نورِ خیال — وقت سے پہلے اُجالا ہو گیا

حق ہی حق نقشِ در و دیوار پر — آج کعبہ اصل کعبہ ہو گیا
چہرۂ اسلام پر ضو آ گئی — سینۂ ایماں کشادہ ہو گیا

اللہ اللہ آج مولودِ حرم — حاصلِ تخلیقِ دنیا ہو گیا
وہ علیؑ آئے وہ چمکا نورِ حق — وہ اندھیرا اٹھا سویرا ہو گیا

آج پیغمبرؐ سے تو پوچھے کوئی — کیا سکونِ دل مہیا ہو گیا
سُنیے سُنیے وہ علیؑ کے لب کھلے — لیجیے قرآن پورا ہو گیا

ایک اُمت نے خدا سمجھا تمہیں — کتنا معنی خیز دھوکا ہو گیا
کتنی ارزاں ہے عبادت یا علیؑ — تم کو دیکھا اور سجدہ ہو گیا

ایک تعبیرِ حقیقت مل گئی — خوابِ ابراہیم پورا ہو گیا

کھل گئے علم و یقیں کے راستے
کفر ٹوٹا۔ جہل رسوا ہو گیا
فکر انسانی میں آئیں رفعتیں
آدمیت کا سر اونچا ہو گیا

عقل کل کو مل گیا اک رہنما
ہوش کا احساس زندہ ہو گیا
بندگی میں حق نمائی آ گئی
حق تماشائی خود اپنا ہو گیا

خاک کے رخ کو نئی تابش ملی
بوترابی نور پیدا ہو گیا
جب سے ان کے نام کی نسبت ملی
عرش بھی عرش معلیٰ ہو گیا

تیرے فیض عام سے بحر علوم
تھا جو اک قطرہ وہ دریا ہو گیا
عرش سے دیکھی جو شکل بوتراب
ہر ملک مائل بہ سجدہ ہو گیا

آیۂ تبلیغ کی کافی ہے سند
دین کا تیرے کام پورا ہو گیا
لا فتیٰ کہہ کر پکار اٹھے رسول
مرد میداں تو ہی تنہا ہو گیا

ساری دنیا محو حیرت ہو گئی
[illegible] ہو گیا
کس طرح اے فاتح خیبر تم
[illegible] ہو گیا

جب ترے ہاتھوں میں آیا ہر علم
دیں کا معیار اونچا ہو گیا
تو نے جب دیکھا نگاہ لطف سے
آدمی [illegible] ہو گیا

ہر مشیت کیا ترے گھر کی رضا
تو نے جب جو کچھ بھی چاہا ہو گیا
اب ہو ترمیم و تصرف بے محل
فیصلہ قدرت کا جو تھا ہو گیا

اب زمانہ پیچ و خم کھایا کرے
جس کو ہونا تھا وہ مولا ہو گیا

میں تیرے در پہ ہوں درِ جنت کو کیا کروں

(نواب مرتضیٰ حسین خاں صاحب ضو لکھنوی)

میں اپنی رسم و راہ محبت کو کیا کروں
عادت ہی پڑ گئی ہو تو عادت کو کیا کروں

ہوتی نہیں خلاف وفا مجھ سے کوئی بات
فطرت مری وفا ہے میں فطرت کو کیا کروں

جس پھول پر نگاہ گئی رہ گئی وہیں
رنگینیِ مزاج محبت کو کیا کروں

پتھر ہیں پھر بھی لاکھ تراشے گئے ہیں بت
صورت نظر فریب ہے سیرت کو کیا کروں

باطل بہت حسین سہی خوشنما سہی
لیکن نہیں لگاؤ طبیعت کو کیا کروں

جب حقیقت آ گئی کھل کر تمام اے بتو!
اب جھوٹے اعتبار حقیقت کو کیا کروں

یہ موسم بہار ہے توبہ کے دن نہیں
ناواقف واعظوں کی نصیحت کو کیا کروں

مجھ کو علیؑ کے سامنے یوسفؑ نہیں پسند
اپنی نظر کو اپنی طبیعت کو کیا کروں

خیبر خدا کے سامنے ٹھہرا نہ ایک دم
زور آوران دہر کی طاقت کو کیا کروں

بابِ علیؑ پہ جا کے یہ کہنا پڑا مجھے
میں تیرے در پہ ہوں درِ جنت کو کیا کروں

ہیں مظہر جمال خدا مرتضیٰ علیؑ
دریافت ان کی کنہ حقیقت کو کیا کروں

تارا فلک سے اترا ہے کو رفعت کے واسطے
دروازۂ علیؑ کی حقیقت کو کیا کروں

میں ہوں گا زیر سایۂ دامان مرتضیٰؑ
گرمیٔ آفتاب قیامت کو کیا کروں

میں تذکرہ کروں نہ کروں واقعات کا
خود ہے قصیدہ خوان شب ہجرت کو کیا کروں

کیونکر منافقوں کو دکھاؤں رہ صواب
دل میں جمی ہے گرد کدورت کو کیا کروں

اے ضوؔ یہ روزِ عید ہے تیرہ رجب کا دن
پیش آج میکشان مودت کو کیا کروں

علیؑ کو لا رہے ہیں مصطفیٰ اللہ کے گھر سے

(مولانا سید عباس حسین صاحب رضوی تصویر لکھنوی)

کلام دو جہاں کو ربط سا ہو دیدۂ تر سے
جو میرے اشک رک جائیں تو دنیا میں لہو برسے

تو لگا اتنا بتائے جلوہ گر مجبور ہے گھر سے
کہاں جاؤں کدھر جاؤں اگر اٹھوں ترے در سے

معاذ اللہ یہ سوز محبت اور سب فرقت
جدھر کروٹ بدلتا ہوں دھواں اٹھتا ہے بستر سے

قفس میں کہہ کے یوں افسانۂ ماضی کو دہراتا ہوں
کبھی برسات میں جیسے نشیمن پر گھٹا برسے

یہ ڈرتا ہوں قیامت وقت سے پہلے نہ آجائے
جوانی میں اٹھے گر کماں لے کے وہ بستر سے

وہ جانے کون ہیں جن سے کلام شوق ہوتا ہے
ہمیں ایک خموشی میں صنم ملتے ہیں پتھر سے

مئے رنگیں اٹھائے ساقی میخانہ ہاتھوں میں
کلائی کو تیری تشبیہ دوں شاخ گل تر سے

خدا معلوم اب کس جا پہ جائیں اور کہاں ٹھہریں
شمیم گل کی صورت ہم نکل آئے وطن گھر سے

خدا جانے کشش جلووں کی ہے یا حدت طاعت کی
میرا دل کھنچا جاتا ہے جدا سنتا ہوں منبر سے

وہی تو آفتاب دو جہاں ہیں جلوہ ریزی میں
کرن کے در کے ذرے کی چمکتے ہیں جواہر سے

قصیدہ چھیڑیے تصویر محفل کا تقاضا ہے
وہ پڑھئے مطلع نو داد مل جائے سخنور سے

ثنائے حق ایماں کے لئے قرآں شاہد ہے
زباں کو چاہیے پہلے طہارت آب کوثر سے

برائے قصر شاہی اپنے خوں سے جب بنا گارا
صدائے مرحبا آنے لگی دیوار سے در سے

یہ اپنا کارواں بھٹکا ہوا جانے کدھر جاتا
وہ کہئے راستے میں مل گئے حیدر مقدر سے

خدا کس کس کو پہنچے گا نصیری راہ سے ابھی
ملیں گے راستے میں اور گیارہ مثل حیدر سے

کلام اللہ تو جبرئیل لائے حضرت تصویر
علیؑ کو لا رہے ہیں مصطفیٰ اللہ کے گھر سے

مرے ساقی!

جناب ہادی رضوی السبزواری صاحب جونسی

(۱)

[illegible] ساقی گلفام کہاں ہے … شیشہ ہے کدھر اور ترا جام کہاں ہے
پیارے مرے ساقی تو [illegible] کہاں ہے … [illegible] مدح کا مدآج کی انعام کہاں ہے
ہو عید کا دن جام خوشی انجام اٹھائے … ساقی مجھے دے آج پیالے پہ پیالے

(۲)

اب کعبہ معبود کی [illegible] ہوئی پیدا … [illegible] بڑھانے کی یہ صورت ہوئی پیدا
پیر [illegible] نبوت ہوئی پیدا … ہاں ساقیا اب تیری ضرورت ہوئی پیدا
[illegible] ہو امامت تری ساقی! … مشتاق ہو خود مہر نبوت تری ساقی!

(۳)

تسنیم تری اور ہو کوثر [illegible] ساقی! … مدآج ہو خود خالق اکبر ترا ساقی!
قرآن میں [illegible] ساقی! … مشتاق تھا خود میرا پیمبر ترا ساقی!
جب حق میں ساقی [illegible] ہوئی ظاہر … شیشے سے اسی وقت نبوت ہوئی ظاہر

(۴)

سب [illegible] مرے ساقی! … کرنے ہیں ترے ہجر میں نالے مرے ساقی!
ساغر [illegible] الفت کا اٹھانے مرے ساقی! … اپنا انھیں دیوانہ بنالے مرے ساقی!
[illegible] ہوشی میں یا عقدہ کشا کہنے لگیں گے … وہ مست نہیں یہ جو خدا کہنے لگیں گے

عبادت ہو دیکھیں جو صورت علیؑ کی

جناب مفتی سید ابوالحسن صاحب کاظمی، مفتی پاڈری، سنی محلہ، جونپور

وہی جانتا ہے حقیقت علیؑ کی
ہوئی جس کے گھر میں ولادت علیؑ کی

شبِ ہجرت احمدؐ کے بستر پہ دیکھو
ثبوت علیؑ کی امامت علیؑ کی

کوئی نقص کردار میں جب نہ پایا
نشانہ بنی ہے سیاست علیؑ کی

اگر غور سے دیکھئے ایک ہی ہے
سیاست نبیؐ کی سیاست علیؑ کی

عرب کے بہادر قبیلوں سے پوچھو
کہانی نہیں ہے شجاعت علیؑ کی

کہیں کیا لرزتی ہیں خیبر کی چولیں
بتا نا ان جو حدِ طاقت علیؑ کی

علیؑ کے مقابل وہ کیوں آرہے ہیں
نہ صورت علیؑ کی نہ سیرت علیؑ کی

علیؑ کیا ہیں شکلِ بشر میں عبادت
عبادت ہو دیکھیں جو صورت علیؑ کی

انھیں دو عناصر سے اسلام پھیلا
محمدؐ کا اخلاق طاقت علیؑ کی

زمانہ عبادت سے محروم رہتا
جو پڑتی نہ خندق میں ضربت علیؑ کی

[illegible]
کہ پرکھیں ہوں [illegible] شمار علیؑ کی

امامت کا دعویٰ کسی کو نہیں تھا
خلافت ہو جس کی امامت علیؑ کی

السلام اے کہ لقب یافت ز امّی حیدر

(محمد خورشید علی صاحب زیدی بزم از [illegible] سادات ضلع بجنور)

ہو کسی [illegible] کی جو [illegible] نظر
[illegible] آ گئے [illegible] کو [illegible]
کثرت گل سے یہ صورت ہو چمن کی گویا
[illegible]
[illegible]
[illegible] نے [illegible]؟

[illegible] عصمت [illegible]
فاطمہ [illegible]

[illegible]
[illegible] کعبہ کی طرف [illegible] تمام [illegible]
[illegible]
[illegible] دعا مانگی [illegible]
کر دے مشکل مری آسان [illegible]
کر کے [illegible] کیا کعبہ سے [illegible]
شق ہوئی کعبہ کی دیوار [illegible] آئی
آپ کعبہ میں گئیں ہو گیا مسدود شگاف
بات پردے کی ہے آگے کہ وہاں کیا گزرا
حق کی آخر [illegible] ہوئی پردہ اٹھے
اس طرف شق ہوئی دوبارہ جدار کعبہ
تین دن سے جو نہ کھولی تھیں [illegible] آنکھیں
بڑھ کے سرکار دو عالم نے جبیں کو چوما
چار آنکھیں ہوئیں پہچان گیا نور کو نور

[illegible] جلا ہو سوئے گردوں اڑ کر
[illegible] ہو مرے کانوں میں صدائے شہپر
[illegible] نے کوئی [illegible] چادر
[illegible] قابل منظر
[illegible] دکھا [illegible]
[illegible] گلشن [illegible]

[illegible] تھی
نکلی ہیں گھر سے باہر

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] چہرہ [illegible] شکم کے اندر
[illegible] کے [illegible] کوئی بادہ
[illegible] ظاہر ہوئی شان داور
[illegible] فاطمہ! آ جاؤ حرم کے اندر
بند سینے نے کیا منہ کو جو پایا گوہر
تین دن تک رہی مہمانی رب داور
جب کعبہ چلے گھر سے رسول داور
فاطمہ [illegible] لئے گود میں ننھا سا پسر
فاطمہ بنت اسد دل میں تھیں بے حد مضطر
چشم وا کر کے ادھر بچے نے کی رخ پہ نظر
لے لیا گود میں الفت سے نبی نے بڑھ کر

آگیا جوشِ ولا میں مرے ہونٹوں پہ درود
ہیں فضائیں طرب انگیز ہوائیں مسرور
دھوم صلوات کی حضار مچائیں مل کر
جوش میں بزم سُنا مطلعِ ثانی پڑھ کر

آگیا آج زمانے میں وہ نوری پیکر
السّلام اے کہ تو ہی ساقیٔ حوضِ کوثر
بعد اللہ و محمد ہے جو سب سے بہتر
السّلام اے کہ لقب یافتہ ز اُمّی حیدر

صاحبِ سیف دو سر، معتمدِ خاصِ رسولؐ
بت شکن، رہبرِ دیں، نفسِ نبیؐ، زوجِ بتولؑ
ناصرِ دینِ مبیں، فاتحِ بدر و خیبر
طالبِ مرضیٔ و مطلوبِ رضائے داور

راکبِ دوشِ نبیؐ، صاحبِ تبلیغِ برات
کھول کر آنکھ کو آغوشِ نبیؐ میں آکر
حافظِ دینِ مبیں، کشتیٔ دیں کا لنگر
جس نے قرآن محمدؐ کو سنایا ازبر

آج وہ آگیا دنیا میں کہ جس کے باعث
وہ مجاہد کہ سرِ کفر پہ جس کا کہ وار
کر سکے دین کی تبلیغ محمدؐ کھل کر
کُل عبادت سے دو عالم کی عظیم و برتر

ایسا جواد کہ سنتے ہی سوالِ سائل
لوکشف، مہرِ ہُدیٰ، قاسمِ فردوس و جناں
ایک روٹی کے عوض دیدے قطارِ اُشتر
شاہِ ختمِ رسل، برجِ امامت کا قمر

زورِ بازوئے نبیؐ، معنیٔ رمزِ مولیٰ
ہل اتیٰ جس کی سخاوت کی ثنا میں آیا
مرکزِ صدق و صفا علم و عمل کا محور
"قل کفیٰ" جس کی بلندیٔ شرف کی مظہر

نورِ حق، دستِ خدا، غالبِ کُل غالب
باعثِ تکملۂ دین و نزولِ نعمات
آڑے وقتوں میں رسولوں کا معین یاور
وارثِ ختمِ رسل، بحرِ امامت کا گہر

طول ہو نظم کو اچھا نہیں اے بزمِ خوش
طبع کے نو نے بہت خوب دکھائے جوہر

اب دعا مانگ کہ اللہ یہ دولت بخشے
درِ مولا پہ پڑھے خود تو قصیدہ جا کر

علیؑ کی نظر میں

جناب طاہر عابدی صاحب (حیدرآباد دکن)

خدا کے نور کی جلی سحر علی کی نظر
گواہ اوّل خیر البشر علیؑ کی نظر

وہ سجدہ گاہ نگاہ بشر علی کی نظر
ہر اک نظر کی ہے حدِ نظر علیؑ کی نظر

خدا کے گھر میں ہوئی جلوہ گر علیؑ کی نظر
نبیؐ کے رُخ پہ تھی پہلی نظر علیؑ کی نظر

محیط بزم جہاں ہو ادھر علیؑ کی نظر
اُدھر ہو اوجِ سماوات پر علیؑ کی نظر

جو نصیبوں کی ہے چارہ گر علیؑ کی نظر
دلوں کے جانتی ہو خیر و شر علیؑ کی نظر

محب کے حق میں بہشت نظر علیؑ کی نظر
عدو کے واسطے برق و شرر علیؑ کی نظر

نفاق و کفر کا سر کاٹ دے خبر بھی نہ ہو
کہ ذوالفقار سے ہے تیز تر علیؑ کی نظر

قضائے جنگ میں نسلوں کی جاں بین کرے
خدا گواہ وہ ہے حق نگر علیؑ کی نظر

وہ حیات میں مرکز تجلیوں کا سنی
وہ آنکھ جس میں ہوئی جلوہ گر علیؑ کی نظر

گزار دی شب ہجرت سکوں قلب کے ساتھ
کہ محو خواب رہی رات بھر علیؑ کی نظر

نصیب یوں ہے خدا کہہ یا وہ کیا کرتے
دکھا گئی وہ خدائی اثر علیؑ کی نظر

علیؑ ہیں حق کے لئے اور حق علیؑ کے لئے
وہیں ہو منزلِ حق ہو جدھر علیؑ کی نظر

اُسی نظر کے ہیں جلوے یہ بوذر و سلمان
قسم خدا کی ہے ایمان گر علیؑ کی نظر

گواہی دیتے ہیں طاہر محاذ جنگ تمام
ہوئی ہے باعث فتح و ظفر علیؑ کی نظر

منقبت وجہ اللہ

جناب شاعر ملت باقر رضوی صاحب امانت خانی

عالم عزم و ہمت میں شیر خدا کس قیامت کے تیور بدلنے لگے
یوں جلال شہ لافتی چھا گیا سورماؤں کے دل بھی دہلنے لگے

روز محشر انہیں راہ جنت ملی کی جنہوں نے علیؑ کی یہاں پیروی
پا سکے جو نہ حیدرؑ کے نقش قدم حشر میں ہاتھ اپنے وہ ملنے لگے

جو نہ واقف سمجھے کیا ہو نبیؐ دوستی بن گیا اُن کا پیشہ علیؑ دشمنی
جن کا ایمان دولت پہ بکنے لگا وہ عدو کے سایے میں ڈھلنے لگے

نفس احمد علیؑ زوج زہراؑ علیؑ مرد میدان علیؑ سب کا مولا علیؑ
ان فضائل سے بالکل مُعرا جو تھے اُن کے دل میں فضائل یہ کھلنے لگے

بد دعا کی کسوٹی پہ حق کی نظر اور وہ ابنا یا کا اثر معتبر
ایسی حالت میں جب پنجتنؑ آ گئے دل نصاریٰ کے پھر تو دہلنے لگے

حامل علم وہبی مظہر علیؑ شہر علم محمدؐ کے در ہیں علیؑ
پیاسے آ آ کے سیراب ہوتے گئے علم حیدرؑ کے چشمے اُبلنے لگے

جان و دل سے ہوا ہوں فدائے علیؑ میری سانسیں ہیں وقف ولائے علیؑ
حُبّ حیدرؑ کے جذبے بڑھے اس قدر حبش مثل بن کر اُچھلنے لگے

حاصل زندگی میں نے یوں پا لیا نزع میں روئے حیدرؑ نظر آ گیا
میری نظریں جو محو عبادت ہوئیں زندگی بھر کے ارماں نکلنے لگے

کوئی آساں نہیں ہے ولائے علیؑ سخت مشکل ہو باقر ثنائے علیؑ
مدحت مرتضیٰؑ میں جو میثم بنے تیغ کی دھار پر سر سے چلنے لگے

آل انڈیا شیعہ کانفرنس کیا ہے

(از فخر قوم جناب مولوی سید کلب عباس صاحب ایڈووکیٹ جنرل سکریٹری آل انڈیا شیعہ کانفرنس)

اکثر حلقوں میں یہ غلط فہمی پیدا ہوتی رہتی ہے کہ آل انڈیا شیعہ کانفرنس سیاسی جماعت ہے یا سماجی۔ بعض حلقوں میں تو یہ غلط فہمی دانستہ پھیلائی جاتی ہے اگر سیاسی جماعت کی حیثیت سے اس سے مخالفت یا ہمدردی پیدا ہو۔ بعض حلقوں میں یہ غلط فہمی اس کے بیان ہونے یا اچھی طرح نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور عام طور پر آل انڈیا شیعہ کانفرنس کی بنیاد اور اس کے دستور العمل کے نہ جاننے کی وجہ سے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں [illegible] جب میں نے ایسے [illegible] احباب سے گفتگو کی تو مجھے اس غلط فہمی کا [illegible] کانفرنس کی تاریخ کا [illegible] ہوا اور اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ میں مندرجہ عنوان پر مضمون لکھوں۔

آل انڈیا شیعہ کانفرنس ۱۹۰۷ء میں حضرت [illegible] مولانا سید آقا حسن صاحب قبلہ مجتہد العصر [illegible] اور حضرت مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ [illegible] مولانا سید [illegible] صاحب قبلہ مجتہد العصر اور مولانا سید [illegible] صاحب قبلہ اور مولانا [illegible] صاحب قبلہ [illegible] اور خواجہ غلام الثقلین صاحب مرحوم، مرزا محمد ہادی صاحب [illegible] مرحوم، ماسٹر [illegible] صاحب مرحوم [illegible] صاحب [illegible] اور سید علی مصطفیٰ صاحب مرحوم کی کوششوں سے قائم کی گئی۔ اس کے [illegible] مقاصد میں شیعوں کی تمدنی، اخلاقی، سماجی، تعلیمی تنظیم و اصلاح تھی، وہاں مذہبی حقوق کا تحفظ اور اشاعت بھی شامل تھے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ معاصر قوام اور جماعتوں سے [illegible] اور اتحاد [illegible] کا بنیادی اصول تھا اور اس کی دفعہ ۳ میں [illegible] درج کر دیا گیا تھا۔

کانفرنس کو سیاسیات سے کوئی تعلق نہ ہوگا چنانچہ اب تک اس کے دستور العمل کا جزو لاینفک ہے اور ملکی سیاسیات میں کبھی [illegible] آئے مذہبی اور شہری حقوق کے سلسلہ میں کبھی [illegible] تجاویز ضرور پاس ہوئی ہیں مگر ان کا تعلق سیاسیات سے نہیں، ہاں ان کا غالب عنصر مذہبی تھا۔ ابتدائی جلسوں میں جتنی تجویزیں پاس ہوئیں وہ سب ان کے سماجی، تعلیمی اور تمدنی تنظیم، مذہبی تبلیغ اور [illegible] کی اصلاح، تعلیم [illegible] کے وسائل، مدرسۃ الواعظین کا اجرا، شعبۂ [illegible] کا قیام، یتیم خانہ کا قیام، تعلیم کے لئے وظائف دینا وغیرہ وغیرہ سب تجاویز تنظیم ملت کے لئے تھیں اور آج تک اس پلیٹ فارم سے کوئی خالص سیاسی تجویز نہیں پاس ہوئی۔ بعض احتجاجی تجاویز یا مطالبات جن کو سیاسی کہا جا سکتا ہے درحقیقت وہ مذہبی و ملی حقوق کے تحفظ کے ذیل میں آتی ہیں اور ان میں مذہبی عنصر غالب ہے۔ مثلاً مسجد گنج [illegible] کی گولہ باری پر احتجاج، جنت البقیع کی بربادی پر اظہار بیزاری، حوزہ [illegible] علی الاولاد کے لیے سعی، انتخاب [illegible] میں شیعوں کے حقوق کی پامالی وغیرہ وغیرہ۔ مگر جب سیاسیات سماج کا جزو بن گئے اور اس کا حلقہ بڑھا تو جماعت شیعہ میں بھی یہ [illegible] پیدا ہوا کہ ہماری بھی ایک سیاسی جماعت ہونا چاہئے۔ چنانچہ ۱۹۳۶ء میں لکھنؤ میں راجہ نواب علی خاں صاحب اکبرپور کی صدارت میں پہلا جلسہ رفاہ عام میں آل انڈیا شیعہ پولیٹکل کانفرنس کا منعقد ہوا اور اس وقت سے اس جماعت کا علیحدہ نظام بنا اور اس کے چار جلسے بڑے آب و تاب سے

[illegible]ک، راجہ غضنفر علی خاں۔ پرنس اکرم آف گلگت۔
[illegible] آخری جلسہ جمبرہ میں راقم الحروف کی صدارت
[illegible] جو ایک نام نہاد جلسہ ۱۹۳۶ء میں لکھنؤ
[illegible] سے مولانا آزاد اور حافظ محمد ابراہیم جیسا
[illegible] اثرات و تحریکات سے اس پولیٹیکل کانفرنس
نے خواب گاہ شعلہ دیا گیا اور یہ آج تک خواب خرگوش میں
ہے۔ پچھلے دو سال میں اس کے احیاء کی کوشش ہوئی مگر وہ
کروٹیں بدل بدل کر پھر سو گئی۔ یہ ہے حقیقت آل انڈیا شیعہ
پولیٹیکل کانفرنس کی اور متذکرہ صدر ہے بنیادی اساس
آل انڈیا شیعہ کانفرنس کی۔ اس سے اور اس سے صرف اتنا
تعلق ہے کہ بعض ارکان، عہدہ دار اس کے اور اس کے
ایک ہیں اور چند جلسے اس کے اور اس کے یکے بعد دیگرے
ایک ہی مقام پر ہوئے جن کے شرکاء اکثر مشترک تھے مگر
ایسا ہونا قدرتی بات ہے کیونکہ شیعہ اقلیت میں سیاسی
حلقہ اور غیر سیاسی یعنی مذہبی تنظیمی حلقہ کے دائرہ مشترک
ہیں اور اس میں دونوں مذاق کے لوگ شامل ہیں جو دونوں
میں حصہ لیتے ہیں مگر اس کی وجہ سے یہ دونوں جماعتیں متحد المقصد
نہیں کہی جا سکتیں۔ سنہ ۱۹۵۳ء میں آل انڈیا شیعہ کانفرنس
کے متعلق پروپیگنڈا ہندوستان کے بعض اسٹیٹ میں کیا گیا کہ یہ
ایک سیاسی جماعت ہے۔ اس میں ملازمین سرکاری کو
شرکت نہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس طرح کا سرکلر بعض حکومتوں
نے جاری کر دیا جس پر ملازمین سرکاری نے کانفرنس کے
اراکین کو متوجہ کیا چنانچہ ہمارے احتجاج پر حکومت کو یہ
واضح ہو گیا کہ ہماری کانفرنس سوشل ہے اور سیاسی نہیں
ہے اور وہ سرکلر غلط فہمی میں جاری ہو گیا ہے پھر دوسرا
سرکلر حکومت کے نظریہ کو واضح کرتے ہوئے جاری کیا گیا
اور آج تک ہمارے ممبران مرکزی کمیٹی میں حکومتوں کے متعدد
افراد شامل ہیں۔ [illegible] اس کے اجلاس آل انڈیا شیعہ
کانفرنس میں سر [illegible] گورنر مدراس نے جو تقریر بحیثیت

وزیر [illegible] فرمائی ہے اس میں انہوں نے آل انڈیا شیعہ کانفرنس
کی غیر سیاسی حیثیت اور اس کے اقتصادی و تعلیمی، سماجی
تنظیم کی افادیت کا بڑے دل پذیر عنوان سے ذکر کیا ہے۔
جواہر لال جی نے بھی ہمارے احتجاج کے جواب میں انہیں
خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ چونکہ شیعوں کا گروہ
ہمیشہ وطن پرست رہا اس لئے یہ آزادی ملک کی تحریک میں
ہم شریک رہے ہیں۔ ان کی تجاویز ملکی سالمیت کے برقرار رکھنے
کے لیے جو امور ضروری تھے ان کی تائید میں ہوتی رہیں مگر ان کا
عنوان سیاسی کبھی نہ تھا۔ یوں تو مذہبی اور جماعتی امور بھی
عام سیاسیات ملک کے تحت میں آتے ہیں مگر اس کی وجہ سے
آل انڈیا شیعہ کانفرنس سیاسی جماعت نہیں ہو سکتی۔

آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے مقاصد اور طریقہ عمل
کے متعلق کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں جن کی وجہ سے
بعض حلقے اس کو بے عمل جماعت قرار دیتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ ۴۳ سال میں اس نے کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے
بس اجلاس سالانہ منعقد کر دیتی ہے اور کوئی عملی تحریک
سرانجام نہیں دیتی۔ حقیقت میں کسی جماعتی کانفرنس کو
جو دراصل ایک مشاورتی جماعت ہے عمل کا ذمہ دار قرار
دینا غلط ہے۔ مشورت کا نتیجہ عمل ضرور ہوتا ہے لیکن مشورت
اور عمل ایک ہی چیز نہیں ہے۔ جماعتی کانفرنسوں کا اصل
مقصد تحریک پیدا کرنا اور تنظیم کے ذرائع بتانا ہے بالفاظ
دیگر مشعل ہدایت روشن کرنا ہے۔ عمل ان کا کام ہے جن سے
وہ تحریک متعلق ہے۔ ایسی بعض تحریکیں ہو سکتی ہیں جن کا تعلیمی
تعلق بھی اس جماعت سے ہو مگر ایسی تحریکیں بھی صرف ایک
مرکز سے قابل تعمیل نہیں ہوتیں بلکہ ان کی تعمیل کے لیے بھی
تقسیم کار کے اصول پر عمل کرنا لازم ہے۔ اس نظریہ کے تحت
آل انڈیا شیعہ کانفرنس برابر کام کر رہی ہے اور بلا خوف
تردید کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت شیعوں میں جو بیداری پیدا
ہوئی ہے اور جو تنظیم ہوئی ہے وہ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کی

ہائیت و مشورت و تجاویز کا نتیجہ ہے۔ جتنی تدابیر تنظیم ملت کی تھیں اور جتنی تجاویز ان کے ترقی و بہبود کے لئے ضروری تھیں ان سب کی طرف آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے مقتدر صدروں کے پُر مغز خطبوں اور اُس کی تجاویز نے شیعوں کو متوجہ کیا۔ تبلیغ دین کے لئے مشن اور دار التالیف و تصنیف کی ضرورت' واعظین کے پیدا کرنے کے لئے مدرسہ و تنظیم کی ضرورت' یتامیٰ کی پرورش کے لئے یتیم خانوں کی ضرورت' تعلیم کے لئے کالجوں کی ضرورت' تعلیم نسواں کے لئے ابتدائی مکاتب اور ان کے لئے نصاب کی تدوین اور مدارس کی ضرورت' اقتصادی ترقی کے لئے تجارت و صنعت و حرفت کی طرف توجہ' طلباء کے لئے وظائف کی ضرورت' رسوم و رسوم کے ترک کرنے کی ہدایت' اپنے مقاصد اور مطالبات اور حقوق کے لئے پریس و اخبار کی ضرورت' اپنی قوم کے لئے ایک مرکزی اجتماع کی جگہ کی ضرورت' غرضیکہ کوئی ایسی تعمیری تجویز یا تحریک نہیں ہے جو آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے پلیٹ فارم سے اول اول نہیں اٹھی۔ کیا آل انڈیا شیعہ کانفرنس نے پہلے ہی اجلاس میں مدرسۃ الواعظین کا ریزولیوشن نہیں پاس کیا اور کیا مدرسۃ الواعظین لکھنؤ اور مہاراجہ صاحب محمود آباد کی خاص کا احسان نہیں ہے۔ کیا آل انڈیا شیعہ کانفرنس جو ۱۹۱۲ء میں قائم ہوا اور آج لاکھوں کی جائداد اوقاف دار ہے مستقل شیعہ کالج آل انڈیا شیعہ کانفرنس کی تحریک سے نہیں کھلا۔ کیا اس کی شاخیں دوسرے صوبوں میں بھی یتیم خانے جو قائم ہیں مثلاً شیا برج کلکتہ حیدرآباد' اسکول' مدراس' حیدرآباد' دہلی وغیرہ میں یتیم خانے میں قائم ہوئے کیا ___ ڈگری کالج اسی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے نہیں بنا۔ کیا جو ہائی اسکول امروہہ اور الہ آباد کے شیعہ اسکول ڈگری کالج اس سے پہلے بن گئے۔ کیا نصاب تعلیم دینی مکاتب جیسا کہ اب مرتب ہوا ہے شیعہ کانفرنس کے پہلے ہی تھا۔ کیا شعبہ اقتصادیات پہلے بھی بنا تھا۔ کیا سب سے پہلے اس نے غریب و نادار طلباء کے لئے وظائف فنڈ نہیں کھولا اور کیا اوقاف وظیفہ سادات کے بانیان نے اس کی تجاویز سے متاثر ہو کر انجمن وظیفہ سادات و مومنین کی بنا نہیں ڈالی۔ کیا اس نے ترک رسومات سیئیہ کی طرف قوم کو متوجہ نہیں کیا۔ کیا اس نے پہلے پہل شعبہ دار التالیف و دار الترجمہ نہیں کھولا اور اس نے صحیفہ کاملہ وغیرہ کو شائع نہیں کیا۔ اور کیا اب امامیہ مشن اسی نقش اول کا نتیجہ نہیں ہے۔ کیا قومی گھر لکھنؤ اور امامیہ ہال دہلی کے بنانے کی تحریک اس کے پلیٹ فارم سے نہیں ہوئی۔ اور یہ شاندار قومی عمارتیں اُسی بیداری کا نتیجہ نہیں ہیں جو اس کے پلیٹ فارم سے اٹھی۔ قومی سانحات میں بھی اسی کانفرنس نے ہمیشہ قیادت کی۔ انہدام کیا مسجد گوہر شاہ بربادی مزار و دیوار جنت البقیع ہر موقع پر اس کے احتجاج اور آواز بلند کرنے کی دادخواہی اور انسداد مظالم کی سعی کی۔ اوقاف کی واگزاری اس کے حصہ ہے وقف ایکٹ منصبیہ سپرنٹنڈنٹ وقف کورٹ جہاں آباد اور مدرسین وقف ایکٹ۔ اس سب میں اس کا نمایاں حصہ ہے۔ ابھی سال گزشتہ اسی کی بروقت تجویز سے اوقاف کے بارے میں قانون کے سلسلے میں حکومت نے کی توسیع ہند نے کی۔ سب تذکرہ تو میں اپنی یادداشت سے کر رہا ہوں۔ اگر آپ پچھلی ۳۶ اجلاسوں کی رودادیں آپ پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ ایک ادبی اور ثقافتی تعمیری ذخیرہ ہے جس میں شاید ہی کوئی پہلو بہبود و ترقی ملت جعفریہ کا نظر انداز ہوا ہو۔ تمام اقطاع ہند کی ضروریات کا جائزہ لینے کے لئے اس کے اجلاس تمام اقطاع ہند میں ملت کے روشن دماغ صاحب تدبیر و عمل مشاہیر قوم کی صدارت میں منعقد ہوئے ہیں اور ان میں کا حقہ جائزہ وہاں کی ضروریات کا لیا گیا ہے۔ قبل تقسیم ہند لاہور، منگلوری۔ گزشتہ سنہ میں بھی اس کے اجلاس ہو چکے ہیں اور ہمارے بھارت میں تو کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جہاں نہ ہوئے ہوں۔ بدقسمتی یا سوئے اتفاق سے اب تک مسلمانوں کے تعلیمی مرکز [illegible]

…میں جس ملت کا بڑا حصہ اُس کی موجودہ تعمیر میں ہو)
…اجلاس آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا منعقد نہیں ہوا جس
…سے ہمارے نوجوان قوم کے اس مرکز سے محروم ہیں
…اس ادارہ سے بے خبر سے ہیں اور جو اساتذہ ہیں
…سیاسی جماعت سمجھ کر اس میں حصہ لینے سے محترز رہیں
…امور نے یہاں اجلاس آئندہ منعقد کرنے کی ضرورت
پیدا کی ہے چنانچہ ایک مشورتی جلسہ میں میں نے اس کی مثال
دی ہے اور متفقہ طور پر یہ طے ہوا ہے کہ آئندہ اجلاس
…گڑھ میں منعقد کیا جائے باعث مسرت یہ امر ہے کہ
…مشورتی جلسہ میں ہر نقطۂ خیال کے معززات شریک تھے
اور سب نے اس تحریک کا خیر مقدم کیا۔ آئندہ اجلاس
…میں علی گڑھ میں ہوگا۔

ہم رہیں یا نہ رہیں آئے گی پھر فصل بہار
میرا ساقی ہے سلامت رہے جام رہے

تاریخ اسلام حصہ سوم

انشاء اللہ تاریخ اسلام کا تیسرا حصہ اور "ذاکری کی ڈویلپ
کتاب" کا حصہ اول بھی سنہ ۱۳۹۱ھ میں ممبران کو ملے گا۔

جن ممبران کا سال رواں کا چندہ واجب الادا ہے وہ
فوراً چھ نئے نوروپیہ ارسال فرما کر سال کے رسائل کا سٹ جس
میں بدر العزا بھی شامل ہو بذریعہ رجسٹری طلب فرمائیں
اور جن ممبران کا سنہ ۱۳۹۰ھ کا چندہ بیباق ہو وہ سنہ ۱۳۹۱ھ کا
چندہ ساڑھے آٹھ روپے بذریعہ منی آرڈر پیشگی ارسال
فرما دیں تاکہ مشن کو کاغذ کی خریداری میں مدد ملے۔

(الداعی الی الخیر)
سید ابن حسین نقوی عفی عنہ آنریری سکریٹری
امامیہ مشن لکھنؤ۳

نامِ علی

جناب سید باقر ادیب لکھنؤ

علیؑ کا نام بشارت ہے کامرانی کی
علیؑ کا نام علامت ہے زندگانی کی
علیؑ کا نام حکایت ہے جانفشانی کی
نوید نور سحر ہے یہ آدمی کے لئے
یہ نام تیشۂ مزدور کی چمک بن کر
بنا ہے راہ نما آج عصر نو کے لئے
یہ نام امن کا پیغامبر ہے دنیا میں

یہ نام مشعلِ راہِ نجات ہے یارو
اندھیری رات میں شمع حیات ہے یارو

حسینی فنڈ سنہ ۱۳۹۱ھ

(قسط ہشتم)

محترم برادرانِ ایمانی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بحمد اللہ حسینی فنڈ کی [illegible] جاری ہے۔ ہم درگاہ احدیت میں [illegible] دعا ہیں کہ وہ [illegible] آل [illegible] علیہم السلام ان تمام عاشقانِ حسین علیہ السلام کو [illegible] و آخرت میں دونوں جگہ عطا فرمائے [illegible] مرحمت فرمائے۔ آمین [illegible] ارسال فرمائے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں [illegible]

(۱) عالیجناب سید [illegible] صاحب [illegible] مراد آباد [illegible]
(۲) 〃 [illegible] صاحب [illegible] [illegible]
(۳) 〃 [illegible] صاحب [illegible] [illegible]
(۴) 〃 سید [illegible] صاحب نقوی (امروہہ) [illegible] آباد [illegible]
(۵) 〃 سید صادق حسن صاحب [illegible] [illegible]

ان [illegible] کیلنڈر سنہ ۱۹[illegible] اور [illegible] ماہ مبارک [illegible] سال [illegible]

برادرانِ ملت! [illegible] چکی ہیں اور اب ان کی طباعت کے [illegible] کی [illegible] ضرورت ہے لہذا تمام ممبران و [illegible] سے [illegible] توجہ فرمائیں [illegible] "حسینی فنڈ" میں ارسال [illegible] جلد سے جلد طبع ہو جائیں اور ماہ مبارک سے [illegible] "حسینی فنڈ" کو [illegible]

الداعی الی الخیر، سید [illegible] حسن نقوی [illegible] آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ۔

نمبر شمار	اسمائے گرامی معطیان	مقام	رقم موصولہ	نوعیت ممبری	کیفیت
۲۱۲	عالیجناب ایک عالم دین	سلطانپور	[illegible]	مربی شش	
۲۱۳	〃 سید منظور حسن صاحب عابدی (مونگیر)	[illegible]	[illegible]	ممبر خصوصی	[illegible]

کیفیت	نوعیت ممبری	رقم موصول	مقام	اسمائے گرامی معطیان	نمبر شمار
	لائف ممبر	[illegible]	مظفرنگر	عالیجناب سید محمد علی ۳ صف	۲۱
بغرض صحت و سلامتی خود و عزیزہ ایصال ثواب والدین مرحومین	ممبر خصوصی	[illegible]	مونگیر	〃 مرزا نشاط حسین صاحب (گورکھپور)	۲۱
	لائف ممبر	[illegible]	مرزاپور	〃 سید مشرف قاسم حمید صاحب رضوی	۲۱
		[illegible]	〃	〃 شمیم مرشد صاحب	۲۱۰
بغرض ایصال ثواب پدر والد مرحوم	ممبر خصوصی	[illegible]	ساران	〃 سید عشرت حسین صاحب (مہاراج گنج)	۲۱۸
	〃	[illegible]	رانگور	〃 سید مصطفیٰ حسین صاحب ایم اے	۲۱۹
	〃	۲۵ [illegible]	کسور	〃 سید ہادی حسن صاحب (بستی پور)	۲۲۰
		[illegible]	بارہ مولہ	〃 غلام حسین صاحب بٹ ٹیچر (دلنہ)	۲۲۱
		[illegible]	مرزاپور	〃 رام بابو صاحب جیسوال	۲۲۲
		[illegible]	ورنگل	〃 سردار حسین صاحب ڈرائیور (ہم کنڈہ)	۲۲۳
		[illegible]	پرتاپ گڑھ	〃 مس بیگم صاحبہ زوجہ احمد اللہ صاحب ڈرائیور (مانک پور)	۲۲۴
	ممبر خصوصی	[illegible] ۲۱	بہرائچ	〃 سید صادق حسن صاحب زیدی (نانپارہ)	۲۲۵
بغرض ایصال ثواب برادران مرحومین		[illegible]	لکھنؤ	برہان الدین صاحب خوشنویس	۲۲۶
		[illegible]	〃	〃 سید تنویر الحسن صاحب زیدی	۲۲۷
		[illegible]	مرادآباد	〃 سید علی صاحب کاظم مرچنٹ (امروہہ)	۲۲۸
		[illegible]	بہرائچ	شمیم فاطمہ صاحبہ رضوی (نانپارہ)	۲۲۹
		[illegible]	بارہ بنکی	〃 مولوی سید محمد جابر صاحب (مدراس)	۲۳۰
		۵	بارہ مولہ	〃 اختر علی صاحب انصاری (دلنہ)	۲۳۱
		۱۵۰	〃	〃 بشیر علی صاحب انصاری 〃	۲۳۲
		۱۵	〃	〃 ضمیر علی صاحب انصاری 〃	۲۳۳
		۱۵۰	〃	〃 کبیر صاحب انصاری 〃	۲۳۴
		۵	〃	〃 منصور مصطفیٰ صاحب انصاری 〃	۲۳۵
		۵۰	〃	〃 بلقیس فاطمہ صاحبہ انصاری 〃	۲۳۶
		۲۰	جھانسی	〃 سید تہذیب الحسنین صاحب جعفری	۲۳۷

میزان ۔ [illegible] ۱۶۵
میزان سابق ۔ [illegible] ۱۰۴۳
جملہ رقم موصولہ ۔ [illegible] ۱۲۰۸

بلڈنگ فنڈ امامیہ مشن لکھنؤ

(قسط سی و یکم)

بحمد اللہ "بلڈنگ فنڈ" کی یہ اکتیسویں قسط پیش کی جا رہی ہے۔ ہم درگاہ احدیت میں دست بدعا ہیں کہ وہ منعم حقیقی ان تمام عاشقان محسن علوم کو اس دینی نصرت اور علمی اعانت کا اجر بے حساب عطا فرمائے۔ وہ معصومین علیہم السلام دنیا و آخرت میں دونوں جگہ مرحمت فرمائے اور دیگر افراد دینی کو بھی اس اہم ضرورت کی جانب توجہ کی توفیق عطا کرے آمین ثم آمین

(۲) عزیزیت ممبران و معاونین کار سے بعد یاد وصول کرکے ارسال فرمائیے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ جزاہم اللہ خیرا لجزاء۔ ہم امامیہ مشن جناب ڈاکٹر غلام محمد بردی کے انتہائی ممنون ہیں کہ انھوں نے صرف دو مہینوں میں نو سو بیالیس روپیہ اپنے حلقہ اثر سے وصول کرکے ارسال فرمایا ہے ہم ان کے طول عمر اور توفیقات میں اضافہ کے لئے درگاہ احدیت میں دست بدعا ہیں۔ اگر ان ہی کی طرح ہمارے سب ممبران و معاونین کار اپنے اپنے حلقہ اثر میں کام شروع کر دیں تو مطلوبہ سرمایہ بہ آسانی فراہم ہو سکتا ہے۔

۱۔ عالیجناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بردی (کرگل) کشمیر — ۹۴۲/

۲۔ ״ سید حامد حسین صاحب قمر نوگانوی حیدرآباد — عہ/

۳۔ ״ محترمہ بیگم صاحبہ بشیر حسن صاحب الہ آباد — ۵/

ہم نے سرفراز ماہ ستمبر سنہ ۱۹۶۹ء میں ایک اسکیم کا تذکرہ کیا تھا وہ یہ ہے کہ صرف

برادران ملت! ایک ایک روپیہ کے ٹکٹ چھپوائے جائیں اور ممبران و معاونین کار جس تعداد میں طلب فرمائیں ان کو بھیج دیئے جائیں۔ وہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں ان کو فروخت کرکے رقم ارسال فرمانا شروع کر دیں۔ ایک روپیہ کی رقم ہماری ہر فرد بہ آسانی مرحمت فرما سکتی ہے۔ جن افراد دینی کو اس منعم حقیقی نے وسعت عطا کی ہو وہ زیادہ تعداد میں بھی یہ ٹکٹ خرید فرما سکتے ہیں۔ اس طرح بہ آسانی مطلوبہ سرمایہ فراہم ہو جائے گا۔ اور مشن کی ذاتی عمارت جلد تیار ہو جائے گی۔ اس وقت مشن کے کتب و رسائل کا ذخیرہ چار پانچ مقامات پر منتشر ہے اور بارش وغیرہ کے شدائد سے غیر محفوظ ہے۔ ممبران و معاونین کار سے استدعا ہے کہ وہ ہم کو اس اسکیم کے متعلق اپنے مشوروں سے جلد مطلع فرمائیں۔

اس قسط میں ہم نے ابتدا سے اکتیس اگست سنہ ۱۹۷۰ء تک کی آمدنی اور اخراجات کی رقم منہا کرکے موجودہ تحویل پیش کر دی ہے۔ اخراجات میں زمین کا خرید ...

کی گوائی اور چھ چھ فٹ گہری بنیاد کی بھرائی وغیرہ شامل ہے۔

(الداعی الی الخیر)

سید ابن حسین نقوی عفی عنہ آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ ۳

نمبر شمار	اسمائے گرامی معطیان		مقام	رقم	کیفیت
۱۳۰۰	عالیجناب ڈاکٹر محمد شفیع صاحب رضوی	کرگل	لداخ	صہ	
۱۳۰۱	" غلام عباس صاحب	"	"	صہ/	
۱۳۰۲	" عبدالحسین صاحب	"	"	سہ/	
۱۳۰۳	" محمد عباس صاحب	"	"	صہ/	ہمدردستن
۱۳۰۴	" احمد حسین صاحب کمپاؤنڈر	"	"	صہ/	
۱۳۰۵	" غلام عباس صاحب سنیٹری انسپکٹر	"	"	صہ/	
۱۳۰۶	" محمد حسن صاحب	"	"	صہ/	
۱۳۰۷	" حاجی مہدی صاحب	"	"	صہ/	
۱۳۰۸	" ایم امین صاحب	"	حیدرآباد	سہ/	
۱۳۰۹	" غلام حسین صاحب جاروب کش	"	لداخ	سہ/	
۱۳۱۰	" حاجی حاجی صاحب	"	"	سہ/	
۱۳۱۱	" عطاء اللہ صاحب	"	"	عہ/	ہمدردستن
۱۳۱۲	" محمد ابراہیم صاحب کھنگ	"	"	صہ/	
۱۳۱۳	" محمد حسین صاحب گوگمل	"	"	صہ/	
۱۳۱۴	" حاجی احمد (عمار؟) صاحب	"	"	صہ/	
۱۳۱۵	" غلام حسین صاحب سدمگاہ	"	"	صہ/	
۱۳۱۶	" محترمہ زینب صاحبہ دایا	"	"	صہ/	
۱۳۱۷	" محمد علی صاحب	"	"	صہ/	
۱۳۱۸	" فدا حسین صاحب	"	"	صہ/	
۱۳۱۹	" حاجی محمد یوسف صاحب	"	"	صہ/	
۱۳۲۰	" غلام محمد صاحب	"	"	عہ/	
۱۳۲۱	" غلام عباس صاحب	"	"	عہ/	
۱۳۲۲	" قلبی علی صاحب	"	"	عہ/	
۱۳۲۳	" حکیم سید حسن احمد صاحب جے پوری		اکولا	عہ/	لائف ممبر

نمبر شمار	اسمائے گرامی معطیان		مقام	رقم	کیفیت
۱۳۲۴	عالیجناب جی نور صاحب انجینیر		جمشید پور	سہ/	مرحوم
۱۳۲۵	″ علی غلام صاحب	کرگل	لداخ	عہ/	
۱۳۲۶	″ محمد حنیف صاحب	″	″	عہ/	
۱۳۲۷	″ غلام محمد صاحب	″	″	عہ/	
۱۳۲۸	″ محمد حسین صاحب نقشو	″	″	عہ/	
۱۳۲۹	″ محمد حسن صاحب	″	″	عہ/	
۱۳۳۰	″ ہادی علی صاحب	″	″	عہ/	
۱۳۳۱	″ محمد حسن صاحب	″ آباتی	″	سہ/	
۱۳۳۲	″ حاجی صادق علی صاحب	کرگل	″	عہ/	
۱۳۳۳	″ محمد ابراہیم صاحب گوبگ	″	″	عہ/	
۱۳۳۴	علی نقی صاحب	″	″	عہ/	
۱۳۳۵	″ محمد حسین صاحب ، فیلڈ ڈرکر	″	″	عہ/	
۱۳۳۶	″ محمد علی صاحب	″	″	سہ/	
۱۳۳۷	″ محمد صاحب ثانی	″	″	عہ/	
۱۳۳۸	″ غلام علی صاحب	″	″	عہ/	
۱۳۳۹	″ غلام محمد صاحب ، گوبگ	″	″	عہ/	
۱۳۴۰	″ محمد سید صاحب	″	″	عہ/	
۱۳۴۱	″ کاچو عبدالرحمٰن صاحب		″	عہ/	
۱۳۴۲	″ شمشیر خان صاحب	″	″	سہ/	
۱۳۴۳	″ غلام حیدر خان صاحب	″	″	عہ/	
۱۳۴۴	″ محمد ابراہیم صاحب	″	″	عہ/	
۱۳۴۵	″ محمد حسین صاحب	سسل کوٹ	″	سہ/	
۱۳۴۶	″ سید ایوب علی صاحب لعول		اناؤ	عہ/	مرحوم
۱۳۴۷	″ آغا اسد صاحب	کرگل	لداخ	عہ/	
۱۳۴۸	″ غلام محمد صاحب	″	″	عہ/	
۱۳۴۹	″ محمد حسین صاحب	″	″	عہ/	
۱۳۵۰	″ حاجی حسین صاحب	″	″	عہ/	
۱۳۵۱	″ محمد عبداللہ صاحب	″	″	عہ/	

نمبر	اسمائے گرامی معطیان		مقام	رقم	کیفیت
[illegible]	جناب غلام احمد صاحب کوکو	کرگل	لداخ	عـہ/	
۱۳۵۳	" آخون محمد حسین صاحب	"	"	عـہ/	
۱۳۵۴	" رحیم صاحب	"	"	عـہ/	
۱۳۵۵	" محمد ابراہیم صاحب	"	"	عـہ/	
۱۳۵۶	" حاجی ابراہیم صاحب	"	"	عـہ/	
۱۳۵۷	" محمد موسیٰ صاحب	"	"	عـہ/	
۱۳۵۸	" محمد باقر صاحب	"	"	عـہ/	بھیجا گیا [illegible]
۱۳۵۹	" محمد علی صاحب	"	"	عـہ/	
۱۳۶۰	" محمد رضا صاحب	"	"	معہ/	
۱۳۶۱	" فدا حسین صاحب گیاپق	"	"	معہ/	
۱۳۶۲	" محمد سہیل صاحب کہاؤ ٹھد	"	"	صہ/	
۱۳۶۳	" موسیٰ علی صاحب لقطو	"	"	صہ/	
۱۳۶۴	" محمد حسن صاحب گرونگ	"	"	صہ/	
۱۳۶۵	" سکینہ صاحبہ	"	"	صہ/	
۱۳۶۶	" محمد علی صاحب گیاپق	"	"	صہ/	
۱۳۶۷	" غلام محمد صاحب لقطو	"	"	صہ/	
۱۳۶۸	" محمد حسین صاحب گیاپق		"	صہ/	
۱۳۶۹	" فدا حسن صاحب طالب علم	"	"	صہ/	
۱۳۷۰	" اہلیہ جناب خورشید حسن صاحب	مانک پور	پرتاب گڑھ	صہ/	
۱۳۷۱	" حاجی عبدالرحیم صاحب	کرگل	لداخ	صہ/	
۱۳۷۲	" آخون حیدر صاحب	"	"	صہ/	
۱۳۷۳	" غلام حسین صاحب	"	"	صہ/	
۱۳۷۴	" آخون ابراہیم صاحب	"	"	صہ/	
۱۳۷۵	" امیر علی جو صاحب	"	"	صہ/	
۱۳۷۶	" رحمت اللہ صاحب	"	"	صہ/	
۱۳۷۷	" حیدر صاحب	"	"	صہ/	
۱۳۷۸	" محمد صاحب درزی کا	"	"	صہ/	
۱۳۷۹	" حاجی غلام عباس صاحب	"	"	صہ/	

نمبر شمار	اسمائے گرامی معطیان		مقام	رقم	کیفیت
۱۳۸۰	عالیجناب حاجی غلام رسول صاحب	کرگل	لداخ	صہ/	
۱۳۸۱	" موسیٰ علی صاحب	"	"	صہ/	
۱۳۸۲	" مرتضیٰ صاحب	"	"	صہ/	
۱۳۸۳	" حاجی غلام عباس صاحب	"	"	سے/	
۱۳۸۴	" محمد علی صاحب زنگنگ	"	"	سے/	
۱۳۸۵	" حاجی غلام حسین صاحب	"	"	سے/	بمد دمشق
۱۳۸۶	" عبد اللہ صاحب	"	"	سے/	
۱۳۸۷	" آخون محمد اکبر صاحب	"	"	سے/	
۱۳۸۸	" حاجی محمد عبد اللہ صاحب	"	"	سے/	
۱۳۸۹	" حاجی حسین صاحب	"	"	سے/	
۱۳۹۰	" سید محمد جعفر صاحب زیدی		اناؤ	[illegible]	برخصوصی
۱۳۹۱	" محترمہ کنیز سجاد صاحبہ		الہ آباد	عہ/	
۱۳۹۲	" اہلیہ سہراد [illegible] صاحب		"	عہ/	
۱۳۹۳	محترمہ کوثری بیگم صاحبہ		"	عہ/	
۱۳۹۴	" صفدری بیگم صاحبہ		"	عہ/	
۱۳۹۵	" حاجی غلام محمد صاحب	کرگل	"	عہ/	
۱۳۹۶	" آخون محمد صاحب	"	"	عہ/	
۱۳۹۷	" غلام حیدر صاحب	"	"	عہ/	
۱۳۹۸	" محترمہ کنیز کبریٰ صاحبہ		"	عہ/	
۱۳۹۹	" اہلیہ سید نثار حسن صاحب		"	عہ/	
۱۵	" محمد حسین صاحب (اساء)	کرگل	لداخ	صہ/	
۱۵۰۱	" اہلیہ محترمہ حسن طاہر صاحب		الہ آباد	۱۲۵	
۱۵۰۲	" اہلیہ سید وجاہت حسین صاحب دریاآباد		"	۱۲۵	

میزان	[illegible] / ۱۲۵	۱۱ ۱
میزان سابق	[illegible] / ۱۵۹	۴۵۹۰
کل رقم موصول	[illegible] / ۱۸۱	۴۶۰۱
اخراجات تا ایندم	[illegible] / ۱۲۹	۵۸۹۰
موجودہ تحویل	[illegible] / ۱۳۲	۱۶۹۰

یہ مخصوص کتابیں جو نایاب مجرب دُعاؤں و عملیات کا شاہکار ہیں جو عوام کی نظروں سے اب تک پوشیدہ تھیں پڑھیے

۱۔ کتاب کنز الاسرار۔ ہر درد کی دوا مشکل کام کی کنجی [illegible] عملیات [illegible] قیمت [illegible]

۲۔ رسالہ اسرار الٰہی۔ [illegible] کا رسالہ ہے ۳۵ پیسے

۳۔ رسالہ نادِ علی [illegible] مظلوموں کیلئے [illegible] ۳۷ پیسے

۴۔ رسالہ راہِ نجات [illegible] طریقہ بتایا ہے ۶۲ پیسے

۵۔ رسالہ نماز [illegible] ۳۵ پیسے

۶۔ رسالہ عذاب الٰہی [illegible] ۳۱ پیسے

۷۔ رسالہ صحیفۃ المؤمنین [illegible] ہر گھر میں ضروری ہے ۱/۲۵

۸۔ رسالہ [illegible] الاعمال مخصوص اور مجرب دعاؤں و عملیات [illegible] جو عوام کی نظروں سے پوشیدہ تھا ۵۰ پیسے

۹۔ رسالہ تزکیۂ نفس خدا کی معرفت [illegible] ۳ پیسے

۱۰۔ فالنامہ قرآنی [illegible] ۲۵ پیسے

۱۱۔ قصہ اصحاب کہف [illegible] قیمت ۵۰ پیسے

۱۲۔ امام آخر الزماں [illegible] ۳۱ پیسے

۱۳۔ فلسفہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم [illegible] ۳۰ پیسے

۱۴۔ مرثیہ شہادتِ عظمیٰ [illegible] ۳۰

۱۵۔ شاہکار حیات رسول کریم [illegible] ہر گھر میں رکھے [illegible] حاصل ہو۔

۱۶۔ رسالہ روحِ اسلام [illegible] ۵۷

۱۷۔ [illegible] زندگی کو خوشگوار بنائیے ۱/۲۵

ملنے کا پتہ

فیض عام کتاب گھر، امتیاز بلڈنگ اترولہ ضلع گونڈہ

احباب پبلشرز اقبال منزل گولہ گنج، لکھنؤ

ہم صفیرو اک ذرا آواز پر آواز دو

محترم برادران ایمانی۔ سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا یہ واحد اپنی تبلیغی مشن ملت جعفریہ کی جو اہم خدمات انجام دے رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہیں یہ سب تائید ایزدی اور آپ برادران دینی کے تعاون ہی کا نتیجہ ہے جس کا اجر حضرات چہاردہ معصومین علیہم السلام ہی سب کو دنیا و آخرت میں دونوں جگہ بارگاہ احدیت سے دلائیں گے

۱۹۷۱ء میں یہ امامیہ مشن سخت مشکلات سے دوچار رہا اور اس کی زندگی اور موت کا سوال بار بار سامنے آیا۔ سال گزشتہ ملکی ہنگامہ و فساد کے سبب ایک ماہ سے زائد تعطل کی سی کیفیت رہی اور ہر فرد کے سامنے وقت کی اہم ضرورت شعبہ ریلیف کمیٹی کی امداد تھی۔
میں ہمیشہ ہر سال ماہ محرم سے قبل آئندہ محرم کے لئے لٹریچر کی تیاری کا کام شروع کر دیا کرتا ہوں اور اس زمانہ میں جو آمدنی ہوتی ہے وہ مستقل مطالبات ادا کرنے کے بعد باقی رہتی ہے وہ کاغذ کی خریداری کے لیے محفوظ کیا جاتا ہے۔ مگر اس عرصہ میں آمدنی برائے نام رہی اور اسی طرح جب طباعت شروع ہونے کا وقت آیا تو فوری انتظام کر کے کاغذ خریدا جاتا جس کی قیمت یکایک ڈیوڑھی ہو گئی یعنی بیس روپیہ ریم کا کاغذ جس پر تین سو رسائل طبع ہوا کرتے ہیں وہ تیس روپیہ ریم تک ہو گیا۔ مجبوراً خریدنا پڑا۔ جب رسائل کی روانگی کا وقت آیا تو حکومت نے ... [illegible] ... کاغذ کی گرانی اور صرفہ ڈاک کے اضافہ نے ہزاروں روپیہ کا نقصان ... [illegible] ... اس کے قریب ادا کرنا باقی ہے

حسب معمول امسال ماہ مبارک ... [illegible] ... "خطب حسینیہ" ہی سے شائع ہوئے ہیں۔ یہ سب تبرکات کتابت ہو کر تیار ہیں ... [illegible] ... حسینی ... کو چھپا دیا ہے تاکہ ماہ مبارک رمضان سے قبل سب کو ... [illegible] ... ہو جائے

اس وقت مشن کو روپیہ کی سخت ضرورت ہے لہٰذا ... [illegible] ... ہوں کہ

(۱) جن ممبران خصوصی کا سالانہ چندہ باقی ہے وہ براہ کرم سالانہ چندہ ممبری اور ... روپیہ صرفہ ڈاک) فوراً ارسال فرما کر ۱۳۹۲ھ کے رسائل کا سٹ اس میں بعد اعزازی شامل کر کے ہدیہ وجلد طلب فرما لیں یا ہم کو وی پی روانہ کرنے کی اجازت دیں۔

(۲) جن ممبران خصوصی کا سالانہ چندہ ۱۳۹۱ھ کے ساتھ باقی ہے وہ بھی آٹھ روپیہ پیشگی ارسال فرما دیں تاکہ مشن کو کاغذ کی خریداری میں مدد ملے۔

(۳) ہم ممبران اپنے اپنے حلقۂ اثر سے کم از کم دو دو جدید ممبر فراہم کر کے مشن کو تقویت پہونچائیں۔

(۴) جن ممبران کے لیے ممکن ہو وہ خصوصی سے لائف ممبر بن کر مستقل سرپرست بن جائیں اور ادارے کی مالی مشکلات کو دور کرنے میں امداد فرما کر عنداللہ ماجور و ثواب حاصل کریں۔ وما علینا الا البلاغ۔

(الداعی الی الخیر)

سید ابن حسین نقوی عفی عنہ آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ ۳

ضرورتِ رشتہ

صحیح النسب سید اثنا عشری خاندان کے ایک ڈبل ایم' اے' ایل' ٹی لکچرر کے لئے خوبصورت تعلیم یافتہ نیک طینت
[لڑ]کی کی اور اس کے اور اس کی دو سلیقہ مند قبول صورت نیک طینت بہنوں کے لئے مناسب لڑکوں کی ضرورت ہے۔
[ا]یک لڑکی ایم' اے' ایل' ٹی اور دوسری ہائی اسکول تک پڑھی ہوئی ہے۔ بدلے اور جہیز کی کوئی شرط نہیں ہے۔ ذیل کے پتہ پر خط وکتابت
[ک]ریں۔ الف۔ ع۔ معرفت دفتر ہفتہ وار سرفراز لکھنؤ ۳

مجاہدۂ کربلا

مشن کے سابق کتب و رسائل میں سے "حسینؑ اور اسلام"، "معرکۂ کربلا"، "مجاہدۂ کربلا"، "محاربۂ کربلا" اور "اسیری اہل حرم" یکجا شائع کر دینے کی ضرورت ہے تاکہ اقوام عالم کے سامنے واقعۂ کربلا ابتداء سے آخر تک اپنے پس منظر کے ساتھ آجائے۔ یہ کتاب "مجاہدۂ کربلا" کے نام سے سفید کاغذ پر جلد مع دیدہ زیب گردپوش کے شائع کرنے کے لئے ایک ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ اگر ایک یا چند خیر افراد ملت مطلوبہ سرمایہ فراہم کر دیں تو آئندہ محرم میں یہ کتاب بھی شائع ہو سکتی ہے۔ وہی منعم حقیقی توفیقات کا عطا فرمانے والا ہے۔

الداعی الی الخیر
سید ابن حسین نقوی عفی عنہ
آنریری سکریٹری امامیہ مشن۔ لکھنؤ نمبر ۳

ممبران مشن جلد توجہ فرمائیں

جن ممبران خصوصی کا سال رواں کا چندہ واجب الادا ہو وہ مبلغ آٹھ روپیہ پچھتر پیسے (سالانہ چندہ ممبری اور دو روپیہ صرف ڈاک) جلد بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر ۱۳۹۰ھ کا سٹ جس میں "بدر العزا" بھی شامل ہے بذریعہ رجسٹری طلب فرمائیں یا ہم کو وی پی روانہ کرنے کی اجازت دیں۔ کتاب "بدر العزا" قریب ختم ہے۔ اگر آپ نے فوراً زر چندہ ارسال نہ فرمایا تو یہ بیاض جب کہ طبع ہوگی تب ہی مل سکے گی۔

جن ممبران خصوصی کا امسال کا چندہ بیباق ہو وہ ساڑھے آٹھ روپیہ بابت چندہ سال ۱۳۹۱ھ جلد ارسال فرمادیں تاکہ مشن کو کاغذ کی خریداری میں مدد مل سکے۔

الداعی الی الخیر۔ سید ابن حسین نقوی عفی عنہ آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

احباب دہ سورہ

قرآن مجید کے دس سورے جن کی روزانہ تلاوت کی جاتی ہے۔ با ترجمہ اور دیدہ زیب کتابت و طباعت۔ ھدیہ ۵۰/۱ روپیہ

حمائل شریف

مترجم مولانا فرمان علی صاحب مرحوم۔

ھدیہ ۱۵/- روپئے

لاکٹ تعویزی

خوبصورت کور کے ساتھ

ھدیہ ۵۰/۱ روپیہ

دعائے نور تعویزی

جو خوبصورت بلاک سے طبع ہوئی ہے۔

ھدیہ ۱۰/- پیسے

ضروری دعائیں

اس میں کئی دعائیں شامل ہیں۔ مع ترجمہ۔ ھدیہ ۵۰/- پیسے۔

دعائے مشلول

مترجم دیدہ زیب

ھدیہ ۲۰ پیسے

دعائے کمیل

مترجم دیدہ زیب۔ ھدیہ ۲۰/ پیسے

دعائے سمات مترجم

ھدیہ ۴۰ پیسے

حدیث کساء

مترجم دیدہ زیب ھدیہ ۲۰/ پیسے

دعائیں تعویزی

جو بلاک سے خوبصورت چھپی ہے

دعائے سوسن — ہفت ہیکل

ام صبیان — حرز جواد

حرز ابی دجانہ — دعائے نور

وغیرہ وغیرہ — ۱۰/ پیسے

اوراد مقبول

مولانا مقبول احمد صاحب کی چودہ چھوٹی دعائیں جس کی ہر وقت ضرورت ہے۔

ھدیہ ۲۵/ پیسے

وظائف الابرار

مترجم، صاف، ستھری طباعت

ھدیہ ۵۰/۳ روپئے

ہفت وار
سرفراز لکھنؤ

جلد ۴۸ ۲۵ ستمبر ۱۹۷۰ء نمبر ۲۶،۲۷

مسلمانوں کو الگ تنظیم کی ضرورت کیوں؟

ہمارا بنیادی خیال ہے کہ ملک میں مذہبی، علاقائی ثقافتی اور لسانی بنیادوں پر کسی فرقہ کو بھی اپنی علاحدہ سیاسی تنظیم نہ کرنا چاہئے۔ اس برصغیر میں، جہاں بہت سے مذہب، بہت سی زبانیں، بہت سی تہذیبیں، اور بہت سے رسم و رواج پائے جاتے ہیں، وہاں الگ الگ ثقافتی تنظیمیں تو ہو سکتی ہیں مگر ان اختلافات کے باوجود جداگانہ سیاسی تنظیموں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ جہاں تک سیاسی مفادات کا تعلق ہے تمام ہندوستانیوں کے سیاسی مفادات ایک ہی ہیں۔ ایسی صورت میں اگر مختلف فرقوں نے اپنی جدا جدا سیاسی تنظیمیں قائم کیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ تنظیمیں ایک دوسرے کی حریف و رقیب بن کر ایک دوسرے کے خلاف محاذ قائم کر لیں گی اور آپس میں لڑ بھڑ کر ملک کے مجموعی مفاد کو گزند پہنچاتی رہیں گی۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جن سنگھ، آر ایس ایس ہندو مہا سبھا، شیو سینا، مسلم مجلس اور مسلم لیگ سب کو ختم ہو جانا چاہئے۔ جنہوں نے اپنے وجود سے ملک کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ بلکہ وہ نقصان پہنچانے کا سبب ہی بنی ہیں۔ اور انہوں نے مختلف فرقوں کے درمیان انتشار ہی پھیلایا ہے۔

اسی نقطۂ نظر کے ماتحت ہم نے یو پی میں مسلم لیگ کے قیام اور انڈین مسلم لیگ کی توسیع کی حامیانہ کوششوں کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے اور سرفراز کے کالموں میں ان کی مخالفت کی ہے۔ یہ کوششیں نہ ملک کے مفاد کو تقویت پہنچا سکتی ہیں اور نہ خود مسلمانوں ہی کے مفاد کی تقویت کا سبب بن سکتی ہیں۔ ہم نے ہمیشہ مسلمانوں کو یہی صلاح دی ہے اور آج بھی ہمارا یہی مشورہ ہے کہ وہ ملک کی سیکولر اور ترقی پسند سیاسی پارٹیوں میں اپنی پسند کے مطابق شامل ہو کر اس جارحانہ فرقہ پرستی کے استیصال کی کوشش کریں جو ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کئے ڈال رہی ہے اور خود مسلمانوں کی تباہی کا سبب بن رہی ہے۔ اگر اپنی الگ سیاسی تنظیم کر کے انہوں نے جارحانہ فرقہ پرستی کا مقابلہ کیا تو وہ اس میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے بلکہ اس طرح اکثریتی فرقہ پرستوں کے حملوں میں اور زیادہ کثرت و شدت پیدا ہو سکتی ہے جو نتیجتاً مسلمانوں ہی کے لئے تباہ کن ہوں گے۔ جب مسلمان سیکولر قوتوں سے مل کر فرقہ پرستی کو زیر کر لینے میں کامیاب ہو جائیں۔ اس وقت وہ بہ آسانی اطمینان قلب کے ساتھ ملک کی ترقی اور اس کے سود و بہبود کے کاموں میں لگ سکتے ہیں۔

لیکن جب ہم تنہائی کے لمحوں میں ٹھنڈے دل سے یہ سوچتے ہیں کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ مسلم لیگ یا مسلم مجلس جیسی جداگانہ سیاسی تنظیمیں قائم کر کے اپنے تحفظ کے خواب کیوں دیکھتے ہیں تو ہم اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وہ ایسا اس احساس کمتری کی [illegible]

[illegible] کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ جن میں انھیں [illegible] بعد والے حالات نے مبتلا کر دیا ہے۔ ۲۳ سال سے [illegible] دارانہ ہنگاموں کے عذاب میں مبتلا کر دیئے گئے ہیں اور مسلسل انہی تباہ کاریوں نے انہیں اپنے حال اور مستقبل سے غیر مطمئن بنا رکھا ہے وہ ہر طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر امداد کے لئے دیکھ رہے ہیں مگر ہر سمت مایوسی کا گھٹا ٹوپ اندھیرا ہی دکھائی پڑتا ہے عالم یاس میں وہ ادھر ادھر ہاتھ مارتے ہیں مگر مفر کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ انھیں ہمہ وقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کس وقت اور کس جگہ جارحانہ فرقہ پروری اور مذہبی تنگ نظری اور عصبیت سے پیدا ہونے والی اچانک تحریک ان کے خرمن امن و عافیت پر برق سوزاں بنکر گر پڑے۔

اب تک کے حالات دمشا ہدات یہ بتا رہے ہیں کہ کسی صورت کا انتظامیہ اپنے یہاں کے مسلمانوں میں احساس تحفظ و سلامتی پیدا کرنے میں ناکام رہا ہے اور مسلمان یہ سمجھنے لگے ہیں کہ آر ایس ایس جیسی فرقہ پرست تنظیموں کے ارکان حکومت کے شعبوں میں در پیٹھ حاصل کر چکے اور یہ چند مچھلیاں پورے تالاب کو گندہ کئے ہوئے ہیں اگر امن و قانون کے رکھوالے مسلمانوں کی جان و مال کا تحفظ کر سکتے تو آزادی کے بعد سے ہونے والے ہزارہا بلوؤں میں ان کا انتہائی تباہ جانی و مالی نقصان کیوں ہوتا۔ اگر مرکزی اور صوبائی حکومتوں نے فرقہ پرستی کو کچلنے کی پرخلوص سعی کی ہوتی تو ان فسادات کی عددی کثرت اور شدت میں کچھ تو کمی آتی لیکن دنیا دیکھ رہی ہے کہ شاید ہی کوئی مہینہ ایسا خالی گیا ہو جبکہ ملک کے کسی نہ کسی حصے میں بلوہ برپا نہ ہوا ہو یا جہاں

فرقہ وارانہ کشیدگی نہ پائی گئی ہو۔

سیکولر اور ترقی پسند سیاسی پارٹیوں کے لیڈر بھی جارحانہ فرقہ پرستی سے اتنے مرعوب معلوم ہوتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے تحفظ کی کھل کر کوشش سے ہچکچاتے ہیں اور فرقہ پرستوں کی ناراضی سے بچنے کے لئے بعض وقت الٹا مسلمانوں ہی کو مورد الزام قرار دینے لگتے ہیں۔

مسٹر جے پرکاش نرائن تک کو اس خیال کے اظہار میں باک نہیں ہوتا کہ فرقہ وارانہ بلوؤں میں پہل مسلمانوں کی طرف سے ہوتی ہے گویا مسلمان اپنی تباہی و بربادی کو دعوت دیتے ہیں۔

یہی نہیں رانچی کے فساد کے موقع پر تو انہوں نے اکثریت کی بے گناہی پر بڑے رعب بھرے لہجہ میں باتیں کی تھیں

غرضکہ غلط ہو یا صحیح مسلمان یہ سوچنے لگا ہے کہ کیا ان کے معاملے میں ہر چھوٹے بڑے غیر مسلم سیاسی لیڈر کے سوچنے کا ایک ہی طریقہ ہے اس خیال کو اس وجہ سے اور تقویت پہونچتی ہے کہ حکومت نے حال ہی میں جو بل فرقہ پرست تنظیموں پر پابندی لگانے کے سلسلہ میں پیش کیا تھا اس کی مخالفت کسی نہ کسی وجہ سے ہر فرقہ پرست اور سیکولر پارٹی کے ممبران پارلیمنٹ نے کی۔

مسٹر اٹل بہاری واجپئی کی مخالفت تو خیر سمجھ میں آتی ہے لیکن تعجب تو یہ ہے کہ پرفلنگ گیا کانگریس کے ممتاز رکن ڈاکٹر رام سبھاگ سنگھ ہی نہیں بلکہ جے پی کے کمیونسٹ لیڈر مسٹر ڈانگے نے بھی اس کی مخالفت میں یہ کہکر آواز بلند کی کہ اگر یہ بل پاس ہو گیا تو حکومت اسے ٹریڈ یونینوں کے خلاف استعمال کرے گی۔ مسٹر ڈانگے نے یہ نہ سمجھا کہ وہ ایک موہوم

حقوق کی بنیاد پر اس بل کو واپس لینے کے لئے زور دے رہے ہیں۔ جس کی عدم موجودگی میں مسلمان اسی طرح تباہ و برباد ہوتے رہیں گے

یہ تو بالکل ظاہر تھا کہ حکومت فرقہ پرستوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس بل کو منظور کرنا چاہتی تھی ۔ کہ مزدور تحریک کے لیڈروں کو جس [illegible] زیادہ [illegible] حکمت [illegible] اس بل کو [illegible] فرقہ پرستی کو [illegible] جائے گا [illegible] غیر فرقہ پرست تحریک کو [illegible] ہیں

[illegible] منظور [illegible] ہوا کہ حکومت [illegible] کے مطابق [illegible] مختلف [illegible] کہ [illegible] مشورہ [illegible] پیش کیا جائے گا

[illegible] اور ابھی [illegible] آنکھوں [illegible] کے میدان [illegible] ہیں [illegible]

یہی وہ حالات [illegible] اور [illegible] کر [illegible] تشکیل [illegible] مطالبہ [illegible] کی طرف [illegible] ہیں [illegible] طرح [illegible] کوئی شکل صورت [illegible]

[illegible] اور سیاسی [illegible] کی طرف [illegible] پوری توجہ [illegible] رہے گا جس کے نتیجے میں ہندو فرقہ پرستی

ان پر اور بڑھ بڑھ کر جان لیوا حملے کرتے رہیں گے اور تباہ و برباد اور ہلاک ہوتے رہیں گے۔ جس کا بالآخر یہ بھی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ نو کروڑ کی اقلیت جس پر اقلیت کی تعریف ہرگز صادق نہیں آتی۔ اس سے ہٹ جائے مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ جب کروڑ باشندوں کے ختم ہو جانے کے بعد ملک کی صحیح و سالم نہیں رہ سکتا اور جس جیسی کوئی قیمتی اور بے دردی طاقت آ کر ملک پر قبضہ جما سکتی ہے اور بقیہ اسعف کو اپنا غلام بنا سکتی ہے

مسلمان [illegible] جو اپنی جداگانہ تنظیم کی بات کرتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ حالات سے مجبور ہو گئے ہیں اور مایوسی و نا امیدی میں ان کا اس طرح سوچنا بیاشبہ جیسے کہ کوئی ڈوبتا ہوا تنکے کا سہارا لینے کی کوشش کرے ۔

سرفراز رجب نمبر :-

ابھی ہم یہ وجوہ رجب نمبر ۱۲ ر رجب سے پہلے نہیں نکال سکے جس کا ہم نے پہلے ہی اعلان کر دیا تھا۔ اب یہ مبارک نمبر ۲۷ ر رجب کی مبارک و مسعود تاریخ پر نکالا جا رہا ہے ۔

اس نمبر کو ہم نے حتی المقدور زیادہ سے زیادہ دلچسپ بنانے کی کوشش کی ہے ۔ توقع اور دعا ہے کہ ہماری یہ ناچیز سعی مشکور ہو اور ناظرین کرام کی نظروں میں شرف قبولیت حاصل کر سکے ۔

یہ نمبر دلچسپ و دل پسند اور معیاری مضامین و منظومات کے گلدستے کی حیثیت رکھتا ہے ۔ ہم نے سب سے پہلے علامہ سید محمد سبطین صاحب قبلہ سرسوی طاب ثراہ کی کتاب "کوکب دری فی فضائل علی" کی ترجمہ کتاب کا دیباچہ دیا ہے علامہ مرحوم نے

[illegible]
[illegible] خصوصی کا ترجمہ
[illegible] کا ترجمہ دیا ہے جو لکھا
[illegible] ہم نے اسی دیا ہے
[illegible] شامل کیا ہے۔

دوسری [illegible] ہم نے اس میں شامل کی ہے وہ امیر المومنین حضرت علیؑ کے ۱۲ مکتوبات ہیں جن کا ترجمہ [illegible] آبادی مرحوم نے کیا تھا۔ ان دو گرانقدر مقالوں کے علاوہ بلند پایہ اہل قلم کے مضامین اور شعرا حضرات کے منظومات شامل کئے گئے ہیں۔

غرضکہ اس نمبر کو ہم نے اپنے امکان بھر دلچسپ مفید بنانے کی سعی کی ہے۔ اب یہ قارئین کے حسن مطالعہ پر موقوف ہے کہ وہ اس نمبر کو کس حد تک پسند فرماتے ہیں۔

۱۳ رجب کا چراغاں اور محفلیں۔

۱۳ رجب کے سلسلے میں یہاں مومنین لکھنؤ کے یہاں گھر گھر نذر و نیاز اور محفلیں ہوئیں اور اس تقریب کی خوشی میں حسب حیثیت چراغاں بھی کیا گیا۔

اس تاریخ کو حسب دستور قدیم مسجد تحسین علی خان چوک کو خوب آراستہ کیا گیا تھا۔ برقی روشنی اور آرائش کی وجہ سے یہ خانہ خدا بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ باہر بھی سڑک پر دور تک پھاٹک نصب کئے گئے تھے۔ ہر پھاٹک پر روشنی کا بھی انتظام ہوتا ہے لیکن اس سال چونکہ ایک ہفتہ تک شدید بارش ہوتی رہی اور ۱۳ رجب کو بھی بارش کا سلسلہ جاری تھا اس لئے روشنی میں [illegible] زحمت کا سامنا کرنا پڑا اور حسب دل خواہ [illegible] نہ ہو اگرچہ [illegible] موقع تھا کہ صحبت فضائل کے وقت تھوڑی دیر کے لئے بارش رک گئی جس کی وجہ سے بہت بڑا مجمع ہو گیا اور محفل بڑی کامیاب ہو سکی۔

چراغاں اور صحبت فضائل کا اہتمام انجمن مصباح الاسلام کی طرف سے ہوتا ہے جس کے ارکان بڑے شغف و انہماک کے ساتھ اس تقریب کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

مسجد تحسین میں بعد مغربین روزانہ جناب سید [illegible] الرضوی صاحب کی طرف سے مجلس کا سلسلہ یکم محرم سے جاری ہے اور اس عرصہ میں یہاں اتحاد بین المسلمین کے موضوع پر تقریریں ہو رہی ہیں اور اسی التزام کو ۱۳ رجب کی محفل میں بھی آقائی شریعت [illegible] العلماء مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ نے اپنی تقریر میں باقی رکھا۔

آپ نے اس [illegible] کو واضح کرتے ہوئے کہ سنی اور شیعہ دونوں مسلمان ہیں دونوں کو صلح و آشتی سے زندگی بسر کرنے کی تلقین کی اور کہا کہ حسب قرآن [illegible] یہاں تک کہ اہل کتاب کو یہ کہتے ہوئے مسلمانوں سے اتحاد کی دعوت دی [illegible] کہ ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان عقائد میں کچھ اختلاف سہی لیکن کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جو تم میں اور مسلمانوں میں مشترک ہیں اس لئے ان ہی مشترک بنیادوں پر تم مسلمانوں سے کیوں اتحاد نہیں کر لیتے

آپ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب ہمارا اتحاد اہل کتاب سے ہو سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ شیعوں کا اتحاد عامۃ المسلمین سے نہ ہو سکے جبکہ اسلام کے ان دونوں فرقوں کے درمیان بہت زیادہ باتیں مشترک ہیں اور وہ عقائد کے اشتراک کے سلسلہ میں بہت حد تک ایک

دوسرے کے دوش بدوش چلتے ہوئے نظر آتے ہیں
ذرا ملاحظہ تو فرمایئے کہ ہمارا اور سنیوں کا خدا ایک ہے۔ رسول ایک ہے، قرآن ایک ہے۔ کعبہ ایک ہے۔ فرشتوں کے وجود پر دونوں ہم عقیدہ ہیں۔ جزا و سزا اور حشر و نشر کے دونوں قائل ہیں حیات بعد الممات کے عقیدہ میں دونوں مشترک ہیں۔ اہل بیت نبوی کی محبت و مودت ہم دونوں کے درمیان نقطہ اتحاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے اہل سنت کی معتبر و مستند کتب احادیث سے یہ ثابت کیا کہ اہل سنت میں بھی محبت اہل بیت اسلام و ایمان کو برقرار رکھنے کے لئے اتنی ہی ضروری ہے جتنی ضروری شیعہ مذہب میں ہے۔ ان کے یہاں بھی آل محمدؐ کی محبت اسی طرح ذریعہ مذہبی ہے۔ جس طرح حضرت ختمی المرتبت صلعم کی محبت و مودت، جس طرح ہمارے یہاں محمدؐ آل محمد پر درود کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی اسی طرح اہل سنت میں بھی آل محمد پر درود بھیجے بغیر نماز صحیح نہیں ہو سکتی
غرضکہ مولانا ممدوح نے مختلف پہلوؤں سے یہ ثابت کیا کہ جہاں تک شیعہ اور سنیوں کا تعلق ہے دونوں اہل بیت کی محبت میں برابر کے شریک ہیں۔ پھر اہل بیت کے معاملہ میں ہمارے ان کے اس اختلاف کے کوئی معنی نہیں
یہ تقریر صلح و آشتی اور اتحاد و اتفاق پر مبنی تھی جسے ہم شیعہ اور سنیوں کے لئے حقیقی معنوں میں اپیل کہہ سکتے ہیں۔

عریانیت پسندوں کا اجتماع۔

حال ہی میں لندن میں عریانیت پسندوں کی ایک کانفرنس ہوئی تھی جس میں دنیا بھر سے کوئی ایک ہزار عریانیت پسندوں نے آکر شرکت کی تھی۔ اس میں نہ صرف یورپی ملکوں کے نمائندوں نے حصہ لیا تھا بلکہ شمالی جنوبی امریکہ کے ملکوں اور جنوبی افریقہ کے نمائندے بھی آئے تھے
اس اجتماع میں مرد و عورت دونوں صنفوں کے افراد نے بالکل برہنہ ہو کر شرکت کی تھی سوائے اخبار نمائندوں کے کسی کو کپڑے پہن کر اجتماع میں شریک ہونے کی اجازت نہیں تھی۔
اس کانفرنس میں عریانیت پسندی کی تحریک کی حمایت کی گئی اور اسے ایک فطری تقاضے سے تعبیر کیا گیا۔
اس "حمام" میں سارے مرد و عورت ننگے دکھائی دے رہے تھے۔ ان لوگوں کے نزدیک شرم و حیا کے تقاضے کوئی حقیقت و اصلیت نہیں رکھتے۔ شرم و حیا سے عاری اس قسم کے لوگ اپنی برہنگی کی تحریک کی تائید میں بڑی بے سر و پا دلیلیں پیش کرتے ہیں۔
مثلاً یہ کہ سب دوسرے چرند پرند عریاں رہتے ہیں تو پھر انسان بھی تو ایک طرح کا حیوان ہی ہے وہ کیوں نہ برہنہ رہے اور وہ اپنے آپ کو کپڑوں کا محتاج کیوں بنائے۔
ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب مرد و عورت کو ایک ساتھ برہنہ رہنے کی عادت ہو جائے گی تو ان میں کامل ضبط نفس کی صفت بھی پیدا ہو جائے گی اور وہ ہر حالت میں اپنے جذبات اور خواہشات پر قابو رکھ سکے گا
مگر ان آبرو باختہ لوگوں کی سمجھ میں اتنی سی بات نہیں آتی کہ انسان اور حیوان کے مابین امتیازات کی بہت سی دیواریں کھڑی نظر آتی ہیں وہ لباس استعمال کرنے کے لئے بہت سے وجوہ

[illegible] سے محفوظ رہنے [illegible] قدرت کی طرف سے [illegible] جاڑا، گرمی، بارش [illegible] بچنے کے لئے قدرت نے ایک [illegible] (INSTINCT) بھی عطا کر دیا ہے [illegible] بھی دے کا ہے کہ وہ [illegible] بغیر لباس کے بھی برداشت کر لیتے ہیں [illegible] کو ان سختیوں سے محفوظ رکھنے کے [illegible] فراہم کرنا پڑتے ہیں

دوسری بات یہ ہے کہ [illegible] کے جنسی تقاضے بھی بہت زیادہ [illegible] ہیں حیوانات میں سال کے مخصوص اوقات [illegible] جنسی رجحان پیدا ہوتا ہے جو [illegible] انسان کا یہ مخصوص تقاضہ [illegible] رہتا ہے۔ اور ذرا سی [illegible] کا یہ جذبہ سرگرم کار ہو جاتا ہے مگر انسان [illegible] عقل خداداد سے کام لے کر [illegible] اخلاق کی بہت سی پابندیاں عائد [illegible] تو وہ بے اعتدالی کی روش پر گامزن ہو کر [illegible] صحت کو برباد کر ڈالتا اور بہت سی سماجی برائیوں کے پیدا کرنے کا سبب بن جاتا

[illegible] تہذیب کی یہ رنگینی [illegible] بے حیائی کے ایسے مظاہرے رہتے ہیں اور [illegible] اخلاق "ننگے پن" کی نمائش کرنے میں بھی کوئی عار نہیں۔

مغرب والوں کا اخلاقی معیار اس حد تک گر گیا ہے کہ برطانیہ نے "امرد پرستی" اور ہم جنسی [illegible] کی قانونا اجازت دے رکھی ہے۔ یہ یورپ [illegible] ہے جہاں کے باشندوں کو اپنی تہذیب و شائستگی اور اپنی علم و تحقیق پسندی پر بڑا ناز ہے لیکن اگر نگاہ غور سے دیکھا جائے [illegible] میں اور حیوانات میں کوئی حد فاصل نظر نہیں [illegible] وہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں جتنی زیادہ ترقی کرتے جا رہے ہیں اتنی ہی زیادہ [illegible] اخلاقی حیثیت سے تنزل کی طرف [illegible]

25th September 1970 Regd. of [illegible] Paper No. 12[illegible]/57

[illegible]RFARAZ WEEKLY LUCKNOW.



عکس مبارک امام دوراں
سرکار آیۃ اللہ السید ابوالقاسم الخوئی دام ظلہ العالی

[illegible]

سرفراز لکھنؤ

ہفتہ وار

رجب نمبر ۱۳۹۱

جلد ۴۹ | ۹ر ستمبر ۱۹۷۱ء مطابق ۱۹ر رجب المرجب ۱۳۹۱ھ | شمارہ نمبر ۲۳

ایڈیٹر

مصطفیٰ حسن رضوی

قیمت:- دو روپیہ پچاس پیسے

[illegible] اسلام کی زندگی پر بنائی جانیوالی فلم کے خلاف احتجاجی جلسہ

آج مورخہ ۶ اگست [illegible] بروز جمعہ بوقت ۸ بجے شب اسلامک ویلفیئر سوسائٹی قائم پور (ڈی گڑھ) کی جانب سے ایک ہنگامی جلسہ طلب کیا گیا جس میں پیغمبر اسلام کی حیات طیبہ پر ہالی ووڈ (امریکہ) میں بنائی جانے والی فلم "محمد — پیغمبر خدا" کے خلاف زبردست غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔ بمبئی سے شائع ہونے والے ہفت وار فلمی اخبار "اسکرین" (مورخہ [illegible] اگست) کی خبر کے مطابق یہ مذموم حرکت امریکہ، لبنان اور مصر کے ایک مشترک فلمی ادارہ کی طرف سے کی جا رہی ہے۔ جلسہ میں قائم پور اور اطراف کے مسلمانوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ جلسہ کی صدارت کے فرائض سوسائٹی کے سرپرست جناب سید [illegible] رضوی صاحب نے انجام دیئے۔ اس ہنگامی جلسہ میں حسب ذیل قراردادیں باتفاق آراء پاس ہوئیں۔

(۱) یہ خبر تمام مسلمانان عالم کے لئے سخت دل آزار ہے۔ اس مذموم حرکت سے باز رکھنے کے لیے یہ سوسائٹی حکومت ہند کے وزارت خارجہ سے درخواست کرتی ہے کہ وہ جلد سے جلد کوئی موثر عملی اقدام کرے تاکہ ہندستان کی ایک بڑی اقلیت کے مذہبی جذبات کا [illegible] پامال نہ ہو سکے۔

(۲) یہ سوسائٹی بیک وقت حکومت امریکہ، لبنان و مصر سے پرزور اپیل کرتی ہے کہ وہ اس مشترک فلمی ادارہ کو اس حرکت ناشائستہ سے باز رکھنے کے لیے جلد از جلد قدم اٹھائیں تاکہ مسلمانان عالم کے مجروح جذبات کو مزید ٹھیس نہ پہونچے۔

(۳) یہ سوسائٹی دنیا کے تمام اسلامی حکومتوں سے درخواست کرتی ہے کہ وہ [illegible] روحانی پیشوا، محسن اعظم کی عظمت و [illegible] کے لئے حسب بالا حکومتوں پر دباؤ ڈالیں تاکہ یہ دل آزار فلمی منصوبہ عملی شکل نہ اختیار کر سکے۔

(۴) یہ سوسائٹی براہ راست اسلامک سکریٹریٹ (جدہ) سے بھی درخواست کرتی ہے کہ وہ اپنے اثرات کو اس سلسلہ میں بروئے کار لاکر ایک اہم اسلامی فریضہ انجام دے۔

(۵) یہ سوسائٹی مسلمانان عالم سے عموماً اور ہندوستان کی مسلمانوں نیز مسلم اداروں اور تنظیموں سے خصوصاً اپیل کرتی ہے کہ وہ اس فلمی منصوبہ کے خلاف ہنگامی بنیادوں پر جلسے کریں اور احتجاجی جلسے منعقد کریں اور پاس شدہ قرارداد (کی نقل) حسب بالا حکومتوں کے سفارت خانوں، اسلامی حکومت کے وزارت خارجہ اور وزارت اطلاعات و نشریات کو، اسلامک سکریٹریٹ (جدہ)، مختلف اخبارات و رسائل میں برائے اشاعت روانہ کریں۔

(۶) یہ سوسائٹی دنیا کے تمام اخبارات سے عموماً اور ہندستان کے اردو اخبارات سے خصوصاً مخلصانہ درخواست کرتی ہے کہ مختلف اداروں اور تنظیموں کے ذریعہ اس مذموم فلمی منصوبہ کے خلاف پاس شدہ احتجاجی جلسہ کی کارروائیوں کو اپنے جرائد و رسائل و اخبار کے قیمتی کالموں میں نمایاں جگہ دیں۔

(۷) جلسہ کی کارروائی کی نقل امریکہ، لبنان اور مصر کے ہندستان میں مقیم سفارت خانوں کو، تمام اسلامی ممالک کے ہندستان میں مقیم سفارت خانوں کو، اسلامک سکریٹریٹ (جدہ) کو، حکومت ہند کے وزارت خارجہ اور وزارت اطلاعات و نشریات کو فوری ضروری اقدام کے لئے بھیجی جائے اور حسب ذیل اخبارات و رسائل و جرائد میں برائے اشاعت روانہ کیا جائے۔

(۱) عشرہ [illegible] (۲) [illegible] دہلی (انگریزی ترجمہ) (۳) سیاست جدید کانپور (۴) دعوت دہلی (۵) سنگم پٹنہ (۶) آزاد ہند کلکتہ (۷) سرفراز لکھنؤ (۸) الجواد وارانسی (۹) نشیمن بنگلور (۱۰) کاروان حیات بمبئی (۱۱) الجمعیۃ دہلی (۱۲) قومی جنگ رام پور (۱۳) الناصر پٹنہ (۱۴) انتظار گورکھپور (۱۵) [illegible] پھلواری شریف (۱۶) صدائے عام پٹنہ

[illegible] شکیل اختر سکریٹری اسلامک ویلفیئر سوسائٹی قائم پور (ڈی گڑھ)

فہرست مضامین

ناصر نمبر

فضیلت علی کا کوئی جواب نہیں

جناب مولانا سید کاظم رضا صاحب قبلہ

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

اگرچہ امت پوری حضرت علی علیہ السلام کو افضل خلق بعد رسول ہونے کی وجہ سے خلیفہ بلافصل جانتا ہی ہے لیکن آپ کی فضیلت بلکہ افضلیت کی ایک پوری تاریخ ہے دوسرے مسلمانوں میں صحابہ کے وقت سے اب تک چلی آرہی ہے۔ یہ بات حق کا ثبوت ہے کہ دور صحابہ میں اگر کسی کی فضیلت کا چرچا تھا تو وہ صرف امیرالمومنین کی ذات تھی۔ اس وقت دیگر صحابہ کی فضیلت و افضلیت کا کوئی مسئلہ ہی نہ تھا۔ استاد سواد اعظم فرقے معتزلہ صوفیاء وغیرہ خلفائے ثلاثہ کو خلیفہ مان کر بھی سارے فضائل بعد النبی کمالات روحانی ساری دلالت قرآنی و حدیث نبوی آپ کو افضل علی ماسے چلے آرہے ہیں ان کے نزدیک فضیلت اور ہے اور خلافت کے منصب کی لیاقت و اہلیت دوسری شے ہے۔ تفضیلیہ ایک پورا فرقہ ہی ہے جو محض بلکہ کل صحابہ پر فضائل میں آپ کی ذات کو افضل سمجھتا ہے اور یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ آپ کے فضائل اعلیٰ و اکبر ہیں چنانچہ امام احمد بن حنبل کا اعتراف ہے کہ صحابہ میں کسی ایک کے فضائل اتنے نقل نہیں ہوئے جس حد تک حضرت علیؓ کے فضائل نقل ہیں۔ یہ حال اس وقت ہے جب کہ بنی امیہ کے حکومت کی پوری مشنری فضائل علوی کی بندش میں اپنا پورا زور صرف کر چکی جس نے نہ صرف منقبت بیان کرنے پر روکا یا بیان کرنے کی صورت میں زبان گدی سے کھنچوائی بلکہ علی الاعلان ممبروں سے سب و شتم کی توجیہ کا حکم دیا اور چالیس ہزار ممبروں سے برابر طرح جمعہ میں … سال دو سال نہیں پورے اسی برس تک اندلس سے ایشیائے کوچک تک ہوتی رہی کوئی اور ذات ہوتی تو چند سال میں اس کی ہستی نگر مٹ جاتی لیکن فاتح کل غالب کی ذات کا بال بیکا نہ ہوا اور نسلوں تک پہنچنے والی یہ لعنت کی بدعت خود حکومت کے لئے طوق لعنت بنی بنی امیہ کا یہ آخری حیلہ بھی کارگر نہ ہو سکا جیسے جیسے شام کی اندھیری نے چاند کے گرد گھیرا ڈالا ویسے ویسے فضیلت کا چاند اونچا ہوتا گیا اور چاندنی پھیلتی گئی مجھے اپنے اس مختصر مضمون میں نہ حضرت حضرت علیؓ کے فضائل گنوانا ہیں نہ یہ بیان کرنا ہے کہ شیعوں نے امیرالمومنین کے افضل خلق بعد رسول ہونے پر کیا، اور عقلیہ نقلیہ پیش کئے ہیں۔

نہ ان تمام اختلافات کا ذکر مقصود ہے جو دربارہ فضیلت
صحابہ کتابوں میں پائے جاتے ہیں مجھے تو صرف اس
طرف اپنے ناظرین کو متوجہ کرنا ہے کہ وہ گروہ جو
امیرالمومنین کی افضلیت کا قائل نہیں ہے اس کے لئے
حضرت علی کی فضیلت سخت گراں بن گئی جس محبت
سے انہوں نے کا بیڑا تدریجاً کر چکے سے فضیلت حسب ترتیب
خلافت مان لی جائے یوں بات ختم ہو۔ لیکن یہ اگر گھر کی
بات ہوتی تو پہلے سے کارروائی ختم ہو جاتی بات کو دنیا
کے سامنے پیش بھی ہونا تھا علماء کو کمال پاپڑ بیلنا پڑے
ہزار جتن کے بعد کہیں یہ بات کہنا ممکن ہوئی اس ماہوا
رہ ادنے بھو ادبنانے میں پرانے موقف سے ہٹنا بھی پڑا
شیعوں کے معقول استدلال کو جس کو غیر معقول کہہ کر
رد کر چکے تھے اپنی ضرورت سے قبول بھی کرنا پڑا اگر اس
کاوش و کوشش کے باوجود بات بنائے نہ بنی فضیلت
علی اور بھی آئینہ ہو کر سامنے آگئی یہ بات بن جاتی اگر
حضرت علی کو چوتھا خلیفہ نہ قرار دیا جاتا، وہ خلافت
علی علیہ السلام کا عقیدہ شیعوں ہی سے مخصوص رہتا
لیکن الجھن کی بات تو یہی ہے کہ آپ مسلمانوں کے
مسلم الثبوت خلیفہ ہیں یہاں تک کہ محمد وجماعت اور
وہابی اہل حدیث طبقہ میں بھی جہاں یہ آواز بلند ہے
کہ حضرت علی کی خلافت ہی منعقد نہ ہو سکی اجماع
شوریٰ استخلاف قہر و غلبہ جن اصول سے خلیفہ کا
انتخاب ہوتا ہے ان میں سے کسی ایک اصل کے ماتحت
آپ کی خلافت منعقد نہیں ہو سکی اس کا صاف
نتیجہ یہی تھا کہ پھر آپ ہمارے خلیفہ بھی نہیں ہیں لیکن
اس کے قائل ہوتے ہوئے بھی آپ کو بھی چوتھا خلیفہ
ہی سمجھتے ہیں۔

آج مسلمان صحابہ و خلفاء میں جس کسی کو بھی افضل
مانکر سمجھیں یہ ان کا اپنی خوشی کی بات ہے مسئلہ فضیلت
کا قضیہ کب کا طے ہو چکا خود صحابہ کے درمیان،
صدر اسلام میں بات ختم ہو گئی۔ اس وقت کوئی دوسرا
زیر بحث ہی نہ تھا بات تھی تو صرف اس قدر کہ علی افضل
ہیں اور بس۔ خلفاء ثلاثہ بھی اس بات کو سمجھتے اور
جانتے تھے جیسا کہ ان کے اعترافات سے ظاہر ہے اور
اگر اس وقت کوئی دوسرا آپ کا شریک یا فضیلت میں
اونچا ہوتا تو وہ افضلیت کی بنا پر عہدہ کا طالب ہوتا۔
حضرت فرشتہ کو وجہ فضیلت نہ مانتا جس بات میں دوسرا
سب سے برا شریک موجود ہے۔

ملاحظہ فرمائیں کہ صدر اسلام میں دربارہ فضیلت
صحابہ کا کیا حال تھا۔ استیعاب ابن عبد البر میں بذیل
حالات امیرالمومنین علی علیہ السلام تحریر ہے کہ جناب
سلمان [illegible] جناب مقداد جناب ابن ارقم جابر ابن
عبداللہ انصاری ابوسعید خدری زید بن ارقم یہ تمام
حضرات حضرت علی کو کل صحابہ پر فضیلت دیتے تھے۔

اصابہ فی تمیز الصحابہ میں بذیل حالات ابوطفیل
عامر بن واثلہ کنانی جن کو آٹھ سال رسول کی زندگی
کے میسر ہوئے لکھا ہے وہ حضرت ابوبکر و عمر کے معترف تھے
لیکن حضرت علی کو ان سے بڑھ کر فضیلت والا جانتے تھے

علامہ سمہودی حنفی نے بعض مشائخ سے یہ
قول نقل کیا ہے کہ ابوبکر خیر و علی افضل ہیں۔ حافظ ابونعیم
نے سفیان ثوری کے حالات رقم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ
جب کوفہ میں تھے تو ان کا طریق و مسلک اہل کوفہ کا تھا
یعنی حضرت علی کو ابوبکر و عمر سے افضل جانتے تھے لیکن
کوفہ سے جب بصرہ پہونچے تو رائے بدل دی ابوبکر
و عمر کو حضرت علی سے افضل سمجھنے لگے۔

ان صحابہ و صوفیہ کے اعلانیہ بیان پر توجہ دینے کے ساتھ
ان حقائق و واقعات پر بھی توجہ کی ضرورت ہے جو فضیلت
و افضلیت کے عقیدہ پر علماء نے تحریر کئے ہیں جن میں

بصورت تفضیل یعنی خلفاء میں سے مثلاً شیخین کو ایک دوسرے
سے افضل کہنے پر یا حضرت علی کو شیخین سے افضل کہنے پر
یا حضرت عثمان میں ایک کو دوسرے سے افضل کہنے پر یا
خوشی۔ معافی۔ توقف یا کفر کو بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ ابن عبد البر نے حضرت عمر کے حالات کے ذیل
میں لکھا ہے کہ عبد الرزاق نے معمر سے یہ بات کہی کہ اگر کوئی علی
کو ابوبکر سے افضل کہے تو ہم ناخوش نہ ہوں گے یوں ہی اگر
کوئی حضرت علی کو ابوبکر و عمر سے افضل کہے تو ہم ناراض
نہ ہوں گے جو اہل عقد یہاں ہے کہ اہل سنت ایسے شخص
کو کافر نہیں کہتے جو حضرت علی کو ابوبکر پر فضیلت دے۔

ازیں قسم بہت سے فتاوی و اقوال موجود ہیں ظاہر ہے
کہ یہ عقیدہ کا مسئلہ ہے علماء نے بہت چھان بین کر کے
یہ فتاوی دیئے ہیں۔ فضیلت حسب ترتیب خلافت کی
بات جو اسی مقدار سے کہی گئی کہ فضیلت میں حضرت علی
گھٹ کر چوتھے درجہ پر پہونچ جائیں افضلیت شیخین سے
آگے بڑھائے نہ بڑھ سکی یہ بات شاہ ولی اللہ محدث
دہلوی سے پہلے کی ہے لیکن کہنے والے نے محض کہنے ہی پر
اکتفا مناسب سمجھی فضائل خلفاء و صحابہ کے نقل کئے لیکن
کوئی افضلیت پر بحث یا محاکمہ و تبصرہ پیش کرنے کی ہمت
نہیں کی محدث دہلوی نے استدلال سے مضبوط بنانے
کے لئے اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں اس پر خاص توجہ
کی اور اشراق و الہام کے زور پہ اپنے مرکز سے ہٹ
کر دو تازہ تلویحات پیش فرمائے ایک خلافت کا نص
ہونا حالانکہ علماء سابقین لکھتے چلے آئے کہ خلافت نص
نہیں بلکہ یہ مسئلہ فرعی ہے امت کے اختیار میں دیا گیا
ہے کہ وہ اجماع۔ شوری۔ استخلاف۔ قہر و غلبہ جس صورت
سے بھی چاہے کسی کا انتخاب کرے۔ دوسرے افضلیت
شیخین تمام صحابہ پر۔ انھیں دو باتوں کے مکمل ہونے پر
افضلیت کا فیصلہ تھا محدث دہلوی نے بظاہر یہ لکھ کر

اپنے خیال سے جو خدمت کی انجام دے دی [illegible]
آپ کے کہنے پر کہ خلافت نص سے ثابت ہے دوسروں کی
تسکین تو درکنار خود ان کے حاشیہ نشینوں حلقہ بگوشوں
کو تسلی حاصل نہ ہوئی چنانچہ فتاوی عزیزیہ میں ایک
شخص نے لاینحل سوال آپ کے بیٹے شاہ عبد العزیز
صاحب تحفہ سے کر ڈالا جس میں اس نے یہی بات اپنے
پیر و مرشد سے دریافت کی کہ آپ کے والد بزرگوار
ازالۃ الخفاء میں خلافت کے نص ہونے کے قائل ہیں
اگر واقعہ یہی ہے تو قرآن و حدیث کے نصوص سقیفہ
ساعدہ میں کیوں نہیں پیش ہوئے جس کا جواب
شاہ عبد العزیز نے یہ دیا ہے کہ اس جلسہ کا موقع
پر ان سب باتوں . . . .
کا کہاں موقع و محل تھا وہ اجمال کی صورت اور یہ
اس کی درحقیقت تفصیل ہے بہت خوب شاہ صاحب
خوبصورت جواب سے شاہ صاحب کے حلقہ بگوشان
کو تسکین ہو گئی ہو لیکن دنیائے عقل و ہوش کو تو
ہرگز تسکین نہیں ہو سکتی۔ بالفرض موقع تفصیل کا نہ تھا
تو کیا اس کا موقع نہ تھا کہ کوئی ایک اس پورے مجمع میں یہ
اعلان کر دیتا کہ بات چیت کی ضرورت نہیں خلافت
پر نص موجود ہے ایک آیت ایک حدیث پڑھ کر کہہ دیا
جاتا کہ یہ ہے نص مزید تفصیل اگر درکار ہو تو یہاں سے
کر دریافت کر لینا لیکن وہاں قرآن و حدیث کا نام
تک نہ آیا۔ بجائے قرآن و حدیث گرما گرمی کی باتیں ہوئیں
رہی منا و منکم کی آواز بلند ہوئی کو [illegible] کا پایہ [illegible]
ہونا شروع ہو گیا نص تو بجائے خود ایسا جھگڑا کا پیچ تھا
کہ جس کے بعد کوئی بھی مسلمان سر نہیں اٹھا سکتا تھا
قل غبار کے کشاکشی کے بجائے خاموشی سے مسئلہ [illegible]
طے تمام ہوتا جس کے بعد نہ حضرت علی کو شکایت [illegible]
نہ حضرت ابوبکر کو آپ سے عذر و معذرت [illegible]

ضرورت تھی کہ وہ حضرت علیؓ سے کہتے کہ اگر یہ معلوم ہوتا
کہ آپ خلافت کے خواہشمند ہیں تو میں ہرگز خلیفہ نہ ہوتا
[illegible] چکا اب لوگ مجھے منتخب کر چکے۔ نہ بصورت
[illegible] ایک ماہ بغیر بیعت حضرت علی اور بنی ہاشم اپنے
خاص گھر میں بیٹھے رہتے نہ حضرت علیؓ کو بیعت لینے کیلئے
گلے میں پھندا ڈال کر کھینچتے ہوئے دربار خلافت میں پیش
کیا جاتا نہ پنجتن پاک جناب سیدہ [illegible] کو [illegible]
سے مارا جاتا۔ یہ تو حال شاہ محدث دہلوی کے دعوی [illegible]
بالنص کا ہے جو بیان ہوا۔ محدث دہلوی کی دوسری [illegible]
[illegible] علی سائر اصحابہ ہے تو اس کے ذیل میں ایک فقرہ یہ ہے
"دوسی اقوی وجود افضلیت کمال تمکن فی الاسلام است [illegible]
دین مرتضی بر دست خلیفہ زیرا کہ اصل اصول [illegible]
[illegible] دو امر بیان است" (ازالۃ الخفاء صفحہ [illegible])
مطبع صدیقی بریلی۔

ثبوت افضلیت میں سب سے قوی وجہ [illegible]
اقتدار اور خلیفہ کے ہاتھوں دین کا ظہور ہونا ہے اس لئے
کہ "خلافت خاصہ عامہ کے ثبوت کے لئے اصل اصول یہی
دو باتیں ہیں"۔ مطلب یہ ہے کہ [illegible]
فتوحات کئے سرزمین پر حکومت ہوئی اس لئے آپ [illegible]
توسیع ملک کی بنا پر افضل قرار ہوئے [illegible] اگر یہی
اصل اصول ثبوت خلافت کے لئے ہے تو مسلمان بادشاہوں
میں اس وقت سے اب تک بہت سے مقتدر گذرے ہیں
جنہوں نے ملک کو بڑی سی بڑی وسعت دی اور [illegible]
[illegible] کی حیثیت سے بادشاہ کے دین میں پھیلاؤ
بھی پیدا ہوا بڑی سی بڑی افضلیت کی دلیل ابن مسعود
سے یہ روایت محدث صاحب نے نقل کی ہے [illegible]
[illegible] یعنی رسول نے فرمایا کہ امام تم سے افضل ہے جس
حضرت ابوبکر کے نماز پڑھانے کو چسپاں کیا ہے جب کہ عہد
رسول میں دوسروں نے بھی نماز پڑھائی ہے۔ پھر پورے

طور پر حضرت ابوبکر کا نماز پڑھانا بھی تو کتابوں سے ثابت
نہیں ہوتا جس نماز کی امامت کا ذکر ہے اس کو پڑھئے
حضرت ابوبکر کی فضیلت نمایاں ہونے کے بجائے [illegible]
ظاہر ہوتی ہے کہ رسول کو یہ معلوم ہونے پر کہ آپ نماز
پڑھانے کھڑے ہو گئے آپ بحالت مرض اٹھے اور گھر سے
مسجد میں گئے صفوں کو چیرتے پھاڑتے ہوئے حضرت ابوبکر
کے پاس پہنچے رسول کو دیکھ کر ابوبکر پیچھے سرک گئے یوں
رسول نے نماز پڑھائی لکھا یہ جاتا ہے کہ ابوبکر نے رسول
کی اقتداء میں نماز پڑھی اور باقی نمازیوں نے ابوبکر کی اقتدا
[illegible] مشکل ہے کہ ساری رسول نے
نماز پڑھائی [illegible] باقی رہے جب کہ حضرت ابوبکر
رسول کو دیکھتے ہی سب اقتدا کر لی اور پیچھے سرک گئے اس
نماز کے پڑھانے کا حکم دیتے۔ [illegible] عائشہ تھیں
اور کوئی نہ تھا۔

قصہ سورہ برأۃ کے واقعہ سے متعلق ہے وہاں
بھی سورہ برأۃ لے کر چلے تھے اور راستہ میں حضرت علیؓ
نے [illegible]
کے سامنے رسول کے [illegible] طرح آپ کے
[illegible] کہہ کر سورہ برأۃ کے واپس لئے جانے پر پردہ
ڈالتے ہیں [illegible] کی شرم کو اس طرح نباتے ہیں کہ حضرت
ابوبکر امیر حاج تھے اور حضرت علی آپ کی [illegible]
جانے والے تھے۔ محدث دہلوی اس طرح [illegible] جس نماز کا بھی
ذکر ہوا اس کی امامت کو افضلیت ابوبکر کی دلیل قرار دیتے ہیں
شاہ ولی اللہ [illegible] میں حضرت
ابوبکر و عمر کے اتفاق [illegible]
ہے یعنی جب حضرت علیؓ نے [illegible]
کیا تھا اس وقت انہوں نے دین کی راہ میں [illegible]
اور اتفاق بھی ثبوت [illegible] عقبہ بن ابی معیط کا قصہ بخاری
سے نقل کیا ہے جس روایت میں ہو اس بات کے کہ حضرت ابوبکر

نے عقبہ شیبہ کو پکڑ کر علیحدہ کر دئیے اور کوئی خدمت انجام نہیں دی بس رسول سے دشمن کو چھڑا دیا اگر قتال اسی کا نام ہے تو سبحان اللہ ہر شیخ جہاد کرنے والے کو مقاتل کا فاضل نصیب ہو جائے گا پھر آپ کا قتال پہلے ہی مرحلہ میں تمام ہو گیا جب کہ زیادہ غزوات بعد میں ہوئے انفاق کا بھی آپ کے قتال جیسا حال ہے کہ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے قبل ہجرت انفاق فرمایا اور اپنا تمام مال خدا اور رسول کی راہ میں صرف کر دیا جو اشد از بس کفار کے ہاتھ ستائے جا رہے تھے اگر کسی مسلمان کو کافر اذیت دیتے تو آپ اپنا مال خرچ کر کے اس کو ان کے ہاتھ سے نجات دلایا کرتے تھے اور دے دلا کر چھڑاتے بچاتے تھے غلاموں کو خرید کر آزاد فرماتے چنانچہ بلال کو آپ نے خرید کر اور ایک ساتھ آزاد کر دیا۔ یہاں تک شاہ صاحب نے مسلمانوں کو ظلم سے چھڑانے میں مال ابوبکر کے صرف ہونے کا ذکر کیا ہے۔ کتابوں میں نہ حضرت ابوبکر کے مال کی مقدار مذکور ہے کہ وہ کس حد تک تھا تفصیل صرف کہیں ملتی ہے کہ کن کن مسلمانوں کو آپ نے مال سے رہائی دلائی ایک بلال کا نام لیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے ان کو خرید کر آزادی دلائی۔ جن بلال کے لیے استیعاب ابن عبد البر میں ہے (مولی رسول اللہ) یعنی خود رسول کے خرید کردہ غلام تھے اب یہ رسول سے تصغیر کی بات ہے۔

بہرحال محدث دہلوی نے افضلیت شیخین کا مقابلہ تو مرتب کر دیا لیکن فضیلت حسب ترتیب خلافت کے، مکمل اثبات میں خلیفہ ثالث کی افضلیت امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب سے ثابت کرنا رہ گئی پھر افضلیت کا چکر نہ گھوم سکا، سچ ہے کہ سورج ہتھیلی سے ڈھکتا ہے۔ شاہ صاحب نے ہتھیلی سے حضرت علی کے فضائل کے سورج کو چھپانے کی کوشش فرمائی پھر ہتھیلی شاہ صاحب کی نظر کو تو سورج کے دیکھنے سے محروم کر سکتی ہے لیکن سورج ڈھک جائے ممکن نہیں

امیر المومنین کی فضیلت و افضلیت ایسی مسلم بات ہے کہ ہزار راہ رخ بدلے جائیں کہیں نہ کہیں ٹکراؤ ہو ہی جائے گا الحق یعلو ولا یعلیٰ حق خود بلند ہے کسی کے بلند کرنے سے نہیں ہو سکتا فضیلت علی کا کوئی جواب نہیں۔

حضرت علی کا مکتوب

عبداللہ بن عباس کے نام

آدمی کبھی وہ چیز پا کے خوش ہو جاتا ہے جس سے محروم ہونے والا نہیں اور کبھی ایسی چیز کی محرومی اسے مغموم کر دیتی ہے جو حاصل ہونے والی نہیں ہوتی لہٰذا تمہاری خوشی ایسی کامیابی پر ہو جو آخرت سے تعلق رکھتی ہے اور تمہارا افسوس بھی آخرت ہی کی کسی چیز کی محرومی پر ہو دنیا کی کسی کامیابی پر تمہاری خوشی زیادہ نہ ہونے پائے اور دنیا کی چیز سے محرومی بھی تمہیں غمگین نہ کرے تمہاری پوری فکر موت کے بعد کے لیے ہونی چاہیے۔

علیؑ کو یاد کرتا ہوں

(جناب باقر رضوی مانخانی)

میں اپنے جبرئیلِ فکر کی امداد کرتا ہوں
کہ عرضِ مدحِ احمدؐ پر علیؑ کو یاد کرتا ہوں

علیؑ کا نام لکھتا ہوں زبانِ کلکِ تحریر پر
نرالا رنگِ مدحِ مرتضیٰؑ ایجاد کرتا ہوں

علیؑ کا نام اُٹھتے بیٹھتے کیوں کر نہ میں لوں گا
بھلاتا جو نہیں مجھ کو اُسے میں یاد کرتا ہوں

بڑھاتا ہوں ولائے مرتضیٰؑ کو قلب میں اپنے
ملک آکر بسیں بستی نئی آباد کرتا ہوں

مسرت اہلِ محفل کی تو ذیلی حیثیت کی ہے
علیؑ کی مدح کر کے مصطفیٰؐ کو شاد کرتا ہوں

مرے حجِ عقیدت کے مناسک کون کیا جانے
میں کعبے کے قریں آ کر علیؑ کو یاد کرتا ہوں

خبر کعبے سے لائے گا وہ حیدرؑ کے تولد کی
میں اپنے طائرِ افکار کو آزاد کرتا ہوں

شبیہِ مرتضیٰؑ ہے بائے بسم اللہ کا نقطہ
ہر اک آغازِ آیت پر علیؑ کو یاد کرتا ہوں

بیاں کرتا ہوں اب مولودِ کعبہ کی ولادت کا
میں یوں روشن چراغِ محفلِ میلاد کرتا ہوں

علیؑ کا نام جب مومن سے سنتا ہوں دمِ آخر
سنبھالا لے کے اپنی ٹھوکروں کو یاد کرتا ہوں

چلاتا ہوں خیالِ شہپرِ جبرئیلؑ کا خامہ
پہ شاگرد سے اب مدحتِ اُستاد کرتا ہوں

مرے ہر کام میں اس وجہ سے ہوتی ہے آساں
کہ جب مشکل پڑے مشکل کشاؑ کو یاد کرتا ہوں

برنگِ خوشنما اخلاصِ دل سے کر کے حیدرؑ کی
سپردِ جذبۂ حق گوئی نعت آ د کرتا ہوں

یہ منشا ہے کہ رحمت کو تری اک جوش آ جائے
وسیلے سے علیؑ کے اے خدا فریاد کرتا ہوں

نصیری میں نہیں ہرگز مگر فطرت یہ ہے باقرؔ
علیؑ جب یاد آتے ہیں خدا کو یاد کرتا ہوں

امیر المومنینؑ کا تصور وحدت

"نہج البلاغہ کی روشنی میں"

(سرکار علامہ السید ذیشان حیدر صاحب قبلہ مجتہد، الہ آباد)

کانوں میں آواز آئی اور ذہن مرکز صوت کی طرف متوجہ ہو گیا — پشت پر ہاتھ پڑا اور تصور مارنے والے کی طرف مڑ گیا — ریت پر نقش دکھائی دیئے اور رہرو کی تلاش شروع ہو گئی — سامنے کوئی منظر نظر آیا اور توجہ صاحب منظر کی طرف مبذول ہو گئی۔

کسی نے ذہن کو نہ جھنجھوڑا کہ آواز بغیر مرکز صوت کے بھی ہو سکتی ہے — کسی نے تصور کو نہ روکا کہ ہاتھ بغیر صاحب ید کے بھی اٹھ سکتا ہے — کسی نے جذبہ تلاش پر پہرے نہ بٹھائے کہ نقش قدم بغیر رہرو کے بھی بن سکتے ہیں — کسی نے توجہ کو پابند نہ بنایا کہ منظر صاحب منظر کے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔

اعلیٰ تعلیم کے مدارج طے کئے جنرل نالج میں کمال حاصل کیا معلومات عامہ پر عبور پیدا کیا، انتظامیہ میں بیٹھنے کا شوق پیدا ہوا۔ امتحان کی منزل میں آئے۔ ممتحن نے سوالات شروع کئے۔

ریل گاڑی کس نے ایجاد کی؟
ہوائی جہاز کس نے بنایا؟
ٹیلیفون کس کی ایجاد ہے؟
ٹیلیویژن کس نے ایجاد کیا؟
راکٹ کا خیال کس کے ذہن میں ابھرا؟

طالب علم نے تمام سوالات کے جوابات دیئے اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل کیا۔ دنیا سے داد و تحسین وصول کی۔ کمال علم کا مظاہرہ کیا اور تحقیق و تفحص کے کمال کی سند لے لی۔

ایک دوسرے طالب علم نے کمال ذہانت کا ثبوت دیا۔ اس نے ہر سوال کے جواب میں ایک ہی بات کہی "کسی نے نہیں" — "یہ سب از خود ایجاد ہو گئے ہیں"

اخبارات میں خبر چھپی، علمی دنیا نے مذاق اڑایا امتحان میں ناکامیاب ہوا — اور آخر میں مجنون کا اعزازی لقب ملا۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی حرکت بغیر محرک کوئی ایجاد بغیر موجد — اور کوئی صنعت بغیر صانع نہیں ہو سکتی — ؟

اگر ایسا ہے تو مذہب نے کیا برا کہا تھا "افی اللہ شک فاطر السماوات والارض" کیا خدا ہی میں شک ہے جس نے سارے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے — کوئی مخلوق بغیر خالق اور کوئی مصنوع بغیر صانع نہ ہو سکے اور کائنات بغیر رب العالمین عالم وجود میں آجائے — ؟ ایں چہ بوالعجبی است۔

فطرت کی آواز دبائی نہیں جا سکتی جبلت کے تقاضوں کو پامال نہیں کیا جا سکتا، وجدان کے فیصلوں کو ٹھکرایا نہیں جا سکتا۔ انسان کو چاروناچار اقرار کرنا ہی پڑتا ہے کہ گویا درون پردہ صد رنگ کائنات ایک کارساز ذہن ہے اک باشعور ذات"

دین نے اسی فطرت کی آواز اور وجدان کے فیصلہ کو اپنی عمارت کا سنگ بنیاد قرار دیا ہے ——

"اول الدین معرفتہ" آغاز دین معرفت الٰہی ہے لیکن صرف اتنی معرفت کافی نہیں ہے۔ جو تقاضائے فطرت و جبلت ہے۔ اتنی معرفت تو تمام باشعور مخلوقات میں مشترک ہے اتنا ادراک تو حیوانات میں بھی ہے۔ — پھر انسان کا نقطہ امتیاز کیا ہے؟ اسکے اشرف المخلوقات ہونے کی سند کیا ہے؟

ضرورت ہے کہ اس معرفت پر جلا کی جائے اس تصور کو ابھارا جائے۔ اس خاکے میں رنگ بھرا جائے اور ایسے نقوش کے دھندلکے کو مٹایا جائے لیکن یہ کیونکر ہو؟

اس کا صرف ایک طریقہ ہے اور وہ یہ کہ تصور کو تصدیق سے بدلا جائے تصور جملہ باشعور مخلوقات میں مشترک ہے، مفرد معلومات ہر ذی شعور کا حصہ ہیں تصدیق استدلال چاہتی ہے اسے ترتیب معلومات کی ضرورت ہے وہ تمہید مقدمات اور استنباط نتائج کا تقاضا کرتی ہے اور تمام باتیں عقل کے استعمال ہی سے ہو سکتی ہیں۔ جو اشرف المخلوقات کا نقطہ امتیاز ہے۔ کمال عقل صرف انفرادی تصور نہیں ہے بلکہ تصدیق بھی ہے "کمال معرفتہ التصدیق" معرفت کا کمال تصدیق ہے۔

تصدیق کے مراحل کا طے کر لینا اور اسکے مقدمات کا فراہم کر لینا پھر آسان ہے مقدمات فطرت سے قریب اور مبادی وجدان سے ہم آہنگ ہیں لیکن یہ طے کرنا دشوار ہے کہ کس بات کی تصدیق کی جائے تصور میں کیسے رنگ بھرا جائے اور خاکے کے نقوش کو کیونکر ابھارا جائے؟ اس کیلئے بھی عقل کے ادراک اول پر زور دینا پڑے گا اور یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ جس فطرت نے تصور صانع کی طرف متوجہ کیا تھا اس کا تقاضا کیا تھا؟ ایسی صنعت کا صانع کیسا ہو سکتا ہے؟ کیسے کائنات کا کام ایک صانع کے ہاتھوں انجام پائے گا یا محتاج و بیاز مند کے ہاتھوں؟ بے نیازی کی ضرورت ہے تو بے نیاز ایک ہوگا یا ایک سے زیادہ ہو کر بھی ایک دوسرے سے بے نیاز رہ سکتے ہیں۔ یہی فیصلہ عقل کا کمال اور مذہب کی معراج ہے کمال التصدیق توحیدہ تصدیق کا کمال یہ ہے کہ اسے واحد و یکتا مانا جائے اس کا کوئی شریک و سہیم تسلیم نہ کیا جائے شرکت، انفرادیت و استقلال کو ختم کر دیتی ہے اور غیر مستقل کائنات کو ایجاد نہیں کر سکتا۔

اسلام نے اپنے اصول دین و مذہب میں اسی توحید کو پہلی اصل قرار دیا ہے جس کا ایک واضح راز یہ ہے کہ اسکے قبل کے مراحل تصور و تصدیق صرف فطری یا قریب الفطرۃ تصورات ہیں جن میں ہدایت مذہب اور ارشاد دین کی تقریباً کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ کسی خاص عقل و فکر کے استعمال ہی کی ضرورت ہے اور مذہب اسلام صرف فطرت کی آواز ہی کو دہرانے نہیں آیا تھا بلکہ انسانی عقلوں کو بیدار کر کے انہیں دعوت فکر و نظر دینے آیا تھا۔

توحید کے بعد کے اعلیٰ مراتب بھی اصول مذہب میں شمار نہیں کئے گئے اور ان کے بغیر بھی انسان کو حدود مذہب میں شامل تصور کر لیا گیا ہے اسلئے کہ مذہب کے دقیقہ علمی استعداد کے افراد اور بلند درجہ کے ذہین انسانوں کے لیے نہیں آیا

تھا اس اصول و قوانین انسانی ذہن سے اتنا قریب تھے کہ انھیں ایک معمولی دماغ کا انسان بھی ذرا رہنمائی سے سمجھ سکے اور قبول کر سکے۔

توحید ایسا ہی ایک تصور ہے جسے عقل و ادراک کی رہبری اور رہنمائی (عقل و مذہب کی ادنیٰ رہنمائی) سے حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن اخلاص و نفی صفات کے مسائل ایسے آسان نہیں ہیں ان کے ادراک کے لیے اعلیٰ صلاحیت اور فلسفیانہ استعداد درکار ہے، صفت و موصوف کے فلسفہ کا سمجھنا ضروری ہے۔ وحدت کے معنی اور اس کا ادراک ضروری ہے اور پھر یہ فیصلہ کرنا ناگزیر ہے کہ صفت کے زائد بر ذات ہونے کے معائب و عیوب کیا ہیں!

یہ تمام باتیں مذہب کو مطلوب ہیں ان کا علم ایک باشعور مذہبی انسان کے لیے ضروری ہے لیکن انھیں اصول میں شمار نہیں کیا جا سکتا ورنہ انسانی دنیا کا اکثر و بیشتر حصہ اصول سے محروم ہو جائے گا اور مذہبی طور پر اصول سے محروم ہو جانے والا عملی طور پر مذہب کے قوانین کو نہیں اپنا سکتا اور نتیجے کے طور پر وہ اصلاح عالم کا منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکتا جس کی تحقیق و ایجاد کے لیے مذہب نے اس کرۂ ارض پر قدم رکھا تھا۔

توحید کے تصور میں بھی مختلف مدارج پائے جاتے ہیں کبھی توحید عدد کے اعتبار سے ہوتی ہے جہاں ایک کے بعد دوسرے کا امکان نہیں رہتا ہے۔ کبھی جنس و نوع کے اعتبار سے ہوتی ہے جہاں ایک ایک جنس اور ایک ایک نوع میں ہزاروں افراد پائے جاتے ہیں۔ کبھی ترکیب و تالیف کے اعتبار سے ہوتی ہے جہاں چند چیزوں کو یکجا کر کے ایک بنا لیا جاتا ہے — ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی وحدت واقعی وحدت نہیں ہے۔ جسے وحدت تسلیم کر لیا جائے وہی وحدت ہے اور جس کا تجزیہ کر لیا جائے اس کی وحدت پاش پاش ہو جاتی ہے اسلام نے تصور وحدت میں اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ کسی قسم کی دوئی، زوجیت ترکیب وغیرہ نہ پیدا ہونے پائے ورنہ وہ وحدت محض فرضی ہوگی اور اس کی پشت پر ایک کثرت کام کر رہی ہوگی جو وجود کے استقلال اور عالم کی ایجاد کو روک دینے کے لیے کافی ہے۔ کمال توحیده الاخلاص له وکمال الاخلاص له نفی الصفات عنه توحید کا کمال اخلاص اور اخلاص کا کمال نفی صفات میں ہے

صفت موصوف سے الگ اور متغایر ہوتی ہے اور دونوں یکجا ہو کر ایک مجموعہ کو تشکیل دیتے ہیں اور مجموعہ استقلال کو ختم کر دینے کے لیے کافی ہے جو ایجاد کائنات کے لیے شرط اول کی حیثیت رکھتا ہے۔

صفت کا اضافہ اشتراک پیدا کرتا ہے اور شرکت کا تصور دوئی چاہتا ہے — دوئی تجزیہ کی طالب ہے جہاں دونوں میں ایک جزء مشترک اور ایک جزء وجہ امتیاز ہوتا ہے اور نتیجہ یہ اس اصلی تصور وحدت کو بھی گم کر دیتا ہے جو عقل نے فطرت کے سہارے قائم کیا تھا۔

تصور وحدت فنا ہوتا ہے تو خالق مخلوق تباین کا ذہن آتا ہے تو انسان اشارہ کرنے لگتا ہے اشارہ سے سمت و جہت پیدا ہوتی ہے اور کبھی اسے آسمان کے نیچے سوچتا ہے کبھی آسمان کے اوپر — کبھی آغاز وجود پر غور کرتا ہے کبھی دور ایجاد پر — اور اس طرح وہ پورا نظام معرفت درہم برہم ہو جاتا ہے جسے مذہب نے فرض شرعی اور عقل نے لازم و لابدی قرار دیا تھا۔

توحید کے لیے ایسے تمام تصورات کا اجمالی طور پر ذہن سے الگ رکھنا ضروری ہے جن سے تصور وحدت مجروح ہو اور جن کے نتیجہ میں انسان توحید سے بھٹک جائے اور فطری معرفت سے بھی محروم ہو جائے۔

اب سوال صرف یہ ہے کہ جب صفت کا اضافہ اتنے علمی مشکلات پیدا کرتا ہے تو کیا خدا کو تمام صفات سے عاری مان لیا جائے اور کیا ایسا مان لیا گیا تو

مذہب میں جائز و صحیح ہو سکتا ہے؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ صفت کے دو طریقے ہوتے ہیں ایک کا تعلق صرف ذات سے ہوتا ہے اور ایک حدود ذات سے علیحدہ ہوتی ہے۔ انسان جاہل پیدا ہوتا ہے عالم پیدا ہوتا ہے خاموش پیدا ہوتا ہے لیکن غیر انسان نہیں پیدا ہوتا یہ صفت بہر حال اس کے ساتھ رہتی ہے اور ہر وقت رہتی ہے بلکہ ناقابل جدائی بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صفت قابل جدائی بھی ہوتی ہے اور ناقابل جدائی بھی ذات سے الگ بھی ہوتی ہے اور ذات سے متحد بھی رہی صرف یہ ہے کہ ذات سے متحد صفت درحقیقت ذات ہی ہوتی ہے صفت اسے فرض کر لیا جاتا ہے ورنہ ذات سے ہٹ کر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی

انسانیت انسان کے علاوہ کوئی مفہوم نہیں ہے۔

جب علم و قدرت پر قیاس کیا جائے۔ رب العالمین کے یہاں ذاتی کمالات کو اس طرح سمجھنا چاہیے جس طرح انسان کے یہاں انسانیت کو سمجھا جاتا ہے وہ کمال ہے لیکن اس کا کمال انسان کی انسانیت کی طرح ذاتی بلکہ عین ذات ہے۔ انسان کی ذات سے صرف انسانیت کا اندازہ ہوتا ہے اور مالک کی ذات سے علم، قدرت، حیات جیسے جملہ صفات کمالیہ کا انتزاع ہو سکتا ہے جو علمی اصطلاح میں صفات کہے جائیں گے لیکن حقیقی اعتبار سے عین ذات ہوں گے اور بس۔

"لشہادۃ کل موصوف انہ غیر الصفۃ و شہادۃ کل صفۃ انہا غیر الموصوف فمن وصفہ فقد قرنہ ومن قرنہ فقد ثناہ ومن ثناہ فقد جزاہ ومن جزاہ فقد جہلہ"

حضرت علیؑ کا خط
معاویہ گورنر شام کے نام

جو آغاز خلافت میں شام کے گورنر معاویہ بن ابی سفیان کو لکھا۔

اللہ کے بندے علیؑ امیر المومنین کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کے نام

اَمَّا بَعْدُ

تم اپنے خاندان کے بارے میں میرا عذر جانتے ہو اور اپنے خاندان کے معاملے میں میری بے تعلقی کا بھی تمہیں پورا علم ہے یہاں تک کہ وہ واقعہ جس آنے والا ہی تھا اور جسے روکا نہیں جا سکتا تھا۔ بات لمبی ہے گفتگو بہت ہے مگر جو ہو چکا ہو چکا اور جو سامنے آنے والا تھا سامنے آگیا اب تم یہ کرو کہ اپنی طرف کے لوگوں سے میری بیعت لو اور اپنے آدمیوں کے ساتھ میرے پاس چلے آؤ۔



آغوشِ بنتِ رسولؐ میں شیرِ خدا

(جناب حکیم محمد کاظم صاحب بنارسی)

شکست توبہ بہ جامِ شراب ہو جائے
گناہ آج بہ رنگ ثواب ہو جائے

جو دیکھنی ہو تمھیں میرے ظرف کی وسعت
اٹھا لو ہاتھ میں ساغر حباب ہو جائے

سرور و کیف کا عالم ارے معاذ اللہ
گلوں پہ قطرۂ شبنم شراب ہو جائے

حیات دوڑ رہی ہے ہر ایک ذرہ میں
اجل سے کہہ دو ذرا محوِ خواب ہو جائے

یہ کہہ رہا ہے مقدر سیاہ بختوں کا
سیاہیٔ شبِ غم آفتاب ہو جائے

مسرتوں کا تقاضہ ہے سوزِ پنہاں سے
سکوں کی شکل میں ہر اضطراب ہو جائے

جفا کو ڈھال دے پھر یوں وفا کے سانچے میں
وہ خواب اور یہ تعبیرِ خواب ہو جائے

یہ ذوق و شوق بڑھیں یوں حیات کی موجیں
عروسِ موت سمٹ کر حباب ہو جائے

کچھ اس ادا سے چھلک جائے دل کا پیمانہ
ہر ایک سانس میں اک انقلاب ہو جائے

پلا دے ساقیا وہ مے کہ جس کے پیتے ہی
ہمارا جوشِ ولا کامیاب ہو جائے

خودی نثار ہو خود بیخودی کے عالم پر
جو ایک مطلع تو لاجواب ہو جائے

زمودہ ورد سُناتا ہوں مطلعِ ثانی
جو ہو حیدرؑ دلا آب آب ہو جائے

دُعا حسینؑ کی ہے مستجاب ہو جائے
جمالِ ختمِ رسلؐ بے نقاب ہو جائے

نبیؐ کی گود ہی میں انتخاب ہو جائے
قدم زمیں پہ نہ ہوں بوترابؑ ہو جائے

کوئی عرب کے خداؤں میں ہے جو آج کے دن
نصیریوں کے خدا کا جواب ہو جائے

جبین کعبہ جھکی ہے بتوں کی کیا ہستی
فلک کی تاب نہیں باریاب ہو جائے

اُسی کو اذنِ ملاقات ہے جو آج کے دن
شریکِ نورِ رسالتمآبؐ ہو جائے

ہمک رہا ہے • بنتِ اسد کی گود کا شیر
کہاں ہے آئے تصدق شباب ہو جائے

نظر کرے تو ذرا بازوئے علیؑ پہ کوئی
سُبک نگاہ میں خیبر کا باب ہو جائے

شکن جبیں کی خبر دے رہی ہے دنیا کو
جو موج سامنے آئے حباب ہو جائے

اشارہ ابرُوؤں کا ذوالفقار بن جائے
جو کہدے منھ سے خدا کی کتاب ہو جائے

نبیؐ ہی سمجھے گی دنیا اسے خدا کی قسم
اگر نبیؐ کی جگہ محوِ خواب ہو جائے

علیؑ نبیؐ کی جگہ اور نبیؐ علیؑ کی جگہ
یہ ایک رات میں سب انقلاب ہو جائے

شکست کہتے ہیں کس کو شکست کیا شئے ہے
جو نام لے لے کوئی کامیاب ہو جائے

مری حیات کا حاصل یہی ہے اے کاظم
متاعِ حُبِّ علیؑ دستیاب ہو جائے

حضرت علی کی خوابگاہ نجف اشرف

حجۃ الاسلام مولانا سید محمد [illegible] صاحب قبلہ مجتہد
پروفیسر جامعہ سلطانیہ لکھنؤ

ولادت

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں حضرت کی ولادت باسعادت روز جمعہ ۱۳ رجب المرجب ۳۰ سال عام الفیل گزرنے کے بعد خانہ کعبہ میں ہوئی حضرت کی ولادت کو اس اعتبار سے ایک خاص اہمیت و خصوصیت حاصل ہے اس لئے کہ آپ اشرف اماکن اشرف بقاع اشرف مواضع یعنی مکہ معظمہ اشرف مواضع مسجد اور سید ایام شہر حرام میں خانہ کعبہ میں ہوئی سوائے امیرالمومنین کے دوسرا کوئی کعبہ میں پیدا ہوا

اسماء

چونکہ ولادت کے بعد ہی سے آثار شجاعت ظاہر ہونے لگے اور آپ کو انسانی طاقت دیا یا اس لئے والدہ گرامی نے آپ کا اسم گرامی حیدر رکھا حیدر اسد کے ناموں سے ہے یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے اسلئے کہ آپ بعد اسد ہی کلۃ اژدر کے دو ٹکڑے کر دینا آپ کی شجاعت کا معمولی کرشمہ تھا۔

عربی ماحول کو دیکھتے ہوئے حیدر نام رکھنا کوئی حیرت



کی بات نہ تھی اس لئے کہ آپ کی والدہ گرامی فاطمہ بنت اسد عربیہ و قرشیہ تھیں فصاحت و بلاغت و شجاعت عربوں کے موروثی صفات ہیں جس میں خاندان قریش کو خاص امتیاز حاصل تھا خصوصیت سے زمانہ جاہلیت میں شجاعت پر فخر کیا جاتا تھا جس کا تذکرہ قصاید میں ملتا ہے خود امیرالمومنین جب عمرو بن عبدود کے مقابلہ کے لئے آئے ہیں تو آپ نے اس نام پر فخر کیا ہے انا الذی سمتنی امی حیدرہ

(۲) جناب ابوطالب چاہتے تھے کہ ایک ایسا نام رکھا جائے جو اس مولود کی شایان شان ہو اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ یہ فرزند مستقبل میں بڑی شخصیت کا مالک ہوگا۔

شیخ البطحا اسی فکر میں تھے کہ ایک ایسا نام رکھوں جو اسلام کی تاریخ کے افق پر آفتاب بن کر چمکے اس وقت خداوند عالم نے آپ کو الہام کیا اس مولود کا نام علی رکھو یہ نام آپ کے مشہور اسماء سے ہے جو زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں مشہور تھا۔ آپ زمین و آسمان میں علی ہیں یہ کلمہ علو ہے جس کے معنی بلندی کے ہیں اور واقعاً اسی نام نے اسلام کی تاریخ کو بلند کر دیا اگر اسی نام کو علیحدہ کر دیا جائے تو پھر تاریخ اسلام ادھوری رہ جائے گی۔

کنیت

(۱) لوگ آپ کو ابوالحسن اور ابوالسبطین کہا کرتے تھے ابوالحسن آپ کی مشہور ترین کنیت ہے امام حسن بھی آپ کو ابوالحسن کہتے تھے۔

(۲) اور امام حسین آپ کو ابالحسن کہتے تھے

(۳) رسالتمآب آپ کو ابا الریحانتین بھی فرماتے تھے مراد حسنین علیہما السلام ہیں۔ جابر جعفی سے امام محمد سے مروی ہے رسالتمآب نے فرمایا۔ السلام علیک یا ابا الریحانتین۔

ابوتراب

وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے چونکہ احتمال ہے کہ تمام وجوہ یہیں ذکر کئے جائیں گے۔ بخاری کی روایت کی بنا پر رسالتمآب نے علی کو مسجد میں سویا ہوا پایا آپ کے پہلو پر خاک اڑ کر جم گئی تھی پیغمبر نے خاک کو جھاڑتے ہوئے فرمایا قم یا ابا تراب اسی روایت کو مختلف الفاظ کے ساتھ علامہ محب الدین طبری نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے لیکن سید صدر نے اس کی توجیہہ یوں کی ہے کہ ابوتراب کثرت عبادت و صلوٰۃ کی طرف کنایہ ہے اس لئے کہ زمانہ سابق میں مسلمان مٹی پر سجدہ کیا کرتے تھے امیرالمومنین کی پیشانی پر کثرت سجود کی وجہ سے مٹی لگی ہوتی تھی اس لئے پیغمبر نے قم یا ابا تراب فرمایا یہ معنوں میں تم اکثر العباد کے ہے۔

یہ توجیہہ مناسب تر ہے اسی رائے کی تائید ابن ابی الحدید کی تحریر سے بھی ہوتی ہے وہ صفحہ شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں پیغمبر نے امیرالمومنین سے فرمایا۔ اجلس انما انت ابوتراب۔

امیرالمومنین اس کنیت کو زیادہ پسند فرماتے تھے

القاب

آپ کے القاب بکثرت ہیں جو آپ کے شرف و منزلت کا واضح ثبوت ہیں بعض کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

(۱) صدیق اکبر۔ رسالتمآب برابر دیکھتے تھے کہ میرے ہر قول کی تصدیق علی اپنے قول و فعل سے کرتے تھے اسلئے آپ نے یہ لقب دیا۔

(۲) فاروق۔ اس لئے کہ آپ حق و باطل میں امتیاز کرتے تھے۔

(۳) یعسوب۔ دراصل شہد کی مکھیوں کے سردار کو کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ یعسوب کا اطلاق سید اور ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو قوم کا سردار اور بزرگ ہو ابوذر سے مروی ہے رسالتمآب نے علی کو مخاطب کر کے فرمایا انت الصدیق الاکبر و انت الفاروق الذی یفرق بین الحق والباطل وانت یعسوب الدین۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ابوالحسن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ انت یعسوب المومنین وقائد الغر المحجلین ایک روایت میں ہے رسالتمآب نے فرمایا ھذا یعسوب المومنین

(۴) امیرالمومنین۔ یہ آپ کا مشہور لقب ہے ابن عباس سے مروی ہے رسالتمآب فرماتے ہیں ما انزل اللہ فی القرآن آیۃ یقول فیھا یا ایھا الذین آمنوا الا و علی رأسھا و امیرھا

خداوند عالم نے کوئی ایسی آیت نازل نہیں کی جس میں یا ایھا الذین آمنوا سے صاحبان ایمان کو مخاطب کیا ہو مگر یہ کہ علی ان کے رئیس و امیر ہیں اس کے علاوہ دوسری حدیث اس سے بھی زیادہ صریح ہے یا انس اول من یدخل علیک من ھذا الباب امیرالمومنین وسید المسلمین قائد الغر المحجلین و خاتم الوصیین قال انس قلت اللھم اجعلہ

رجلا من الانصار و کتمته اذ جاء علیؑ
فقال من هذا یا انس فقلت علیؑ فقام
مستبشرا فاعتنقه ۔

رسالتمآب نے فرمایا اے انس پہلا وہ شخص جو اس
دروازے سے داخل ہوگا وہ امیرالمومنین سید المسلمین
قائد الغر المحجلین اور خاتم الوصیین ہوگا ۔

انس کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا خدا کرے
اس وقت انصار سے کوئی شخص آجائے اتنے میں علیؑ آگئے
پیغمبرؐ نے پوچھا کون ہے جواب دیا علیؑ ۔ رسالتمآب فوراً
خوش ہوکر کھڑے ہوگئے اور معانقہ کیا ۔ اس روایت
کو اکثر مورخین نے لکھا ہے ینابیع المودۃ ص۲۳۵
کفایۃ الطالب ص۔ تاریخ ابن قتیبہ ص۱۴۳
جس میں تصریح کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین ہیں ۔ ابوبکر نے
بھی اس لقب کا اقرار کیا ہے لیکن پیغمبرؐ کی وفات کے بعد
یہ لقب ہر اس شخص کو دیا جانے لگا جو مدعی خلافت ہوا ۔
اگرچہ اس لقب کا اطلاق جب ہوا ہے فوراً حضرتؑ کی
ذات سمجھ میں آجاتی ہے ۔

وصی

یہ لقب رسالتمآب نے اس لئے دیا تاکہ لوگوں کو معلوم
ہوجائے کہ آپ نبی کے قائم مقام ہیں پیغمبرؐ نے اپنی زندگی
میں مختلف عنوان سے جانشینی کا اعلان و اظہار کردیا
تھا لیکن وفات کے بعد مخالفت شروع ہوگئی اور مسلمانوں
نے سقیفہ میں بیٹھ کر اپنا خلیفہ آپ بنالیا ۔

ولی

یہ لقب بھی قرآن و احادیث سے ثابت ہے ۔
خداوند عالم فرماتا ہے انما ولیکم اللہ ورسولہ
والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوۃ و
یؤتون الزکوۃ وھم راکعون ۔
تمام مفسرین کا اجماع ہے یہ آیت امیرالمومنین علیہ السلام
کی شان میں نازل ہوئی جو آپ کی ولایت کو ثابت کرتی
ہے استیعاب جز ثالث صفحہ ۴۰ میں ہے رسالتمآب نے
امیرالمومنین سے فرمایا انت ولی کل مومن بعدی ۔

امین

یہ لقب رسالتمآب نے دیا جیسا کہ ذخائر العقبی صفحہ ۹۰
میں ہے رسالتمآب نے فرمایا اما انت یا علی
انت صفی و امینی ۔ آپ نے جب مدینہ سے ہجرت
کا ارادہ کیا تو امیرالمومنین کو امین کی حیثیت سے رہنے
کا حکم دیا تاکہ لوگوں کی امانتیں ان تک پہونچا دیں ۔

ہادی

یہ لقب بھی قرآن میں موجود ہے ۔ انما انت منذر
ولکل قوم ھاد رسالتمآب نے فرمایا انا المنذر
وعلی الھادی وبک یا علی یھتدی
المھتدون ۔ میں ڈرانے والا ہوں اور علی ہادی
اے علی تم سے ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے

بیضۃ البلد

یہ لقب آپ کے والد بزرگوار نے دیا ۔

مرتضیٰ

ابن صباغ فصول مہمہ صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں مرتضیٰ لقب
دیئے جانے کا سبب یہ ہوا ایک مرتبہ جبرئیل پیغمبرؐ کے پاس آئے
اور کہا یا محمد ان اللہ یقرئک السلام ویقول [illegible]
علیاً لفاطمۃ وارتضی فاطمۃ لعلی
اے محمد خداوند عالم نے سلام کہا ہے [illegible]

اور فاطمہ کو علی کے لئے ۔ ابن عباس کہتے ہیں آپ کو مرتضیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ آپ تمام امر میں مرضی خدا و رسول کی پیروی کیا کرتے تھے ۔

وفات

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شب جمعہ ۱۹ رمضان المبارک آپ کے سر اقدس پر عبد الرحمن ابن ملجم نے ضربت لگائی جس کے سبب سے آپ کی شہادت ۲۱ رمضان سنہ ہجری کو کوفہ میں ہوئی بنا بر مشہور ۶۳ سال کی عمر میں آپ نے رحلت کی ۔

مدفن

۲۱ رمضان کو اسلام کی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے یہ وہ قیامت کی صبح تھی جب ارکان ہدایت منہدم ہوگئے اسلام اپنی بے کسی پر نوحہ کناں تھی جس سے یتیم ہوگئے بچوں کے سر سے شفیق باپ کا سایہ اٹھ گیا صاحبزادوں نے اپنے پدر بزرگوار کو پشت کوفہ سرزمین نجف میں دفن کیا نجف ایک سطح ٹیلہ ہے جو کوفہ کی مغرب جانب تقریباً ۶ میل کے فاصلہ پر واقع تھا مگر آج چونکہ آبادی دونوں طرف سے بڑھ چکی ہے اس لئے فاصلہ کم ہے علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں لکھتے ہیں "اجماع اور تواتر اس امر پر ہے کہ امیر المومنین مقام غری میں دفن ہیں جو آج کل عوام و خواص کی زیارت گاہ ہے ۔ السید غیاث الدین عبد الکریم بن طاؤس المسعودی سنہ ۶۹۳ ہجری نے اپنی تالیف فرحۃ الغری بصرحۃ الغری فی قبر امیر المومنین میں تمام احادیث متواترہ کو جمع کیا جو اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ آپ کا مدفن نجف اشرف ہے ۔ نجف کے مختلف اسماء میں بعض کا ذکر ناظرین کو [illegible]

جودی، ربوہ، وادی السلام وغیرہ لیکن لسان ائمہ طاہرین علیہم السلام میں زیادہ تر نجف، غری اور مشہد کے الفاظ ملتے ہیں ۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے علل الشرائع مطبوعہ ایران صفحہ ۲۲ باب ۲۰ میں وجہ تسمیہ کے ذیل میں یہ روایت لکھی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ نجف ایک بہت بڑا پہاڑ تھا جس کے متعلق جناب نوح کے بیٹے نے کہا تھا ساوی الی جبل یعصمنی من الماء وحی ہوئی یا جبل اتعصم منی تو وہ فوراً پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر باریک خاک ہوگیا اس کے بعد ایک بہت بڑا دریا ہوگیا جسکو نی کہتے تھے پھر وہ خشک ہوگیا لوگ نی جف کہنے لگے پھر چونکہ یہ زبان پر ثقیل تھا اس لئے رفتہ رفتہ کثرت استعمال سے نجف ہوگیا ۔ تاریخ عراق میں نجف کہنے کی وجہ یہ لکھی ہے چونکہ نجف بلند جگہ پر واقع ہے جس کی بلندی ۳۵ گز سے کسی طرح کم نہیں ہے اور نجف لغت میں وادی کے اس کنارے کو کہتے ہیں جو بلند ہو ۔

قبر کے مخفی ہونے کی وجہ

حضرت امیر نے وصیت کر دی تھی کہ قبر پوشیدہ رہے اس لئے آپ کی قبر سے مطلع نہ تھے بنی امیہ کا انقلابی دور اس پر [illegible] حرکات آپ کے پیش نظر تھے اس کے علاوہ قبر کے مخفی رکھنے میں بے شمار مصالح مضمر تھے ۔ خاندان رسالت سے بنی امیہ کو جو عداوت تھی اس سے ہر تاریخ داں بخوبی واقف ہے جس کی گواہی تاریخ کی عبرتناک داستانیں دیں گی سید الشہداء کی قبر پر جو واقعات رونما ہوئے اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا ۔ حضرت علیؑ نے چونکہ میدان کارزار میں بڑے بڑے سورمایان عرب کو تہ تیغ کیا جن کی اولاد [illegible]

نامی پہلوانوں کی گردنیں جھکا دیں جس کی ضرب کی شہرت زمین سے آسمان تک تھی جو بھی مقابلہ کے لیے آیا وہ ہمیشہ کے لیے ذلیل و خوار ہو گیا مگر کبھی کسی کو حضرت علی کے مقابلے میں کامیابی نصیب نہیں ہوئی یہی وجہ تھی کہ خوارج و بنی امیہ کے دلوں میں بغض و حسد کی آگ بھڑک رہی تھی وہ ہر وقت اس فکر کے متلاشی تھے تاکہ اپنے آباء و اجداد کے خون کا بدلہ لیں اگر ان کا بس چلتا تو وہ رحلت کے بعد بھی نہ چھوڑتے حضرت علی کی وفات کے تیس سال بعد ستر ہجری کربلا میں عداوت کی جھلک آپ کو نظر آئے گی جس کا اندازہ ہوتا ہے جب امام حسین امام حسن کا ماتم کر رہے تھے جب حسین دشمنوں سے اپنی بے کسی کا گلہ کر رہے تھے اس وقت دشمنوں نے حسین کی بے گناہی کے ساتھ ساتھ حضرت علی کی عداوت کا بدلہ لیا۔ حضرت علی سے عداوت آج تک بھی شام کے [illegible] صفحہ ۱ پر لکھتے ہیں شام میں آج تک یوم الجمعہ [illegible] مشہور ہے اس لیے کہ بنی امیہ حضرت پر سب و شتم ضروری سمجھتے تھے یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب حق پر نہیں ہوتا ہے تو اپنے فریق مخالف کو ذلیل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے اس کا نقطہ [illegible] چھوٹی [illegible] فرحة الغری [illegible] ج ا صفحہ [illegible] الکافی سے منقول ہے۔

معاویہ نے سمرہ بن جندب کو ایک لاکھ درہم دیئے تاکہ وہ یہ روایت کرے کہ یہ آیت امیر المومنین کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیاة الدنیا ویشہد اللہ علی ما فی قلبہ وھو الد الخصام واذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیہا ویہلک الحرث و النسل واللہ لا یحب الفساد

اور آیہ ثانیہ ابن ملجم کے لیے نازل ہوئی ہے ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ۔

وہ اپنے بتاتی ہے سمرہ نے ایک لاکھ درہم قبول نہیں کیے اس کا انکار بڑھتا گیا اور ادھر سے انعام میں اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ چار لاکھ پر معاملہ طے ہو گیا۔

قبر کا ظہور

[illegible] ہجری سے آپ کی قبر پوشیدہ رہی سوائے اولاد امام اور خواص کو کسی کو علم نہ تھا یہاں تک کہ بنی امیہ کا پرآشوب زمانہ گذرا منتخب التواریخ صفحہ ۱۵۸ پر ہے جب امام جعفر صادق علیہ السلام مقام حیرہ میں وارد ہوئے تو آپ نے شیعوں کو قبر کا نشان بتایا۔ قبر مطہر پر پہلی عمارت بنی عباسیہ کے پانچویں خلیفہ ہارون رشید نے ۱۷۵ ہجری میں بنوائی جیسا کہ ریاض الصحابہ صفحہ ۳۹ میں ہے لیکن نزہۃ القلوب صفحہ ۱۳۴ میں ہے کہ یہ عمارت ۱۶۵ ہجری میں بنی لیکن بہرحال اتنا مسلم ہے کہ پہلی عمارت ہارون رشید نے بنوائی جس کا سبب ظہور کرامت ہے جس کا ذکر عمدة الطالب کے صفحہ ۴۴ پر ہے خلاصہ یہ ہے ایک مرتبہ ہارون رشید کوفہ کی پشت کی طرف بارادہ شکار شکار کے لیے نکلا باز اور کتوں کو ہرن کے پیچھے دوڑایا تھوڑی دیر تک کتے ہرن کا پیچھا کرتے رہے مگر جب ہرن نے ایک جگہ جھاڑیوں میں پناہ لی تو باز اور کتے آگے نہ بڑھے اور واپس چلے آئے مگر جب ہرن دوبارہ نکلا تو شکاری کتوں نے پھر پیچھا کیا پھر ہرن نے اسی جگہ پناہ لی اور کتوں کے قدم آگے نہ بڑھ سکے جب متعدد بار ایسا ہی ہوا تو ہارون رشید کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ آخر کیا بات ہے کس چیز نے کتوں کے قدم آگے بڑھنے سے روک دیئے اس نے قبیلہ بنی اسد کے ایک بڈھے سے سوال کیا جس کی عمر

سب سے زیادہ تھی اس نے جواب دیا اگر میرے لئے امان ہو تو اس واقعہ کے راز کو بیان کروں۔

ہارون رشید نے امان دی بڈھے نے کہا یہ حضرت علیؑ کی قبر مطہر ہے خداوند عالم نے اس کو حرم قرار دیا ہے کوئی جانور یہاں نہیں جا سکتا۔ اور اس کو امان نہ ملے یہ سن کر ہارون نے فوراً پانی منگوایا وضو کیا۔ پڑھی اور اس واقعہ سے متاثر ہو کر اس نے سفید پتھر کی قبر پر ایک مختصر حجرہ بنوایا جس میں چار دروازے تھے اس کرامت کو اکثر مورخین نے لکھا ہے ابن خلکان نے وفیات الاعیان دمیری نے حیات الحیوان۔

ابن طاؤس نے فرحتہ الغری اور دیگر نے کتابوں میں لکھا ہے اس کے بعد رفتہ رفتہ اس روضہ میں مختلف تبدیلیاں ہوتی رہیں یہاں تک کہ عضد الدولہ دیلمی نے ۳۷۱ ہجری میں زیارت کی تو مال کثیر صرف کرکے طرح طرح کے قیمتی جواہرات سے آراستہ کیا جس سے ظاہری شان و شوکت و آرائش میں کافی اضافہ ہو گیا

عمدۃ الطالب صفحہ ۴۴ میں ہے یہ عمارت انتہائی خوبصورت تھی جس کے لئے عضد الدولہ نے اوقاف معین کئے تھے۔ قبل اس کے یہ عمارت جلائی جائے ۷۵۳ ہجری تک اس کا وجود تھا ابن بطوطہ نے ۷۲۷ ہجری میں اس عمارت کا مشاہدہ کیا تھا اس بطوطہ کا سفر اس زمانہ میں کچھ نہ کچھ ترمیم ہوتی رہی پہلے قندیلیں ایوان میں کاشی پتھر لگے ہوئے تھے۔

سلطان نادر شاہ ۱۱۵۶ ہجری میں زیارت کیلئے گیا اور زر کثیر صرف کرکے پتھر نکلوا کر سونا چڑھوایا اور قیمتی تحائف خزانہ علویہ میں رکھے۔

صاحب تاریخ نادری صفحہ ۲۳۳ پر لکھتے ہیں۔ نادر شاہ نے سونا چڑھوانے کا حکم دیا خادموں نے فرمان شاہی کی تعمیل بڑے انہماک کے ساتھ کی اسی زمانہ میں صرف اجرت

۵۰ ہزار تومان کے برابر صرف ہوئی ہر زمانہ میں معجزات و کرامات کا سلسلہ جاری رہا اور صاحبان عقیدت پیدا ہوتے رہے خصوصاً ملوک و سلاطین بہت متاثر ہونے لگے اور ان کے دلوں پر حضرت علیؑ کی عظمت کا سکہ بیٹھ گیا

دارالسلام میں ہے ایک مرتبہ سلاطین آل عثمان کا بادشاہ سلطان مراد نجف اشرف کی زیارت کے لئے جا رہا تھا جب چار فرسخ نجف رہ گیا اور اس کی نگاہ قبہ پر پڑی تو گھوڑے سے اتر آیا۔

مصاحبوں نے پیادہ ہونے کا سبب پوچھا وہ جواب دیتا ہے جب میری نگاہ حضرت علیؑ کے قبہ پر پڑی تو حضرت کی عظمت و ہیبت کے تصور سے میرے اعضا کانپنے لگے اور مجھ میں سواری کی طاقت نہ رہی۔

مصاحبین نے پھر کہا راستہ دور ہے آپ پیدل نہیں چل سکتے بہتر ہے قرآن سے فال دیکھ لیجئے اس وقت بادشاہ نے قرآن کھولا تو پہلے ہی صفحہ پر یہ آیت نکلی فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی

اس وقت آیت کا اتنا اثر ہوا کہ پیادہ برہنہ پا زیارت سے مشرف ہوا۔

کیا کہنا نجف اشرف کا جہاں سکوت و وقار سایہ فگن ہے جہاں روحانیت برس رہی ہے جہاں آفتاب کی کرن سب سے پہلے گنبد مطہرہ پر پڑ کر تشنگان علوم کو تحصیل علم کی دعوت دیتی رہتی ہے جہاں ہر وقت بحث و مباحثہ علمی مسائل کا اور ہر وقت آشنا علم مسائل حل کرتے رہتے ہیں

جو خوابگاہ امیر المومنین ہونے کے علاوہ جناب آدم و نوح جناب ہود و صالح علیہم السلام کا مدفن بھی ہے نجف مرکز اشراف عرب و عجم نجف مرکز دانشمندان و مفکرین نجف مرکز اساتذہ و طلاب علوم دین نجف ملت جعفریہ کے علماء فقہا کا مرکز نجف قبلہ گاہ وفود کعبہ زائرین چاہے امرا ہوں یا غریب سب کا جبہ سائی

کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آج بھی لاکھوں انسان دامن مراد بھر کر واپس جاتے ہیں۔ نجف اشرف وہ زمین ہے جہاں ایک سانس لینا چار سال کی عبادت کے برابر ہے۔ امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے جوار امیر المومنین میں ایک روز یا ایک شب رہنا سال سو سال عبادت سے بہتر ہے۔ کیا کہنا تیرا اے نجف وہ زمین ہے وہ بلند رتبہ ہے جس کے شوق زیارت میں ہر مومن کا دل تڑپتا ہے تیرے فضائل کہاں تک لکھے جائیں تو وہ زمین ہے جہاں سے ستر ہزار شہید بے حساب جنت میں جائیں گے تیری خاک کے سنگریزے در نجف کہلائیں جن پر نظر کرنا عبادت۔ کیا کہنا تیرا تو وہ بقعہ مبارک ہے جہاں سب سے پہلے عبادت کی گئی اس لیے کہ جب خدا نے ملائکہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو انھوں نے پشت کوفہ نجف کی طرف سجدہ کیا۔

ولائے علیؑ

سید جرار حسین صاحب بی اے جرار اکبرآبادی

الغرض نسل احمدؐ کی درکار ہے قلب انسان میں روشنی کے لیے
میں سمجھتا ہوں واللہ کافی نہیں بس کتاب خدا زندگی کے لیے

دیکھ کر فاطمہؑ کو بڑھاتے قدم
مسکرا کر یہ بولی جد ارحرم
آئیے آئیے فاطمہ آ ... سے
منتظر ہے مشیت علیؑ کے لیے

سجدے کے بل گرے ہیں یہ سب صنم
اللہ اللہ یہ معراج جاہ و حشم
سر رہے ہیں حرم میں علیؑ کے قدم
باعث ناز دوش نبیؐ کے لیے

شان حیدر میں قرآں کی آیتیں
ہو کے نازل یہ سمجھا رہی ہیں ہمیں
ناتکمل ہے فہرست ایمان کی
گر محبت نہیں ہے علیؑ کے لیے

گو پیمبر کے الفاظ پرجوش تھے
پھر بھی اصحاب خندق میں خاموش تھے
اٹھ کے ہر بار حیدر نے سمجھا دیا
حوصلہ چاہیئے برتری کے لیے

مال دنیا نہیں تو کوئی غم نہیں
دل مرا اک شہنشاہ سے کم نہیں
میرے دامن میں بھر لی ولائے علیؑ
اور کیا چاہیئے زندگی کے لیے

ہم نے جرار مشکل کشا کہہ دیا
اور نصیری نے بڑھ کر خدا کہہ دیا
ذات حیدر میں ہیں وہ کمالات بھی
جو ضروری نہیں آدمی کے لیے

خانۂ کعبہ میں علیؑ کا ورود

جناب صفدر عباس صاحب سوز خواں قلعہ معلیٰ مرادآباد

وہ رجب اور یہ راتیں، یہ فضائیں — چھائی ہیں ہر اک سمت مسرت کی گھٹائیں
بھرے پہ مچلتی ہوئی مستانہ ہوائیں — جیسے کسی بدمست ترنم کی صدائیں
شاعر کی نظر ماہ دو ہفتہ سے لڑی ہے
بکھرائے ہوئے بال کوئی حور کھڑی ہے

وہ مطلع پُر حسن کا دلدار ترنم — وہ عشق کے معصوم سے ہونٹوں پہ تبسم
وہ حسرت و ارماں کے سمندر میں تلاطم — بستی ہی چلی جاتی ہے دنیائے توہم
اک پردہ نشیں اب بھی نگاہوں سے جدا ہے
جذبات کے کاندھوں پہ قیامت کی ردا ہے

ہر نوک زباں کلیوں کے فطرت کی کہانی — ٹوٹی ہوئی سی بھی ہے صنعت کی نشانی
یہ کالی گھٹاؤں سے برستا ہوا پانی — یاد آ گئی ایسے میں مجھے اپنی جوانی
میں سبزۂ نوخیز کی مانند ہرا تھا
دامن مرا فردوس کے پھولوں سے بھرا تھا

سب کچھ ہے مگر دل کسی صورت نہیں لگتا — اک وہ جو نہیں رنگ بہاروں کا ہے پھیکا
دن رات بڑے درد سے رو رو کے تڑپنا — کن آنکھوں سے دیکھے کوئی بلبل کا تڑپنا
ان ہجر کے ماروں کو کوئی جلد ملا دے
گر یہ بھی ہے مشکل ہو تو پھر زہر پلا دے

یہ شب کا دھندلکا، یہ فضاؤں کا سسکنا — یہ رات کا سناٹا، یہ تاروں کا چمکنا
سن سن کی صداؤں میں یہ شاخوں کا لچکنا — کہ جوبن پہ ہے ایسے میں پھولوں کا مہکنا
مایوسی و ناکامی کا تختہ الٹ آئی
لو تاثیرِ فطرت کی جدائی پلٹ آئی

غنچوں سے عیاں وہ لب وحدت کا تبسم — وہ ہوش ربا آج موذّن کا ترنم
وہ جام بکف حوروں کا انداز تکلم — میخوار بھلا ایسے میں کیسے رہیں گم صم
اُٹھی ہوئی مینا سے یہ پھر آج گھٹا ہے
ہاں ساقیا ایسے میں پلا دے تو مزا ہے

کعبے میں کھلا وہ گل گلزار مشیت — کفار سے پڑھوائے گا جو کلمۂ وحدت
دنیا میں بڑھائے گا جو دین کی عظمت — بالیدہ و شاداں نظر آتی ہے رسالت
یہ کون ہے، وہ شیر خدا جان نبی ہے
مولائے جہاں ساقی کوثر ہے، علی ہے



اگر علیؑ نہ ہوتے؟

رئیس الواعظین عالیجناب مولانا سید کرار حسین صاحب قبلہ
واعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

صاحبانِ ایمان پر پروردگارِ عالم نے یہ عظیم احسان کیا کہ اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کے درمیان مبعوث برسالت فرمایا۔ اس عظیم احسان کا تذکرہ خود قرآن حکیم نے بھی متعدد مقامات پر فرمایا ہے — لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا — اگر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں کسی کے احسان مند ہو جائیں تو منطقی طور پر اللہ تعالیٰ ممنونِ احسان ہو جائے گا۔ کیا محسن کردہ سرورِ عالم کی پرورش اور کفالت سے لے کر دعوتِ ذوالعشیرہ کی گواہی اور نصرتِ اسلام کے لئے ایک ایسے پاکیزہ خاندان اور طیب و طاہر نسل کا انتخاب کیا گیا۔ آگے چل کر جس کو "اہل البیتؑ" کے عظیم خطاب سے نوازنا مقصود تھا — اس خاندان کو "اہل البیت" بنانے کے لئے فخرِ خاندان علی بن ابی طالب علیہ السلام کو تعمیرِ خلیل و ذبیح — کعبہ محترم — میں پیدا کیا گیا۔ کسی سالک راہِ خدا سے اگر پوچھا جائے کہ راہِ خدا کی آخری منزل کیا ہے؟ تو یقیناً وہ یہی کہے گا کہ "خدا کا گھر" — یعنی سالکانِ راہِ خدا کے عرفان کی جو انتہا ہے وہ حضرت علی علیہ السلام کی ابتدا ہے۔

علی بن ابی طالب علیہ السلام کے والدِ محترم جناب ابوطالب علیہ السلام کو مربیِ نبوت اور کفیلِ رسالت [illegible] اُن کے سرِ پُرافتخار پر الم یجدک یتیما فآویٰ [illegible] ہے "ہم نے آپ کو یتیم پاکر کیا پناہ نہیں دی" کا تاج رکھ دیا۔ خیرہ چشم مسلمان جناب ابوطالب علیہ السلام کی شان میں جس قدر چاہے بے ادبی کرے لیکن قرآن حکیم کے صفحات پر یہ آیۂ کریمہ جب تک موجود ہے جناب ابوطالب علیہ السلام کی اس رفعتِ شان اور جلالت و عظمت کا ڈنکا بجتا رہے گا۔

علی بن ابی طالب علیہ السلام کی والدۂ گرامی جناب فاطمہ بنت اسد علیہا السلام ہیں جن کی آغوشِ محبت میں سرورِ عالم کو ماں کی مامتا کی چاشنی ملی اسی لئے آپ فرمایا کرتے تھے فاطمہ بنت اسد میری ماں کے بعد ماں ہیں — اُمی بعد اُمی — اُن کے کفن کے لئے اپنا پیراہن عطا فرمایا اور رحمتِ عالم دفن کرنے سے پہلے مادرِ علیؑ کی قبر میں لیٹے۔

علی بن ابی طالب علیہ السلام کی خوشدامن شہزادیٔ اسلام جناب خدیجۃ الکبریٰ ہیں جنہوں نے اپنی ساری دولت مرسلِ اعظم کے حوالے کر دی

نے آپ کی ساری دشواریوں کو ختم کر دیا اس لئے پروردگار عالم نے ... عزیز طاہرہ کے سورۂ الم نشرح میں ... (اے نبی آپ کو تنگدست پا کر کیا ہم نے آپ کو مالدار نہیں بنا دیا) کا جگمگاتا تاج رکھ دیا۔

علی بن ابی طالب علیہ السلام کی شریک حیات ہیں جناب سیدہ زہرا بنت نبیؐ جو خاتون جنت اور شفیعۂ روز محشر ہیں جن کے سر کا تاج ہے سورۂ ہل اتی اور جن کے گلے کا ہار ہے آیۂ تطہیر — انہیں کی پاکیزہ نسل اور طیب و طاہر ذریت "اہل البیت" ہے اس گھر کے دستور کا نام قرآن ہے اور آئین کا نام اسلام ہے

صاحب خلق عظیم کے بعد علی بن ابی طالب کو درس اخلاق دینے کے لئے قدرت نے منتخب کیا۔ صاحب علمت ما لم تکن تعلم کے بعد علیؑ ہی کو درسگاہ نبوت اور دانش کدۂ رسالت نے ... قادر کے بعد ... مختار مشیت کے بعد علیؑ ہی کو مظہر قدرت بنایا

امام اہلسنت علامہ جلال الدین سیوطی کے قول کے مطابق حضور سرکار کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندرون خانہ کعبہ دعا فرمائی تھی ویسی ہی دعا جیسی جناب موسیٰ نے فرمائی تھی — "پروردگار تو میرے لئے میرے سینے کو کشادہ فرما اور میرا کام میرے لئے آسان کر اور میری زبان سے لکنت کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ لیں اور میرے کنبہ والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے اس کے ذریعہ سے میری پشت مضبوط کر دے اور میرے کام میں اس کو میرا شریک بنا دے۔" (قرآن مجید)

یہی دعا حضور علیہ السلام نے کی اور جناب موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا حوالہ دے کر دعا فرمائی (در منثور ج ۴ طبع مصر) علامہ صاحب تفسیر ثعلبی نے تو لکھا ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے فقرات کہتے کہتے آنحضرت نے فرمایا۔

"واجعل لی وزیرا من اھلی علیا" میرے اہل سے علیؑ کو میرا وزیر بنا دے — حدیث منزلت گواہ ہے کہ امت مرحومہ کے درمیان جناب امیرؑ مثل ہارون ہیں اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ جو موسیٰ و ہارونؑ کے درمیان کوئی فرق و فاصلہ رہا ہے اندر آنحضرتؐ و جناب امیرؑ کے درمیان ہے۔ کعبہ میں رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت ... کی دعا کی تھی اس لئے اسی کعبہ میں ۱۳ رجب کو جب ... عام انہیں کو اس دعا کا ظہور ہوا یعنی اندرون خانۂ کعبہ مولود کعبہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

علیؑ نہ ہوتے تو

اسلام کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیجئے اور پھر بتائیے — علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟ اور یہی سوال ایک بار نہیں تاریخ کے ہر موڑ پر اس کو دہرایا جائے گا — علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا۔

کس سے پوچھئے علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا —

دعوت ذوالعشیرہ سے پوچھئے علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟ شعب ابی طالب سے پوچھئے علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا۔ شب ہجرت بستر نبوت سے پوچھئے علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا۔ ... سے پوچھئے علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا قرآن سے پوچھئے علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا۔ سورۂ توبہ سے پوچھئے علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا۔ حقیقت سے پوچھئے علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا، کوثر سے پوچھئے علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا۔ اصحاب کرام سے پوچھئے علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا۔ انبیاء سے پوچھئے علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا اور پھر رسول اعظم سے پوچھئے علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟ انہیں سوالوں میں اسلام کی پوری تاریخ پوشیدہ ہے۔ اگر آپ کو سوالوں کے جواب مل جائیں اور علیؑ کا نام نہ آئے اور آپ مطمئن بھی ہو جائیں تو سمجھئے کہ حضرت علیؑ بھی ایک مسلمان تھے اور بس اور اگر ہر جگہ ذکر علیؑ کے بغیر خاک اڑتی نظر آئے تو تسلیم کیجئے

کہ گلشن اسلام کی بہاروں کا نام ہے علیؑ۔
کعبہ جواب دے گا علیؑ نہ ہوتے تو میں بت خانہ ہوتا عبادت خانہ نہیں بن سکتا تھا۔ دعوت ذوالعشیرہ کا جواب ہوگا۔ رسول کبریاؐ کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوتی اگر علیؑ نہ ہوتے شعب ابی طالب آواز دے گا ہمارے فاقوں میں مزید اضافہ ہوتا اگر علیؑ نہ ہوتے۔ شب ہجرت بستر نبوت آواز دے گا کفار مکہ منصوبۂ قتل نبوت میں کامیاب ہو جاتے اگر علیؑ نہ ہوتے ـــ غزوات نبوت سے جواب ملے گا بدر کا معرکہ ہوتا مگر اسلام کا سورج طلوع نہ ہوتا۔ اُحد کی جنگ ہوتی مگر اسلام کا کوئی پاسدار نہ ہوتا خندق کی مہم میں کل کفر تو ہوتا لیکن علیؑ نہ ہوتے تو کوئی کل ایمان نہ ہوتا عمرو سے خود سر کو سرنگوں کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔ اگر علیؑ نہ ہوتے تو خیبر کی جنگ میں علم ہوتا مگر کوئی علمدار نہ ہوتا، میدان جنگ ہوتا مگر کوئی مرد جری کرار نہ ہوتا۔ حنین کا معرکہ ہوتا مگر کوئی غازی نہ ہوتا۔ قرآن آواز دے گا علیؑ نہ ہوتے تو قرآن ہوتا مگر وارث قرآن نہ ہوتا سورۂ توبہ پکارے گا علیؑ نہ ہوتے تو سورۂ توبہ ہوتا مگر سورۂ توبہ کا مبلغ نہ ہوتا جنت کا جواب ہوگا علیؑ نہ ہوتے تو جنت ہوتی لیکن سرداران جنت نہ ہوتے۔ کوثر ہوتا مگر ساقی نہ ہوتا۔ صفین کی صفوں میں سے عمار نکل کر آواز دیں گے علیؑ نہ ہوتے تو مومن و منافق کی شناخت نہ ہوتی طیب الولادت و خبیث الولادت کا فرق نہ معلوم ہوتا۔ عمر کہیں گے علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔
جناب آدمؑ فرمائیں گے علیؑ نہ ہوتے تو میری توبہ قبول نہ ہوتی جناب نوحؑ فرمائیں گے علیؑ نہ ہوتے تو سفینہ طوفان سے ساحل تک نہ آتا۔ جناب ابراہیمؑ آواز دیں گے علیؑ نہ ہوتے تو آگ گلزار نہ ہوتی، جناب عیسیٰؑ بتائیں گے علیؑ نہ ہوتے تو صغر سنی میں میں گفتگو نہ کر سکتا اور مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے علیؑ نہ ہوتے تو میری عصمت جگر فاطمہؑ مثل مریمؑ نا مکمل رہتی۔ میں [illegible] کوئی قرض کا ادا کرنے والا نہ ہوتا ـــ اور [illegible] تو میرا جنازہ بغیر دفن رہ جاتا کوئی لاش کا اٹھانے [illegible] ہوتا ـــ اسلام کی پوری تاریخ ہر قدم پر علیؑ کا [illegible] نظر آ رہی ہے۔ علی بن ابیطالب علیہ السلام کو اسلام [illegible] دیکھا جائے تو اسلام کاغذ کی چند سطروں کا [illegible] غرض کہ علی بن ابیطالب علیہ السلام کی شخصیت کو [illegible] بعد تاریخ اسلام میں خلا ہی نہیں پیدا ہوتا بلکہ اسلام [illegible] گم ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور جب علیؑ کے ساتھ اسلام [illegible] جائے گا تو وہ ایک زندہ اور زندگی بخش مذہب [illegible] اسلام کی تاریخ کا تسلسل علیؑ کی ذات سے وابستہ ہے۔

علیؑ منارِ ہدایت

علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ذات سے اسلام سر بلند رہا، کعبہ کا وقار محفوظ رہا۔ رشد و ہدایت کی راہیں کھلی رہیں، قرآن کا پیغام باقی رہا، الٰہی فرمان اور نبوی ارشاد کا بھرم رہ گیا ـــ حیات نبوت کے بعد ارتداد و ضلالت کی ایسی آندھیاں چلیں جس میں اچھے اچھوں کے قدم ڈگمگا گئے۔ لوگوں کے قدم [illegible] کے صراطِ مستقیم سے کھسک گئے اور رجعت قہقری اختیار کر [illegible] ـــ اس دورِ فتن میں مولود کعبہ اور جانشین پیغمبر اکرم [illegible] امیر علیہ السلام نے علم کی مشعل روشن کر کے [illegible] کو راہ حق دکھائی۔ ان کے کردار کی روشنی میں اسلام کے [illegible] و ضوابط روشن ہو گئے۔ سیرت نبوت اور اقدار اسلامی [illegible] اُجاگر ہو گئے۔ مولائے کائنات جناب امیر علیہ السلام [illegible] فرماتے ہیں:-

بنا اهتدیتم فی الظلماء وتسنمتم العلیاء
وبنا انفجرتم عن السرار (نہج البلاغہ)

• تم لوگوں نے ہمارے ہی ذریعہ کفر کی [illegible] ہدایت پائی اور اسلام کی بلندی [illegible]

، بدولت شقاوت کی گھٹا ٹوپ اندھیری راتوں سے نکل کر ہدایت کی صبح تک پہنچے ۔ (نہج البلاغہ)

جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے اس دعوی کی حضرت عمر کس عمدگی سے تصدیق فرماتے ہیں ۔ اس واقعہ میں ملاحظہ فرمائیے ــــ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی شارح نہج البلاغہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کے دربار میں ایک مرتبہ کسی شخص نے جناب امیر علیہ السلام پر دعوی دائر کیا ۔ آپ وہیں تشریف فرما تھے ۔ حضرت عمر جناب امیر علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے ابوالحسن آپ اپنے مدعی کے برابر آجائیے ۔ باہم سوال و جواب ہوا اور مقدمہ کا فیصلہ ہوا بعد فیصلہ جناب امیر اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے مگر غصہ سے آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا تھا ۔

" آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہے کیا میں اس کا سبب دریافت کر سکتا ہوں " حضرت عمر نے جناب امیر علیہ السلام سے کہا ۔

" ضرور "

" کیا مجھ سے کوئی ایسی بات سرزد ہو گئی جو آپ کو ناگوار محسوس ہوئی ہو " حضرت عمر نے پوچھا

" ہاں " جناب امیر نے حضرت عمر کو جواب دیا ۔

" آخر وہ کون سی بات ہے " حضرت عمر نے تعجب سے پوچھا ۔

چونکہ عرب میں کنیت سے معززین کو خطاب کیا جاتا تھا اس لئے حضرت امیر علیہ السلام کی کنیت ابوالحسن بھی اور آپ کو اسی کنیت سے خطاب کیا جاتا تھا ۔

" تم نے مجھے میرے مدعی کے سامنے میری کنیت سے پکارا جب کہ مدعی کو اس کے نام سے پکارا گیا " جناب امیر علیہ السلام نے حضرت عمر کو جواب دے کر ان کی غلطی پر انھیں متنبہ کیا اور یاد دلایا کہ عدالت کے سامنے اسلامی قانون کی رو سے کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرنی چاہئے اگر رعایت ہو تو پھر مدعی و مدعا علیہ دونوں اس رعایت کے مستحق ہیں ۔

حضرت عمر نے دوڑ کر جناب امیر علیہ السلام کو گلے سے لگا لیا اور پیشانی کا بوسہ دے کر کہا : ۔

بابی انتم بکم ھدانا اللہ وبکم اخرجنا من الظلمۃ الی النور

" میرا باپ تم پر قربان ہو ۔ اللہ تعالی نے تمہارے ہی ذریعہ ہماری ہدایت کی اور تمہارے ہی ذریعہ ہمیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی منزل تک پہنچایا ۔ "

فضیلتوں کی آغوش میں

اسلامی مساوات !

پلنے والے علی کو مساوات اسلامی کا کس قدر پاس و لحاظ ہے اسی واقعہ سے سمجھا جا سکتا ہے جو اسی سی ناروا ری کو بھی برداشت نہ کر سکے حق ہے کہ اس کو ہر دور کے حق کا محافظ اور غریبوں کے دکھ درد کا ساتھی سمجھا جائے ۔ عدم مساوات کے اس معمولی سے واقعہ پر اپنی شدید برہمی کا مظاہرہ کر کے جناب امیر المومنین علیہ السلام نے آگاہ کر دیا کہ اگر کسی دور میں مہاجر و انصار اور عرب و عجم میں ناروا ری کا سلوک روا رکھا گیا تو اس طریقہ کار کو اسلام سے کوئی واسطہ نہ ہوگا ۔

انسان سب برابر ہیں ، کسی کو کسی پر کسی قسم کی کوئی برتری نہیں ہے ۔ نہ مہاجرین کو انصار پر نہ عرب کو عجم پر اور نہ آزاد کو غلام پر ۔ جناب امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام اس مسئلہ میں کس قدر محتاط تھے اس کا اندازہ ہمیں اس وقت ہوتا ہے جب مولائے کائنات چھوٹا اور موٹا لباس خود اپنے لئے اور عمدہ لباس قنبر کے لئے پسند فرماتے ہیں ــــ قنبر کہتے ہیں : ۔

" آقا یہ لباس آپ زیب تن فرمائیں "

" نہیں قنبر وہ تم استعمال کرو " علی نے جواب دیا ۔

" آقا ! چونکہ آپ آقا ہیں اور یہ لباس عمدہ ہے اس لئے

اس کو آپ لے لیں۔"

"مگر قنبر! علی بن ابی طالب علیہ السلام نے سمجھاتے ہوئے نرم لہجہ میں ارشاد فرمایا۔ "یہ لباس تمھارے لئے مناسب ہے کیونکہ تم جوان ہو ۔۔۔ اور یہ موٹا جھوٹا میرے لئے ٹھیک ہے کیونکہ میں بوڑھا ہوں۔"

قنبر غلام تھے احساس کمتری کی بنا پر اگر وہ جناب امیرؑ کو آقا سمجھ کر عمدہ لباس پہننے کی صلاح دیں تو کوئی حرج نہیں مگر علیؑ یہ کیسے کہہ دیں کہ اسی لئے تمھیں عمدہ لباس دے رہا ہوں تاکہ تم یہ نہ محسوس کرو کہ ہمارے یہاں غلام کو پست سمجھا جاتا ہے۔ حکیم الٰہی نے قنبر کو ایسا جواب دیا کہ غلامی کا نام تک نہ آنے دیا۔ اور قنبر یہ محسوس بھی نہ کر سکے کہ علیؑ اس طرح مجھے پستی سے بلندی کی طرف لے جا رہے ہیں ۔۔۔

قرآن حکیم کے قائم کردہ معیار برتری فضیلت ۔۔۔ تقویٰ ۔۔۔ کے علاوہ جناب امیر علیہ السلام دوسرے تمام بنیادی معیار و افتخار کو ناپسند فرماتے تھے

خواہ مخواہ کے ناز و افتخار اور فتنہ و فساد سے باز رہنے کی ہدایت کرتے ہوئے آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"ایھا الناس شقوا امواج الفتن بسفن النجاۃ وعرجوا عن طریق المنافرۃ وضعوا تیجان المفاخرۃ"

(نہج البلاغہ)

"لوگو! فتنوں کی موجوں کو نجات (صبر و صلح) کی کشتیوں سے شق کر دو اور مخالفت کے راستوں سے دور ہٹ جاؤ اور فخر و مباہات کے تاجوں کو اتار پھینکو۔"

صلح و آشتی اور امن و امان کی زندگی بسر کرنے کے اصول کو چند فقروں میں پیش کر دیا گیا ۔۔۔ صلح و آشتی، جنگ و جدال اور امن و امان کی فضا فتنہ و فساد میں تب ہی تبدیل ہوتی ہے۔ جب بیجا ناز اور خواہ مخواہ کے افتخار پر انسان اکڑتا اور ڈینگیں مارتا پھرتا ہے۔ جن قوموں کو زندگی کے یہ گر یاد ہیں اُن کا ہر قدم ترقی کی طرف اٹھتا ہے اور جنھوں

نے اسے بھلا دیا وہ آج بھی نکبت و افلاس اور ذلت [illegible] کی گندگی میں ملوث ہیں۔

فتنے تب ہی دب سکتے ہیں جب اُن کو صبر و سکون اور صلح و آشتی کے ذریعہ دبایا جائے اور صلح و آشتی کا راستہ تب ملے گا جب آدمی مخالفت و مخاصمت کے راستہ سے دور ہو جائے۔ ضد اور ہٹ دھرمی، ناز اور غرور فتنوں کو بڑھا تو سکتے ہیں لیکن دبا نہیں سکتے۔

عظیم کردار

اسی لئے طلحہ و زبیر اور اُن کے جیسے سینکڑوں افراد جناب امیرؑ سے جدا ہو گئے۔ آپ کے قریبی اسی لئے آپ کا ساتھ چھوڑ دیتے تھے کہ ان کو خاطر خواہ یہاں سے مالی منفعت نہیں ہوتی تھی۔ وہ جن باتوں کے عادی رہے ہیں وہ چیز حضرت علیؑ کے یہاں اُن کو نظر ہی نہیں آئی۔ یہاں تو ذاتی گفتگو کے وقت بیت المال کا چراغ تک گل کر دیا گیا اور جب طلحہ و زبیر نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا:۔

"چراغ مسلمانوں کے پیسے سے جل رہا ہے ذاتی گفتگو میں اس کو جلانے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

اس واقعہ کے دوسرے ہی دن دونوں بزرگ مدینے سے رخصت ہو کر مکہ آ کر علیؑ کے مخالف گروہ میں شامل ہو گئے اور بصرہ کی جنگ کے ہیرو بنے۔

میدان جنگ میں جناب امیرؑ اور بھاگے ہوئے زبیر سے ملاقات ہوئی تو زبیر نے حضرت علیؑ سے شکایت کی:۔

"علیؑ تم مجھ کو جہنمی کہتے ہو؟"

"اگر میں تم کو جنتی سمجھتا تو جنگ کیوں کرتا؟" حضرت علیؑ نے زبیر کو جواب دیا۔

"کیا آپ نے حدیث عشرہ مبشرہ نہیں سنی؟" زبیر نے مرعوب کن لہجہ میں اپنے جنتی ہونے کا ثبوت پیش کرنے کی کوشش کی۔

"میں اس حدیث کے سلسلے میں کچھ نہ کہوں گا" جناب امیر المومنین نے زبیر کو جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ "جب تک تم یہ نہ بتاؤ کہ اس کے اندر کون کون ہے۔"

زبیر نے اس حدیث کے ذیل میں آٹھ دوسرے آدمیوں کے نام گنانے کے بعد اپنا نام لیا ___ تو حضرت علیؑ نے فرمایا:۔

"یہ لوگ دس کی گنتی کے نام ہوئے، دسواں کون ہے؟"

"دسویں تم ہو۔"

"اچھا تو تم کو میرے جنتی ہونے کا اقرار ہے؟" جناب امیر نے زبیر سے سوال کیا

"بالکل۔"

"مگر مجھ کو تمہارے جنتی ہونے سے قطعی انکار ہے"

اس طرح حضرت علی علیہ السلام نے حدیث عشرۂ مبشرہ کو جعلی و فرضی ہونے کا اعلان میدانِ جنگ میں کر دیا جہاں ہزاروں لوگ اس اعلان کو سن رہے تھے۔

دربارِ مرتضوی میں عرب کو عجم پر، آزاد کو غلام پر، رئیسوں کو غریبوں پر یا گوروں کو کالوں پر کوئی برتری حاصل نہ تھی اس لئے حضرت علیؑ میدانِ جنگ کے بہادروں اور فوجیوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتے اور ان سب کو برابر سے مال تقسیم کرتے تھے جب کہ آپ کا حریف معاویہ اور حاکمانِ مدینہ کا انداز اس سے بالکل مختلف تھا۔ وہ کمزور، نادار اور بے سہارا لوگوں کی حق تلفی کر کے سرداروں اور با اثر لوگوں کو نوازتے تھے تاکہ یہ ہم سے الگ نہ ہونے پائیں۔ حضرت علیؑ سے ان لوگوں کا یہی مطالبہ تھا جسے عدالت مآب علیؑ نے بجائے حقارت ٹھکرا دیا۔ انہیں اس کی پروا ہی نہیں تھی کہ کون میرے ساتھ رہ جائے گا اور کون مجھ سے الگ ہو جائے گا۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اس امتیازی تقسیم اور نابرابری کا دستور حضرت عمر کی ایجاد ہے۔ مرسل اعظمؐ کے عہدِ معدلت مہد میں بھی تقسیم مساوی کا اصول جاری رہا۔

محافظ دینِ علیؑ

حضرت علیؑ کو سیرتِ نبوت اور اسوۂ رسالت کی پابندی عزیز تھی، ان کو اسلام کے حدود کے اندر رہ کر حکومت کرنا تھی اس لئے اسلام کے قانون کی خلاف ورزی، قانون کے محافظ حضرت علیؑ کر ہی نہیں سکتے تھے۔ البتہ حاکمانِ مدینہ اور معاویہ کو پوری پوری آزادی تھی کہ وہ اپنے فائدہ پر اسلام کے ہر قانون و دستور کو قربان کر سکتے تھے اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ ان لوگوں کی نظروں میں دنیا اور مالِ دنیا ہی سب کچھ تھا اس لئے اس کو پانے اور بچانے کے لئے اسلام کے ہر قانون اور دستور بلکہ حق و صداقت اور انسانیت و شرافت کو بھی دنیا اور مالِ دنیا پر قربان کر سکتے تھے ___ مگر جناب امیر دین ہی کو سب کچھ سمجھتے تھے اس لئے وہ بڑی آسانی دین پر مالِ دنیا اور دنیا کے جملہ لوازمات کو قربان کرنے کے لئے تیار رہتے۔ آپ کی نظروں میں دنیا کی حیثیت بکری کی چھینک سے زیادہ نہ تھی۔

صفین جاتے ہوئے محافظ اسلام علیؑ منزل ذی قار پر قیام فرماتے ہیں۔ ایک دن ابن عباس کا جناب امیر کے خیمہ کی طرف سے گزر ہوا تو انہوں نے دیکھا حضرت علی علیہ السلام اپنی پرانی اور بوسیدہ جوتیوں کو ٹانک رہے ہیں۔ حضرت علیؑ نے ان کو دیکھا تو مڑ کر پوچھا۔ "ما قیمۃ ھذا النعل" تمہارے نزدیک ان جوتیوں کی کیا قیمت ہوگی؟

"لا قیمۃ لھا"۔ ابن عباس نے جواب دیا۔ "ان بوسیدہ جوتیوں کی اب کوئی قیمت نہیں ہے"۔

"واللہ لھی احب الی من امرتکم" جناب امیر نے فرمایا۔ "خدا کی قسم یہ جوتیاں میرے نزدیک تمہاری حکومت و تختِ سلطنت سے بہت زیادہ اچھی ہیں!"

"الا ان اقیم حقا او ادفع باطلا" "میں تو اس حکومت کو ٹھکرا دیتا اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میرے ذریعہ حق قائم اور باطل دفع ہوگا۔" (نہج البلاغہ)

علوی پالیسی

حضرت علی علیہ السلام نے حکومت کو محض اس لئے قبول فرمایا تھا کہ دین

کے خطوط کو واضح، حق کی راہوں کو روشن اور بصیرتِ نبوی کو زندہ کر سکیں ـــ حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد حضرت علیؑ کیا کریں گے؟ اس کا جواب بیعت کے بعد فوراً دیا گیا۔ اپنی حکومت کی پالیسی کا جناب امیر علیہ السلام ان لفظوں میں اعلان فرماتے ہیں :۔

والذی بعثہ بالحق لتبلبلن بلبلۃ ولتغربلن غربلۃ ولتساطن سوط القدر حتی یعود اسفلکم اعلاکم واعلاکم اسفلکم ولیسبقن سابقون کانوا قصروا ولیقصرن سباقون کانوا سبقوا

(نہج البلاغہ)

قسم ہے اُس خدا کی جس نے محمد مصطفےٰؐ کو رسول بنایا تم لوگ اچھی طرح بھینچے جاؤ گے اور پوری طرح چھانے جاؤ گے اور دیگ کے اُبال کی طرح تہ و بالا کئے جاؤ گے یہاں تک کہ تمہارا ادنیٰ اعلیٰ ہو جائے گا اور اعلیٰ ادنیٰ ہو جائے گا اور سبقت کرنے والے جو پیچھے رہ گئے تھے (پھر) بڑھ جائیں گے اور بڑھے ہوئے لوگ پیچھے کو دب جائیں گے۔"

یعنی پورے نظامِ حکومت، تہذیب، تمدن اور پورے اسلامی معاشرہ میں انقلاب آجائے گا اور جو جہاں کا ہے وہیں کر دیا جائے گا۔ حق حقدار تک پہنچا دیا جائے گا۔ یہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنی حکومتی پالیسی کا اعلان نہیں بلکہ تمام باطل پرستوں اور سرمایہ داروں کے خلاف اعلانِ جنگ فرمایا ہے۔ اس اعلان میں نبوی جاہ و جلال موجود ہے جس طرح اعلانِ رسالت سے صنادیدِ قریش گھبرا گئے تھے اسی طرح اعلانِ امامت سے مدینہ سرکار کی عملداری میں رہنے والے تمام سرمایہ داروں اور زر پرستوں کے اوسان خطا ہو گئے۔

تختِ حکومت پر قدم رکھا اور حق کو حقدار تک پہنچانے کی فکر شروع ہو گئی۔ حد یہ ہے کہ ناجائز طور پر حضرت عثمان نے جو جاگیریں اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دی تھیں اُن کو بھی واپس لینے لگے اور [illegible] مضبوط و مصمم ارادہ کا یوں اعلان فرمایا :۔

"واللہ لو وجدتہ قد تزوج بہ النساء وملک بہ الاماء لرددتہ" (نہج البلاغہ)

"بخدا اگر میں اس (مال خدا) کو (اس حالت میں) بھی پاتا کہ اس سے عورتوں کا نکاح کیا گیا اور کنیزیں خریدی گئیں جب بھی اس کو واپس لے لیتا۔"

صد ہزار افسوس کہ اُمّ المومنین عائشہ اور معاویہ نے بلادِ اسلامی میں ایسا خلفشار پیدا کر دیا کہ حضرت علیؑ [illegible] میں منہمک ہو گئے اور پھر اچانک قتل کی شامی سازش نے شمعِ حیاتِ علیؑ گل کر دی ورنہ سارے حقوق ظالموں سے چھین کر ستم رسیدہ حقداروں تک پہنچائے جاتے اور پھر فدک بھی اولادِ سیدہ زہراؑ کو واپس ملتا۔

دنیوی لحاظ اور سیاسی اعتبار سے [illegible] کہا کہ کچھ دنوں کے لئے یہی مناسب تھا کہ معاویہ کو شام کا گورنر رہنے دیا جائے جب پورا اقتدار قائم ہو جاتا تو پھر اُس کو ہٹا دیتے۔ یہ بات اُن لوگوں کی نظروں میں تو وقیع ہو سکتی ہے جو ملک [illegible] جو دنیا طلبی ہی کو مقصودِ زندگی بنا چکے ہوں [illegible] ابن ابی طالب جیسے حق پسند اور انصاف پرور [illegible] میں اس مشورہ کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ جب یہ مشورہ جناب امیر کو دیا گیا تو آپ نے فرمایا :۔

"ان اقررت معاویہ علی ما فی یدہ کنت متخذ المضلین عضدا"

(استیعاب ابن عبدالبر جلد [illegible])

"اگر میں معاویہ کو اُس کی موجودہ جگہ (گورنری) پر بحال رہنے دوں تو اس کا (کھلا ہوا) مطلب یہ ہے [illegible] اور بے دینی پھیلانے والوں کو اپنا قوتِ بازو [illegible] علی ابن ابی طالب علیہما السلام [illegible]

پیر دنیا کے سامنے پیش کر رہے تھے۔ مطلب یہ تھا کہ عیاری و مکاری کا اسلام کی راہوں میں کوئی عملی دخل نہیں ہے علی اگر یہ بھی گوارا نہیں ہے کہ حق تک پہنچنے کے لئے باطل کا سہارا لیا جاتا ـــ اگر یہی کچھ کرنا ہوتا تو آج سے بہت پہلے ہی خلافت کا تخت علیؑ کے قدموں کے نیچے آچکا ہوتا۔ بات صرف اتنی تھی کہ قرآن و سنت پیغمبرؐ کے ساتھ سیرت شیخین پر عمل کرنے کا وعدہ کر لیجئے ـــ علیؑ کی صرف ایک "ہاں" سے عظیم انقلاب پیدا ہوتا۔

انقلاب آتا اور یہ آنے والا انقلاب جہاں مدینہ سرکار کی سیاست مداں دنیا میں عقیدۂ امامت کو بھی تہ و بالا کر دیتا علیؑ کی یہ "ہاں" انہیں مدینہ کا تخت دے دیتی بادشاہ بنا دیتی اور وہ ایک عظیم حکمراں ہو جاتے مگر ان کی یہ "ہاں" الٰہی منصب اور حد اور کی عہدہ کے وقار کو مجروح کر دیتی، عصمت کی آبرو پامال ہوتی اور ہوی اعتماد کے پہاڑ پر کاری ضرب پڑتی ـــ لہٰذا امیر کائنات علیؑ نے سیرت شیخین پر عمل کرنے سے صاف انکار کر کے آئے ہوئے تخت سلطنت اور مدینہ حکومت کو جوتیوں کی ٹھوکر رسید کر دی ـــ تو اب کیسے ممکن ہے کہ حکومت پا لینے کے بعد اپنے اس کردار پر آنچ آنے دیں گے اور معاویہ کو بحال کر کے اپنی عدالت کو داغدار کریں گے۔ حضرت امیرؑ کی طیب و طاہر زندگی میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا جس پر عدم حق کا شبہہ ہو سکے۔ علیؑ کی حق روی و حق پسندی و حق وازی شہرۂ آفاق اسی لئے ہے کہ آپ اس سلسلے میں کسی طرح رعایت کے قائل نہ تھے

علیؑ اور حق!

حضرت امیر علیہ السلام حق کے سلسلے میں بے حد سخت اور متشدد تھے۔ اس کا اندازہ خود حضرت عمر کو بھی تھا انہیں یقین تھا کہ علیؑ حق کے راستے سے ایک انچ کھسکنے کے لئے تیار نہیں بلکہ وہ دوسروں کو بھی حق کی راہ پر چلانے کے لئے مصر ہیں چنانچہ اپنے مرض موت میں عمر ایک شخص کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ـــ

والذی نفسی بیدہ لو استخلفتموہ لاقامکم علی الحق وان کرہتم۔ (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۹ حیدرآباد)

"واللہ اگر علیؑ کو میرے بعد حاکم بنا دیا جائے تو وہ تم سب کو حق کے راستے پر کھڑا کر دیں گے چاہے تم اس کو برا ہی کیوں نہ مانو"

حضرت علیؑ کی اس حق پسندی ہی کی بنا پر حیات پیغمبرؐ کے بعد مدینہ سرکار نے ان کو خانہ نشینی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا۔ کیوں کہ مدینہ سرکار کو یقین تھا کہ حضرت علیؑ کو حکومت کے جس شعبہ میں بھی مسند دی جائے گی وہ اپنے ماتحتوں کو حق کے راستہ پر چلائیں گے حکومت کی پالیسیوں کی ان کو کوئی پرواہ نہ ہوگی۔

حضرت سید شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں:۔

اذا تمت العصمۃ کانت افاعیلہ کلہا حق لا اقول انہا تطابق الحق بل ہی الحق بل الحق امر ینعکس من تلک الافاعیل کالضوء من الشمس والیہ اشار رسول اللہ صلعم حیث دعا اللہ علی ادر الحق حیث دار ولم یقل ادرہ حیث دار الحق۔

(تفہیمات الٰہیہ جلد ۲ ص ۲۲ ۱۹۳۶ء)

"جب عصمت کامل ہوتی ہے تو اس کا ہر کام حق ہوتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ کام حق کے مطابق ہوتا ہے بلکہ حق ہوتا ہے ـــ نہیں بلکہ حق کا صدور ان امور سے یوں ہوتا ہے جیسے سورج سے کرنیں نکلتی اور پھیلتی ہیں اور اس کی طرف رسول اللہ نے حضرت علیؑ کے لئے اشارہ، دعا کی تھی کہ میرے اللہ حق کو وہیں رکھنا جہاں علیؑ ہو

اور یہ نہیں فرمایا کہ علیؑ کو وہاں رکھنا جہاں حق ہو۔
اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ علامہ شاہ ولی اللہ محدثؒ
بعد حضرت علی علیہ السلام کو معصوم کامل مانتے تھے اور حضرت
علیؑ کے افعال کو مطابق حق نہیں بلکہ حق کو مطابق افعال
علیؑ سمجھتے تھے اور یہ استفادہ اُنھوں نے حدیث رسولؐ سے
کیا ہے۔ مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو
حق کا پابند نہیں بنایا بلکہ حق کو علیؑ کا پابند کر دیا ——
حق کہاں ہے؟ کا سوال اب غلط ہے، اور اس کو تلاش
کرنا ایک عمل عبث ہے اب تو علیؑ کو تلاش کرنا چاہیے
کہ وہ کہاں ہیں؟ جہاں علیؑ ہوں گے لامحالہ حق وہیں ہوگا
اجماع، شوریٰ، استخلاف، دربار حکومت، جمع قرآن کی
مسجد، منبر، محراب عبادت اور میدان جنگ ہر جگہ یہ دیکھنا
ہوگا کہ علیؑ ہیں یا نہیں، موافق ہیں یا مخالف ہیں، علیؑ
کے نقش قدم دیکھتے چلیے، حق ملتا چلا جائے گا۔

ابو الائمہ، مولود کعبہ، حق کے رہبر اعظم، دوش نبیؐ
کے سوار، قرآن کے وارث، کعبہ کے محافظ، خطیب منبر سلونی
ایسے ایک نالائق محب اور گنہگار و ادنیٰ ترین غلام کا سلام
قبول کرو!

حضرت علیؑ کا ایک مکتوب

محمد بن ابی بکر کے قتل پر عبداللہ ابن عباس کو!

دشمن نے مصر فتح کر لیا اور اللہ کی رحمت ہو محمد بن ابی بکر پر جو شہید ہو گیا۔ اس خیر خواہ فرزند[1] کی شہادت کا ثواب ہمارے نزدیک خدا ہی کے پاس ہے۔ یہ فرزند زبردست جدوجہد کرنے والا تھا، تیغ براں تھا مدافعت کا ستون تھا جاتا رہا۔ پہلے میں نے لوگوں کو اس کی حمایت میں کھڑے ہونے کے لئے ہر ممکن طریقے سے اُبھارا، علانیہ اور خفیہ، موقعیں دیں، تحریک دلانے میں کسر نہ اُٹھا رکھی مگر ہوا یہ کہ جو کچھ تھے دل کی ناخوشی سے آئے تھے۔ کچھ لوگوں نے جھوٹے عذر کر دیے اور کچھ لوگ پاؤں توڑ کے بیٹھ رہے خدا سے دعا ہے کہ مجھے ان لوگوں سے چھٹکارا دے دے۔ جلد سے جلد چھٹکارا دے دے۔ اگر دشمن سے دو بدو جنگ کرتے ہوئے شہادت کی آرزو نہ ہوتی اور مر جانے پر دل ٹھہر نہ چکا ہوتا تو میں ان لوگوں کے ساتھ ایک دن بھی نہ گزارتا۔ ان سے ملنے کی میرے دل میں کبھی خواہش ہی پیدا نہ ہوتی

[1] فرزند اس لئے فرمایا کہ حضرت ابوبکر کی وفات پر امیر المومنین نے محمد کی والدہ سے شادی کر لی تھی اور محمد کو اپنی اولاد کی طرح پالا تھا

لاعلی الّا علی

(جناب مہدی نظمی لکھنوی)

زمینِ تشنۂ گلزار پر ابرِ کرم آیا
کہ چشمِ نرگسِ شہلا کے ہر ڈورے میں نم آیا
چلی لیلائے ظلمت گوندھ کر بکھرے ہوئے گیسو
کہ تیرہ خاکداں میں آفتابِ صبح دم آیا
عروسِ لالۂ نوخیز کی زینت عارض
چمن کی سنبلوں کے گیسوؤں میں پیچ و خم آیا
نگارِ گل پہ شبنم نے نچھاور کر دیئے موتی
دلِ آزردۂ بلبل کو ضبطِ جوشِ غم آیا
سرابِ ریگِ صحرائے وفا کے تشنہ کاموں کو
مبارک باد دیجے ابرِ فیضان و کرم آیا
لچکنی ڈالیوں کو آگیا تسلیم کا انداز
لئے گلدستۂ گلشن باغبانِ ذی حشم آیا
خزاں شداد کی جنت میں جاگی لے کے انگڑائی
ہوا اعلانِ زوالِ موسمِ باغِ ارم آیا
نوید امن و پیغامِ امان و عید آزادی
لگا دینے شکستِ فاتحِ جور و ستم آیا
بساں گردِ دلِ تہذیب کا [illegible]
کہ جادہ سازِ عمرِ رہبرِ راہِ حرم [illegible] آیا
رہِ عرفاں کا سنگِ میل اہلِ حق کی منزل
صراطِ مستقیم و جادۂ حق کا [illegible] آیا
یہاں اہلِ جنوں ٹھیرے تو اسرارِ خودی سمجھے
یہاں اہلِ خودی ہو بیٹھے تو ترکِ ہم و غم آیا
یہاں آئے خرد والے تو سمجھے حکمتِ دنیا
یہاں اہلِ قلم بیٹھے تو اندازِ رقم آیا
یہاں سازندگانِ بزمِ عرفان و طریقت کو
کمالِ لحنِ سحر و شعرِ پر زیر و بم آیا
یہاں سازِ لبِ زخمِ جگر سے زمزمے پھوٹے
یہاں پیرِ نظر عکسِ رخِ زہرہ نعم آیا
یہاں زخمہ زنِ تارِ ربابِ کن کے نغمے تھے
لبِ داؤد میں سوزِ اذانِ صبح دم آیا
یہاں آئینۂ ذہن و تصور نے جلا پائی
یہاں فکرِ رسا و فہمِ مضمونِ اہم آیا
یہاں پیچِ بلاغت سیکھ کر اہلِ سخن اٹھے
یہاں اربابِ حکمت کو بیانِ کیف و کم آیا
یہاں آئے فقیر اللہ توکل تو بنے تسلیم
شکوہِ قیصرانِ روم و شاہانِ عجم آیا
یہاں اہلِ شہادت کے لہو میں زندگی دوڑی
یہاں اہلِ محبت کی رگِ جاں میں رحم آیا
یہاں سلمانؓ یہاں بوذرؓ یہاں مالکؓ یہاں میثمؓ
یہاں جو شخص آیا فخرِ اربابِ ہمم آیا
یہاں سایہ کیا اکرام و الطافِ الٰہی نے
یہاں خیرالبشرؐ خیرالوریٰؐ خیرالامم آیا
یہاں پلٹا نظر کے اک اشارے پر شہِ خاور
یہاں جنت سے اکثر خوانِ اشفاق و نعم آیا
یہاں نظمی سنا دے مطلعِ رنگیں کر محفل میں
سخندانوں کو کیفِ بادۂ شعرالعجم آیا

جنوں کے دیدۂ حیراں میں جب عکسِ صنم آیا
دلِ آوارۂ دشتِ تمنا تا حرم آیا

جنوں میں چاک دامانی سے رسوائی نہیں ہوتی
کہ تختِ مصر پر اک چاک داماں کا قدم آیا
جنوں گزرا درِ زندان و چاہِ دشت کنعاں سے
جنوں بالائے دار و شیشۂ پیکانِ ستم آیا
جنوں کا یہ اثر ہے عمرِ رفتہ بھی پلٹتی ہے
زلیخا کا شباب و حسن در عہدِ ہرم آیا
جنوں جانِ بدوشِ غم تلاشِ تیرہ بختاں میں
اگر نکلا سرِ صحرا اسیرِ لوح و قلم آیا
جنوں نے جب قدم سنگِ درِ دلدار پر رکھا
سحر پر گرمئ رفتار سے نقشِ قدم آیا
جنوں کے [illegible] تبسم سے بہارِ رنگ و بو آئی
جنوں کے ایک آنسو میں زمانے بھر کا غم آیا
جنوں کے سامنے شمشیر مثلِ شاخِ گل لچکی
جنوں کے روبرو خنجر مثالِ جامِ جم آیا
جنوں آوارۂ غربت جنوں بے سروسامان
مگر آیا خرد کی بزم میں تو الرغم آیا
جنوں حدِ سلاسل، قصدِ محکم [illegible]
جنوں کا سرحدِ ادراک سے آگے قدم آیا
جنوں ہے بے نیازی [illegible] لسان کی حد میں
جنوں کی منزلِ تسلیم میں کھنچ کر حرم آیا
جنوں نے نقش [illegible] کی قیمت میں
جنوں کے ہاتھ میں سرمایۂ لطف و کرم آیا
جنوں کے دوش پر [illegible] آیا تو اے نظمی
قصیدے میں ترے آہنگِ شیراز و عجم آیا
سنا دے مطلعِ حسنِ وفا [illegible] غزل میں
[illegible] کلک میں سازِ وفا کا زیر و بم آیا

وفا سے [illegible] حسن [illegible] قسم آیا
کہ اہلِ [illegible] سرادۂ خاطر [illegible] آیا

وفا کے در پہ آیا سر بہ سجدہ [illegible]
وفا کے آستانے پر [illegible] بھی سر بہ خم آیا
وفا کا راستہ [illegible] ہے شکلِ آسماں ہے
وفا [illegible] سے دین کی دعوت میں دم آیا
وفا مشکلکشا [illegible]
[illegible] اہلِ باطل کا بھرم آیا
وفا کی صورت [illegible] کی طاعت
[illegible] ان کی زد میں حشم آیا
وفا لفظوں کے [illegible] آئینہ [illegible]
وفا [illegible] سلطانِ رسالت پر قدم آیا
وفا سوئی اگر [illegible] ہجرت
[illegible] پیمبر کا سراپا جیش و علم آیا
وفا جاگی شبِ ہجرت تو معراجِ پیمبر کا
نظر کے سامنے ہر حسنِ منظر دم بدم آیا
وفا کا دائرہ کھنچتا ہے پرکارِ محبت سے
وفا کے دائرہ میں صورتِ مرکز حرم آیا
سنا دے مطلعِ ثالث کہ نظمی اہلِ محفل میں
حرم کے ساتھ ذکرِ جشنِ مولودِ حرم آیا

حدیثِ عالمِ [illegible] کا شعبِ [illegible] عدم آیا
سرِ دنیائے حادثہ پیکرِ حسن قدم آیا

حسامِ دیں پناہ و طرۂ دستارِ پیغمبر
محمد بنتِ رسول و نجمِ تابانِ حرم آیا

زمیں سے مل گیا ہے سلسلہ امواج کوثر کا
کنار جوئے زمزم چشمۂ جود و کرم آیا

نہ پوچھو شادمانی و نشاط مرسل امی
نوشتۂ مصحف قرآں باری کا قلم آیا

علی کی منتظر تھی مصلحت اعلان بعثت کی
علی آئے تو اعلان نبوت دم بدم آیا

ترے نازک لبوں سے لالہ و گل کو ہنسی آئی
تری زلفوں سے زلف زندگی میں پیچ و خم آیا

گلابوں میں مہک آئی ترے رخ کے پسینے سے
غزالوں کو تری رفتار کی شوخی سے رم آیا

ترے نیزے میں تیری خوئے نازک کی لچک آئی
تری شمشیر میں تیرے خط ابرو کا خم آیا

گلابوں میں مہک آئی ترے رخ کے پسینے سے
غزالوں کو تری رفتار کی شوخی سے رم آیا

ترے نیزے میں تیری خوئے نازک کی لچک آئی
تری شمشیر میں تیرے خط ابرو کا خم آیا

ترے وحشی اٹھے تو جھک گئی پیشانی کسریٰ
ترے وحشی چلے تو ٹھوکروں میں جام جم آیا

سخی کے در پہ سائل آگیا تو اس کے دامن تک
کرم امواج در امواج آیا یم بہ یم آیا

محبت سے کوئی بولا کوئی حسرت سے حسرت میں
علم آیا علی آئے علی آئے علم آیا

مبارک آل ہاشم آل ابراہیم کو نکلی
حرم سے سب صنم نکلے محمد کا حرم آیا

قطعہ

رجب کی تیرھویں ہے آج نکلا آفتاب کا نور ہو جاتا ہے
منور ہو گیا جنت بھی کعبہ بھی جلوہ طور ہو جاتا ہے
علی آغوش میں ہیں تنہا مسکراتے ہیں
مگر غیروں میں ہمت ہو تو شرمندہ مسرور ہو جاتا ہے

ہمیشہ منصور بنارسی

قطعہ

جمال مصطفیٰ کہاں اثر ہے بو تراب کہاں
دکھا ہے جلوۂ سرمد دیکھیے انتہا ہے کہاں
ابھی تو حیدر کی عزت بنت اسد ہے کہاں
تمہارے لعل کا ثانی ہے ان کا جواب ہے کہاں
علی ہی ہیں کہاں ساقی کوثر گلاب کہاں

(نسیم کاظمی اے، ش، ماڈل ٹاؤن دہلی)

علی مرتضیٰ — مجموعۂ صفات کمالات



جناب ایم زمرد حسین صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر
آف فایٹ
کاشانۂ خورشید — سول لائن علی گڈھ

ان حسا کرے حصر . . من عباس سے نقل کیا ہے کہ تین سو آیات حضرت علیؑ کی شان میں قرآن پاک میں خصوصی طور پر نازل ہوئی ہیں۔ عمومی آیات کا تو شمار ہی دشوار ہے جس کے بارے میں طبرانی وغیرہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے

ما انزل اللہ یا ایھا الذین امنوا
الا و علیؑ امیرھا و شریفھا ولقد
عاتب اللہ اصحاب محمدؐ فی
غیر مکان و ما ذکر علیا الا بخیر۔

یعنی جہاں جہاں قرآن میں یا ایھا الذین آمنوا ہے حضرت علی ان کے امیر و سردار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کئی موقعوں پر اصحاب کرام پر عتاب فرمایا مگر حضرت علیؑ کا ذکر ہمیشہ تعریف کے ساتھ کیا۔ مستند احادیث خصوصاً صحاح ستہ کی روایات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ <u>بخاری</u> (ا) قال النبیؐ لعلی انت منی و انا منک۔

نبیؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔

(ب) لاعطین الرایۃ غدا رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یحبہ اللہ و رسولہ و یحب اللہ و رسولہ

بر راجب کئی جلیل القدر صحابہ خیبر کے مقابلے سے ناکام لوٹے تو فرمایا کل میں علم ایسے شخص کو دوں گا جس سے خدا اور رسول محبت کرتے ہیں اور جو خدا اور رسول سے محبت کرتا ہے اور خدا اس کے دونوں ہاتھوں پر فتح دے گا۔

(ج) قال لعلی اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ

حضور نے علیؑ سے فرمایا کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔

۲۔ <u>مسلم</u>۔ مسلم نے بھی حدیث مذکورہ بالا کی روایت کی ہے اور اس میں اتنا اضافہ اور ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص جو اس کے راوی ہیں کہتے ہیں کہ میرے کانوں نے یہ حدیث حضور سرور کائنات سے سنی ہے اور اگر میں

...تا ہوں تو میرے کان بہرے ہو جائیں
مسلم میں یہ بھی ہے کہ معاویہ نے سعد کو حضرت علی کو لعنت کرنے کا حکم دیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ آنحضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کی ...فضیلتیں ایسی بیان فرمائی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک ...میسر ہوتی تو میرے لیے دنیا کی دولت سے بڑھ کر تھی۔ ایسی حالت میں ان کو کیوں کر برا کہہ سکتا ہوں۔ وہ ...فضیلتیں یہ ہیں۔ حدیث منزلت جو اوپر بیان کی ...ہے۔ حدیث عطائے رایت روز خیبر اور آیت مباہلہ میں شرکت جبکہ نصاریٰ کے لیے مقابلہ میں یہ آیت نازل ہوئی کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو ...۔ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو بلاؤ اپنے نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔ پھر ہم ...کے حضور میں گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں (رسول مقبول جناب علیؑ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا اور ...حسنینؑ کو لے کر باہر نکلے اور عرض کی خدایا یہ میرے ...گھر والے ہیں) مسلم میں عطائے رایت کے سلسلہ میں یہ امر درج ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ مجھے سرداری کی خواہش اس روز کے سوا کبھی نہیں ہوئی اور میں منتظر رہا کہ اس ...خدمت کے لیے بلایا جاؤں لیکن حضور سرور کائنات نے حضرت علیؑ کو یہ عہدہ تفویض فرمایا۔

۳۔ ترمذی۔ حضرت ...لکھتے ہیں۔

لقد عهد الی النبیؐ ...انه لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق۔	بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ قول دیا ہے کہ تم سے مومن کے سوا کوئی محبت نہ کرے گا اور منافق کے سوا کوئی دشمنی نہ کرے گا۔

ترمذی نے خلاف معمول اس حدیث کو ہذا حدیث حسن صحیح کہا ہے۔

۴۔ ابن ماجہ۔

ابن ماجہ نے بھی ترمذی والی مذکورہ حدیث نیز حدیث منزلت۔ حدیث خیبر اور حضرت سعد بن ابی وقاص والے واقعہ کی توثیق کی ہے اور ان کی سنن میں مناقب زیادہ ہیں۔

هذا ولی من انا مولاه اللهم وال من والاه اللهم عاد من عاداه	یہ (علی) اس کے ولی ہیں جس کا میں مولیٰ ہوں خدایا اس سے محبت کر جو علیؑ سے محبت کرے اور اس کو دشمن رکھ جو علیؑ سے دشمنی کرے
[illegible] الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة وابوهما خیر منهما	حسنؑ و حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے باپ ان سے افضل ہیں
علیٌّ منی وانا منه ولا یودی عنی الا علیٌّ	علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور میری طرف سے کوئی (احکام وغیرہ) بجز علیؑ کے کوئی اور ادا نہ کرے گا
قال علیٌّ انا عبدالله واخو رسوله وانا الصدیق الاکبر لا یقولها بعدی الا کذاب صلیت قبل الناس بسبع سنین۔	حضرت علیؑ نے فرمایا میں خدا کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں میرے بعد اگر کوئی ایسا کہے گا تو وہ دروغگو ہوگا میں نے لوگوں سے سات سال پہلے نماز ادا کی ہے

۵۔ امام نسائی۔

نے ایک مستقل کتاب (الخصائص) حضرت علیؑ کے فضائل میں تصنیف کی ہے جو بالآخر ان کی شہادت کا سبب ہوئی۔

اعتقادی حیثیت سے قطع نظر اگر تاریخی حیثیت سے دیکھا جائے تو بھی سیدنا حضرت علیؑ کا۔ تبہ نہایت بلند اور آپ کی سیرت بے داغ نظر آئے گی۔

حکمت

سب سے پہلے حکمت کو لیجئے آپ کا علم و فضل آپ کے شادی اور قضایا۔ آپ کے کلمات اور خطبات آج بھی فصاحت کا آئینہ اور بلاغت کا گنجینہ ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو براہ راست افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف تلمذ حاصل تھا

حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس میں ارشاد کیا گیا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ ترمذی نے یہ حدیث نقل کر کے اس کی غرابت کا اظہار کیا ہے۔ مگر حال ہی میں مصر کے ایک عالم احمد بن محمد نے ایک کتاب فتح الملک العلی بصحت ... لکھی ہے اور دکھایا ہے کہ یہ حدیث مختلف طرق سے ثابت ہے اس کے علاوہ اس کی مؤید دوسری حدیث اقضاہم علیؑ (علیؑ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ صحاح میں وارد ہے۔

حضرت عمر

کا ارشاد ہے علیؑ اقضانا (علیؑ ہم میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں) آپ اکثر فرماتے تھے اعوذ باللہ من معضلۃ لیس لھا ابو الحسن (میں ایسی مشکل سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جس کے حل کرنے کے لیے ابوالحسن (علیؑ) نہ ہوں) ایک موقعہ پر آپ نے کہا لو لا علی لھلک عمر (اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا) اس وقت کیا ہوگا کہ حضرت علیؑ کے فیصلوں کو سن کر خود سرور کائنات نے خوشنودی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا ما احمد ... قال علی (میرا بھی وہی فیصلہ ہے جو علیؑ کا ہے) ایک موقعہ پر ارشاد کیا الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمۃ اھل البیت (خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہلبیت کو حکمت ودیعت کی) (ازالۃ الخفاء)

حضرت ابن مسعود۔ افرض اھل المدینۃ واقضاھا علی ابن ابی طالب اہل مدینہ میں سب سے زیادہ فرائض کا علم رکھنے والے اور بہتر فیصلہ کرنے والے علی بن ابیطالبؑ ہیں۔

حضرت ابن عباس۔ جو حضرت علیؑ کے شاگرد رشید تھے

اذا حدثنا ثقۃ عن علی افتیا لا نعدوھا جب ہم کسی معتبر ذریعے سے علیؑ کا فتویٰ پا جاتے ہیں تو ہم اس سے تجاوز نہیں کرتے اور یا دوسرے سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

حضرت عائشہ۔ ام المومنین فرماتی ہیں۔ انہ اعلم من بقی بالسنۃ۔ خدا جانتا ہے جو لوگ رہ گئے ہیں ان میں علیؑ سب سے زیادہ عالم سنت ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب۔ مشہور تابعی۔

لم یکن احد من الصحابۃ یقول سلونی الا علی۔ صحابہ میں سے کوئی علیؑ کے سوا ایسا نہ تھا جو کہتا ہو کہ مجھ سے جو چاہو پوچھو۔

چنانچہ ایسی مثالیں تو ملتی ہیں کہ اجلہ صحابہ نے حضرت علیؑ سے مسائل پوچھے ہیں مگر حضرت علیؑ نے صحابہ سے پوچھا ہو ایسی کوئی مثال نہیں ملی۔

حضرت عبداللہ بن عباس۔

کان لعلی ما شئت من ضرس قاطع فی العلم و ما کان لہ	علیؑ کو علم میں زبردست پایہ حاصل تھا نیز ... کے ساتھ خوش ...

البسطة فی العشیرة والقدم فی الاسلام والصھر برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والفقہ فی السنة والنجدة فی الحرب والجود فی المال۔

میں سبقت۔ رسول سے دامادی کا رشتہ حدیث و فقہ جنگ میں شجاعت اور مال میں سخاوت ان کی امتیازی صفت تھی۔

یہ آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت ہے کہ تفسیر حدیث۔ فقہ قضا۔ تصوف خطابت اور شعر میں جناب علی مرتضیٰ کو اصحاب رسول میں امتیازی مقام حاصل تھا۔

حضرت علیؓ کا دوسرا امتیازی وصف ہے۔

شجاعت۔ لغت ہوئی کہ یہ نقشہ ہوا جنگ کا میدان۔ جوانی کی عمر ہو یا پیری کا سن۔ کفار سے تنہا ہو یا بدرجہ مجبوری۔ مسلمانوں سے جنگ حضرت علیؓ ڈٹے جانے ہی رہتے۔ حضور سرور کائنات نے اپنے مبعوث بہ رسالت ہونے پر اپنے اہل خاندان کو بلایا اور دین کا پیغام شائع کر فرمایا کہ اس بار گراں کے اٹھانے میں کون ساتھ دے گا۔ تو پوری مجلس میں سناٹا چھا گیا اور کوئی آواز نہ ہوا۔ صرف ایک تیرہ برس کا لڑکا کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ میں آپ کا ساتھ دوں گا (سیرۃ النبیؐ جلد اول) یہ علیؓ تھے۔

بدر و احد۔ خندق۔ و خیبر کے حالات پڑھئے تو معلوم ہو گا کہ یہ مرد جرار کس جرأت کے ساتھ فوج کفار میں گھس جاتا تھا۔ غزوہ خندق میں عرب کا شہسوار عمرو بن عبدود جو ایک ہزار سپاہیوں کے برابر مانا جاتا تھا۔ لڑنے کو نکلا اور پکارا ھل من مبارز (کوئی ہے جو میرا مقابلہ کرسکے) اس وقت صرف علیؓ کی آواز آئی تھی "میں"۔ حضور رسالت مآبؐ نے فرمایا یہ عمرو عبدود ہے۔ لیکن تیار اس کا جوڑ نہیں آخر تیسری بار یہی سوال و جواب ہوا اور حضرت علیؓ نے

عرض کی میں جانتا ہوں" یہ عمرو ہے" اور حضور نے ان کو مقابلہ کی اجازت دی۔ آپ نے جاکر عمرو سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ تو نے عہد کیا ہے کہ اگر کوئی تجھ سے کوئی تین باتوں کا سوال کرے تو تو ایک بات ضرور مان لیتا ہے اس نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر بقول علامہ شبلی یہ گفتگو ہوئی۔

حضرت علیؓ ۱۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ تو اسلام لا۔	(عمرو) یہ نہیں ہو سکتا
۲۔ لڑائی سے واپس جا	یہ میں خواتین قریش کا طعنہ نہیں سن سکتا۔
۳۔ مجھ سے معرکہ آرا ہو	مجھ کو امید نہ تھی کہ آسمان کے نیچے یہ درخواست بھی میرے سامنے پیش کی جائے گی

جب عمرو نے ادھر پوچھا آپ نے فرمایا علیؓ بن ابی طالب ... ابو طالب میں دوستی کے تعلقات تھے ... میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا آپ نے فرمایا لیکن میں چاہتا ہوں۔ غرض لڑائی ہوئی اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ تھوڑی دیر میں آپ کی شمشیر خارا شگاف نے اس کا سر کاٹ کر ... دیا (سیرت النبیؐ جلد اول)

جنگ صفین میں سلسلہ ایک موقع پر جب کہ آپ دونوں ہاتھوں میں تلواریں لے کر گھس گئے تھے تو حریف کے کانوں میں آپ کی تکبیر کی آواز پہنچ گئی۔ اور ہر تکبیر کے ساتھ تلوار سے دو ٹکڑے کٹ کر گرتے تھے

حضرت علیؓ خود فرماتے تھے کہ لڑائی میں مجھے پرواہ نہیں ہوتی کہ موت میری طرف آرہی ہے یا میں موت کی طرف جا رہا ہوں۔ اکثر دونوں ہاتھوں میں تلواریں لیے حریف کی فوج کے قلب میں گھس گئے اور کسی طرح لوٹ کر آگئے اور فوج نے کائی کی طرح پھٹ کر راستہ دے دیا۔

... سمجھتے ہیں۔

کانت ضربات علیٍّ ابکارا اذا اعتلا قد واذا

اعتزعن قدہ

بعض ... کے وار ایک ہی دفعہ میں حریف کو کاٹ دیتے تھے جب سر پر مارتے تھے تو پوری لمبائی میں اور جب پہلو پر مارتے تھے تو چوڑائی میں حریف کا جسم دو پارہ ہو جاتا تھا۔

اصحاب جمل کو سخت شکست دینے کے بعد جب حضرت علی صفین میں سرد آرا ہوئے تو آخر میں قریب تھا کہ فتح آپ کے قدموں کا بوسہ لے لشکر شام نیزوں پر قرآن بلند کرنے کی چال کام کر گئی اور آپ کی فوج میں تفرقہ پڑ گیا۔ جنگ نہروان کے متعلق مورخین کا بیان ہے کہ اگرچہ خوارج بڑی دلیری سے لڑے مگر شیر خدا کے مقابلہ میں اُن کا یہ حال ہوا گویا کسی نے حکم دیا ہو۔ موتوا فماتوا (مر جاؤ پس سب مر گئے)

سخاوت۔ حضرت علیؓ کے پاس مال و دولت کا کیا کام۔ آپ نے اور سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہؓ نے جس فقر و قناعت سے زندگی بسر کی ہے تاریخ اس کی گواہ ہے۔ حتیٰ کہ خلافت کے زمانہ میں بھی یہی حال رہا۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ بیت المال میں مال کثیر آیا۔ آپ نے کھڑے کھڑے سب مستحقین کو بانٹ دیا اور بیت المال میں جھاڑو دلوا کر نماز ادا کی۔ حالانکہ آپ کے گھر میں فاقہ ہوتا تھا تاہم جو قلیل مقدار ذاتی مال کی ہوتی آپ اس کو بھی راہ خدا میں خرچ کر دیتے اور اپنے اہل و عیال کے لیے جمع کرنا ناروا سمجھتے تھے۔ آپ کا تین روز برابر روزہ رکھنا اور مسکین و یتیم و اسیر کو اٹھا کر کھانا دے دینا مشہور ہے۔

زہد و مبارک۔ ابن کثیر کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے سامنے زاہدوں کا تذکرہ ہوا۔ انھوں نے فرمایا: ازهد الناس فی الدنیا علی بن ابی طالب یعنی دنیا میں یا دنیا کی طرف سے سب سے زیادہ بے رغبتی کرنے والے حضرت علیؓ تھے۔ معاویہ نے ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے رفیق ضرار اسدی کو آپ کے اوصاف بیان کرنے کو کہا۔ ضرار نے اول معذرت چاہی جب اصرار ہوا تو حضرت علیؓ کے عدل۔ علم۔ فہم۔ خشیت خشوع۔ انابت۔ عبادت۔ خلق کی تصویر اس موثر انداز میں کھینچی کہ معاویہ رو پڑا اور بولا خدا ابو الحسن (حضرت علیؓ) پر رحم کرے۔ خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ [illegible]

جناب علیؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دنیا کو تین طلاق دی ہے جس کے بعد رجوع ممکن نہیں۔ یہ بھی آپ کا ارشاد ہے۔ یا صفراء و یا بیضاء غری غیری۔ (اے سونے چاندی اوروں کو جا کر فریب دے میں تیرے فریب میں آنے والا نہیں)

حضرت علیؓ کی عبادت کے متعلق حضرت عائشہ کا فرمانا کہ کان ما علمت صواما قواما (جہاں تک مجھے علم ہے وہ بڑے روزہ دار اور عبادت گذار تھے) ایک روشن حقیقت ہے۔ ان فضائل و مزایا کے ساتھ جب آپ کا سجدہ و بت سے محفوظ رہنا۔ سبقت اسلام۔ خاتون جنت کا شوہر ہونا اور دوسری خصوصیات بھی پیش نظر رکھی جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ حضرت علیؓ کی مبارک زندگی شروع سے آخر تک نہایت تابناک اور آپ کا کیرکٹر بہت بلند تھا۔ دراصل آپ اُن انسانوں میں تھے جن کو آسمان بڑی گردشوں کے بعد پیدا کرتا ہے جن کی سیرت انبیائے عظام کے قدم بہ قدم تھی اور جن کو اسلام دوسری قوموں کے سامنے فخر سے پیش کر سکتا ہے۔ حضرت عثمانؓ کے مرگ کے بعد لوگوں نے آپ پر بیعت خلافت کے لیے زور ڈالا اور آپ نے انکار فرمایا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ وہ لوگ اہل حل و عقد میں شامل نہیں ہیں۔ آخر مہاجرین و انصار کے اصرار پر آپ نے یہ ذمہ داری قبول فرمائی۔ چنانچہ آپ نے [illegible] میں معاویہ کو بھی لکھا کہ مجھ سے اُن [illegible]

نے بیعت کی ہے جنھوں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بیعت کی تھی اس بنا پر معاویہ یا اُس کے ساتھیوں کا بیعت نہ کرنا قادح خلافت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حدیث بخاری کی رو سے خلافت نبوت تیس سال رہی جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے کہا یہ صورت اُس وقت تک قائم رہی جب تک سیدنا حسنؓ نے دست برداری نہ فرمائی۔ اس کے بعد معاویہ کی حیثیت ایک بادشاہ کی تھی اگرچہ وہ اور ان کے بعد کے حکمران عرف عام میں خلیفہ کہلاتے تھے۔

جب حضرت علیؓ نے منصب خلافت قبول فرمایا تو صحابہ رسولؐ نے کہا۔

والله يا امير المومنين لقد زينت الخلافة وما زانتك ورفعتها وما رفعتك وهي كانت احوج اليك منك اليها۔

کہ یا امیر المومنین بے شک آپ نے خلافت کو زینت بخشی اور اس نے آپ کو زینت نہیں دی۔ آپ نے اس کو بلند کیا اور اس نے آپ کو بلند نہیں کیا اور اس کو آپ کی ضرورت تھی بہ نسبت اس کے کہ آپ کو اس کی ضرورت ہو۔

(اسد الغابہ ج ۴ ص ۔)

اگر بالفرض آپ کو سرے سے خلافت حاصل ہوتی تو بھی آپ کے فضائل و مراتب میں کوئی کمی واقع نہ ہوتی۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مثال سے یہ بات زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ انہی مقربان الٰہی میں بعض ایسے نفوس گذرے ہیں جن کو دشمنوں کے ہاتھ حبس و قتل کی ایذا اٹھانی پڑی۔ اکثر ایسے حضرات تھے جن کو ظاہری حکومت میسر نہیں آئی۔ لیکن کیا کوئی مسلمان یہ تصور کر سکتا ہے کہ ان وجوہ سے عند اللہ و عند الناس ان کے مراتب علیا میں کوئی فرق آ گیا؟ حضرت علی مرتضیٰؓ کے فضائل کا انکار کرنا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے۔ آپ پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ باوجود قدرت حضرت عثمانؓ کے قصاص لینے میں تساہل سے کام لیا۔

اس ناپاک سازش اور رہبر لے پروپیگنڈہ سے جو کہ حضرت علیؓ کے خلاف دنیائے اسلام میں پھیلایا گیا آنحضرتؐ کی امت کو کافی نقصان پہنچایا۔ دشمنان حضرت عثمانؓ اس کو خوب ہوا دی اور اچھالا اور جنگ جمل و صفین کا باعث یہی بنے۔

حضرت عثمانؓ بالکل بلوے میں مارے گئے ان کی زوجہ نائلہ موقعہ پر موجود تھیں وہ جن کے ہاتھ کی انگلیاں اپنے شوہر کی مدافعت میں کٹ گئی تھیں وہ بھی قاتلوں کو پہچان نہ سکی تھیں۔ تاہم سیدنا علی مرتضیٰؓ نے خلیفہ ہوتے ہی تحقیقات کی مگر بالکل کام لیا گیا مگر حضرت عثمانؓ کی زوجہ نے گواہی دی کہ محمد بن ابی بکر شریک قتل نہ تھے (طبقات ابن سعد) پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت علیؓ محض شبہ پر کسی ایک یا سو آدمیوں کو قصاص کے لیے حوالے کر دیتے۔ یہ درست ہے کہ حضرت عثمانؓ کے بہت سے مخالفین (نہ کہ قاتلین) لشکر علیؓ میں داخل ہو گئے تھے لیکن مخالفت اور چیز ہے اس کے علاوہ مخالفت میں تو کئی اکابر صحابہ بھی شامل تھے۔ تاہم جنگ جمل کے دوران آپ نے مشتبہ اشخاص کو بھی جدا کر دیا کہ فیصلہ کریں۔ مگر ہوا یہ کہ ان لوگوں نے خود حضرت علی مرتضیٰؓ کے علم و اجازت کے بغیر شب میں جنگ چھیڑ کر معاملہ کو اور پیچیدہ کر دیا۔

سیاست۔ بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ سیاست نہیں جانتے تھے یا اگر آپ دیگر راشدین کی سی سیاست سے کام لیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ پر روحانیت اتنی غالب تھی کہ سیاست کی طرف توجہ نہ فرما سکتے تھے لیکن

اگر تعمق سے دیکھا جائے تو اس اعتراض کی بنا ہی سرے سے فاسد ہے۔ اگر سیاست سے مراد آج کل کی اصطلاح میں ڈپلومیسی ہے تو لفظ حضرت علیؓ کی ذات اس سے کھیرا۔ فی الواقع ہے ڈپلومیسی میں جائز اور ناجائز ہر طریقہ اور ذریعہ سے حریف کو زک دینا روا سمجھا جاتا ہے لیکن حضرت علیؓ کی دیانت ایک ثانیہ کے لیے بھی ایسی پالیسی کو پسند نہیں کر سکتی تھی۔ خود فرمایا ہے لولا الدین لکنت ادھی الناس۔ اگر دین کی پاسداری نہ ہوتی تو میں سب سے زیرک شخص ہوتا!

اور اگر سیاست حکمرانی کا نام ہے جو علی منہاج النبوۃ ہو تو آپ کی سیاست ربانی اور سیاست راشدہ سیاست کاملہ اور سیاست مثالی تھی۔ آپ کے خطبات فرامین اور مراسلات جو آپ نے اپنے عمال و امراء کو [illegible] فرمائے ہیں [illegible] اور [illegible] سیاست کو [illegible] لکھے ہوئے [illegible] کے طریق عمل پر [illegible] کی صاف [illegible] ہیں کہ آپ ایک [illegible] حکیم سیاست تھے جو علمی و عملی ہر اعتبار سے صحیح سیاست کی راہ پر گامزن تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ خانہ جنگیوں میں گھرے رہے اور آپ کے عہد خلافت میں انتظامات ملکی اور فتوحات خارجی کی جانب [illegible] توجہ [illegible] حقیقت یہ ہے کہ حضرت [illegible] کے آخر عہد میں [illegible] دوسرے فسادات [illegible] حالات اس قدر [illegible] ہو گئے تھے کہ [illegible] کے لیے مہیا نہیں [illegible] مگر اس میں حضرت علیؓ کا کیا قصور؟ آپ نے جس وقت عنان خلافت دست اقدس میں لی [illegible] منصب پھولوں کی سیج نہیں [illegible] کانٹوں کا بستر بن چکا تھا۔ ان مشکلات کو دیکھ کر کوئی دوسرا ہوتا [illegible] تو [illegible] ان نامساعد حالات کے باوجود حضرت [illegible] حوصلہ و تدبر

تھا کہ ایک طرف اصحاب جمل جیسے باوقار حضرات سے نبٹ رہے تھے۔ دوسری طرف شام کی با اقتدار پارٹی کا مقابلہ کر رہے تھے۔ تیسری طرف خوارج جیسے متشدد جنگجوؤں سے نبرد آزما ہو رہے ہیں اور حریفوں کو شکست پر شکست دے رہے تھے۔ اس کے ساتھ دوسرے اہم امور سے بھی غافل نہیں تھے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ آپ اپنی خلافت میں برابر عمال کا احتساب۔ عامل کی نگرانی۔ مسلم و غیر مسلم رعایا پر شفقت فرماتے تھے۔ اس کے ساتھ کرمان اور فارس کی بغاوتوں کا فرو کرنا اور سیستان اور کابل کی مہموں کا سرانجام دینا آپ کی خلافت کا کارنامہ ہے۔ مسلمان تو آپ کی طریق حکومت کے مداح تھے ہی۔ غیر مسلم بھی پکار اُٹھے کہ اس عرب نے تو نوشیروانی طرز حکومت کی یاد تازہ کر دی۔ جو لوگ آپ کی حکومت کو کثرت فتوحات کے پیمانے سے ناپتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو فراموش کر جاتے ہیں جس کی طرف علامہ جلیل حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی نے اشارہ فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں

"باوجود دیکھنے کے جو نہیں دیکھنا چاہتے ان کو کیسے دکھایا جا سکتا ہے۔ حضرت علیؓ پر تنقید کرنے والوں کی زبان سے جب اس قسم کی باتیں میرے کانوں تک پہنچتی ہیں تو ہمیشہ دل میں یہ خیال آتا ہے کہ علیؓ کی پچھلی زندگی پر تنقید کرنے والے اُن کی زندگی کی ابتدائی خدمات سے اپنے آپ کو کیوں اندھا بنا لیتے ہیں وہ اسلامی اٹلس میں ایران و مصر و شام و عراق کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ قادسیہ میں جو کامیابی مسلمانوں کو نصیب ہوئی کیا بدر کی فیصلہ کن کامیابی کے بغیر نصیب ہو سکتی تھی؟ وہ خوش ہوتے ہیں کہ یرموک ہی کے ساحل پر معجزانہ شکست اُن کے دشمنوں کو اٹھانی پڑی لیکن یرموک کی خوشی پر شادیانے بجانے والوں سے کوئی پوچھے کہ اُسے محسن کشو! یرموک تک تم پہنچ بھی سکتے

اگر عمرو سے مقابلہ ہم پر خیبر کے پہاڑی قلعوں کے دروازوں کو نہ کھول دیتا ؟"

ممکن ہے کوئی سوال کرے کہ ان اعلیٰ کمالاتِ انسانی کے ہوتے ہوئے کیا وجہ تھی کہ حضرت علیؑ کا عہدِ خلافت خانہ جنگیوں اور الجھنوں میں گذرا۔ ہمارے خیال میں اس کے کئی وجوہ ہیں۔

(۱) آپ کے زمانے میں حالات اتنے بدل گئے تھے اور اموی اس قدر اقتدار ہو گئے تھے کہ اس سیلاب کو روکنا آسان نہ تھا۔ کسی نے خود حضرت علیؑ سے اعتراضاً کہا کہ حضرات شیخین کے دور میں جو استقرار تھا جو آپ کے دور میں نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ ان کے مشیر ہم تھے اور ہمارے مشیر تم ہو۔

(۲) حضرت علیؑ دین کے معاملات میں اپنے بھائی تک کے ساتھ بے جا مراعات جائز نہیں سمجھتے تھے اور بیت المال کا ایک حبہ بھی غیر مستحق کو دینا پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس بھی اسی بنا پر آخر میں کبیدہ ہو گئے۔ حق پسندی کی وجہ سے لوگ چنداں آپ کے گرویدہ نہ تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ آپ نے فوج کو احکام بھیجے اور وہ سستی یا سرتابی سے پیش آئی۔

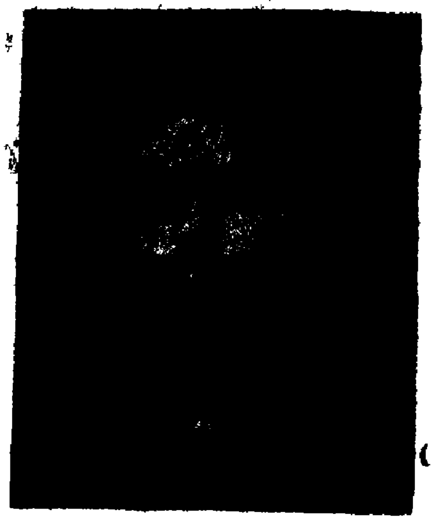
(۳) امیر معاویہ کا شمار عرب کے زیرک لوگوں میں تھا۔ سوءِ اتفاق سے عرب کے میرا اور زیرک اس کے حامی و مددگار تھے یعنی مغیرہ بن شعبہ۔ عمرو بن العاص اور زیاد بن ابیہ۔ اول الذکر کا ولی عہدی یزید کی تحریک، ثانی الذکر کا نیزوں پر قرآن بلند کرانے اور تحکیم میں جو رول رہا ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ اس کے علاوہ زیاد بن دلیل طبیعت کا انسان تھا وہ بھی سب پر عیاں ہے۔ حضرت علیؑ ان باتوں کو سمجھتے تھے جیسا کہ آپ کے خطبات وغیرہ سے ظاہر ہے مگر اس طرزِ کار کو اچھا نہ جانتے تھے اور اپنے بلند اصولوں سے نیچے آنا پسند نہ فرماتے تھے۔

(۴) حضرت علیؑ کے ہاتھوں سے غزوات میں جو لوگ قتل ہوئے تھے ان کے قرابت دار آپ کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔

(۵) حضرت علی علیہ السلام کی شان یہ ہے کہ سمندر لاکھ طغیانی پر ہو۔ آندھیاں ہزار آئیں اور کوہ پیکر موجیں آسمان سے ٹکرائیں مگر آپ اپنی اور اپنے رفقا کی کشتی طوفانی دھارے کے مقابلہ میں کھیتے ہوئے ساحلِ نجات کی طرف لے جا رہے ہیں جس نے رکھا تھا وہ مر کھا غرق ہوئی۔ جو کشتی میں سوار ہو گیا وہ پار ہو گیا اور جس نے چھوڑ دیا وہ ڈوب گیا۔

علی امام من است و منم غلام علیؑ
ہزار جان گرامی فدائے نام علیؑ

آپ نے کاتب عبید اللہ بن ابی رافع سے فرمایا۔ دوات صاف رکھو قلم کی زبان لمبی رکھو سطروں کا فاصلہ کافی اور حروف ملا کر لکھو (کیے گئے ہوں) اس لیے کہ یہ (باتیں) خط و تحریر کے نکھار کا سبب ہے۔



نبی اکرمؐ کے بعد کون؟

(تاج الافاضل جناب مولانا سید مظاہر علی صاحب قبلہ واعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ)

مرسل اعظم جہاں تحریک اسلام کو پیش کر کے کامیاب بنانے کی ذمہ داری لے کر آئے تھے۔ اس کے ساتھ حضور کا یہ فرض بھی تھا کہ قیامت تک اس کے بقاؤ استحکام کا مکمل انتظام کر کے جائیں کیونکہ نبوت آپ پر ختم ہو رہی تھی اس کے لئے اپنے بعد کے ہادی کا تعارف ضروری تھا

دنیا کا دستور ہے کہ جب کوئی انسان دنیا سے جانے لگتا ہے اور اپنے بعد کوئی اہم یادگار چھوڑ کر جاتا ہے تو اس کا مکمل انتظام کر کے جاتا ہے کہ اسے کوئی مٹا نہ سکے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے اور کوشش کرتا ہے اور اس کی خاطر ہر قربانی دینے کا جذبہ رکھتا ہو۔

حضور سرور کائنات اسلام جیسی عظیم یادگار چھوڑ کر جا رہے تھے تو کیا حضور کو اس بات کی فکر۔ ہوگی کہ یہ یادگار کیسے محفوظ رہے گی کن ہاتھوں میں محفوظ رہے گی کون اسے دل و جان سے عزیز رکھے گا؟ کون اس کی بقاؤ استحکام کے لئے قربانیاں دے سکتا ہے؟

کسی کو فکر نہیں

رسولؐ کے بعد شاہان مدینہ کو اس بات کی بے انتہا فکر رہی کہ ہمارے بعد کون ہوگا خصوصاً حضرت عمر اکثر سوچتے رہتے تھے اور اس فکر میں خاموش بیٹھے نظر آتے تھے پوچھنے پر یہی جواب ملتا تھا کہ خلافت کے باب میں غلطاں و پیچاں رہا جاتے جاتے شوریٰ کمیٹی بنا کر گئے ـــــ رسولؐ کی زندگی میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس سے ثبوت فراہم ہو کہ رسولؐ کو فکر تھی کہ میرے بعد کون ہوگا۔ نہ کسی نے رسولؐ کو خاموش بیٹھ کر سوچتے ہوئے دیکھا نہ کسی نے رسولؐ کو اس سلسلہ میں کسی سے مشورہ کرتے ہوئے دیکھا۔ اس فکر کا نہ پایا جانا خود اس بات کا ثبوت ہے کہ جانشین کا تقرر ہو چکا تھا۔ رسولؐ کو یہ فکر دی تھی کہ اپنے بعد کسے بناؤں فکر اُسے ہوتی ہے جس کی نظر میں بعد کے لئے کوئی جانشین منتخب نہ ہو۔ رسولؐ تو دعوت ذوالعشیرہ سے مسلسل اعلان کرتے چلے آرہے تھے۔ فکر صرف اتنی تھی ہے کہ جس کا اعلان کیا ہے اُسے منوایا کیسے جائے ـــــ رسولؐ اپنی زندگی میں اس کا متعدد بار اعلان کر چکے تھے۔ اس کا مسلمانوں کو علم بھی تھا۔ اگر علم نہ ہوتا تو رسولؐ کی رحلت پریشان کر دیتی۔ قدم قدم پر سوال ہوتا حضرت آپ کے بعد کسے مانیں؟ جس جنگ کے لئے رسولؐ قدم نکالتے پہلے یہی سوال ہوتا کہ حضرت پہلے جانشین کا تقرر کیجئے کہیں آپ کی جان چلی گئی تو ہم کیا کریں گے۔ اتحاد

مسئلہ اُٹھا دیا جاتا؟ نہیں کہیں اور نہیں غدیر ہی میں تو اُمت کو رسولؐ کی زبان سے معلوم ہی ہوگیا تھا کہ رسولؐ عنقریب دنیا سے جانے والے ہیں تو پھر غدیر ہی میں فوراً مسلمانوں کو سوال کرنا چاہیئے تھا کیونکہ اس سے بہتر اعلان کا کوئی موقع بھی نہ ملتا۔ نہ اتنا بڑا مجمع ملتا۔ نہ ایسی جگہ جہاں سارے مسلمان جمع ہو سکیں ـــ مگر ہر طرف خاموشی تھی اتنے بڑے مجمع میں کوئی نہ بولا جب کہ سب کو فکر ہونا چاہیئے تھی کہ رسولؐ کے بعد کیا ہوگا اور کسے مانیں گے؟

یہ تو سوچا نہیں جاسکتا کہ مسلمانوں کی جراءت نہ تھی کہ رسولؐ سے ایسی بات کا سوال کریں ــ تاریخ گواہ ہے کہ رسولؐ سے سوال کرنے میں مسلمان جراءت سے کام لیتا تھا اور مجمع میں بڑے بڑے نکات بلکہ شکایت کرنے والے موجود تھے وہ کسی منزل میں خاموش رہتے ہوئے نظر نہیں آتے ـ رسولؐ ـــ اگر بھرے مجمع میں سوال نہ کیا گیا تو تنہائی میں کسی نے پوچھ لیا ہوتا۔ رسولؐ جب خیمے میں آتے وہاں جا کر سوال کر لیا جاتا یا مسلمانوں کی کوئی ٹولی مشورہ کے لئے بیٹھتی کہ اب کیا ہوگا کسے مانیں گے؟ ـــ مدینہ والوں کو اگر فکر نہ تھی کہ رسولؐ تو ابھی مدینہ جا کر رہتے ہیں وہیں جا کر کچھ طے ہو جائے گا تو دیہات والوں کو دُور کے قریوں سے آنے والوں کو فکر ہوتی یا جو ابھی نئے نئے اسلام لائے تھے جنہیں ابھی تک حالات کا بھی پتہ نہ تھا وہی اس بات کی جستجو کرتے کہ رسولؐ کے بعد کسے مانیں گے؟ ـــــ وقت کا تقاضا تھا کہ خیالی گھوڑے دوڑائے جاتے، قیاس آرائیاں ہوتیں دیہات والے شہر کے لوگوں پر نظر دوڑاتے کہ ان میں کون ایسا ہے جس کے لئے اُمید کی جاسکتی ہے۔ سارے مسلمان مل کر رسولؐ کے آس پاس بیٹھنے والوں کا جائزہ لیتے کہ ان میں کون رسولؐ سے زیادہ نزدیک ہے، رسولؐ کی نظرِ التفات کس کی طرف زیادہ ہے فطری طور پر ذہنوں میں یہ سوالات پیدا ہو جاتے تھے کیونکہ یقین تھا کہ رسولؐ زیادہ دن زندہ نہ رہیں گے۔ یہ بھی یقین نہ تھا کہ اب اس کے بعد رسولؐ کی زیارت نصیب ہوگی یا نہیں ـــ مگر تاریخ گواہ ہے اس منزل پر شہری مسلمان، دیہاتی مسلمان، پرانے مسلمان، نئے مسلمان مدینہ کے قریب کے رہنے والے یا دُور دور دراز منزلوں سے آنے والے نبیؐ کے قریب بیٹھنے والے یا جنہیں نبیؐ کی زیارت کا کبھی کبھی شرف حاصل ہوتا تھا سب کے سب خاموش رہے کسی کا ذہن اس مسئلہ کی طرف ملتفت ہوا ہی نہیں کسی نے نبیؐ کے بعد کے بارے سوچا ہی نہیں اور حیرت تو اس پر ہے کہ مجمع میں وہ شخصیتیں موجود تھیں جنہیں رسولؐ کی خلافت کی اتنی فکر تھی کہ جنازہ دفن ہونے کا بھی انتظار نہیں کیا اتنے ــ کہ جنازۂ رسولؐ کا دفن و کفن تک چھوڑ دیا ـــ تو جن کی نظر میں خلافت کا انتخاب اتنا اہم اور ضروری تھا انہیں بھی آج فکر نہیں خاموش نظر آتے ہیں۔ حالانکہ جو بعد رسولؐ کرنا تھا اس کے فیصلہ کے لئے غدیر سے بہتر موقع نہیں مل سکتا تھا۔ کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اس مسئلہ کے بارے میں کوئی گفتگو ہوئی ہو، کوئی مشورہ ہوا ہو نبیؐ کے متعلق مسلمانوں نے قیاس آرائی کی ہو کچھ نہیں غدیر میں صرف خاموشی اور اس کے بعد علیؑ کو مبارکباد معلوم ہوا مجمع کے ذہن میں بھی ہے کہ بعد علیؑ اس کے علاوہ کوئی تصور تھا ہی نہیں اور غدیر کا اعلان اتنا واضح اور صاف ہوا تھا کہ دیہات کا رہنے والا نیا مسلمان بھی جانتا تھا کہ جانشینی کا اعلان ہو چکا اور جنہیں معلوم نہیں تھا انہیں بھی معلوم ہو گیا کہ رسولؐ نے جانشینی کا اعلان کر دیا غدیر کے اعلان کا طریقہ ہی ایسا اختیار کیا گیا کہ جس سے ہر کمی ذہن بھی اچھی طرح محسوس کرے کہ نبیؐ کے بعد علیؑ جانشین ہیں۔

یقیناً ذہن سوچیں گے کہ غدیر میں اگر اعلان جانشینی ہوا ہوتا تو لوگوں کو خاموش نہیں رہنا چاہیئے تھا کیونکہ علیؑ

کی جانشینی پر سب متفق نہ تھے کیونکہ اگر سب متفق ہوتے تو بعد میں جھگڑا کیوں ہوا ہوتا ــــ اس حقیقت کے باوجود کہ علیؑ کی جانشینی پر سب متفق نہ تھے غدیر میں کوئی اختلاف نہ ہونا اس بات کا ثبوت نہیں بن سکتا کہ جانشینی کا اعلان نہ تھا بلکہ اختلاف نہ ہونا اعلان جانشینی کا ثبوت ہے۔ اختلاف اُس وقت ممکن تھا جب پہلے سے مسئلہ واضح نہ ہوتا اور غدیر کا اعلان خلاف توقع ہوا ہوتا۔ اعلان وہی تھا جسے سب جانتے تھے مگر یہ طریقہ اعلان اختیار کیا گیا [illegible] تھا [illegible] کیا جاتا تو ممکن تھا کہ اختلاف ہوتا [illegible] کیا گیا جس سے [illegible] کوئی شخص [illegible] کر رسولؐ کیا اعلان کرنے والے [illegible] وقتی طور پر کوئی اختلاف [illegible] ہو سکا۔ اور اعلان [illegible] کے سلسلے میں رسولؐ کا انداز خود اس بات کا ثبوت ہے کہ رسولؐ کو اختلاف کا یقین تھا۔

رسول کا اہتمام

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ غدیر میں جو کچھ ہوا وہ صرف حضرت علیؑ کے لئے تھا ــــ رسولؐ کی زندگی ختم ہو رہی تھی ۲۳ سالہ تبلیغی سرگرمیاں تکمیل کی منزل میں تھیں آخری حج سے پلٹتے ہوئے رسولؐ پر خدا کا ایسا حکم نازل ہوا جس سے چلتے ہوئے قافلے رُک گئے۔ حاجی سمٹ کر ایک مرکز پر جمع ہو گئے حکم صرف اتنا نازل ہوا تھا کہ رسولؐ اُس پیغام کو پہنچا دو جو تم پر نازل کیا جا چکا ہے کون سا پیغام تھا اس کو رسولؐ کا عمل بتائے گا حکم خدا نازل ہونے کے بعد رسولؐ نے میدان صاف کرنے کا حکم دیا حاجیوں نے مل کر میدان صاف کیا پالان شتر کا منبر بنوایا دوپہر کا وقت تھا علیؑ کو ساتھ لے کر خیمہ سے نکلے۔ منبر پر آ کر خطبہ شروع کیا جس میں اپنی موت کی خبر دی اور لوگوں سے اُن کے نفسوں پر زیادہ متصرف ہونے کا اقرار لیا۔ آخر میں علیؑ کو ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا "من کنت مولاہ فھذا علیؑ مولاہ" تقریر ختم ہو گئی مجمع منتشر نہ ہوا تھا کہ علیؑ کو مبارکباد دینے کا حکم نبیؐ نے دیا سب نے مبارکباد پیش کی اس سے ہر ذہن آسانی سے نتیجہ نکال سکتا ہے کہ جو کچھ بھی غدیر میں ہوا وہ صرف حضرت علیؑ کے لئے تھا اور وہ پیغام علیؑ ہی کے بارے میں تھا جس کے پہنچانے کا حکم اس سختی سے دیا گیا۔

اس اعلان میں اگر کوئی اہمیت نہ تھی تو ہر حکم کی طرح یہ حکم بھی رسولؐ پر نازل ہو جاتا کہ رسولؐ یہ کہہ دو مگر اس حکم کے لئے اتنا انتظام کہ پہلے نازل ہوا اور پہنچانے کے لئے وقت کا انتظار ہوتا رہا اور جب وقت آ گیا تو حکم ہوا پہنچا دو ــــ اہمیت و عظمت پیغام کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ رسولؐ پیغام کے پہنچانے میں تامل کر رہے تھے اور جب قرآن نے واللہ یعصمک من الناس کہہ کر حفاظت کی ذمہ داری لی تو رسولؐ نے وہ پیغام پہنچایا جب کہ اس سے قبل رسولؐ کسی پیغام کے پہنچانے میں تردد نہیں محسوس کرتے تیئس سالہ تبلیغی زندگی میں کون سی سختی تھی جو برداشت نہیں کی۔ ہمیشہ مصیبتوں کی چٹانوں سے ٹکراتے رہے۔ دشمنوں کے مقابلہ پر گھبراتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ آج نہ جانے کیوں رسولؐ متردد نظر آ رہے تھے۔ خدا کا پیغام پوشیدہ رکھنا اور پہنچانے سے قبل رسولؐ کا خوف محسوس کرنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اب تک جتنے پیغام اُمت کو سنائے گئے تھے اُن سب سے اہم تھا یہ پیغام اور اتنا اہم تھا کہ تمام پیغامات کے پہنچانے میں ہمیشہ سرگرم عمل رہنے والا رسول حکم الٰہی اور اپنی دلی خواہش کے باوجود متردد تھا! ــــ

انوکھا طریقہ ذہن یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ غدیر میں خدا و رسولؐ نے انوکھا طریقہ کیوں اختیار کیا؟ رسول یہ اچھی طرح محسوس کر رہے تھے کہ مسلمان اسے پسند نہیں کرتا جسے میں اور میرا خدا پسند کرتا ہے جس پر حضرت عمر اور ابن عباس کا مکالمہ شاہد ہے۔ ابن ابی الحدید معتزلی ج ۲ جز ۱۲ صفحہ ۹۱ اس منزل میں خدا کا پیغام کو پردہ میں رکھنا اور رسولؐ کا پیغام کے پہنچانے میں انوکھا انداز اختیار کرنا مسلمانوں کی سازش کا پتہ دیتا ہے ورنہ کسی موڑ پر بھی نہ ڈرنے والا رسولؐ آج ایک پیغام کے پہنچانے میں کیوں اتنا متردد نظر آ رہا تھا اور کھٹک نہ تھا کہ اگر غدار حفاظت کی ذمہ داری۔ لیتا یا اعلان کا دوسرا طریقہ اختیار کیا جاتا تو آج رسولؐ کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا جو کچھ دن کے بعد بستر بیماری پر تحریر لکھنے کے لئے کاغذ دوات مانگنے پر کیا گیا تھا یا پھر کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جاتی جس سے رسولؐ کی بات بے اثر بنا دی جاتی ـــــ اسی لئے قدرت نے اعلان کا طریقہ ایسا رکھا کہ اعلان سے پہلے کوئی سمجھ نہ سکے کہ کیا کہنا چاہتے ہیں اور آخر میں بات وہی کہی جائے جس کا بار بار مختلف طریقوں سے اعلان ہو چکا ہے ـــــ اس انداز اعلان سے مسئلہ کی مکمل وضاحت ہو گئی۔ سارا مجمع جو غدیر میں موجود تھا سن کر خاموش رہا علیؑ کو مبارکباد دی آج تاریخ میں پہلا موقع تھا کہ اتنا بڑا مجمع علیؑ کو مبارکباد پیش کر رہا تھا ـــــ :

یہ سوچا جا سکتا ہے کہ جب اس سے پہلے طرح طرح سے اس مسئلہ کی وضاحت ہو چکی تھی اور اُمت جان چکی تھی کہ نبیؐ کے بعد کون ہو گا تو پھر غدیر کے اعلان میں کیا اہمیت رہی اور اتنا اہتمام کرنے کی ضرورت کیوں ہوتی ـــــ یقیناً مسئلہ خلافت کی وضاحت ہو چکی تھی اور مختلف طریقوں سے ہو چکی تھی مگر پھر بھی مسلمانوں کو کہنے کا موقع ملتا کہ عام مجمع میں کھل کر رسولؐ نے اعلان نہیں کیا اور اس انداز سے اس جانشینی کے مسئلہ کو پیش کیا گیا جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا لہٰذا ضروری تھا کہ عام مجمع میں مسئلہ کی اہمیت کے ساتھ اعلان ہو کیونکہ رسولؐ نے جہاں جہاں اس مسئلہ کی وضاحت کی وہ ایسے مواقع تھے جہاں رفتہ رفتہ اسلام کے ماننے والوں کی تعداد بڑھ رہی تھی۔ دعوت ذوالعشیرہ میں اعلان ہوا علیؑ کے علاوہ کوئی ماننے والا نہ تھا میدان جہاد میں وضاحت کی تو جتنے لوگ شریک تھے اُنھوں نے دیکھا اور سنا باقی لوگوں کو کہنے کا حق ہوتا کہ رسولؐ کو اس مسئلہ کی کھلے عام وضاحت کرنا چاہئے تھی

کفر مایوس یہ حقیقت ہے کہ آخری حج میں ہر جگہ سے سمٹ کر لوگ آئے تھے اور اتنا بڑا مجمع مسلمانوں کا اس سے قبل نہیں جمع ہوا تھا۔ ضرورت تھی کہ ہر جگہ کے لوگ شریک ہوں اور مسئلہ کو اس عنوان سے پیش کیا جائے کہ اس کی اہمیت ظاہر ہو اور دنیا سمجھے کہ خدا و رسولؐ کی نظر میں منفرد مسئلہ تھا اس کے لئے ہر اعتبار سے غدیر کا میدان ہی مناسب تھا اور جو اعلان کا طریقہ اختیار کیا گیا وہی طریقہ ضروری تھا رسولؐ کی دُور بین نگاہیں مسلمانوں کی طرف سے ہونے والی مخالفت کو محسوس کر رہی تھیں جس کے پیش نظر ایسا ہی کھلا ہوا اور واضح اعلان ضروری تھا جیسا غدیر میں رسولؐ نے کیا ـــــ اس اعلان کے نرالے طریقے نے باطل کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ کفر کو ہمیشہ کے لئے مایوسی ہو گئی

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسولؐ نے غدیر میں جانشینی کا واضح اعلان کر دیا تو اب کسی مزید وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی مگر کیا وجہ ہے کہ وقت آخر رسولؐ نے

رہی وضاحت کے لئے کاغذ کیوں طلب فرمایا۔ واضح اعلان کے بعد اب تحریر کی کیا ضرورت تھی؟

غدیر سے وفات رسولؐ تک کی تاریخ کا تجزیہ بتائے گا کہ اس اعلان کے خلاف ایسی زبردست سازش ہوئی جس کے نتیجہ میں رسولؐ کی اتنی شدید مخالفت کی گئی کہ حضورؐ نے عملی مخالفت کرنے والوں پر کھلم کھلا لعنت تک کی اور رسولؐ کی زبان سے لعنت سننے کے بعد بھی رسولؐ کی [illegible] نافرمانی کی گئی ——— اور جب رسولؐ نے کچھ لکھنا چاہا تو ذہن پر سنگین الزام لگایا گیا اور ساتھ ہی اس بات کا اعلان بھی کیا کہ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے ——— یہ جملہ خود اعلان غدیر کی وضاحت کر رہا ہے۔ جانتے تھے کہ [illegible] رسولؐ [illegible] میں جو لکھیں گے لہذا لکھنے کا موقع ہی نہ دیا [illegible] غدیر کی مخالفت [illegible] یہ کہا جا سکتا ہے کہ ممکن تھا کہ [illegible] طریقہ سے تحریر لکھ کر [illegible] کے حوالے کر دیتے مگر [illegible] جانشین [illegible] ہوتا کیونکہ مخالف [illegible] شدت [illegible] حالت [illegible] تھی کہ [illegible] کے [illegible] بھی [illegible] تھا [illegible] کے بعد [illegible] بھی [illegible] رہتی ——— [illegible] حالات [illegible] گذشتہ ہو چکے تھے [illegible] کے لئے کاغذ [illegible] تک کہ [illegible] دیا گر [illegible] کیونکہ [illegible] مخالفت ہوتی اور یہ کہہ کر کہ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے اس کا مطلب ہی یہ ہوا کہ [illegible] کر کیا لکھا جائے گا۔

ذہنوں کو یہ سوال پریشان کر سکتا ہے کہ غدیر کے اتنے واضح اعلان کے بعد کیسے اتنی شدید مخالفت ہوئی تو مسلمان اس مخالفت میں کامیاب کیسے ہو گیا جس کے نتیجہ میں یہ کہا بھی جاتا ہے کہ اگر غدیر میں رسولؐ نے حضرت علیؑ کی جانشینی کا اعلان کر دیا تھا تو جب بعد رسولؐ انتخاب خلافت ہوا تو حضرت علیؑ کو حق سے کیوں محروم رکھا گیا اور اس صورت میں حضرت علیؑ نے اپنے حق کے ثبوت میں غدیر کے واقعہ کو کیوں نہیں پیش کیا [illegible]

یقیناً یہ سوچنے کی بات ہے کہ اگر جانشینی کا [illegible] اعلان ہو گیا تھا تو پھر انتخاب کیا؟ اور علیؑ کو حق سے محروم کیوں رکھا گیا؟ اور رسولؐ کی کھلی ہوئی مخالفت کیسے کی گئی۔ گزشتہ اور آئندہ واقعات اس مسئلہ کو حل کرتے ہیں کہ رسول کی حیات میں مسلمان رسولؐ کی مخالفت پر کیسے آمادہ ہو گیا ——— تبوک سے واپسی پر رسولؐ کے [illegible] کی کوشش کا فردوں نے نہیں کی بلکہ مسلمانوں نے کی تھی کیونکہ تبوک کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جب رسولؐ روانہ ہوئے تو حضرت رسولؐ کے قتل کی کوشش کافروں نے نہیں بلکہ مسلمانوں نے کی تھی کیونکہ

حضرت علیؑ کو جانشین بھی بنایا اور حدیث منزلت بھی سنائی جس سے حضرت علیؑ کی جانشینی کا اعلان مقصود تھا لہذا اگر [illegible] رسولؐ کا [illegible] ہو گیا۔ تو غدیر کے اتنے واضح اعلان کے بعد [illegible] کیا [illegible] کہ علیؑ کی جانشینی کے سلسلہ میں [illegible] کی [illegible] مخالفت ہو جس کے نتیجہ میں حضرت علیؑ کو حق سے محروم کر دیا جائے ——— اور اگر غدیر کے بعد [illegible] کھلم کھلا مخالفت نہ ہوئی ہوتی تو تعجب کا [illegible] [illegible] تاریخ گواہ ہے کہ ایسی مخالفت ہوئی کہ رسولؐ [illegible] لشکر کے ساتھ روانہ ہونے کا حکم دیتے رہے مگر حکم نہ مانا گیا اور جب [illegible] کے لئے کاغذ دوات طلب فرمایا تو [illegible] پر الزام لگا کر لکھنے نہ دیا تو حضرت علیؑ کی جانشینی کے سلسلہ میں [illegible] کی زندگی میں اتنی شدید مخالفت [illegible] رسولؐ اگر حضرت علیؑ کو حق سے محروم کر دیا جانا [illegible] کیا بلکہ بعد رسولؐ حق کے ملنے کا سوال ہی [illegible] کیونکہ مسلمان کھل کر کہہ چکا تھا کہ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے

علیؑ نے اعلانِ غدیر کو مقامِ استدلال میں پیش نہیں کیا

اب رہا یہ سوال کہ حق سے محرومی کے موقع پر حضرت علیؑ نے غدیر کو [illegible] میں کیوں نہیں پیش کیا؟

——— حضرت علیؑ کو حق سے محروم کرنا کسی وقتی مخالفت کا نتیجہ نہ تھا علیؑ کو نہ مانیں گے اس کا اعلان تو رسولؐ کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔ جب رسولؐ نے لکھنے کے لئے کاغذ طلب فرمایا اور حضرت عمر نے یہ کہہ کر لکھنے سے روک دیا کہ رسولؐ کو (معاذاللہ) ہذیان ہو گیا ہے اور ہمارے لئے کتابِ خدا کافی ہے (صحیح بخاری ج دوم جزو ۳۰ صفحہ ۱۹۵) یہ کھلا ہوا چیلنج تھا کہ رسولؐ ہماری بات کو نہ مانیں گے جبھی تو فوراً دوسرا فقرہ کہا گیا کہ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے ——— اور حیرت ہے کہ اس گستاخی [illegible] اور رسول کے خلاف رسولؐ کی حیات میں لکھنے والے [illegible] عالم اسلامی میں کوئی شنگار نہیں [illegible] کسی کی [illegible] کسی نے گستاخی کرنے والے کو برا بھلا کہا، کسی نے روکنے کی کوشش کی کہ رسولؐ کو کیوں اذیت دیتے ہو معلوم ہوا مخالفین اپنی مخالفت کی اسکیم کو اتنا مضبوط بنا چکے تھے اور مسلمانوں کو اتنا ہموار کر چکے تھے کہ رسولؐ کی مخالفت پر ان کے خلاف کوئی آواز اٹھانے والا نہ تھا۔ تو ایسی شدید مخالفت میں جب کہ رسولؐ کی بات ماننے سے انکار کر دیا گیا تھا تو غدیر کی رسولؐ کی بات کو علیؑ کیسے ثبوت میں پیش کرتے ——— نبیؐ کو وقت آخر تحریر لکھنے سے نہیں روکا گیا تھا بلکہ غدیر کے پیغام کے ماننے سے انکار کیا گیا تھا۔ علیؑ کی جانشینی کا اعلان صرف غدیر ہی میں نہیں ہوا تھا بلکہ رسولؐ نے جگہ جگہ اعلان کیا جس کی غدیر میں مکمل وضاحت ہو چکی تھی اور غدیر کے اعلان کے بعد مسلمانوں کے ردّ عمل نے مکمل وضاحت کا ثبوت دیا تو درحقیقت غدیر میں جانشینی کے اعلان کی باقاعدہ رسم ادا کی گئی تھی کہ اب کسی قسم کا کوئی شبہ باقی نہ رہ جائے مگر اس واضح اعلان کے بعد جو شدید مخالفت شروع ہوئی اس مخالفت کے پیش نظر رسولؐ نے چاہا کہ اس پیغام کو تحریر میں لے آئیں مگر مخالفت کا طوفان اتنا شدید ہو چکا تھا کہ رسولؐ کی بات بھی بے اثر ہو گئی رسول نہ لکھ سکے اور مخالفت کرنے والی جماعت کے سربراہ نے کھل کر کہہ دیا کہ نہ مانیں گے تو ایسی صورت میں نبیؐ کے بعد اس پیغام کو اپنے حق کے ثبوت میں علی کیسے پیش کر سکتے تھے

علیؑ احتجاج میں غدیر کے واقعہ کو پیش کرتے اگر قرطاس کا دردناک واقعہ پیش نہ آیا ہوتا۔ تحریر کے لئے کاغذ دوات مانگنے پر مسلمانوں کی شدید مخالفت اور شانِ رسولؐ میں گستاخی کرنے سے پتہ چلا کہ غدیر کے اعلان کی مخالفت ناگفتہ بہ حالات میں سب کچھ کرنے کے لئے تیار تھی اور ہر ممکن حربہ استعمال کیا گیا ——— واقعات کی ترتیب اچھی طرح سمجھا دیتی ہے کہ مسلمان غدیر میں وہی سمجھتا تھا جسے رسولؐ سمجھا رہے تھے ورنہ رسولؐ کی مسلسل مخالفت نہ ہوتی ——— غدیر میں حداد رسولؐ کے طریقۂ اعلان نے مخالفت کے دروازے بند کر دیے تھے اور مسلمانوں کو سوائے علیؑ کو مبارکباد دینے کے کوئی چارہ نہیں [illegible] تھا [illegible] سب نے مل کر علیؑ کو مبارکباد دی جب کہ اس سے پہلے بڑے بڑے معرکے علیؑ نے سر کئے۔ بڑی بڑی فضیلتیں علیؑ کو ملیں مگر کسی موقع پر علیؑ کو مسلمانوں نے مل کر مبارکباد تہنیت پیش کی۔ آج غدیر میں پہلا اور آخری موقع تھا کہ اتنا بڑا مجمع علیؑ کو مبارکباد دے رہا تھا مبارکباد رسولؐ کے حکم سے دی گئی۔ معلوم ہوا رسولؐ مسلمانوں پر ظاہر کر

چاہتے تھے کہ اس سے اہم کوئی پیغام ہے نہ اس سے بڑی کوئی فضیلت اور نہ تاریخ اسلام میں اس سے عظیم کوئی مسئلہ ہے۔ اس سے زیادہ کون مسرت کا دن ہے ـــــ بہرحال رسولؐ اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے کیونکہ غدیر کا اعلان اس بات کا ذمہ دار تھا کہ اب دین قیامت تک مٹ نہیں سکتا کیونکہ دین کی ذمہ داریاں رسالت نے امامت کے سپرد کر دیں۔ رسول دنیا سے گئے تو ایسا مکمل انتظام کر کے گئے کہ اُمت گمراہ نہ ہونے پائے اللہ دین کی حفاظت ہوتی رہے اب اگر اُمت اپنے فرض کو محسوس نہ کرے تو رسولؐ پر ذمہ داری نہیں۔

حضرت علیؑ کا خط معاویہ کے نام

جو کچھ معاویہ [illegible] حق میں ہے اُس کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ تم پر جو خدا کا حق ہے اُس کا خیال رکھو اور اس سب کا علم حاصل کرو جس سے جاہل رہنے پر ہرگز معاف نہیں کیے جاؤ گے۔ اطاعت کے نشان واضح ہیں، راستے روشن ہیں، شاہراہیں کھلی ہوئی ہیں اور اس کی منزل [illegible] کی طلب کی جاتی ہے۔ دانش مند اس کی جستجو کرتے ہیں اور بے سمجھ کج ہی اس سے منہ موڑتے ہیں۔ جو کوئی اس سے ہٹ گیا حق سے بھی دور ہو گیا اور ضلالت [illegible] دور کر دے گا اور اُس پر اپنا غضب نازل کرے گا لہٰذا فکر کرو اپنے نفس کی کیونکہ خدا [illegible] اور آج بھی جہاں تک تمہارے معاملات پہنچ چکے ہیں وہ جگہ بھی [illegible] کفر کا مقام ہے۔ تمہارے نفس نے تمہیں شر کے حوالے کر دیا ہے [illegible] تہلکوں میں ڈال دیا ہے اور تمہاری راہیں سنگلاخ بنا دی گئی ہیں

معاویہ کے نام ان مکاتب سے اندازہ ہوتا ہے کہ امیرالمومنین آخر وقت تک اتمام حجت فرماتے رہے اور موعظہ حسنہ سے کام لیتے رہے اور صداقت کی تلقین کرتے رہے۔

(رئیس احمد جعفری)

کُن سے پہلے بھی سجا تھا جو وہ منظر دیکھئے

(از محترمہ بانو سیدپوری)

حسنِ حیدر دیکھئے شانِ پیمبرؐ دیکھئے
آئینہ میں جلوہ ہائے آئینہ گر دیکھئے
کون کہتا ہے بڑھا کر یہ گھٹا کر دیکھئے
بیتِ عبداللہ پھر اللہ کا گھر دیکھئے
نورِ واحد کی یہ تنویریں مکرر دیکھئے

بے زبانی کا ہے سن اور بولتا قرآن ہیں
آئے ہیں کعبہ میں یوں کعبہ کی جیسے جان ہیں
بند آنکھوں میں یہ کیسے عہد کیا پیمان ہیں
آج طفلی ہے تو آغوشِ نبیؐ کی شان ہیں
کل جوانی آئے تو دوشِ نبیؐ پر دیکھئے

روحِ واحد جیسے ہو دو پیکروں میں جلوہ گر
جیسے دو آنکھیں الگ ہوں پھر بھی ہو یکجا نظر
جیسے پہلوئے سبب میں کارفرما ہو اثر
جس طرح رکھ دے کوئی قرآن کو قرآن پر
یوں علیؑ ہیں برسرِ دوشِ پیمبرؐ دیکھئے

یہ ہوئے تبلیغ میں ہے قوتِ تبلیغ کار
سینۂ حق میں جلالِ حق ہے جیسے نور بار
جیسے قرآں کے لبوں تک آ کے قرآں کی پکار
دین کی آغوش میں جیسے ہو دیں کا اعتبار
ہیں علیؑ کعبہ میں یوں دوشِ نبیؐ پر دیکھئے

جوشِ تکمیلِ عمل میں زندگی ہو جان ہو
چُپ ہیں لب نظروں میں لیکن مستقل اعلان ہو
اک نیا احساس ہر رخ پر اک نرالی شان ہو
گود میں بچہ ہو گویا ہاتھ میں قرآن ہو

مصطفیٰ کے ہیں نرالے آج تیور دیکھئے

گود میں بچہ نہیں ہے شرع کی تعمیل ہے
گود میں بچہ نہیں قرآن کی تنزیل ہے

گود میں بچہ نہیں ہے حق کا سنگ میل ہے
گود میں بچہ نہیں ہے دین کی تکمیل ہے

کعبہ سے خم تک مسلسل ایک منظر دیکھئے

حق کو طرزِ نو سے استقبالِ حق منظور ہے
بابِ آمد کی بنا کا اک نیا دستور ہے

اک نرالے رُخ پہ آغوشِ نبیؐ معمور ہے
یعنی نصفِ نور کے پہلو میں نصفِ نور ہے

کُن سے پہلے بھی سجا تھا جو وہ منظر دیکھئے

حق نما ہے حُسنِ صورت حق نوا آواز ہے
کُھل کے ہے نظروں میں لیکن راز پھر بھی راز ہے

اپنا گھر اپنے نبیؐ کی گود دے دینا باز ہے
قدرتِ خالق کو اس تخلیق پہ کیا ناز ہے

دیکھئے یہ اہتمامِ ربِّ اکبر دیکھئے

مرحبا حُسنِ علی عہد مرحبا حُسنِ حسن
خود ہیں فاقوں سے مگر جود و سخا کی ہے لگن

خادموں سے پیش آنے میں اخوت کی پھبن
ایسے مولا کا سلیقہ اپنے مولا کا چلن

اک ذرا خود اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھئے

عہدِ ابراہیم تک عرفاں کا یہ معیار تھا
کر دے مشرق سے جو سورج کو نمایاں بانسا

بڑھتے بڑھتے آدمی عہدِ نبیؐ میں کیا بنا
کل جو ناممکن تھا یکسر آج ممکن ہو گیا

رجعت خورشید کا اس رُخ سے منظر دیکھئے

ہادیٔ فہم و فراست مصلحِ فکر و نظر | اُس نے قائم کر دیئے دستورِ کسب و صرفِ زر
تختِ شاہی پر الٰہی عدل بن کر جلوہ گر | کفش دوزی اُس نے کی گھر میں خدا کے بیٹھ کر

زندگی کی ہر روش پر ہے وہ رہبر دیکھئے

دین کا ہر رُخ گواہی دے مرا دمساز ہے | منصبِ پیغمبریؐ سمجھے مرا اعزاز ہے
سینۂ قرآں پکارے میرا سب انداز ہے | پردۂ معراج کہہ دے میری ہی آواز ہے

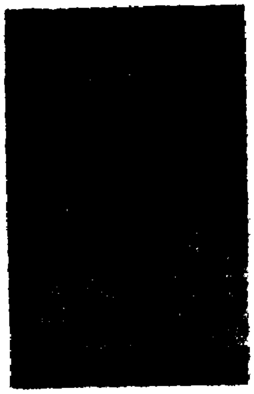
اوجِ خاصِ مرتضٰیؑ اے بندہ پرور دیکھئے

ارض کی زینت زمیں کی آبرو گردوں جناب | خاک کے ذرّوں کی تابش نورِ مہر و ماہتاب
عرشِ اعظم کی جوانی فرشِ گیتی کا شباب | بوترابؑ و بوترابؑ و بوترابؑ بوترابؑ

ہر طرف ہے جلوہ آرا جلوہ گستر دیکھئے

جس میں نورِ حق کا جلوہ ہے وہ صورت ہے علیؑ | مالکِ مرضیٔ حق امرِ مشیّت ہے علیؑ
دینِ فطرت کی قسم ہے دینِ فطرت ہے علیؑ | حق کی قدرت ہر جگہ ہے حق کی قدرت ہے علیؑ

مشکلوں میں یا علیؑ ہونٹوں پہ لا کر دیکھئے



معرفت امیر المومنینؑ اور غلو

الحاج مولانا السید محمد باقر صاحب قبلہ باقری الجوراسی

قرآن و حدیث اور تاریخ کی روشنی میں یہ حقیقت نگاہ بصیرت سے پوشیدہ نہیں ہے کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ذات والا صفات ہمارے محدود علم دل و دماغ کی قوت پرواز سے بالاتر ہیں اور یہی سبب ہے کہ آپ کی حقیقی معرفت کے علاوہ جو ہمارے تقرب الی اللہ اور ہدایت حق کے لئے ضروری ہے کلی اور حقیقی معرفت عام انسانوں کے دسترس سے باہر ہے بلکہ بعض حالات میں تو ابو ذر جیسا با ایمان صحابی بھی عرفان کی اعلیٰ منزلوں تک پہونچنے میں پرشکستہ نظر آتا ہے اور جناب رسالتمآبؐ کو کہنا پڑتا ہے کہ لو علم ابو ذر ما فی قلب سلمان لقتلہ (یعنی جو سلمان کے دل میں ہے اگر وہ ابو ذر کو معلوم ہو جائے تو ان کو قتل کر دیں۔)

اگر جناب امیرؑ آیۂ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ (سورہ یٰس) (یعنی ہم نے ہر شی کے اندر ہر شے کا علم جمع کر دیا ہے) کے مصداق ہیں تو آپ کی مکمل معرفت حاصل کرنے والے کے لئے بھی تمام علوم پر حاوی ہونا ضروری ہوگا۔ اگر آپ بائے بسم اللہ کی تفسیر میں ساری رات تمام کر سکتے ہیں تو پوری معرفت حاصل کرنے والے کو بھی قرآن مجید کے تمام معانی و مطالب اور اسرار و غوامض سے باخبر رہنا ہوگا۔ حدیث علی مع القرآن والقرآن مع علی (یعنی علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے) کے پیش نظر قرآن مجید کے ہر رطب و یابس اور کل آیات محکمات و متشابہات پر گہری نظر ہونا چاہئے، حدیث انا مدینۃ العلم و علی بابھا (یعنی میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں) نیز حدیث انا دار الحکمۃ و علی بابھا (یعنی میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں) کی موجودگی میں علم و حکمت کے جملہ حدود تک رسائی ہونا ضروری ہے اور حدیث اقضاکم علی (یعنی تم میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں) کو سامنے رکھتے ہوئے تمام قضایا اور مسائل مشکلہ کے نشیب و فراز، ظاہر و باطن اور باریکیوں کا صحیح اندازہ ہونا لازمی ہے۔ اسی طرح آپ کے فضائل کمالات اور صفات جمیلہ جیسے نورانیت، امامت، عصمت، عفت، شجاعت، عدالت، امانت، صداقت، قوت، سخاوت، فصاحت، بلاغت، قناعت، عبادت، ریاضت، معرفت، تقویٰ، جہاد، توکل اور صبر و شکر وغیرہ کو سمجھنے کے لئے ان میں کا حصہ دار ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ مقولہ

کسی چیز سے اجنبیت کے بعد اس کی صحیح معرفت تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے جناب رسالتمآبؐ کا ارشاد ہے یا علی ما عرف اللہ الا انا وانت وما عرفنی الا اللہ وانت وما عرفک الا اللہ وانا (یعنی اے علیؑ اللہ کو کسی نے نہیں پہچانا سوا میرے اور تمہارے، مجھ کو کسی نے نہیں پہچانا سوا اللہ کے اور تمہارے، اور تم کو کسی نے نہیں پہچانا سوا اللہ کے اور میرے۔)

اگر کوئی شخص امیر المومنینؑ کی پوری معرفت کا دعویٰ کرے بھی تو وہ غلط ہوگا کیونکہ اول تو آپ کے فضائل، کرامات اور خصوصیات کا بہت بڑا جز پردۂ راز ہی میں رہا جیسا کہ جناب رسالتمآبؐ کا ارشاد ہے کہ اے علیؑ اگر مجھ کو اس کا خوف نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے متعلق بھی وہی باتیں کہنے لگیں گے جو عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں کہتے ہیں تو میں تمہارے ایسے فضائل بیان کرتا کہ لوگ تمہارے قدموں کے نیچے کی خاک اٹھا کر سرمۂ چشم بناتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے ظرف اور قوت برداشت کا لحاظ کرتے ہوئے مشتے نمونہ از خروارے آپ کے چند معمولی فضائل ہی ذکر کئے گئے ہیں اور زیادہ تر اہم اور غیر معمولی چیزیں مخفی رکھی گئیں۔ دوسرے جو کچھ ظاہر کیا گیا تاریخ گواہ ہے کہ اس میں سے بھی ایک بڑے حصے پر جہاں تک ممکن ہوا مخالفین ہمیشہ پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے رہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت حال میں کسی بھی شخصیت کے لئے آپ کی کما حقہ معرفت حاصل کرنا کہاں تک ممکن ہے؟

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ جتنا کچھ لوگوں نے دیکھا اور جانا وہ اس قدر وزنی ثابت ہوا کہ ایک فرقہ اس کا تحمل نہ کرسکا اور گھبرا کر آپ کی خدائی کا قائل ہوگیا۔ درانحالیکہ آئمہ معصومین علیہم السلام کا وتیرہ تھا کہ اپنے کسی اہم معجزے یا کرامت کے اظہار سے قبل نماز وغیرہ کے ذریعہ اپنی عبودیت کا ثبوت بھی فراہم کردیا کرتے تھے۔ تاکہ لغزش نگاہوں کو الوہیت کا دھوکا نہ ہو۔

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں آپ کا اعلان ہے هلك فيّ اثنان عدو قال ومحب غال (یعنی میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاکت میں پڑ گئے، دشمن اپنی عداوت کی وجہ سے اور دوست غلو (یعنی حد سے تجاوز کرنے) کے سبب سے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حقیقتاً غلو ہے کیا چیز؟ عام طور پر تو ہر اس تعریف و توصیف پر غلو کا فتویٰ چسپاں کر دیا جاتا ہے جو ہماری سمجھ سے باہر یا ہمارے جذبات و احساسات پر بار ہو۔ لیکن غلو کا تعین تو ہم اس وقت کرسکتے تھے جب ہم کو آپ کے فضائل، کمالات اور معارج و مدارج کے حدود معلوم ہوتے، اور جب ایسا نہیں ہے کیونکہ عقل و نقل دونوں اس کی تائید کرتے ہیں، تو دیکھنا ہوگا کہ جس کے بارے میں غلو کا خطرہ ہے وہ خود اس کی حد بندی کس طرح فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے نزلونا عن الربوبية وادفعوا عنا حظوظ البشرية فنحن عنها مبعدون وعما يجوز عليكم منزهون ثم قولوا فينا ما استطعتم فان البحر لا ينزف وسر الغيب لا يعرف وكلمة الله لا توصف (یعنی ہم کو خدائی سے نیچے رکھو اور بشری لوازم کو ہم سے الگ رکھو۔ کیونکہ ہم ان سے دور ہیں اور جو کچھ تم پر گزرتا ہے اس سے

پیک ہیں، اس کے بعد ہمارے حق میں تم جو کچھ کہہ سکو کہو (تم ہماری حد بندیوں اور فضیلتوں تک نہ پہنچ سکو گے) کیونکہ سمندر خشک نہیں ہو سکتا، غیب کا راز پہچانا نہیں جا سکتا اور اللہ کے کلمہ کی توصیف نہیں ہو سکتی۔ اگر اس کے بعد بھی کسی کے دل میں وہم ہو کہ ہم امیرالمومنینؑ کے تمام فضائل و مناقب کا احاطہ اور آپ کی کامل معرفت کا احصاء کر سکتے ہیں تو اس کی تشفی کے لئے جناب رسالتمآبؐ کی یہ مشہور و معروف حدیث کافی ہو گی۔ لو ان الریاض اقلام والبحر مداد والجن حساب والانس کتاب ما احصی فضائل علی ابن ابیطالب (یعنی اگر تمام باغات قلم بن جائیں، تمام سمندر روشنائی ہو جائیں، سارے جنات حساب کرنے والے اور کل انسان لکھنے والے ہوں تب بھی علی ابن ابیطالب کے فضائل کا شمار نہیں ہو سکتا) مناقب خوارزمی، مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی، مناقب مرتضوی (دیباچہ) سید محمد صالح کشفی حنفی۔ ارجح المطالب مولوی عبید اللہ امرتسری صفحہ ۹۔ مناقب المرتضیٰ از مولوی ... محبوب المصطفیٰ از حافظ شاہ محمد علی حیدر قلندر صفحہ ... لعاش الانس فی ذکر سیدنا ابی الحسن حافظ محمد علی حیدر قلندر صفحہ ۲۔ وغیرہ

آپ کے جو فضائل و مناقب ہم تک پہنچ سکے اور ہمارے حدود فہم و ادراک سے باہر بھی نہیں تھے کہ معرفت کی کمی کی وجہ سے ہم صرف سطحی نگاہ سے ان کا جائزہ لیتے ہیں اور اپنے قائم کئے ہوئے پست معیار سے موازنہ کر کے بے دھڑک ان پر غلو کی تہمت عاید کر دیتے ہیں۔ اگر تھوڑی سی دقت نظر سے کام لیا جائے تو ظاہر ہو گا کہ جن فضائل کو ہم غلو اور کفر و شرک کا خطاب دیتے ہیں وہ عقل و شرع کے عین مطابق اور امیرالمومنینؑ کے مراتب سے مکمل طور پر مربوط ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں مختصر وضاحت کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔ امید ہے کہ مذکورہ حقیقت کے ثبوت میں اسی قدر کافی ہو گا۔

علیؑ خالق ہیں

چونکہ یہ نام عام طور سے خدا کے لئے مستعمل ہے۔ لہذا اگر اس کو کسی بندے کے لئے بولا جائے تو بظاہر غلو معلوم ہوتا ہے لیکن غور کرنے سے سمجھ میں آتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ خدا کے زیادہ تر اسماء ایسے ہیں جو بحیثیت لفظ ہر اس ذات پر صادق آ سکتے ہیں جو اس صفت کی حامل ہو۔ البتہ حقیقت کے اعتبار سے کسی بندے کو کسی صفت میں خدا کے ساتھ شریک نہیں قرار دیا جا سکتا ورنہ شرک اور غلو لازم آ جائے گا۔ اس لئے کہ خدا کے صفات ذاتی ہیں اور بندے کے عطیۂ خداوندی۔ لہذا اب اگر کسی بندے کو اس صفت کے ساتھ پکارا جائے گا جو خدا کے لئے ثابت ہے تو مقصد یہ ہو گا کہ یہ بندہ ہوتے ہوئے بھی صفت خداوندی کا مظہر ہے۔ اکثر اسمائے الٰہی ایسے ہیں جو بندوں یا دیگر مخلوقات کے صفات کے پیش نظر لفظی حیثیت سے عام طور پر ان کے لئے بولے جاتے ہیں۔ جیسے قدیم، کریم، حلیم، علیم، حکیم، عظیم، سمیع، بصیر، مومن، مصور، مفید، شدید، بعید، قریب، رفیع، جمیل، جلیل، وکیل، کفیل، حاکم، قاضی، عادل، ناصر اور طاہر وغیرہ۔

اور یہ صرف انسانوں کی اپج نہیں کہ ہم کسی کو کچھ کہہ دیں بلکہ قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے۔ مثلاً لفظ کریم ... [illegible] ... ھٰذَا اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ (سورہ یوسف) ... آیہ اِنِّیْ اُلْقِیَ اِلَیَّ کِتٰبٌ کَرِیْمٌ ... [illegible] سلیمان کے لئے، آیہ کہ ... [illegible]

سورۂ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ کے لئے، اور آیۂ
اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ (سورۂ واقعہ) میں قرآن مجید کے
لئے استعمال ہوا ہے۔ نیز اَجْرٌ کَرِیْمٌ، رِزْقٌ کَرِیْمٌ
اور مَقَامٌ کَرِیْمٌ وغیرہ بھی آیا ہے۔ لفظ قدیم آیۂ
حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ (سورہ یٰسین)
میں کھجور کی سوکھی شاخ کے لئے۔ لفظ حلیم آیۂ فَبَشَّرْنٰہُ
بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ (سورۂ صٰفٰت) میں حضرت اسحاق کے
لئے نیز کئی مقامات پر حضرت ابراہیم کے لئے۔ لفظ علیم
آیۂ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ (سورۂ حجر) نیز آیۂ وَ
بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ (سورۂ ذاریات) میں حضرت
اسحاق کے لئے۔ لفظ سمیع و بصیر آیۂ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا
بَصِیْرًا (سورۂ دہر) میں انسان کے لئے، اور لفظ عظیم
تو بہت سی چیزوں کے لئے ارشاد ہوا ہے مثلاً عرش
(تخت) بلقیس، عرش، بہتان، ظلم، عذاب، یوم،
سحر، حظ، ذبح، خلق، حنث، طود، کرب، نبا،
اجر، اثم، فوز، فضل، سیل اور ملک وغیرہ چنانچہ
اسی اصول پر دیگر اسماء اور صفات کا قیاس کیا جا سکتا
ہے۔ بلکہ اسمائے الٰہی میں سے مومن کا لفظ تو ایسا ہے
کہ اس کو ہر کس و ناکس اپنے اوپر منطبق کرنے میں فخر
محسوس کرتا ہے۔

ساتھ ہی کچھ صفات الٰہیہ ایسی بھی ہیں جن کے
مظاہر عام طور پر دستیاب نہیں ہو سکتے جب تک منجانب
اللہ فیضان خصوصی نہ ہو۔ جیسا کہ حدیث قدسی
عبدی اطعنی اجعلک مثلی الخ سے معلوم ہوتا
ہے کہ اگر کوئی بندہ پوری اطاعت گزاری کرے تو
خداوند عالم کا وعدہ ہے کہ اس کو اپنا مثل بنا دیگا۔
خدا حی لایموت ہے تو اس کو بھی زندہ جاوید بنا دے گا
خدا غنی ہے کسی کا محتاج نہیں تو اسے بھی فقر و احتیاج
سے غنی کر دے گا۔ خدا جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے تو اس
کو بھی ایسی قدرت عطا فرما دے گا کہ یہ جو چاہے گا
ہو جائے گا۔ اسی طرح خداوند عالم اپنے اکثر امور اپنے
نمائندوں اور کارندوں کے ذریعے انجام دیتا ہے اور
اسکے نتیجے میں وہ امور انہیں سے منسوب ہوتے ہیں
درانحالیکہ ان کا اصل مرکز اور مصدر ذات الٰہی ہے
مثال کے طور پر خدا ہی موت دینے والا اور درست ہے
جیسا کہ سورۂ زمر کی آیت اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ
حِیْنَ مَوْتِهَا (یعنی خدا روحوں کو قبض کرتا ہے ان
کی موت کے وقت) سے ظاہر ہے۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے
کہ ملک الموت قبض روح کرتے ہیں جیسا کہ سورۂ سجدہ
کی آیت یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ
وُكِّلَ بِكُمْ (یعنی تمہاری روحوں کو وہ ملک الموت
قبض کرتا ہے جو تم پر موکل کیا گیا ہے) کے مطابق وہ
خدا کی طرف سے اس کے لئے مامور ہیں۔

اسی صورت سے انبیاء، ائمہ اور خلفائے الٰہی
امور ہدایت اور نظم و نسق عالم وغیرہ کے ذمہ دار ہیں اور متعلقہ
صفات ان کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

اتنی توضیح کے بعد اب غالباً یہ بات صاف ہو گئی
ہو گی کہ امیرالمومنین کو خالق کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ خدا
تعالیٰ نے یہ صفت صرف اپنی ذات کے لئے مخصوص
قرار نہیں دی ہے اور سورۂ مومنون کی آیت
فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ (یعنی خدا
بابرکت ہے جو تمام خلق کرنے والوں سے بہتر ہے) یا
سورۂ صٰفٰت کی آیت وَتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ
الْخٰلِقِیْنَ (یعنی اور تم سب سے بہتر خلق کرنے والا
کو چھوڑ دیتے ہو) سے ثابت ہے کہ صفت خالقیت کا
مظاہرہ دوسروں سے بھی ہوتا ہے خواہ وہ محدود
اور پست منزل ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس کا عملی نمونہ
حضرت موسیٰ کے تذکرے میں خود قرآن مجید بیان کر

ہے۔ چنانچہ سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے۔ اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ (حضرت موسیٰ کہیں گے میں تمہارے لئے گندھی ہوئی مٹی سے ایک پرندے کی صورت بناؤں گا۔ پھر اس میں دم کروں گا تو وہ خدا کے حکم سے اڑنے لگے گا۔) بلکہ یہ تو یہ کہوں گا کہ یہ صفت امیر المومنینؑ کے لئے کوئی امتیازی شان نہیں کیونکہ آپ تو اس سے بلند تر مرتبے یعنی صفت امر کے حامل تھے۔ خدا نے قرآن مجید میں بار بار اپنے امر کا حوالہ دیا ہے جس کا مطلب ہے کہ صفت خلق سے اوپر اٹھ کر جب صفت امر کا مظاہرہ ہوتا ہے تو اس کا نتیجہ فوراً ظاہر ہوتا ہے لیکن اپنی اسی کتاب میں اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فرما کر یہی اعلان فرماتا ہے کہ (جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث قدسی کا مفہوم اشارہ کرتا ہے) کچھ بندے صاحبانِ امر بھی ہیں جن سے اس صفت کا اظہار ہوتا ہے اور وہ جس وقت جو چاہتے ہیں فوراً ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں آپ کے بہت سے واقعات و معجزات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ آپ کے اشارے سے مٹی کی دیوار سونے کی ہو جانا، آفتاب کی رجعت، ایک جادوگر کا کتا بن جانا، سوکھے ہوئے درخت کا سرسبز ہو جانا، مردوں کا زندہ ہو جانا، اور اسی قبیل کی سیکڑوں مثالیں جن کو علامہ سید محمد صالح کشفی حنفی جیسے علمائے اہل سنت نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور کسی حق پسند کے لئے ان سے انکار ممکن نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ امیر المومنینؑ کو صاحب خلق کہنا بھی درست ہے اور صاحب امر بھی

علیؑ رازق ہیں

مذکورۂ بالا حقائق کی روشنی میں امیر المومنینؑ کا رازق ہونا بھی ثابت ہے۔ کیونکہ خداوند کریم نے قرآن مجید کی مختلف آیتوں میں اپنے کو خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ (تمام روزی دینے والوں سے بہتر) فرمایا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کے علاوہ اور بھی رزق پہنچانے والے ہیں جو اس کی جانب سے اس کام پر مامور ہیں اور اس کی صفت رزاقیت کے مظہر ہیں۔

جب آقا کی جانب سے غلام اور نوکر کو یا ماں باپ کی طرف سے اولاد کو روزی پہنچ سکتی ہے تو امام اور پیشوائے خلق کی طرف سے مخلوقات کو رزق کیوں تقسیم نہیں ہو سکتا؟، اور اس میں عقلاً یا نقلاً کون سی شناعت یا غلو کا پہلو نکلتا ہے؟۔ اس کے علاوہ اس مشہور واقعے میں بھی کوئی اشکال نہیں رہ جاتا کہ ایک بار امیر المومنینؑ صحرا میں کھڑے ہوئے انگشت مبارک سے چاروں طرف اشارے فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے یہ دیکھ کر حقیقت دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ مخلوقِ خدا کو رزق تقسیم کر رہا ہوں۔ اس کو یقین نہیں ہوا۔ لہذا آپ کے دعوے کو غلط ثابت کرنے کے لئے دوسرے روز کچھ چیونٹیاں ایک شیشی میں ڈال کر [illegible] ڈاٹ لگا دی اور اس کو اپنے لباس میں چھپائے پھر اسی مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ آپ حسب سابق [illegible] فرما رہے ہیں۔ جب آپ فارغ ہوئے تو اس نے پوچھا کیا آپ نے ساری مخلوق کو رزق تقسیم کر دیا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ بلکہ ان کو بھی جن کو تم شیشی میں بند کر کے لائے ہو۔ اب [illegible]

لیکن نکالی اور اسے کھولا تو دیکھا کہ ہر چیونٹی اپنے منہ میں ایک چاول کا دانہ دبائے ہوئے ہے۔

علیؑ رب ہیں

رب کے لغوی معنی ہیں پرورش کرنے والے کے اور چونکہ والدین اپنی اولاد کی، مخدوم اپنے خادموں کی، بادشاہ اپنی رعیت کی اور حیوانات کو پالنے والے جانوروں کی تربیت و پرورش کرتے ہیں لہذا وہ بھی لفظ مربی اور "رب" کے مصداق ہوتے ہیں۔ اسی لئے خدا کو رب الارباب یعنی تمام پرورش کرنے والوں کا رب اور پالنے والا کہا جاتا ہے

سورۂ بنی اسرائیل میں خدا اولاد کو ماں باپ کے لئے ان الفاظ میں دعا کا حکم دے رہا ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (یعنی کہو کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر اس طرح رحم فرما جس طرح انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھی) "رَبَّيَانِي" کا لفظ بتا رہا ہے کہ ماں باپ بھی رب ہیں۔ (اگرچہ حقیقی رب خدا ہی ہے) اس سے زیادہ واضح سورۂ یوسف کی وہ آیتیں ہیں جن میں بادشاہ کو بار بار رب کہا گیا ہے جیسے فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا (یعنی پس وہ (قیدی) اپنے رب (بادشاہ) کو شراب پلانے کا کام کرے گا)۔ پھر اُذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ (یعنی اپنے رب (بادشاہ) کے سامنے میرا ذکر کر دینا)۔ اس کے بعد فَأَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ (یعنی شیطان نے اسے اپنے رب (آقا) سے ذکر کرنے کو بھلا دیا۔) ایسے کھلے ثبوت کے بعد اگر کہا جائے کہ علیؑ امت کے رب ہیں تو اس پر غلو کا الزام کیونکر عائد ہو سکتا ہے؟ بلکہ روایتیں تو یہاں تک بتاتی ہیں کہ خود قرآن مجید میں آپ کو رب کہا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ دہر میں ارشاد ہے وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا (یعنی ان کا رب شراب طہور پلائے گا، ظاہر ہے کہ پلانے کا کام خدا کا نہیں بلکہ کوئی دوسرا ہی انجام دے گا اور وہ ساقی کوثر کے سوا اور کون ہوگا؟ اس کی تائید کے لئے ملا جامی کا یہ شعر بھی پیش کر دوں جسے سید محمد صالح کشفی حنفی نے مناقب مرتضوی میں نقل کیا ہے ؎

ز سَقَاهُمْ ہر کہ در حق علیؑ انکار کرد
از کف ساقی جنت شربت کوثر نیافت

یعنی جس نے آیۂ سَقَاهُمْ رَبُّهُمْ کے علیؑ کے بارے میں ہونے سے انکار کیا وہ ساقی کوثر کے ہاتھ سے سیراب نہ ہوگا۔

اسی سلسلہ میں مذکورہ بالا کتاب کے دیباچے کے حوالے سے امام شافعی کے بھی دو شعر پیش کر دینا بے محل نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں ؎

كَفَىٰ فِي الْفَضْلِ مَوْلَانَا عَلِيٌّ
وُقُوعُ الشَّكِّ فِيهِ أَنَّهُ اللَّهُ
وَمَاتَ الشَّافِعِيُّ لَيْسَ يَدْرِي
عَلِيٌّ رَبُّهُ أَمْ رَبُّهُ اللَّهُ

یعنی ہمارے مولا علیؑ کی فضیلت میں یہ شک واقع ہونا ہی کافی ہے کہ وہ خدا ہیں۔ شافعی مر گیا لیکن اس کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس کے رب علیؑ ہیں یا اس کا رب اللہ ہے

علیؑ قسیم جنت و نار ہیں

اس عقیدے میں غلو کی کوئی گنجائش نہیں کہ مومن اور جہنمی اشخاص کے درمیان جنت و جہنم کی تقسیم امیر المومنین علیہ السلام فرمائیں گے کیونکہ اس مقصد پر کثیر روایات و احادیث دلالت کرتی ہیں جیسا کہ صواعق محرقہ، سنن دار قطنی، بحر المعارف، خلاصۃ المناقب، ینابیع المودۃ صفحہ ۸۴ و ۸۶ و ۲۸۵، ارجح المطالب مولوی عبد اللہ امرتسری ص ۳۲، مناقب المرتضوی، مواہب المصطفیٰ، حالات محمد علی حیدر، فاضل رص ۱۱، مناقب مرتضوی سید محمد صالح کشفی حنفی باب ۲ منقبت ۷۱ و ۹۹، ۱۳۰ و ۱۴۲ و باب ۳ منقبت ۸ و ۱۰ و دیگر کتب معتبرہ میں منقول ہے۔

اس کے علاوہ سورہ توبہ کی آیت اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَ اَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ (یعنی اللہ نے مومنین سے ان کے نفوس اور اموال خرید لئے ہیں اور ان کے عوض میں ان کو جنت دے دی ہے) سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت باقاعدہ مومنین کی ملکیت میں آچکی ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں جو ذات امیر المومنینؑ ہوگی بدرجہ اولیٰ اس کو حق ملکیت اور حق تصرف حاصل ہوگا اور جو شخص جنت کا مالک ہوگا جہنم اس کے اقتدار سے نکل کے کہاں جائے گا۔ چنانچہ مسند احمد بن حنبل میں منقول ہے کہ سورہ ق کی آیت اَلْقِیَا فِیْ جَہَنَّمَ کُلَّ کَفَّارٍ عَنِیْدٍ (یعنی تم دونوں ہر سرکش ناشکرے کو جہنم میں ڈال دو) میں تم دونوں سے مراد میں اور علیؑ ہیں۔

لہذا ثابت ہوا کہ امیر المومنینؑ بروز قیامت بہشت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہوں گے۔

آخر میں مزید تقویت کے لئے امام شافعی کا ایک مشہور قطعہ بھی نقل کرتا ہوں جسے سید محمد صالح کشفی حنفی نے مناقب مرتضوی کے باب ۳ منقبت ۲۰ کے ذیل میں لکھا ہے۔

عَلِیٌّ حُبُّہٗ جُنَّۃٌ قسیم النار والجنۃ
وصی المصطفیٰ حقاً امام الانس والجنۃ

یعنی علی کی محبت آتش جہنم کی سپر ہے۔ آپ دوزخ اور جنت کے تقسیم کرنے والے محمد مصطفیٰ صلعم کے وصی برحق اور انسان و جنات کے امام و پیشوا ہیں

علیؑ کو اپنی موت پر اختیار ہے

بظاہر یہ بات اختیارات قدرت میں دخل اندازی معلوم ہوتی ہے لیکن تفسیر ثعلبی اور احیاء العلوم امام غزالی وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شب ہجرت جب امیر المومنین علیہ السلام نے جناب رسالتمآب پر اپنی جان قربان کرتے ہوئے آنحضرتؐ کے بستر پر استراحت فرمائی تو سورہ بقر کی یہ آیت آپ کے حق میں نازل ہوئی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ (یعنی بعض انسان ایسے ہیں جو خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ ایسے بندوں پر بہت مہربان ہے۔) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب خدا کی مرضی آپ نے خرید لی تو اب آپ کی کوئی خواہش اور کوئی عمل اس کی مرضی میں دخل اندازی نہیں بلکہ اس کے عین مطابق ہوگا۔ اور اسی طرح موت و زندگی بھی آپ کی مرضی اور اختیار کے ماتحت ہوگی۔

چنانچہ معتبر کتابوں میں جناب ابوذر سے مروی ہے

آنحضرت فرماتے تھے کہ شب معراج میں نے ایک فرشتے کو نور کی کرسی پر بیٹھا ہوا دیکھا، ایک پاؤں اس کا مشرق میں تھا اور دوسرا مغرب میں، اس کے پاس ایک لوح تھی، تمام دنیا اس کے سامنے اور خلق اس کے گرد حوض کے درمیان تھی، اس کا ہاتھ مغرب سے مشرق تک پہنچتا تھا۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا عزرائیل ہیں آپ سلام کر لیجئے۔ میں نے سلام کیا تو اس نے جواب سلام دے کر پوچھا کہ آپ کے ابن عم علیؑ کیا کرتے ہیں؟ میں نے کہا کیا تم ان کو پہچانتے ہو؟ کہنے لگا ہاں کیونکر نہ پہچانوں گا، خدا نے مجھ کو خلائق کی روح قبض کرنے پر مقرر فرمایا ہے بجز آپ کے اور آپ کے ابن عم علی ابن ابیطالب کے کیونکہ آپ کی اور ان کی موت آپ دونوں کے ارادہ پر موقوف ہے۔ ینابیع المودۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ - مناقب المرتضیٰ عن مواہب المصطفیٰ ۱ ص ۱۷ ارجح المطالب صفحہ ۴۶۰۔

نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن و حدیث دونوں کے نزدیک امیر المومنینؑ کو یہ اختیار حاصل ہے اور صرف آپ ہی نہیں بلکہ آپ سب پر غالب ہیں۔ بلحاظ اختصار اتنے ہی صفحات مناقب جلیلہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ ورنہ مودۃ القربیٰ اور مناقب مرتضوی وغیرہ کتب معتبرہ میں امیر المومنینؑ کے جو خطبات و کلمات نقل ہوئے ہیں وہ بہت ہی بلند، چونکا دینے والے اور معرفت کی راہیں کھولنے والے ہیں اور ان کی تشریح و توضیح کے لئے کافی وقت اور بسیط صفحات درکار ہے۔

آخر میں شاہ شمس تبریز علیہ الرحمہ کے ایک طویل قصیدے کے چند اشعار نقل کرتا ہوں۔ یہ قصیدہ موصوف کے دیوان میں موجود ہے اور صاحب گلزار شمس تبریز نے بھی نقل کیا ہے لیکن مصنفان کتب تذکرہ نے اسکو مولانا روم سے منسوب کیا ہے جو شمس تبریز علیہ الرحمہ کے خاص معتقد تھے اور اس بیان کا یہ شعر گواہ ہے۔

مولوی ہرگز نشد مولائے روم ... تا غلام شمس تبریزی نشد

قصیدہ

تا صورت پیوند جہاں بود علیؑ بود ... تا نقش زمین بود و زماں بود علیؑ بود

مسجود ملائک شدہ آدم ز علیؑ بود ... در قبلہ محمدؐ بد و مقصود علیؑ بود

ہم آدم و ہم شیث و ہم نوح و ہم ایوب ... ہم یوسف و ہم یونس و ہم ہود علیؑ بود

ہم موسیٰ و ہم عیسیٰ و ہم خضر و ہم الیاس ... ہم صالح پیغمبر و داؤد علیؑ بود

خاتم کہ در انگشت سلیمان نبی بود ... آن نور خدائی کہ بر او بود علیؑ بود

۱؎ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ پشت آدم میں محمدؐ و آل محمدؐ کا نور تھا جس کی طرف فرشتوں نے سجدہ کیا۔

۲؎ ان دو مصرعوں میں ان حدیثوں کی طرف اشارہ ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ تمام انبیاء کے صفات حیدرؑ کے اندر موجود تھیں

۳؎ اس میں اس مشہور حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ نصرت الانبیاء سراً و نصرنی جهراً (علیؑ نے تمام انبیاء کی پوشیدہ طور پر اور میری علانیہ مدد کی) لہٰذا آپ کی اعانت حضرت سلیمانؑ کے ساتھ بھی تھی جس کا ذریعہ ان کی انگشتری کا نقش تھا۔ مولوی معنوی فرماتے ہیں۔

آں کہ لحمک لحمی بگفتہ تا کہ بدانی — آں یار کہ او نفس نبی بود علیؑ بود

آں شاہ سرافراز کہ اندر شب معراج — با احمد مختار یکے بود علیؑ بود

آں عابد سجاد کہ خاک درش از قدر — بر کنگرۂ عرش بیفزود علیؑ بود

ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن — ہم عابد و ہم معبد و ہم معبود علیؑ بود

سر دو جہاں پرتو انوار الٰہی ! — از عرش بفرش آمدہ بنمود علیؑ بود

جبریل کہ آمد ز بر خالق بیچوں — در پیش محمد شد و مقصود علیؑ بود

آں شمع کہ قرآں کہ خدا در ہمہ قرآں — کردش صفت عصمت و بستود علیؑ بود

اینک گہر ماند سخن گوہر ایست — تا ہست علیؑ باشد و تا بود علیؑ بود

ہارون ولایت پس موسیٰ عمران — واللہ کہ علیؑ بود علیؑ بود علیؑ بود

سرِ دو جہاں جملہ ز پنہاں ز پیدا
شمس الحق تبریز کہ بنمود علیؑ بود

حکم سلیمان کی میر نفت ہر دیو و پری
بود جس زیر تو انگشتری انتہری مولانا علیؑ

۱؎ حدیث لحمک لحمی کا حوالہ ہے کہ حدیث یہ جاہلہ کی طرف اشارہ ہے جس سے آپ کا نفس رسولؐ ہونا ثابت ہے۔

۲؎ شب معراج میں آپ کی ہمراہی کو شیخ سعدی نے بھی کئی اشعار میں نظم کیا ہے جن میں سے ایک یہ ہے ؎

حیدر دار مصطفیٰ در صورت با رسیدہ
در شب معراج سبحان الذی اسریٰ علیؑ

نیز سید محمد صالح کشفی نے اپنے والد بزرگوار کا یہ شعر نقل کیا ہے ؎

گفت ہم معراج با احمد علیؑ !
زیں سخن واقف بود ہر ذی دلی

۳؎ ظاہر ہے کہ نعلین رسول کے ساتھ خانۂ محمد و علیؑ کی خاک بھی فراز عرش تک پہونچی

۴؎ حدیث "انا و علی من نور واحد" کے مطابق آپ اور مخلوق اول یعنی جناب رسول خداؐ ایک نور سے ہیں۔ نیز آپ سب سے پہلے رسولؐ پر ایمان لائے لہذا اول ہیں آپ سب سے آخر میں رسولؐ سے جدا ہوئے نیز آپ رجعت ہیں جس کے لئے آیت گروہ بے گروہ باقی رہے گا۔ لہذا آپ آخر بھی ہیں۔ آپ کے بہت سے کمالات و فضائل ظاہر ہیں اور بہت سے پوشیدہ۔ آپ نے ظاہر بظاہر بھی حق کی نصرت کی اور پوشیدہ طور سے بھی، لہذا ظاہر بھی ہیں اور باطن بھی آپ کی عبادت گزاری میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ لہذا عابد ہیں۔ بموافق حدیث "النظر الی وجہ علی عبادۃ" (یعنی علیؑ کے چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہے) آپ متعبد (بفتح میم و با) یعنی عبادت گاہ ہیں۔ اگر معبد (بضم میم بکسرہ با) یعنی عبد بنانے والا پڑھا جائے تو آپ دوسروں کو خدا کی بندگی سکھانے والے ہیں۔ اگر معبد (بضم میم و فتح با) یعنی عبد بنایا ہوا پڑھا جائے تو آپ کو خدا نے عبد خاص بنایا ہے اور اگر معبد (بکسرہ میم و فتح با) یعنی ذریعہ عبادت پڑھا جائے تو آپ کے ذریعہ سے عبادت قائم ہوتی ہے۔ معبود اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ آپ صفت معبود کے مظہر ہیں۔ [illegible]

فرشتوں نے آپ کو اپنا مسجود بھی قرار دیا ہے۔

ف۔ جبرئیلؑ آپ کی شان میں قصیدے لے کر آئے۔ لہذا اس لحاظ سے آپ مصور قرار پائے۔

ف آیۂ تطہیر وغیرہ دیگر آیات کی طرف اشارہ ہے۔

ف نعمت ہے کہ ابتدائے آفرینش سے آپ کا نور موجود ہے اور آخر تک رہے گا نیز مطلب یہ ہے کہ آپ بہت سی باتیں جنگ میں جیسے بدر، احد میں علی کی بدولت جیتا

ف حدیث انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ (یعنی تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی) کی جانب اشارہ ہے ۱۲۔

نذرانۂ عقیدت

جناب جوالا پرشاد صاحب نگم روش لکھنوی

وہی احمد مختارؐ کی ولادت ہے
نجوم چرخ کی ہیں گردشیں خموش خموش
نئے طواف بصد مہر با ادب آئے
عبائیں آتشیں پہنے ہوئے فرشتے ہیں
تمام عالم امکاں پہ کیف کا عالم!!
تمام منظر خاموش ہے جو پھر بہ لب
علی کے آنے کی ہے دھوم آسمانوں پر
صدائے للہ الحمد ہے زبانوں پر
ہوا ہے کعبے کی دیوار میں جو در پیدا
اب انتظار کی گھڑیوں کا اختتام ہوا
جملا الاے کو بھی ہوئی فضائیں ہیں!!

تجلیوں میں الٰہی رازِ نورِ وحدت ہے
ملائکہ نگراں ہیں کہ نیک ساعت ہے
فضائے کعبۂ اقدس کی آج زینت ہے
کہ آج عالم کثرت میں رنگ وحدت ہے
کہ آج بادۂ توحید کی اجازت ہے
نئے سلام و مبارک ہجوم عشرت ہے
کہ جس کے نام کی ہر نطق پر تلاوت ہے
نزول عظمت جاوید کی علامت ہے
فرشتے بول اٹھے وا یہ باب رحمت ہے
وہ آگیا ہے کہ جو نازش مشیت ہے
نظر کے سامنے مسحور کن وہ صورت ہے

سکون بزم مسرت میں ہے شریک روش
کہ پیش کرنے کو نذرانۂ عقیدت ہے



مولود اور مولد کے رشتے

از

جناب سید اسد اللہ حسین صاحب ریٹائرڈ رکبت رائے بریلی

کیا تاریخ عالم کے صفحات پر یا دس انسانی
کے ورق حیات پر کسی ایسی مبارک ہستی کے بچے کا
ذکر نظر آتا ہے جس کی پیدائش وسط بیت اللہ میں
ہوئی ہو۔ دراں حالیکہ ایک ہزار سے بہت زیادہ مدت
کی تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت مریم حضرت عیسیٰ معصوم
جن کی زندگی رب کا منشا ہے۔ روز قبلہ اول بیت المقدس
کے سے مقدس اور پاک و پاکیزہ خانۂ خدا میں بارہ
برس کی پاک و پاکیزہ عبادت گزاری میں بسر
ہوتی تھی۔ تاہم ہنگام ولادت حضرت عیسیٰ ان کو
یہ ہدایت ہوئی کہ اس مقدس خانۂ خدا بیت المقدس
کو چھوڑ دیں کیونکہ یہ خانہ ولادت نہیں۔ حضرت عیسیٰ
روح اللہ میں بے شک وہ تمام خوبیاں موجود
تھیں۔ مگر خدا ہی کے حکم سے ان کی مادر گرامی کو
بیت المقدس سے باہر جانا پڑا اور روح اللہ کی
ولادت زیر گردوں ایک درخت کے سایہ میں
ہوئی۔

تاریخ گواہ ہے کہ یہ ذات بابرکات صرف علیؑ
ہی کی تھی جن کی ولادت خدا کے مخصوص گھر خانۂ کعبہ
کے اندر وسطی حصہ میں ہوئی اور صریحاً حکم خدا سے
ہوئی۔ باوجود اس کے کہ کلام رب العزت شہادت
دیتا ہے کہ کعبہ وہ پہلا گھر ہے جو مکہ میں لوگوں کے لئے
بنایا گیا اور جو مبارک اور تمام عالموں کے لئے ہدایت
ہے۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ
مبارکا وھدی للعالمین
مکان کی افادیت اس کے مکین سے ہوتی ہے
ایک غیر ناطق عمارت ایک ناطق ہادی ہی کے ذریعہ
سے رہنمائی کر سکتی ہے۔ آج خانہ کعبہ کا مکین آ گیا
ھدی للعالمین ہو گیا۔ اب یعنی دنیا تک علیؑ کی
ولادت گاہ عامۃ الناس کے لئے قبلہ ہو گئی اور علیؑ تو
گئے۔ حق کا رجحان خانہ ہادی کی وجہ سے رواں ہو گیا۔
قصہ مختصر یہ کہ خانۂ کعبہ خاص میلاد تو ہو ہی گیا
دوسرے لفظوں میں لامکاں ہی کے مکان بات ہوا
دیکھیں اس رحمت کا کوئی معجزہ سا مولود تھا
کے آئینہ میں معجزۂ علیؑ کے دوسرا کوئی نظر آتا ہے جو
جب آتے ہی معجز نمائیاں کرنے لگا ہو۔ بلکہ یوں
کہا جائے گا کہ نہ صرف خود معجز نمائی کا ثبوت شکم
میں رہتے ہوئے دیتا رہا ہو بلکہ اپنی مادر معظمہ کو بھی معجز
ہو۔ کوئی تو بات تھی جس نے محترم والدۂ علیؑ ابن
کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے شکم مبارک
خانۂ کعبہ سے مس کریں اور مس کرنے کے

کر اسے رحیم و کریم اے پروردگار عالم یہ ولادت مجھ پر آسان کر۔ دعا تو منظور ہو گئی مگر قابل غور بات یہ ہے کہ جو طریقہ مانگا تھا وہ نہیں ملا۔ جس بات کا وہم و گمان نہ تھا وہ ہو سکتا تھا وہ امر نمایاں ہوا۔ جناب فاطمہ بنت اسد کا شکم مبارک جس مقام پر چھو گیا وہاں ایک دروازہ بن گیا۔ علیؑ بعد میں پیدا ہوئے پہلے جناب ماں کی وساطت سے ہونے لگی

آمد حیدرؑ کی تیاری کا منظر دیکھئے
پھر استقبال کعبہ میں نیا در دیکھئے

جناب مریم کو حکم ہوا تھا کہ بیت المقدس سے باہر جاؤ۔ جناب فاطمہ بنت اسد کو ہدایت ہوئی کہ تم اسی در سے اندر داخل ہو جاؤ۔ مادر علی (علیہ السلام) یہ خارق العادت ماجرا دیکھ کر اور یہ آواز سن کر ذرا جھجکیں اندر قدم رکھتے ہوئے مگر ہاتف غیب سے ندا آئی ادخلی یا فاطمہ اے میری مرضی کی اے فاطمہ تم بے خوفی کے ساتھ میرے حرم خاص میں داخل ہو جاؤ۔ یہ مخصوص ولادت میرے مخصوص گھر میں ہو گی نادر الزمن ہستی کے لئے نادرہ روزگار ولادت بنائی جائے گی۔ وہ آنے والے [illegible] بیت کا مالک اور سراپا ہے۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ یہ اہل بیت نہیں ہیں۔ وہ اہل بیت ان کی اولاد سبھی اہل حرم۔ اب یہ ان کا گھر ہے۔ علیؑ اس کے سارے مالک ہیں۔ علیؑ کا مولد ساری دنیا کے واسطے قیامت تک کے لئے قبلہ ہو گیا۔ رب الارباب کا حکم ہے کہ اب اسی گھر کی طرف رخ کر کے عالم انسان کا ہر فرد تسلیم و رضا کے ساتھ اسی گھر کی طرف رخ کر کے پنج وقتہ نماز پڑھے۔ اس عمارت کو تاریخی مرکزیت ایسی تمام قیمتوں کے ساتھ حاصل ہو گئی۔ یہ ولادت ایسی ہے کہ کعبہ فراموش نہ ہونے دیگا۔ نہ کعبہ قابل فراموش ہے نہ مولود کعبہ قابل فراموش ہے۔ مکان کے ساتھ اس کے مکین کا ربط ابدی ہے دونوں دنیا میں رہیں دروازہ جدید فراموش نہ ہونے دے گا

یہ مرکز کاف کعبہ جو عیاں ہے چاک دیوار ہو کر
آیۃ اللہ کا الغالب حرم پہ نقش [illegible] ہو کر
[illegible] باب سے وابستہ ذوالفقار ہو کر
[illegible] ہے کعبے سے شرار ہو کر
علیؑ نے کعبہ میں ڈالی جان حرم کے دل کا سکون ہو کر
علیؑ نے توحید کو سنبھالا خدا کے گھر کا ستون بن کر

کیا اس رفیع الدرجات مولود کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے بھی ایسا نادر واقعہ دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ دیوار حرم [illegible] کے ساتھ شق کر اپنے لبوں کو کھول کر آواز دے اور [illegible] کے لئے راستہ بنا دے [illegible] مزید برآں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ دیوار کعبہ میں شگاف نہیں ہوا شگاف پڑا اور راستہ ابدی دیکھا اسقدر چوڑا ہوا کہ فاطمہ بنت اسد اس شگاف سے با آسانی گزر کر حرم میں داخل ہو جائیں یہ دوسری غیر معقول بات مزید برآں ہے۔ یقیناً یہ بات ایک بدیہی معجزہ نمائی کے علاوہ اور کچھ نہ تھی مورخین مسلسل اسے شگاف کہتے آئے ہیں کبھی دروازہ کہتے چلے آ رہے ہیں [illegible] شگاف کی چوڑائی کو مد نظر رکھتے ہوئے یونکر دروازہ نہ کہیں۔ اب شکل مبارک [illegible] علیؑ کی [illegible] کو لئے ہوئے مادر گرامی [illegible] سجدہ ریزیاں کر رہی ہیں۔ دروازہ بند ہو گیا۔ دیوار [illegible] شق نہیں ہوئی۔ ابھی اسی سلسلہ میں ایک معجزہ نمائی قابل غور ہے۔ یہ گوشہ فراموش نہ ہو جائے۔ جناب فاطمہ بنت اسد جب داخل حرم ہو گئیں تو منفذ کا شگاف بند ہو گیا اور دیوار پھر مکمل ہو گئی۔ یہ سارے نادرۃ الزمن معجزات سجدہ در سجدہ ہیں۔ مجھ میں خدا کا معجزہ مضمر ہے۔

اپنی ولادت سے پیشتر اپنی مادر گرامی کے ذریعہ اور واسطہ سے گزار رہا ہے۔ کیا خوب شاعر نے کہا ہے ؎

دیوار سے داخل ہوں کہ در سے آئیں
گھر رب کا ہے وہ جہاں سے چاہیے آئیں

رحیم آفندی

کیا ہزار ہا سال کی تاریخ اپنے طویل و عریض۔ اس میں کوئی ایسا خارق عادات واقعہ رکھتی ہے کہ کسی مولود نے تین شبانہ روز آنکھیں نہ کھولی ہوں اور شیر مادر کی طرف متوجہ ہو کر اپنی غذا حاصل کی ہو۔ یہ بلا امتیاز قابل پیدا ہوئے۔ الا حوالے کے گھر کا مولود حرم رعاش باف ریدہ پیدا ہوئی کہ دوسرے کو دیکھنا نہیں چاہتا وہ اپنے بھائی کے چہرہ مبارک پر سب سے پہلے نظر ڈالنے کا متمنی ہے۔ خدا کا رسول آنے تو تین دن بعد سلسلہ دوڑائی جائے شان کعبہ اس قابل نہ تھے کہ علی کی نظر ان پر پڑے تین دن تک مسلسل رہا۔ علی کی آنکھیں بند رہیں۔ رسول خدا کو اطلاع ملی تو آپ علی کی طرف میں تشریف لے گئے۔ خانہ کعبہ کی طرف تعجیل روانہ ہوئے دروازہ کا قفل کھولا اور اندر داخل ہوئے تیزی سے چچی کی طرف بڑھے اس انداز سے داخلہ خانہ کعبہ ہوا ہے اپنے بازو کو پھیلائے چل رہے تھے اس طرح سے کہ بیتاب بھائی کو اپنی آغوش میں لینے کا بے حد اشتیاق ہے۔ بھائی کے پاس بھائی پہنچ گئے تو علی نے آنکھیں کھول دیں۔

کھلی جو آنکھ رخ سید البشر دیکھا

رسول خدا نے چچی سے فرمایا لائیے میرے بھائی کو مجھے عنایت فرمائیے اور آغوش میں بھینچ کر لپٹا لیا۔ آنکھوں کو بوسے دینے لگے اور رسول کی آنکھوں کی کرنوں میں سرور کشف کا خزانہ دوڑ گیا

جیسے کہ نصف نور ملا نصف نور سے
اپنے کو کر دکھا رہے دیکھا ضرور سے

یہ تاریخ روزگار کے صفحات میں کوئی ایسی مثال ہے کہ کسی نومولود نے ماں کے دودھ کی طرف تین شبانہ روز رغبت نہ کی ہو اور جس کی رضاعت کی ابتدا لعاب دہن سے ہوئی ہو۔ ماں نے رسول خدا سے فرمایا کہ یہ عجیب و غریب بچہ ہے اس نے اب تک آنکھیں نہیں کھولی تھیں آپ آئے تو آنکھیں کھول دی ہیں لیکن دودھ کی بھی رغبت نہیں کی ہے۔ خاتم النبیین نے فرمایا ہاں اس کی رضاعت میں کروں گا۔ بچے رسول خدا صاحب قلب تو تھے اور آپ نے اپنی زبان علی کے دہن میں دے دی۔ لعاب دہن رسالت مآب دودھ بن کر تین دن کے بھوکے بچے کو سیراب کرنے لگا اور علی کا جسم اور اس کا خون رسول اللہ کے لعاب دہن سے تیار ہونے لگا۔ علوم وہبی علی کی رگ و پے میں اور دماغ و قلب میں سرایت ہونے لگے

وصی رسول اللہ زقا زقا۔ ایسے رسول نے اس طرح علم بھرایا جو بھرانے کا حق تھا

کعبہ کی کمل طہارت پر ہر مسلمان کا ایمان ہونا ہے اور یہ ثبوت ہے کہ جس کی پیدائش قلب خانہ کعبہ میں ہوئی وہ یقیناً بھی طاہر و مطہر ہے اور جسمانی نجاست سے محفوظ پاک و صاف رہا مگر روز اول سے جسمانی و روحانی حیثیت سے طیب و طاہر تھی۔ جب سے پاک نہ ہوتی تو خدائے کون و مکان اپنے خاص مکان کے اندر بلانے کے لئے استقبالیہ دروازہ نہ کھولتا۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہے کہ جناب فاطمہ بنت اسد مادر حضرت علی بھی زچگی کی نجاستوں سے مبرا و منزہ تھیں۔

انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس
اہل البیت ویطہرکم تطہیرا

یہ اہلبیت محمد مجتبیٰ کی شان سے مشہور ... پر جس رجاست کا وہم و گمان بھی نہیں کی ...

خواہ مادّی نجاست ہو یا اخلاقی ہو، یہ سب معصوم ہیں۔ اور ہر عیب سے پاک و صاف۔ یہی تو مدینہ میں مسجدِ نبوی کے گرد رہنے والوں کے دروازے خدا کے حکم سے پیغمبرؐ نے مسجد کی طرف کھلے رہنے کو منع کر دیا۔ صرف اپنا اور علیؑ کے دروازے کھلے رکھے۔ تاکہ اس مسجد میں صاف دیکھ سکیں جو ہر حال میں طیب و طاہر ہیں۔ ان پر جنب کی حالت میں بھی غیر طاہر ہونے کا گمان نہیں ہو سکتا خانۂ خدا کی طہارت میں ان کے گزرنے سے خواہ وہ کسی حال میں آئیں جائیں فرق نہ پڑے گا۔ خانۂ کعبہ کا مولود تو خدا ہی کے یہاں سے طاہر ہو کر دنیا میں آیا تھا۔ خانۂ کعبہ طاہر، مولود بھی طاہر، والدہ بھی طاہر۔ ان پر تو عبادت گاہیں سلام و صلوٰۃ بھیجتی ہیں اور ان کی طرف منسوب ہو جانے پر ناز کرتی ہیں۔ تو کیوں نہ یہ کہا جائے کہ کعبہ کو شرف مولود کی وجہ سے ہے۔ کیا "دار اللہ" کی وجہ سے "بلد" اس قابل نہیں ہو جاتا کہ خدا اس کی قسم کھائے

لا اقسم بہذا البلد وانت حل بہذا
البلد و والد و ما ولد

کیا دنیا کے پردۂ عظمی میں کسی ایسے واقعہ کا عکس ہے کہ جھولے میں شیر مادر سے پلنے والا شیر خوار بچے نے ایک موذی سانپ (یعنی اژدہا) کو اپنی ننھی ننھی مٹھیوں سے دبا کر مار ڈالا ہو (اژدر کے کلے کو چیر کر دو کر دینا یہی) مشہور گر ہے کہ علیؑ نے اژدر کے کلے کو چیر کر دو کر دیا جس پر ان کی مادر گرامی کی جب نظر پڑی تو بے ساختہ آواز نکلی "حیاک اللہ یا حیدر" اے میرے شیر خدا تجھ کو سلامت رکھے۔

کیا دنیا کے تصور میں کوئی اس کا متوازی واقعہ محفوظ ہے۔ اگر نہیں ہے تو پھر علیؑ کو شیر خدا کیوں کہا جائے۔ مادرِ محترمۂ علیؑ کی زبان سے نکلا ہوا وہ جملہ

حضرت علیؑ کا نام سن گیا اور اس نام کی بجز شنائی اب تک باقی ہے۔ صرف اس نام کا خوف اس قابل ہو گیا کہ قلعۂ خیبر فتح ہو جائے۔ بڑے بڑے طبل آزما پہلوان اور نادرۃ الزمن شمشیر زنوں کے دل علیؑ کا نام سن کر دہل جاتے تھے۔ اس دماغی اثر کا جنگ میں بیشتر بڑا حیرت انگیز عمل رہا تھا۔ دل شکست ہو گیا تو جنگ کی شکست بدیہی بات ہو جاتی ہے۔ مرحب نے رات میں خواب میں دیکھا تھا کہ اسے ایک شیر نے پھاڑ ڈالا ہے۔ ادھر مرحب نے یہ خواب دیکھا ادھر علم لدنی کے مالک کو اطلاع ہو گئی جب علیؑ گھوڑے کو ایڑ لگا کر نہر کو پار کر کے قلعہ کے سامنے شیرانہ انداز میں ہو پہنچے پھر میں اسلام کے علم کو قلعہ کے سامنے گاڑ دیا اور اس علم کے لئے سنگ خارا نرم ہو گیا۔ اس کے بعد علیؑ نے فرمایا

انا الذی سمتنی امی حیدرہ

میں وہ ہوں جس کی ماں نے اس کا نام شیر رکھا ہے۔ گویا یہ یاد دلانا تھا کہ کل شب میں جسے تو نے خواب میں دیکھا وہ میں ہی ہوں۔ مرحب کا دل دہل گیا۔ موت سامنے نظر آئی۔ موت سے زیادہ شکست کی تعبیر اثر انداز ہوئی۔ علیؑ کی جنگوں میں ان کے معجزات اکثر فتح یابی کا وہ عملی سامان مہیا کر دیتے تھے۔ لیکن جو معجزات خیبر میں رونما ہوئے وہ میرے خیال میں سب پر نمایاں ہیں۔ احد کی جنگ تو درمیان زمین و آسمان فضائے بسیط میں اعلان کی آواز لو کہ لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار دلوں کے دہلانے کے لئے کافی تھی۔ یہاں بھی اس چوڑی نہر کو پار کر کے مسب دمادار کا قلعہ کی طرف طویل چھلانگ لگا کر گویا اڑ کر قلعہ کے سامنے آجانا صاحب کی جو ڑانی رعب کے لئے اطمینان نفس کا باعث بھی تھا۔ محیر العقول ہی کارنامہ تھا۔ اف

کی سواری نے گھوڑے کے پر لگا دیے تھے۔ اس کے در سنگ خارا میں علم کا گڑ جانا دوسرا ایسا ہی عقل کو حیران کرنے والا واقعہ تھا اس پر حضرت علیؑ کا [illegible] تا نا۔ انا الذی سمتنی امی حیدرہ گویا مرحب کے تابوت کی آخری کیل تھی۔ یہودی کہتے تھے کہ دیکھو دیکھو علیؑ کے پیر دوش ہوا پر ہیں۔ یعنی علیؑ کا قبضہ [illegible] پر ہے مرحب نے قلعہ کا پھاٹک بند کرا دیا۔ یہ پھاٹک اس قدر وزنی اور مضبوط تھا کہ یہودیوں کو اس پر ناز تھا اور [illegible] کال سے قلعہ بند تھے لیکن دیکھئے علیؑ نے [illegible] قلعہ کے پھاٹک کو [illegible] انگلیاں پھاٹک [illegible] وہ شخص جس کی عداوت [illegible] قلعہ کے ایسے پھاٹک کی [illegible] جسے چالیس جوان [illegible] کیا کرتے تھے

قلعہ کا پھاٹک علیؑ کے ہاتھوں پر آ گیا علیؑ نے اسے بلند کیا اور اس عرض [illegible] تھی اس پھاٹک سے پل بنا دیا [illegible] ہو کر پھاٹک کے سرے تک [illegible] مسلمانوں کو جیسے کے سامنے لا کھڑا کیا [illegible] پھاٹک کے قلعہ میں [illegible] اندر گھس گئی اور اسلام سرخرو ہو گیا۔

بس ایک واقعہ جس کا ربط علیؑ کی جائے پیدائش سے ہے اور دیکھ لیں۔ ایک وہ وقت تھا کہ نکلنے جانے والے مسلمانوں کے لئے مدینہ رہنا دشوار تھا۔ ہجرت کرنے کے آٹھ برس بعد کی وہ وقت آیا کہ مسلمان بغیر ایک قطرہ خون بہائے مکہ پر قابض ہو گئے۔ درمیان کی جنگوں کا ذکر کرنا مقصود نہیں ہے۔ مگر مکہ کی فتح تو جنگ بھی نہیں جا سکی۔ مسلمانوں کا اب یہ رعب و داب تھا کہ ہر دشمن سرنگوں تھا۔ علیؑ کی تلوار اور رسول کا [illegible] تھا کہ ہر طرف دشمن شکست خوردہ تھیں [illegible] نے صرف اتنا کہا کہ کسی پر جارحانہ حملہ نہ کیا جائے گا۔ سب اس سکون کے خواہاں تھے۔ یہ اور بات ہے کہ رسالت کے قائل نہ ہونے والے دل ہی دل میں اپنے پرانے طرز عمل اور کینوں کی وجہ سے خوفزدہ تھے اور دل کانپ رہے تھے۔ مگر رحمۃ للعالمین کی محبت رحم و کرم تھا۔ آپ نے آج اونٹ کی سواری اختیار کی۔ گھوڑے کی سواری جنگ کے لیے ہوتی ہے۔ عرب میں اونٹ کی سواری پر امن امور کے لئے ہوتی ہے۔ ہر مسلمان نعرۂ تکبیر بلند کر رہا تھا۔ خوشی و مسرت سے ہر ایک جھوم رہا تھا۔ حجاز کی گلی میں رسالتمآبؐ سورۂ فتح کی تلاوت فرماتے اور بار بار [illegible] بطور سجدہ باری تعالیٰ جبین الٰہی رکھتے تھے سورۂ [illegible] رفتار کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ علم اسلام [illegible] تھا۔ [illegible] محمدی [illegible] مزاجی و نرم دلی کے ساتھ [illegible] اس گھر میں داخل ہوئے جہاں سے [illegible] کر کے انھوں نے نکال دیا تھا۔ مدینہ سے چڑھ کر لڑائی کرنے والے کانپ رہے تھے رسولؐ کا دل جذبات تشکر سے لبریز تھا۔ پھر آپ مولد علیؑ خانہ کعبہ کی طرف گئے آپ نے طواف کیا

وجاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

حق آیا باطل نابود ہو گیا وہ تو ابھی تھا [illegible] یہی کہتے ہوئے داخل کعبہ یعنی مولد حضرت علیؑ ہوئے۔ علیؑ کو اپنے دوش پر بلند کیا اور بتوں کو توڑ ڈالنے کا حکم دیا۔ علیؑ ہر بت کو اس آسانی سے [illegible]

گویا نصیب [illegible]

علیؑ [illegible] احمد [illegible] [illegible]

رسول خدا نے فرمایا اے علیؑ آپ کو کہاں پاتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ وہاں جہاں سے جا رہا ہوں خوش کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اے علیؑ تم کس قدر خوش نصیب ہو کہ کار حق انجام دے رہے ہو۔ اور میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ بار حق اٹھائے ہوں۔

اس وقت آپ کا آیا کہ مکہ کے دشمنوں کو سامنے لایا گیا۔ یہ ... کہ قیدی بنا کر لائے گئے یا اسیر کر کے لائے گئے۔ رسول خدا کو مکہ میں رہنا دو بھر کر دینے والے ... رہیں پر پتھر پھینکنے والے اور لہولہان کر دینے والے ہر طرح کی ایذا دینے والے آج ... اسلام کے سامنے شرمندگی سے سر جھکائے کھڑے تھے ... جب شان کریمانہ کا اظہار کیا وہ تاریخ میں زریں حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے آپ نے ان دشمنوں سے جنہوں نے حمزہ و جعفر کو شہید اور بے دردی سے شہید کیا تھا سوال کیا آج کے دن تم مجھ سے کس سلوک کی امید کرتے ہو۔ دشمنوں نے جواب دیا کہ آپ ہمارے کریم و رحیم بھائی بھتیجے ہیں خدا نے آپ کو سب قدرت عطا کی ہے۔
رسول خدا نے شان نبوت فرمایا جاؤ تم سب کو معاف کر دیا (الطلق)

ادھر ان سب کی آنکھیں جذبات سے اشکبار ہو گئیں۔ ادھر اہل اسلام کا اسلام ضیا بار ہو گیا۔ رحمۃ للعالمین کی شان سے ظاہر ہو گئی۔ اسلام سر بلند ہو گیا۔

قطعات

از حکیم محمد قاسم سلہری

مولائے کائنات علیؑ کائنات ما

(۱)

شرف یہ وہ ملا کہ عیسیٰ بھی تاب لا نہ سکے
نبی تھے بار امامت مگر اٹھا نہ سکے

کسی طرح سے پہونچ تو گئے قریب حرم
جدار خانہ کعبہ میں در بنا نہ سکے

(۲)

رجب کی تیرہ ہے یہ ظلمتیں کا نور ہو جائیں
مزاحمت کرنے ... بھی جو اب طور ہو جائیں

علی آغوش پیغمبر میں تنہا کر اتے ہیں
زمینوں سے کوئی کہہ دے کہ سکتہ نور ہو جائیں

حضرت علیؑ

تفسیر کے آئینہ میں

جناب مولانا ناظم علی خیرآبادی ممتاز الافاضل
مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

اللہ کے پاک و مقدس مذہب اسلام نے انسانوں کیلئے عقل و شعور کے دروازے کھولے، انسانیت کو نظام حیات بخشا اور اس پر عمل پیرا کر کے تاریکیوں اور ظلمات میں پڑی ہوئی نوع آدم کو نجات کے صحیح راستہ پر لگایا اصول ترقی و مدارج کمال کو واضح لفظوں میں

کھ کر پیش کیا اور ترقی کا ایک ملند نصب العین سامنے رکھتے ہوئے راس نے آواز دی کہ اسلام دین فطرت ہے ترقی کے مدارج اور اس کے اصول کو فطرت کے تقاضوں پر جانچ کر دیکھو۔ اسی اسلام نے سچے، معصوم، باحوصلہ مقدس اور پُرعظمت و وقار رہبروں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ قائم کیا ہے جو خود انسانیت کے مدارج و کمال پر فائز ہوتے ہوئے نوع بشر کے سامنے اللہ کے مقدس پیغام اور مایہ ناز دین کے فطرت کی میزان پر تلے ہوئے اصول کو پیش کرتے رہے انھیں کا نام انبیاء ہے اور انھیں کو آئمہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

تاریخ کا مسلہ ہے کہ مقتدایان دین و مذہب اور رہبران صلح و آشتی نے انسان صورت لوگوں کو انسان سیرت و کردار کے قالب میں ڈھالنے کے لئے جو انتھک کوششیں کی ہیں ناقابل فراموش ہیں وہ انسان کو محض حیوانی جذبات سے الگ کر کے ایک معقول سطح پر لانا چاہتے تھے جو دنیا وی دینی ارتقاء اور امن و سکون کے لیے بھی ضروری ہے اور دین جس کی طرف برابر پیغام دیتا رہا ہے آنے والے انسانی معراج انسانیت انبیاء و آئمہ نے اپنے خون پسینہ ایک کر کے لا متناہی کوششوں سے اسلام کی پاکیزہ امانت کی حفاظت کی جسے آج ہم چشم زدن میں ایک لفظ کہہ کر ٹال دیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر صحیح معنی میں ان کی محنت اور بے پناہ جانفشانیوں کا جائزہ لیا جائے تو انصاف پسند دل فیصلہ کرے گا کہ انھیں تعلیمات رشد و ہدایت کی معجزے آثار انسانیت و آدمیت دکھائی دے رہے ہیں۔ رہبران اسلام علم و حکمت کے زبردست نظریہ سے ہم آہنگ اور علوم و معرفت کے بند دریچوں کو وا کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ نہیں کہنا کہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب نے ترقی کے راستوں کو بند کیا ہے اور وہ ارتقاء پسند نہیں ہیں نہیں بلکہ سارے مذاہب اپنے بنیادی اصول کے لحاظ سے ترقی کے ہم خیال اور ارتقاء پسندی کے دوش بدوش ہیں لیکن دوسرے مذاہب کے نظریہ ارتقاء اور مذہب اسلام کے نظریہ ترقی میں بنیادی فرق یہ ہے کہ دیگر مذہب کے پیرو کار عروج کی منزل پر پہونچ کر ذہنی توازن کھو [illegible]



بچے نہیں لیکن اسلام ایک ایسا مضبوط و مستحکم مذہب ہے کہ اس کے ہادی ہمیشہ مسلح انسانیت اور منزل روحانیت کا درس دیتے رہے اور کبھی اعتدال ذہنی میں تزلزل نہیں پیدا ہونے دیا۔ ایسے ہی اساس تہذیب و تمدن دینے کے بجائے میں آدم علیہ السلام، ابراہیم و اسماعیل، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد عربی تھے جنھوں نے زندگی کو یکسر حرکت و عمل بنا کر آزادی ضمیر و حریت فکر کا پیغام دیا ہے ان انبیاء نے پیغام کو ذہنوں تک پہونچا کر ان پیغامات کی یاد دہانی کراتے رہنے کے لئے اپنے کردار و سیرت کے عملی نمونے معیاری صورت میں اپنے بعد کے لئے چھوڑے جن میں نوشتۂ ... سب سے اعلیٰ اور حضرت محمدؐ کے علاوہ سارے انبیاء سے افضل فرد مولائے کائنات حضرت علیؑ تھے جنھوں نے جلد ذہن و عمل ترقیوں کا درس اس طرح کھلے ہوئے واضح لفظوں میں دیا ہے کہ جس کا آج تک موافق و مخالف ہر ایک کو اعتراف ہے۔

یوں تو شر پسند عناصر اور اسلام دشمن درندگی کا میدان میں ہمیشہ ہی علم و عمل کی دھجیاں اڑاتے رہے ہیں لیکن حقیقت کے ساتھ مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے خلاف مخالفت کے قلم نے بڑی تیزی کے ساتھ کام کیا ہے اور کوئی کوئی بعید از عقل و ادراک بات لکھی گئی ہے جس سے ناتجربہ کار اور نو آموز ذہن حقیقت تک نہ پہونچ سکے بہت سے خرافات معروضات تاریخ کے عہد کراہت کے قلم اور ... ہاتھوں سے لکھے گئے ہیں جن کی داستان طویل ہے لیکن مجھے اس وقت جس موضوع پر کچھ لکھنا ہے اس کا تعلق اس سے ہے کہ رسول اللہ کے محکم الشان اور تا ابد تا قیام قیامت رہنے والی کتاب قرآن مجید جس کا ایک ایک لفظ قابل عمل اور ایک ایک حرف پر ایمان رکھنا ہر مسلمان کا فرض عین ہے جس میں کچھ ظواہر ہیں اور کچھ مخفی چیزیں بھی ہیں جنھیں سمجھنے کے لئے کچھ ایسی باتیں ہیں جو ہر عقل مند و دانا کی سمجھ میں آجاتی ہیں اور اکثر ایسی چیزیں بھی ہیں جو عقلائے دہر کے بس سے باہر ہیں ظاہر ہے کہ جب قرآن ان امور پر مشتمل جن میں اکثر باتیں مادی تخیلات انسانی عقلیں سمجھنے سے قاصر ہیں تو ایک ایسے واقف اسرار، سوجھ بوجھ رکھنے والے کی ضرورت ہے جو قرآن کے اسرار و علوم کو سمجھا سکے اور اسے ہر اسلامی ذہن تک پہونچا سکے اسی کا نام علم تفسیر ہے۔

تفسیر کا حق کس کو ہے

جہاں تک علم تفسیر کا سوال ہے وہ خود اپنی جلالت قدر، منزلت اور عظمت شان کے لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے، علوم و فنون کا گہرا مطالعہ اور حالات و کوائف کے نشیب و فراز سے واقفیت اس کا اہل نہیں بناتی ہے کہ وہ تفسیر کے میدان میں قدم رکھ سکے، مفسر تو وہی کرسکتا ہے جو حامل کلام ہے جس کی نفس ... بانی سے کلام کا اجرا ہوا ہے حقیقی تفسیر تو اسی کی علوم ہوگی اور وہی بتا سکے گا جس نے کلام کو نازل کیا یا پھر مفسر بن سکتا ہے وہ جس پر کلام نازل ہوا ہو یا متکلم کی ... خطاب متکلم کو پہچانتا ہو ورنہ ظاہر ہے کہ اگر متکلم کی زبان سے، انداز خطاب، طرز گفتگو کو سمجھتا نہیں ہے تو وہ کلام کی تفسیر و حدود کی منزل ہے اس کا صحیح ترجمہ بھی نہ بتا سکے گا۔ اس لئے قرآن مجید کی تفسیر بھی وہی کرسکتا ہے جس پر کلام نازل ہوا ہو۔ درحقیقت وہی اس کا بعد ایسے جو آیتوں کے محل نزول، شان نزول اور آیات کے ... پہلوؤں سے بخوبی جانکاری رکھتا ہو۔ اور یا پھر تفسیر کا حق اس کو ہے جس پر قرآن نازل ہوا ہے اس نے طائر کے دانہ کی طرح جس کو علم بھرایا ہو جس نے اس کو قرآن کے ہر محکم و متشابہ کی وضاحت کے ساتھ جزدی ہو جس کو سارا علم حوالہ کر دیا ہو چندی طور پر رسول کا ہم نشین یا کاتب وحی رسول سے تفسیر سن کر بیان کرنے کا حقدار ضرور ہے لیکن پوری تفسیر قرآن کی وہی بیان کرسکتا ہے جو جانتا

سے آخر تک قرآن کے نازل ہونے آیتوں کے لکھنے اور ان کے معنی و مفہوم سے آگاہی رکھتا ہو واقف علوم قرآنی مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب تک لئے تھے روایت میں ملتا ہے۔ قال علیؑ علیہ السلام۔ ما نزلت آیۃ علی رسول اللہ الا اقرأنیہا و املاہا علی فکتبتہا بخطی و علمنی تاویلہا و تفسیرہا و ناسخہا و منسوخہا محکمہا و متشابہہا و دعا اللہ لی ان یعلمنی حفظہا فما نسیت آیۃ من کتاب اللہ ولا علما املاہ علی فکتبتہ منذ دعا لی بما دعا و ما ترک شیئاً علمہ اللہ من حلال ولا حرام ولا امر ولا نہی کان او یکون من طاعۃ و معصیۃ الا علمنیہ و حفظتہ فلم انس منہ حرفا واحدا ثم وضع یدہ علی صدری و دعا اللہ ان یملأ قلبی علما و فہما و حکمۃ و نوراً فقلت یا رسول اللہ بابی انت امی منذ دعوت اللہ لی بما دعوت لم انس شیئاً ولم یفتنی شیء لم اکتبہ او تخوف علی النسیان فیما بعد، الخ مقدمہ تفسیر صافی ص۵

ترجمہ۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کوئی ایسی آیت رسول اسلام پر نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ انھوں نے اسے مجھ کو پڑھایا اور مجھے لکھا دیا اور میں نے اس کو لکھ لیا اپنی تحریر میں اور رسول نے مجھ کو آیت کی تاویل، تفسیر ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ ہر چیز کے بارے میں تعلیم دی اور رسول نے اللہ سے میرے لئے دعا کی کہ فہم آیت کو سکھا دے اور مجھے حافظہ کی قوت دے دے پس اس کے بعد کتاب خدا کی کوئی آیت نہیں بھولا اور نہ کوئی علم کو جس کو لکھوایا ہو اور میں نے اس کو لکھ لیا ہو اور اسے بھول گیا ہوں، دعا کی رسول نے جیسے پہلے دعا کی تھی اور کوئی ایسی چیز حلال و حرام امر و نہی طاعت معصیت کے بارے میں نہیں رسول نے بتایا نہ ہو رسول نے بتایا ہم نے اس کو محفوظ کر لیا اور پھر اس کے بعد ایک حرف بھی نہ بھولا۔ پھر پیغمبر نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور اللہ سے دعا کی کہ وہ میرے دل کو علم و فہم سے بھر دے اور حکمت و نور سے پر کر دے میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اے اللہ کے رسول جب سے آپ نے اللہ سے میرے لئے دعا فرمائی میں اس کے بعد کچھ بھولا نہیں اور کوئی ایسی چیز میں نے چھوڑی نہیں جس کو میں نے لکھ نہ لیا ہو اور آپ کی دعا کے بعد پھر نسیان کا خوف بھی مجھ پر طاری نہ ہوا۔ روایت پر نظر رکھنے کے بعد بآسانی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔

(۱) کہ جتنی بھی آیتیں اور احکام اللہ کی طرف سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتے تھے وہ رسول اسلام حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام تک پہونچاتے اور ان کو اس کے ما لہ و ما علیہ سے باخبر فرماتے تھے۔

(۲) حضرت علی ان منزل من اللہ احکام الٰہی کو ضبط تحریر میں لانے کے بعد محفوظ کر لیتے تھے تاکہ بعد میں لوگوں کے لئے صعوبت اور دشواری کا سامنا نہ ہو۔

(۳) اللہ کے حبیب نے حضرت علی کو آیتوں کی تاویل و تفسیر، کون ناسخ اور کون منسوخ، کون سی آیت محکم ہے اور کون متشابہ، ان ساری چیزوں کی تعلیم دی تھی جسے مولائے کائنات نے یاد رکھا اور اس کو علم و عمل کے تقاضوں سے پیش بھی کیا۔

(۴) ختمی مرتبت نے اللہ سے یہ دعا بھی کی کہ اے اللہ تو قلب علی کو علم و فہم حکمت و نور سے پر کر دے اور رسول کی دعا باب اجابت سے سند قبولیت لے کر پلٹی۔

اس روایت کے پڑھنے کے بعد کوئی بھی ایسا شخص ... بعید از ذہن رکھتا ہے کہ وہ اس کا اقرار کرنے ... جھجک نہیں محسوس کرے گا کہ بعد رحلت ...

کے علاوہ کوئی دوسرا مفسر قرآن اور قرآن کے معنی و مطالب کا سمجھانے والا نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اگر وہ شخص جو کلام کے موقع نزول، شان نزول سے واقف اور صاحب عندہ علم الکتاب ہے وہ تفسیر قرآن کا حق نہیں رکھتا ہے تو پھر لازم ہی کہ کسی دوسرے کو بھی یہ حق نہیں ہوتا ہے کہ وہ قرآن کی تفسیر دنیا کے سامنے پیش کرے۔

رسول اسلام نے اس کا بھی التزام کیا ہے کہ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی فوراً حضرت علیؑ کو خبر دیتے کبھی کسی امر کو علیؑ سے چھپایا نہیں اگر علیؑ دریافت نہ کرتے تو خود رسول اپنی طرف سے سلسلہ کلام جاری فرماتے تھے رسول نزول آیت کے فوراً بعد امیر المومنین کو خبر کرنے کے لئے جانا فرض عین سمجھتے تھے حدیث آواز دیتی ہے۔ مروی ہے کہ

انہ اذا انزل علیہ الوحی لیلا لم یصبح حتی یخبر بہ علیا واذا انزل علیہ الوحی نہارا لم یمس حتی یخبرہ علیا

(مناقب ابن شہر آشوب ج اول ص۲۶۳)

ترجمہ ۔۔ روایت بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی آیت علم پر رات کے وقت وحی نازل ہوتی تھی تو رسول صبح [illegible] فرماتے تھے جب تک کہ حضرت علیؑ کو اس کے بارے میں خبر دیتے تھے اور جو وحی دن میں نازل ہوتی تھی تو شام تک توقف کئے بغیر حضرت علیؑ کو مطلع کرتے تھے ۔۔۔ (تفسیر عقیدہ) سے ہٹ کر صرف تاریخی لحاظ سے دیکھا جائے تو بھی ان روایتوں کی روشنی میں جناب امیر ہی اعلم قرآن اور مفسر اعظم قرار پاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہادی اعظم آیت قرآن کو بغیر انتظار و توقف کے کائنات کے امیر کے حوالہ فرمایا کرتے تھے اور اس کو حضرت علیؑ زبان رسول سے سن کر حافظہ کی چہار دیواری میں محفوظ کر لیتے تھے جس کا اظہار وقتاً فوقتاً انہوں نے فرمایا بھی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ صاحب علم لدنی بڑے فخر و افتخار سے منبر پہ بیٹھ کے سلونی قبل ان تفقدونی کہہ کر مجمع کے بعد اعلان کرتا تھا کہ قسم ہے ذات خدا کی کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس کے لئے میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی، کس کے لئے نازل ہوئی، میدان میں نازل ہوئی یا بزم میں، رات میں نازل ہوئی یا دن کی روشنی میں اور بھی بڑے اطمینان کے ساتھ فصاحت کے شہنشاہ منبر پر [illegible] گھن گرج کے ساتھ کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے تھے ینحدر عنی السیل ولا یرقی الی الطیر مجھ سے علم کے چشمے پھوٹتے ہیں اور میری بلندیوں تک کسی طائر کی پرواز بھی نہیں پہونچ سکتی ہے۔

یقیناً علی ابن ابی طالب علیہ السلام منبع علوم و معارف تھے۔ علوم کے چشمے انھیں سے جاری ہوئے ہیں اور عالم کے سامنے سطح ارض پر جاری و ساری دکھائی دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب علوم کے سلسلہ میں مورخ کی متحیر نگاہیں قدم آگے بڑھاتی ہیں اور مختلف الخیال لوگوں کی بزم سے گزرتے ہوئے حقیقت اور اصلیت کی دنیا میں آتی ہیں تو علامہ ابن ابی الحدید معتزلی کہنے پر مجبور ہوتا ہے۔

علم تفسیر علیؑ کے قدموں سے لپٹا ہے

جہاں تک کہ علوم کا سوال ہے اس میں علم طبعی و ریاضی سے کہیں زیادہ اکمل و اشرف علم الٰہی ہے اور یہ علم حضرت علیؑ کے ہی کلام سے اخذ کیا گیا ہے حضرت علیؑ سے ہی منقول ہے حضرت علیؑ سے اس کی ابتدا ہوئی حضرت علیؑ ہی پر اس کی انتہا بھی ہے اسی تفصیل بحث کے بعد ایک مقام پر علم تفسیر کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومن العلوم علم تفسیر القرآن وعنہ اخذ ومنہ فرع و اذا رجعت الی کتب التفسیر علمت صحۃ ذلک لان اکثرہ عنہ

(شرح ابن ابی الحدید معتزلی ج اول ص۶)

علوم کی قسموں میں ایک قسم تفسیر قرآن کا علم بھی ہے جو باب مدینۃ العلم سے اخذ کیا گیا اور انھیں سے اس کی شاخیں پھیلیں

اور جب آپ کتب تفاسیر کی طرف رجوع فرمائیں گے تو اس کی تصدیق ہو جائے گی اور اس قول کی درستگی میں کوئی شبہ باقی نہ رہے گا اس لئے کہ اکثر تفسیریں حضرت سے نقل کی گئی ہیں۔

روایت اپنی جگہ مسلم ہے یقیناً ایک ذات علی ہی ایسی تھی جس سے علوم کو حاصل کیا جاتا اور جن لوگوں نے حاصل کیا وہ حبر الامت کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں لیکن روایت کے آخری حصہ سے مجھ کو اختلاف ہے کیونکہ اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مفہوم یہ نکلے گا کہ قرآن کی آیتوں اور احکام میں کچھ ایسے بھی ہیں جو ابن رسول کی نگاہ میں نہ تھے اور بعد کے مفسرین نے اس مفسر اول سے اس کو نقل نہیں کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ سوائے علی کے علاوہ کوئی مفسر قرآن کا بیان کرنے والا کوئی تھا ہی نہیں کہ کوئی تفسیر کی گتھیوں کو سلجھا سکتا تھا تو وہ علی ابن ابی طالب تھے۔۔۔ یہ سوال پیدا ہو کہ تفسیر کا باب تو تابعین عبد اللہ ابن عباس سے شروع ہوتا ہے بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ اسلام کے پہلے مفسر عبد اللہ ابن عباس ہیں جو اس زمانے کے اعلم واقف تھے۔۔۔ مجھے اس کا اعتراف ہے کہ بیشک عبد اللہ ابن عباس اعلم واقف تھے علوم و فنون کے کمال پر تھے اس حاصل بھی تفسیر کا میدان ان کا نامون سے چھوٹ کر کتب تفاسیر کے ایک ایک ورق ان کے علمی احسان سے مزین کئے گئے ہیں لیکن اگر وہ حوض تک دیکھی اور تاریخ سے کام لیا جائے تو اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ عبد اللہ ابن عباس نے بھی جو کچھ حاصل کیا وہ امیر المومنین سے ہی حاصل کیا۔

وقد علم ان من حال ابن عباس فی ملازمته له وانقطاعه الیه وانه تلمیذه وخریجه وقیل له این علمک من علم ابن عمک فقال کنسبة قطرة من المطر الی البحر المحیط (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جزو ۱ صفحہ ۱۲۰)

ترجمہ: لوگوں کو ابن عباس کا حال معلوم ہے اور یہ محقق ہے کہ عبد اللہ بن عباس حضرت علی علیہ السلام کے شاگرد تھے ان سے ایک بار سوال کیا گیا کہ آپ کے علم کو علیؑ کے علم سے کیا نسبت ہے تو انھوں نے کہا کہ جو ایک قطرے کو بحر ذخار سے ہے۔

روایت کے الفاظ واضح دلیل ہیں کہ عبد اللہ ابن عباس امیر المومنینؑ کے شاگرد تھے اور ان کے علم کو حضرت کے علم سے وہی نسبت تھی جو قطرے کو دریا سے ہوا کرتی ہے ان کا خزانہ علمی حضرت علی کے علم سے ہی ماخوذ تھا جو کچھ حاصل کیا وہ حضرت علیؑ سے ہی حاصل کیا۔۔۔ آخر میں ناظرین کی زحمت کو ختم کرتے ہوئے چند حدیثوں پر اکتفا کی جاتی ہے جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت علیؑ ہی کامل مفسر قرآن اور واقف رموز و اسرار قرآنی تھے۔۔۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی جو اہلسنت کے اجل علماء میں شمار کئے جاتے ہیں لکھتے ہیں۔

(۱) قد اخرج ابن سعد عن علی قال واللہ ما نزلت آیة الا وقد علمت فیما نزلت واین نزلت وعلی من نزلت ان ربی وهب لی قلباً عقولاً ولساناً ناطقاً۔

(تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۲۲)

اس روایت کی تخریج ابن سعد نے کی ہے حضرت علیؑ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ کوئی آیت نہیں نازل ہوئی مگر مجھ کو معلوم ہے کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی بیشک اللہ نے مجھ کو سمجھدار قلب اور بولنے والی زبان عطا کی ہے

(۲) اخرج ابن سعد وغیرہ عن ابی الطفیل قال قال علیؑ سلونی عن کتاب اللہ فانه لیس من آیة الا وقد عرفت بلیل نزلت ام بنهار فی سهل ام فی جبل۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۲۴)

کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں مجھ کو یہ معلوم نہ ہو کہ رات میں نازل ہوئی یا دن میں پہاڑ پر نازل ہوئی یا

علاوہ علامہ عبید اللہ امرتسری تحریر فرماتے ہیں۔

عن ابن مسعود ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف ما منھا حرف الا ولہ ظہر وبطن وان علیا عندہ منہ الظاھر والباطن۔ (ارجح المطالب ج ۱ ۱ سوم صـ۱۱)

ابن مسعود کہتے ہیں کہ بالتحقیق قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا کوئی حرف اس کا ایسا نہیں ہے جس کے لئے ظاہر و باطن نہ ہو اور بتحقیق حضرت علیؑ کے پاس اس کا ظاہر و باطن ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی روایتیں کثرت سے حضرت علیؑ کے مفسر قرآن ہونے کے سلسلے میں ملتی ہیں جن کو طوالت کے خوف سے ترک کیا جاتا ہے۔ ان روائیتوں سے انصاف پسند دماغ بخوبی نتیجہ نکال سکتا ہے کہ جس کو کلام کے ہر نشیب و فراز و موقع و محل سے واقفیت ہوگی وہی اس کی تشریح بتا دیں اور تفسیر کر سکتا ہے اور ایسا شخص انھیں سے علم تفسیر جاری ہوا بعد میں انھیں سے لے کر اس کو دنیا کے سامنے پیش کیا گیا اگر علیؑ نہ ہوتے تو علم تفسیر کتم عدم سے یکسر وجود میں نہ آتا۔

(والسلام)

عقیدت کے پھول

(نتیجۂ فکر جناب فقیر محمد صاحب خادم کندرکھوی)

علی مشکل کشا محفل میں جس دم یاد آتے ہیں
تو اندازِ شجاعت میری رگ رگ میں سماتے ہیں

مسرت سے در و دیوار کعبہ جگمگاتے ہیں
کہ جس کو دیکھنے والے عجب حیرت میں آتے ہیں

بہاروں نے کیا قبضہ چمن میں آئے جب حیدر
گل تر نعرۂ تکبیر گلشن میں لگاتے ہیں

خزاں گلشن کے دروازے پہ اک ماتم بپا کی ہے
شگوفے یا علی کہہ کر چمن میں مسکراتے ہیں

زمانہ بھول سکتا ہی نہیں ہے حشر تک ان کو
مسیحا بن کے ہر اک درد میں جو کام آتے ہیں

علی کا نام لے کر دل سے جو بھی کام کرتا ہے
فتح یابی کے نقشے سامنے گھر گھر کے آتے ہیں

زمیں بیت الحرم کی کہہ رہی تھی لات و عزیٰ سے
کرو کعبہ کو اب خالی علی تشریف لاتے ہیں

علی کے وہ مراتب ہیں کہ جن کے آستانے پر
خدا کے حکم سے اب تک فرشتے روز آتے ہیں

جواں ہو کر ہلا دیں گے یہ جو لیں باب خیبر کی
علی کے عالم طفلی میں یہ تیور بتاتے ہیں

کوئی گر ڈوبنے والا پکارے دل سے حیدر کو
شمشیر سے بحر طوفاں کو بھی ساحل بناتے ہیں

تڑپتا ہوں میں فرقت میں بلالو اپنے روضہ پر
مرے ذوق طلب آپ کیا کچھ فرق پاتے ہیں

اشعار آنا ہی پڑتا ہے مدد کے واسطے خادم
مرے پلکوں پہ جب کر اشک جس دم جھلملاتے ہیں

(فقیر محمد خادم)

شیر خدا

حسام معین الحیدر نگینہ شریف کاکوری

ترجمہ: حب آل محمدؐ

ان کان الرفض حب آل محمد — فلیشهد الثقلان انی رافض

(اگر آل محمدؐ کی محبت کو لوگ رفض کہتے ہیں تو جن و انس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں)

(امام شافعیؒ)

رجب کا مبارک مہینہ خوشی اور برکت کا مہینہ ہے عام مومنین کے لئے عموماً اور محبان علیؑ کے لئے خصوصاً یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں ہمارے آقا حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے اپنے وجود سراپا جود سے اس عالم کو منور فرمایا۔ یہ رشد و ہدایت کا آفتاب ۱۳ رجب کو طلوع ہوا اور تمام مشارق و مغارب کو اپنی آمد سے منور فرمایا۔ عاشقان علیؑ کے لئے ۱۲ ربیع الاول کے بعد ۱۳ رجب کی رات تمام راتوں سے افضل ہے یہاں تک کہ وہ ان کے نزدیک شب قدر سے بھی افضل ہے۔

یہ وہ رات ہے کہ نور کی کرنیں عرش سے فرش تک پھیلی ہوئی ہیں کعبہ اپنی قسمت پر نازاں ہے کہ اس کے جوف میں وہ آفتاب عالمتاب جلوہ گر ہوا جس کے دیدار کے مشتاق تمام ملائکہ اور رسل سما ہیں۔ یہ وہ رات ہے کہ اس میں اس ذات برکات کا نزول ہوا جس کے فضائل و مناقب نبی اکرم صلعم کے اس قول کے مطابق شمار ہی نہیں کئے جا سکتے "اگر تمام سمندر روشنائی بن جائیں اور تمام اشجار قلم اور لکھنے والے تمام جن و انس ہوں تو بھی علیؑ ابن ابی طالبؑ کے فضائل کا شمار نہیں کیا جا سکتا" حضور صلعم نے فرمایا "ذکر علیؑ عبادت ہے" اب ہم کو معلوم ہو گیا کہ آپ کا ذکر عبادت ہے اور آپ کے فضائل کا ذکر باعث غفران ذنوب ہے تو یہ ہماری بدبختی ہوگی کہ ہم اس سعادت عظمیٰ سے محروم رہیں۔ آئیے ہم اس عبادت میں مشغول ہوں اور اپنے آپ کو حب علیؑ کی شراب میں ڈبو دیں۔

آپ خوبصورت خوب رو اور جمیل المنظر تھے نہ موٹے نہ دبلے۔ آپ کے اعضاء حول و قوت الٰہی سے بھرے ہوئے تھے اور آپ کا دل نبی صلعم کی محبت، نور ایمان اور امانت اور عہد وفا سے معمور تھا۔ آپ فصاحت میں یکتا اور شجاعت میں بے مثل تھے۔ طبیعت کے نہایت نرم لیکن دین کے معاملہ میں انتہائی سخت۔ جو آپ کی کشتی کے سفینہ میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اسے چھوڑا وہ گمراہ ہوا۔

آپ یعسوب المومنین اور افتخار انبیاء و مرسلین [illegible] آپ سید الصادقین اور امام المتقین تھے۔ آپ [illegible] اور خاتم العالمین تھے۔ آپ صدیق اکبر تھے

اعظم تھے۔ آپ ہی کے لئے رسول اللہؐ نے فرمایا "تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون۔" آپ ہی کی محبت کو ایمان اور آپ سے بغض کو نفاق فرمایا۔ آپ ہی کے حق میں ارشاد ہوا "علیؑ کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔" "علیؑ لوگوں میں اس طرح ہیں جیسے عمارتوں میں کعبہ اور قرآن میں قل ہو اللہ۔" آپ ہی کے لئے فرمایا۔ آپ ہی کے لئے رسول اللہؐ کی زبان سے نکلا "اے اللہ مجھے تو موت نہ دے جب تک میں علیؑ کو نہ دیکھ لوں۔"

آپ ہارونؑ کے مثل فصیح، ابو ذرؓ کے مثل تقی، صالحؑ کے مثل متقی، یوسفؑ کے مثل حسین اور ایوبؑ کے مثل صابر تھے۔ آپ آیات قرآنی کے نزول کا سبب تھے۔ آپ محبوب خدا کے محبوب تھے۔ آپ کی ماں نے آپ کو کعبہ کے اندر جنا اور نبیؐ نے اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا۔ اسی لئے آپ خاتم الاوصیاء تھے جس طرح ہمارے نبی خاتم الانبیاء تھے۔ اس ذات کی تعریف بشر جیسا عاجز رقم کیا کر سکتا ہے جس نے نبی صلعم کے لئے اپنی جان کی پروا نہ کی اور باوجود اپنی صغر سنی کے اپنے کو موت کے منہ میں ڈال دیا تاکہ اپنے حبیب کی حفاظت کر سکے۔

ہجرت کی شب ملا جو تجھے بستر رسولؐ
کیا نفس مطمئن تھا کہ بس کر لیا قبول
ایمائے ایزدی کی ادا بھا گئی تجھے
بستر رسول خدا کا ہی نیند آ گئی تجھے

آپ کے سونے کا وہ انداز تھا جو نبی صلعم کے بستر پر لیٹ کر سو گئے اور مطلق ڈر اس پر نہ طاری ہوا حالانکہ جب حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا زمین پر ڈالا اور وہ سانپ ہو گیا تو آپ کو بہ تقاضائے بشریت اس کو پکڑنے میں جھجک ہوئی تھی کہ اللہ نے فرمایا "مت ڈرو"۔ ظاہر ہے کہ اس قلب میں خوف کا گزر کہاں

جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت سے معمور ہو چکا ہے۔ آپ اپنی ذات و صفات میں قرآن کے مثل تھے۔ جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا اس نے نجات پائی اور جس نے ہمارے مولا جناب امیرؑ کے فضائل پڑھے اور آپ کا مرتبہ سمجھا اور اپنے دل کو آپ کی محبت کے نور سے معمور کر لیا وہ اللہ و رسولؐ کا محبوب ترین اور برگزیدہ ترین بندہ ہو گیا۔

آپ ہی سے مخصوص ہے کسی بات بڑی ہی کی۔ وہ ذات جو کسی کی نظروں سے پوشیدہ کیسے رہ سکتی ہے جس کی تخلیق ہی ایک نور سے ہوئی۔ "جس کا میں مولا اس کے علیؑ مولیٰ" آپ ہی کے حق میں ارشاد ہوا۔ اب ذرا رسول اللہ صلعم کے اس قول پر نظر کیجئے "میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں" ظاہر ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین اولاد آدم ہی میں ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ رسول خدا صلعم کے بعد افضل ترین خلائق ہیں۔ اسی لئے مولانا روم نے اشعار میں بہر زباں آپ کو یاد کیا ہے۔ آپ کی فضیلت کے لئے یہ کیا کم ہے کہ جو آپ پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

آپ نے صبر و ضبط کی جو مثال قائم کی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ تاریخ شاہد ہے کہ بنی امیہ کے شہنشاہ اور اسلام کی جڑ کو کاٹنے والے بادشاہ معاویہ نے آپ کو نقصان پہنچانے کی کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی۔ انہوں نے ہر جمعہ کو خطبے کے بعد سب و شتم کا سلسلہ اس ذات کے ساتھ جاری کیا جس کے لئے ارشاد ہوا "جس کے دل میں علیؑ کی طرف سے بال برابر بھی بغض ہو گا اللہ اسے اوندھے منہ جہنم میں گرائے گا" مگر آپ نے اس کے جواب میں ہمیشہ سکوت فرمایا اور تحمل و ضبط کا وہ نمونہ پیش کیا کہ تاریخ اس کی مثال دینے سے قاصر ہے۔

مخالفین نے جو آپ سے مخالفت کی اس کا کل

ثبوت جنگ صفین کے اس واقعہ سے ملتا ہے جب فرات
پر قبضہ ہونے کے بعد معاویہ اور ان کے رفقا نے آپ
کے لشکر پر پانی بند کر دیا اور پھر جب آپ کے لشکر نے
اس پر قبضہ کیا تو آپ نے بلا تکلف گروہ مخالفین کو پانی
کی اجازت دے دی۔ آپ کی حیثیت انسانی سے
لئے دشمنوں کو بھی تشنہ کام رکھنا گوارا نہ کیا۔ دشمن
کے ساتھ حسن سلوک کی اس سے اعلیٰ [illegible] مثال کیا ہو سکتی
ہے کہ آپ کا سب سے بڑا دشمن آپ کا قاتل ابن ملجم
ہو سکتا تھا لیکن جب ابن ملجم [illegible] سامنے لایا گیا
تو آپ نے فرمایا "اس کو اچھا کھانا [illegible] اس کو
نرم بستر پر سلاؤ۔ اگر میں [illegible] گیا تو [illegible] معاف
کرنے یا قصاص لینے کا اختیار مجھے ہوگا اور اگر میں
مر گیا تو اس کو میرے پاس پہنچا دینا میں خدا کے
سامنے اس سے جھگڑوں گا۔" تاریخ کو چیلنج ہے کہ وہ ہمارے
پیش نظر کی ایک بھی مثال پیش کرسکے۔

[illegible] آپ
کی مدد کیا کرتے [illegible]
نے سختی سے منع کیا لیکن جب آپ [illegible]
کرکے لائے گئے تو آپ نے انہیں چھوڑ دیا اور کہا جاؤ
میں متوجہ نہ ہوں گا۔ ان کے باپ زبیر اہل بیت سے تھے
ان کے یہ بیٹے ہیں جن کی یہ کیفیت ہے۔

آپ کے ایثار کا یہ عالم تھا کہ آپ ایک کافر
سے لڑ رہے تھے۔ کافر نے کہا اپنی تلوار مجھ کو دیکھنے
کو دیدیجئے۔ آپ نے اپنی تلوار اس کو دے دی۔
کافر نے تلوار لے کر کہا کہ آپ مجھے تلوار دے چکے ہیں
مجھ سے اب آپ کیونکر بچیں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا
"تم نے حاجتمندوں کی طرح میری طرف ہاتھ بڑھایا میری
مروت اس بات کی متقاضی نہ ہوئی کہ میں سوال کرنے
والے کا سوال رد کردوں۔ اگرچہ وہ کافر ہی کیوں
نہ ہو۔" یہ سن کر وہ کافر مسلمان ہو گیا۔

الغرض آپ زہد و تقویٰ، تواضع و تحمل، علم
و حیا، قناعت و توکل، صداقت اور جود و سخا کا بہترین
نمونہ تھے۔

آپ کے صفات اور بہت جب امام شافعیؒ پر
منکشف ہوئے تو وہ بے ہوش سا ہو کر کہہ اٹھے ؎

کفانی فضل مولانا علیؓ
وقوع الشک فیہ انہ اللہ

ہمارے آقا علیؓ کی فضیلت میں یہ کتنا ہی ہے کہ بلا
شک وہ خدا ہیں۔

اے نبی اکرم صلعم کے بھتیجے آپ کے عشق میں مخمور
آپ کو سلام کہتے ہیں۔ اے افتخار انبیا و اولیا مبارک
ہیں وہ آنکھیں جو آپ کے فراق میں گریاں ہیں۔ قابل
رشک ہیں وہ قلوب جن میں آپ جلوہ گر ہیں۔ اے
ساقی حوض کوثر ہمیں اپنی محبت کے جام پر جام پلائیے
اے [illegible] آپ [illegible] عبادت اور آپ
کا [illegible] ہمارا سلام قبول کیجئے۔ اے وہ
کہ آپ کے قدموں کی خاک کحل البصر ہے۔ ہماری
آنکھوں کو اپنی معرفت کے سرمے سے مکحل کیجئے۔"

اللہ تعالیٰ جناب امیرؑ اور اہل بیت اطہارؑ کی
محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے۔ آمین یا رب
العالمین۔

یہ کرد منظر ما طاعتے و رفت بخاک
نجات رہ بہ تولائے بوتراب گذاشت



میخانۂ محبت کا ایک ورق

(جناب شارب لکھنوی)

رنگ ہمارا رفتہ رفتہ یوں بدلا اللہ اکبر
بھول گئے اپنے خالق کو بندے بن گئے بندہ پرور
ہم دنیا کی آگ بجھانے کاٹ کے لے آئے ہیں سمندر
لیکن یہ خود بھول گئے ہیں آگ لگی ہے گھر کے اندر
تاج بھی ہم چھینے لیتے ہیں ایسے باغی ایسے خودسر
سجدے بھی کرتے جاتے ہیں اہل دولت کی چوکھٹ پر
اس عالم میں کشتیٔ دنیا امن کا ساحل پائے گی کیونکر
ہونٹوں پر ہے ساحل ساحل لاکھوں طوفاں دل کے اندر
پھول کھلے ہیں ڈالی ڈالی پھر بھی لاکھوں دامن خالی
جو دنیا کے کام نہ آئیں ان پھولوں سے خار ہیں بہتر
دیکھ کے یہ گلشن کی حالت خار بنا ہے ذکرِ مسرت
کچھ ایسی غمگین ہے فطرت خندۂ گل بھی بار ہے دل پر

جاری ہیں لفظی تکرار یں سُونی ہیں قسمت کی راہیں
ڈال چکا ہے پاؤں میں بیڑی تدبیر و تقدیر کا چکر
ایسا چڑھا ہے مکر کا پانی شکل ہے دونوں کی نورانی
یہ بھی سمجھنا اب مشکل ہے کون ہے رہزن کون ہے رہبر
ایک مسافر تو تو راہیں راہوں میں اُلجھی ہیں نگاہیں
سیدھا رستہ کون بتائے پردے میں ہے اپنا رہبر
ایک حقیقت تو تو پردے ایک نظر اور لاکھوں جلوے
طالبِ منزل دیکھ رہا ہے ہر جانب گھبرا گھبرا کر
عقل کا یہ پیغام سنا دو کھونے والے راہی کو بتا دو
وہ منزل پا ہی نہیں سکتا نفسِ نبیؐ جس کا نہ ہو رہبر
لیکر اپنا ہر ہر جلوہ آتی ہے جب بہکانے دنیا
الفتِ حیدرؑ رکھنے والا کہتا ہے یہ دنیا سے ہنس کر
اب نہ مجھے بہکا اے دنیا اب میں نہیں کھا سکتا ٹھوکر
مل گئی مجھ کو راہِ منزل پا گیا نفسِ پاکِ حیدرؑ

لیکے پیام روشنیٔ حق آہی گیا کعبے کے اندر
جلوہ فرازِ شمع ایماں نور دو محراب و منبر

آیا ہے اللہ کا پیارا دنیا کی بخشش کا سہارا
راحتِ قلب شافع محشر مالکِ جنت ساقیٔ کوثر

کعبے کے بُت توڑنے والا رشتۂ الفت جوڑنے والا
شیرِ الٰہی قوتِ احمدؐ قاتل عنبر، فاتحِ خیبر

دنیا کے طوفاں کا ساحل نور چراغِ راہِ منزل
ایمان کی تشریح کا حاصل قرآں کی تفسیر کا دفتر

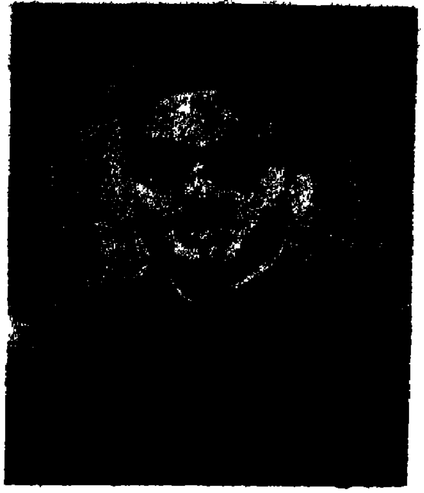
ہو کے خود وقفِ بیداری کرنے والا ذکر باری
فرشِ نبی پر سونے والا تلواروں میں اوڑھ کے چادر

نور پہ نظریں کیا ٹھہریں گی پر تو سے تو آنکھ ملالے
ذاتِ علیؑ کو دیکھنے والے دیکھ جہانِ بوذر و قنبر

آنکھوں میں قرآن کا جلوہ سینے میں ایمان کا جلوہ
عشقِ حیدر اللہ اللہ آنکھ بھی روشن دل بھی منور

کہنا تو ہر بات ہے ممکن راہِ عمل میں شارب لیکن
موت کے آگے تیغ کے نیچے کھلتے ہیں ایمان کے جوہر

ماہِ رجب کو حق نے لگائے ہیں چار چاند



از رحمانِ لسان الواعظین مولانا
سید محمد مرتضیٰ صاحب قبلہ جعفری
واعظ مدرسۃ الواعظین
لکھنؤ

ماہ شہیر رجب کے مہینہ ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کی آغوش میں حضرت علیؑ، حضرت محمد باقرؑ، حضرت محمد تقیؑ اور حضرت علی نقیؑ جیسی عظیم و برگزیدہ اہل بیتؑ کی ہستیاں آئیں۔ کسی شک کی گنجائش نہیں کہ اگر یہ نہ ہوتے تو علم و عمل کا نام نہ ہوتا، حق و دین کے معنی الفاظ ہوتے، زہد و اتقا کا پتہ نہ ہوتا اور قرآن ہوتا تو فقہ نہ ہوتی، الفاظ ہوتے معنی نہ ہوتے، اسلام جسم تو ہوتا روح کے بغیر نہ رہ سکتا ہوتا، قرآن زبان پاریہ بن کے رہ جاتا، مئے و مینا کی کھنک میں قرآنی آواز گم اور بربط و ستار بجتے، رباب کی تانوں اور سروں میں اسلامی احکام گم ہو کر رہ جاتے۔ سنت کے نام پر امراء و سلاطین طاقت و تلوار کے بل بوتے اسلام کے چوکھٹے میں حور و شراب اور مہوشوں کا جمگھٹ لگا رہے تھے، قرآنی جام میں شراب انڈیلی جا رہی تھی، تہذیب جل رہی تھی کلچر ساتھ چھوڑ رہا تھا، قرآن کو قیاس کا گھن کھائے جا رہا تھا، دماغ پک چکے تھے، دل بجھ رہے تھے، احساسات مر چکے تھے جذبے سرد پڑ چکے تھے، عزم ٹھنڈا ہو چکا تھا، موت کو حیات کا نام دیا جا رہا تھا، کفر ہی اسلام بن گیا تھا، زہر کو اکسیر سمجھ لیا گیا تھا، حق پر دہان کھینچتی تھی باطل پر انعام لٹاتا تھا، کس دماغ میں طاقت تھی جو اس تاریک اور گھناؤنے ماحول میں یہ کہنے کی جرأت کرتا کہ ہم اسلام کو مٹنے نہیں دیں گے، ہمارے قرآنی احکام تباہ نہیں ہونگے ہمارے خون سے اسلام پروان چڑھے گا، ہمارے ایوانوں میں گونجے گا، تمہارے شبستان میں پروان چڑھے گا، حق پرستوں کے سر کٹیں گے مگر اسلام سرخرو ہو جائے گا — سر کٹا کر یاد رکھو ہم اس کے ہر قطرہ خون کو حیات اسلامی کے انمٹ نقوش بنا دیں گے، ان خونوں کو گل و لالہ میں بکھر کر تمہارے شبستانوں کو گلدستے بنا دیں گے ہماری زندگی کے چراغ گل کر دو مگر اسلام گل و گلزار ہو جائے گا، زہر کے پیالوں سے اسلام کی کھیتی کو سرسبز و شاداب بنانا ہمارا کام ہے — تاریخ کے اتھاہ اندھیرے اور دھندلکے میں جا کر اور غور سے دیکھو دولت طاقت تیر و شمشیر، سنان و کمان زمانے کا ہوش و حواس لوٹ رہے تھے آل محمدؐ ہوش مندی کا درس دے رہے تھے جب ظلم و جبر و تشدد، بربریت و دہشت دولت ایمان لوٹ رہے تھے آل محمد دولت ایمان لٹا رہے تھے، زمانہ حکومت میں مست ہو کر مئے و مینا کی بزم آراستہ کر رہا تھا یہ سجدۂ رحمٰن کی تفسیر بیان کر رہے تھے جب قرآن جلایا جا رہا تھا یہ قرآن سنا رہے تھے اسلام مٹایا جا رہا تھا یہ اشاعت اسلام کر رہے

دنیا سادہ ہو کے یہ ہو رہا ہے وطیرہ خالد وقت و یاد
تجارت و متوکل بنا رہا تھی یہ ایک اختر و عمر امت ابابکر کا
و سیم و منصور دیدہ دعا بہ و ہبول و وزراء و مکے ثابت
تھے جو اشاعت اسلام کی بجائے عیش و عشرت اور شغل علم دینی سے زمانے کو منحرف
کر رہے تھے ـ حکومت کی سطح پر جہاں سیاست و مکر کی تعلیم دی جا رہی
تھی، یہ قناعت کا سبق پڑھا رہے تھے ادھر ظلم کے پیکر
تھے ادھر صبر کی تاریخ ترتیب دی جا رہی تھی بدعہد و بےوفا
امراء و خلفاء وقت جب زمانے کو بےوفائی پہ انعام دے
رہے تھے یہ عہد و وفا پر جان دینے کی عملی تصویریں پیش
کر رہے تھے یہی سبب ہے کہ آج صدق و صفا اور عہد و وفا
کے ساتھ نام صرف زندہ ہے ـــــ آل محمد میں وجہ تفاوت
ہی نہیں اس لیے کسی فضل و شرف کا اظہار میری طرف سے
زیبا نہیں دیتا یہ امر ثابت ہے کہ آل محمد میں اخلاف پہ
اسلاف کو چشم زد ہونے کی وجہ سے فضیلت دی جا سکتی
ہے اور اسی امر کو ملحوظ رکھ کر آئندہ سیرت کے نقوش پیش
کیے جائیں گے ـ

حضرت علی علیہ السلام ـــــ حیدر، اسد، علیم
المسلمین، ابوتراب، ابومحمد، صدیق اکبر، فاروق اعظم
امیرالمومنین، امام المتقین، یعسوب المسلمین، مرتضیٰ،
اسد اللہ، امام الاولیاء، ابوالحسن، حجۃ اللہ وغیرہ ـــ آپ
کے یہ القاب و کنیت ہی نہیں بلکہ آپ کی پوری زندگی
کی سچی تصویریں ہیں آپ کی انفرادیت کے سلسلہ میں ارشاد
پیغمبر اسلام ہی کافی ہے کہ مجھے کسی نے نہیں پہچانا مگر علیؑ نے
یا خدا نے اور علی کو کسی نے نہیں پہچانا میں نے یا خدا نے اور
خدا کو کسی نے نہیں پہچانا میں نے یا علیؑ نے ـــ امامت فخر
مرتے دم تک نہ معلوم کر سکے علیؑ ہی خدا ہیں یا ان کا خدا
کوئی اور ہے نصرانیوں کو ناقص معرفت ہوئی تو خدا
پکار دیے، علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے ـــ قرآن
سے نسبت رسول اسلام نے دست دیا اور تاریخ اسلام

ضیا تک سنانے میں ردائے شام ہی اوڑھے رہ جاتی
فاروق سے لے کر قرنی تک کے ہر ورق میں علی کا نام
تا کہ نظر آئے گا اگر الگ کر کے دیکھنا چاہو تو دیکھو فضا چا
کے اضطراب میں سکون قلب ـــــ

ـــ پیغمبر کون تھا، دعوت ذوالعشیرہ کی آواز پر لبیک کس نے
کہی، شب ہجرت بستر پر کون سویا قریش کے لڑکوں کے
مظالم کا جواب کون دیتا تھا جو آپ نے کرمین تک کا
فاتح کون ہے غدیر کے منبر پر رسولؐ کے ہاتھوں پر کون تھا
رسولؐ کی اکلوتی معصومہ بیٹی کا امین عصمت کون بنا، رسولؐ
کے جگر گوشوں حسنینؑ کا باپ کون تھا ـــــ رسول کو
قبر میں کون اتارتا اگر علیؑ نہ ہوتے ـ صفر سالم سے لیکر ۱۹
رمضان سنہ کے شب و روز کو گواہ بنا کر پوچھو اسلام کا حقیقی محافظ
کون تھا ـ مسند خلافت پیچھے پا دست ... اللہ کی حکمرانی الجھی ہوئی
گتھیاں سلجھا دیا اور ... اسلام اور مسلمانوں کی تمام مشکلات
با ... علی ہی تو تھے جو اسلام کے مٹا دینے کے درپے تھے
پوشیدگی اور رہزنی میں گھوڑے بیس دور رہے تھے سیاسی امور،
راز داری اور تقاوی و وقار پامال ہو رہے تھے حالات بے قابو ہو چکے تھے مگر
علیحدہ ہو کر اس نے بھی اپنی حکمرانی خوشی سے قالب میں لیکر
اور ... تم ہم سے شکست نہیں پا سکتے زمانے کے ہر ہتھکنڈے کو
قابو میں لانا ہمارا کام ہے اگر ہم بے حوصلہ ہو جائیں تو زمانے
کو عزم محکم کہاں سے ملے گا ـــــ علی پر مظالم روکنے کی
اسکیم کی کارگزاریاں تھیں علیؑ کو قتل کرنا بھی ان کے بس
کے باہر تھا اور زندہ رہنا بھی ان کو گوارہ نہ تھا وہ چاہتے
تھے کہ کسی صورت سے علیؑ تلوار لے کر میدان میں آ جائیں
اور پھر ہم ادھر اپنے منصوبوں کا میدان مار لیں ـ پہلے
دعویدار ان خلافت دراصل اسے اپنی خلافتوں کی دلیل
بنانا چاہتے تھے ـــ اگر علی حصول خلافت کے لیے تلوار
اٹھا لیتے تو دو باتوں میں سے ایک بات ہوتی ـ

ا ـــ علی کامیاب ہو جاتے اور خلافت کی مسند آپ کے

قدموں میں آجاتی مگر یہی کامیابی خلافت علیؑ میں اشتباہ کا باعث بن جاتی دنیا کہتی خلافت تلوار کے ذریعہ ملتی ہے جو تلوار کا دھنی ہو خلافت اس کی ــــ جھوٹوں کو دلیل مل جاتی۔ علیؑ ظالم بھی قرار پا جاتے پھر تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تاریخ اسلام تاریخ اخلاق و سیرت کے بجائے تاریخ ظلم ہو رہتی اور اس طرح اسلام میں شام ہی شام ہوتی سحر کا پتہ نہ چلتا ۲ ــــ علیؑ تب تک قتل نہ ہوتے جب تک آپ کے جاں نثار وباوفا اصحاب کام نہ آجاتے اعزہ و اقربا تمام ہو جاتے۔ ان اصحاب کا نام تاریخ میں پڑھ لینا آسان ہے کہ سلمان تھے۔ ابوذر تھے مقداد تھے عمار تھے مگر یہ لوگ افراد نہ تھے بلکہ قرآن و رسول کی زبان تھے یہ قتل ہوتے تو عمر دراز ان کی [illegible] گھٹ جاتی بلکہ اسلام نے زبان ہو کر رہ جاتا پھر علیؑ تو قرآن کو زبان دینے آئے تھے اس کی زبان کٹوانے نہیں آئے تھے ــــ [illegible] دنیا سمجھ لیجئے کہ حکومت کو سر کرنے کی دھن میں تھی علیؑ [illegible] کی دھن میں عمر کے نئے گار سے اور اینٹیں اکٹھی کر رہے تھے ــــ کہ اس حقیقت سے آنکھیں موند لی جائیں کہ شام کی دولت سامنے ویرا آئی حکومت پوری قوت کے ساتھ آئے اضافی اقتدار کے مقابل قدم قدم پر مشکلات پیدا کر رہی تھی اور سرا سکالی کو ششوں سمیت اس بات پر تیار تھی کہ علیؑ کو داخلی شورشوں میں الجھا کر کسی محکم قدم کے اٹھانے کا موقع نہ دے اسے بھی نظر انداز کر دیجئے کہ کوفہ کی آبادی میں اکثریت ایسوں کی تھی جو زبان سے علیؑ کے ساتھ تھے اور آنکھیں شام کی طرف لگی ہوئی تھیں اس سے بڑھ کر علیؑ کی کامیابی اور کیا ہو گی کہ ان تمام مشکلات کے باوجود آپ جس چیز کے ذمہ دار تھے اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی ــــ آپ نے اپنے خطبوں، دعاؤں، وصایا، نصائح، اقوال و اعمال، سیرت و کردار و اخلاق و مروت [illegible] و تربیت۔ جمع قرآن اور تفسیر قرآن کے ذریعہ اگر ایک طرف علوم و معارف کا خزانہ بھر دیا تو دوسری طرف نظام حکومت کے لئے پائیدار و مستحکم، لازوال دستور، مبنی بر انصاف لائحہ عمل اور منشور پیش کر کے تاریخ میں ایسا عبرتناک نقش چھوڑ دیا کہ جن پر عمل کرا جینے ہمیشہ یہ کی فریاد ہیں کہ ظالم کا ہاتھ نہیں ــــ پوری نسل بنا دی جو قرآن کے منشور کے تحفظ کے سبب سیاست کو مٹانے کا حوصلہ رکھتی تھی اور جب وقت پڑا سب نے کر دکھایا ــــ اگر اب بھی دنیا کو اصرار ہے کہ علیؑ ناکامیاب رہے تو بلا شبہ علیؑ ظلم نہ کر سکے ناانصافی نہ کر سکے، یتیموں کو ستا نہ سکے بیوہ کو رلا نہ سکے، عقل کو قتل نہ کر سکے اگر یہ ناکامیابی ہے تو فلسفہ سیاست داں انگشت بدنداں حکما حیرت زدہ اور تاریخ کو حسرت ہے کاش وہ نظام حیات پھر آجاتا۔ جس کا نام ہے تو علیؑ ناکامیاب ان کا بھی ناکامیاب ان کا اپنا ناکامیاب ہے ــــ آپ نے عام الفیل کے ۳۰ سال بعد ۱۳ رجب کو خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے (مرد جہانی ج ۲ ص ۳۰۰) مطالب السئول ص [illegible]

وفات ۲۱ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ بروز جمعہ ابن ملجم کی تلوار سے شہادت پائی۔ **امام محمد باقر علیہ السلام**

= ولادت ــــ یکم رجب سنہ ۵۷ھ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے

وفات ۷ ذی الحجہ سنہ ۱۱۴ھ مدینہ منورہ میں ہشام بن عبد الملک نے زہر سے شہید کیا ــــ

آپ اس زرین سلسلہ کی پانچویں کڑی ہیں جسے اسلام کے تحفظ کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ باقر، ہادی، امین، شبیہ، آپ کی سیرت کی واضح نقوش ہیں جسے آپ کے دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں صحاح، قاموس، منتہی الارب لسان العرب، نے متفقہ طور سے لکھا ہے کہ امام باقر اس لئے کہتے ہیں کہ انھوں نے علم [illegible] حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا میں لکھا ہے [illegible]

یہ روایت ہے کہ چھوٹے کسی کو سامنے بڑے سے بڑے امام کو جھکتا نہیں پایا جیسا کہ امام محمد باقرؑ کے سامنے تکے زمانے کے علاوہ کو پایا۔ پیغمبر اسلام نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے (مودۃ القربیٰ، مناقب، زینۃ الاحباب، مجمع البحرین میں سب کے نام بالتفصیل لکھے ہیں پہلے علیؑ پھر حسنؑ پھر حسینؑ پھر زین العابدینؑ پھر محمد باقرؑ پھر جعفر صادقؑ پھر موسیٰ کاظمؑ پھر علی رضاؑ پھر محمد تقیؑ پھر علی نقیؑ، پھر حسن عسکریؑ، پھر ان کے صاحبزادے محمد المہدی علیہ السلام (عجل اللہ تعالیٰ ظہورہ) ہوں گے جن کا لقب قائم اور حجۃ اللہ مگر وہ غیبت فرمائیں گے۔ (مناقب شہر آشوب)

کور باطن جاہل اور مردہ جو دنیا اگر آنکھیں کھول کر حقائق کا جائزہ لیتی تو نہ جانے ہم ترقی کی دور میں کہاں سے کہاں پہونچے ہوتے۔ اختلافات کی خلیج نے صرف مسلمانوں کو الگ فرقوں اور جماعتوں ہی میں نہیں بانٹا بلکہ انھیں آپس میں الجھا بھی دیا ہے اسلام کا ہر فرقہ اپنے فرقہ کو صحیح ثابت کرنے کی فکر میں اسے بھی فراموش کر بیٹھا کہ جاری کشمکش سے اسلام ہی کو ریزہ ریزہ کر دیں گی اس کشمکش نے مسلمانوں کے ذہنی اور تعمیری صلاحیتوں کو یکسر ختم کر دیا ہے اور جو [illegible] کا باقیات اس پر چھا گیا۔ جہاں تک کہ یہ اختلافات ختم ہو سکتے جو پیغمبر اسلام نے پیشین گوئی اسی لئے فرما دی تھی تاکہ دنیا الجھے نہیں مگر نبی کو نبی ہی مانتے تو یہ بات کیوں ہوتی اختلاف تو صاف صاف اس کا پتہ دیتا ہے کہ منکرین امامت منکرین رسالت ہیں۔

واقعہ کربلا ہو چکا باپ ہر وقت رونے میں مصروف ہے دوسری طرف حکومتوں میں رسہ کشی ہو رہی ہے بنی عباس بنو امیہ سے حکومت چھین لینے کی انتھک کوشش کر رہے ہیں بڑی خاموشی کے ساتھ آپ اپنے والد بزرگوار امام زین العابدینؑ عابدین علیہ السلام کے پہلو بہ پہلو مسائل شریعت حل فرماتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ باپ زہر کا پیالہ پی کر حفاظت شریعت کا بوجھ آپ کے کاندھے پر ڈال کر دار فانی سے کوچ کر گیا۔ زمانے میں چاروں طرف اندھیرا ہے خون حسینؑ کے نام پر دوسری حکومتوں کی بنیاد ڈال رہے ہیں امام چاہتے تو بذریعہ اول حکومت قائم کر سکتے تھے ٹھکرا کر کہا میرے دادا نے حکومت کی خاطر قربانیاں نہیں دی ہیں جس کے لئے جانیں دی گئی ہیں اسی میں آبیاری کروں گا۔ بحث و نظر کی مجلس آرائی کی، علم و فکر کی۔ درس کھولی قرآنی اور فلسفہ ربانی کی تعلیم شروع کی تشنگان علوم جوق در جوق آنے لگے بیک وقت چار ہزار طلاب آپ کے درس میں شریک ہوتے تھے جو یہ کہتے ہوئے اٹھتے تھے ہم سے یہ امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان کیا ہے ___ علمی تشنگی کا یہ عالم تھا کہ اسکندریہ کا کتب خانہ جلایا جا چکا تھا (یہ کارنامہ بھی علم دشمن اور جہل دوست مسلمانوں ہی نے انجام دیا ہے) ٹکسلا کی یونیورسٹی ختم ہو چکی تھی۔ ایران تہی دست تھا۔ چین بے چین تھا۔ عرب جو کبھی گہوارہ علم تھا اس کی آغوش خالی ہو چکی تھی۔ یورپ کے طلاب آپ کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ امام ابو حنیفہ جو آگے چل کر آپ کے مقابل لا کھڑے کئے گئے آپ کے علمی دسترخوان کی مگس رانی کا فخر رکھتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے (لولا السنتان لھلک النعمان) اگر وہ دو سال نہ ہوتے جو میں نے آپ کی فیض صحبت میں گزارے تو میں ہلاک ہو جاتا۔ آج سوال کیا جاتا ہے کہ اسلام ساری دنیا میں اس قدر تیزی کے ساتھ کیونکر پھیلا تو اس کا آسان حل یہی ہے کہ سب امام کی صحبت سے فیضیاب ہو کر جاتے تھے اور اپنے اپنے ملکوں میں اسلام کی اشاعت کرتے تھے اسلام اور مسلمانوں پر یہی احسان کیا کم ہے کہ ایک دنیا مسلمان ہے اگرچہ ان کے مسلک پر نہیں علوم کی اشاعت کے سلسلہ میں اس زمانہ کا آپ کو باب العلم

کہا جائے تو بے جا نہیں علم تفسیر، جفر، رمل، علم کیمیا، علم نبات و طبعیات، حیوانات و حیاتیات کی جڑیں تلاش کی جائیں تو اس کا اختتام آپ ہی پر ہوگا۔ یہ کہاں آپ کو موقع مل گیا تھا۔ بنو عباس و بنو امیہ کی اس کشمکش کے متوجہ میں ... وہ آپ کو اتنا موقع کہاں دیتے اور جب موقع ملا تو پھر ستم کے کٹہرے، قید خانے اور سرکش گھوڑوں کے ذریعہ آپ کی شمع حیات بجھانے کی کوششیں شروع ہو گئیں اور آخر میں گھوڑے کا زہر آلود زین پہنا کر آپ کو علوم و معارف کی شمع کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بجھا دیا گیا۔ مگر آپ نے فکر و نظر کے جیسے سوتے نکال دیئے تھے دنیا آپ کو ختم کر کے بھی انھیں ... بند کر سکی۔ امام آواز دیتے گئے تھے کہ

قافلے والے یہ خطر گذرے ہیں۔ ہم نے سرسو کلا دیکھیں چراغ
ہم تھے امام محمد باقر علیہ السلام کے زندگی کی ... مختصر سوانح جس پر تاریخ جتنا بھی فخر کرے کم ہے

امام محمد تقی علیہ السلام: آپ پیغمبر اسلام کے نویں جانشین اور شیعوں کے نویں امام ہیں دس رجب ۱۹۵ھ ہجری کو مدینہ میں پیدا ہوئے معتصم باللہ نے ۲۹ ذیقعدہ ۲۲۰ھ ہجری کو آپ کو زہر دے دیا جس سے آپ کی شہادت واقع ہو گئی علامہ شبلنجی وغیرہ نے لکھا ہے کہ اگرچہ آپ صغیر السن تھے مگر عالی قدر تھے آپ کی عمر کم اور فضائل کثرت سے تھے (نور الابصار ۱۶۱) محدث جمال الدین نے لکھا ہے کہ امام علی رضا کے پانچ صاحبزادے تھے محمد تقی، حسن، جعفر، ابراہیم، حسین، (روضۃ الاحباب) ان سب میں اجل و افضل، امام محمد تقی علیہ السلام تھے (صواعق محرقہ) ص ۱۲۳

حضرت امام رضا کی شہادت کے ایک سال بعد کا واقعہ ہے کہ آپ بغداد کی کسی گذرگاہ میں کھڑے ہوئے تھے۔ اور دوسرے لڑکے بھی وہاں کھیل رہے تھے اتفاقاً خلیفہ مامون کی سواری آتی دکھائی دی سب لڑکے ڈر کر بھاگ گئے مگر حضرت محمد تقی اسی طرح پورے اطمینان کے ساتھ کھڑے رہے آپ کی عمر اس وقت نو سال کی تھی۔۔۔ جب مامون کی سواری وہاں پہونچی تو اس نے حضرت سے مخاطب ہو کر کہا اے بچے تم کیوں نہیں بھاگے حضرت نے بڑے اطمینان سے جواب دیا میرے کھڑے رہنے سے راستہ تنگ نہ تھا جو ہٹ جانے سے وسیع ہو جاتا۔ میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا تھا جو خوف زدہ ہوتا دوسرے میرا حسن ظن ہے کہ تم بے گناہ کو ضرر نہیں پہونچاتے۔ مامون کو حضرت کا انداز بہت پسند آیا اور اس نے پوچھا کہ صاحبزادے تمہارا نام کیا ہے حضرت نے فرمایا محمد بن علی الرضا اس کے بعد مامون آگے بڑھ گیا اس کے پاس شکاری باز بھی تھے جب وہ شہر سے باہر نکل آیا تو اس نے باز کو ایک چکور پر چھوڑا باز غائب ہو گیا اور جب آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی جس کو دیکھ کر مامون بہت خوش ہوا تھوڑی دیر میں جب وہ اسی طرف لوٹا تو اس نے حضرت محمد تقی کو دوسرے لڑکوں کے ساتھ وہیں دیکھا جہاں وہ پہلے تھے لڑکے پھر بھاگ گئے آپ اسی طرح کھڑے رہے جب مامون قریب آیا تو مٹھی بند کر کے حضرت سے بولا بتاؤ میرے ہاتھ میں کیا چیز ہے حضرت نے فرمایا اللہ آسمان کی بلندیوں میں اپنی قدرت سے دریا خلق کئے ہیں اور اس میں مچھلیاں پیدا کی گئی ہیں سلاطین اپنے بازوں سے ان مچھلیوں کا شکار کر کے اہل آل محمد کا امتحان لیتے ہیں مامون یہ معجز بیانی دیکھ کر بولا بیشک تم امام علی الرضا کے فرزند ہو۔۔۔ یحییٰ ابن اکثم کے ہمراہ مسکت جوابات آج بھی ملی الاعلان پکار رہے ہیں الامام امام ہوتا ہے۔۔۔ نتیجہ ظاہر جہل علم کو برداشت نہ کر سکا بے وفا بے عہد وفاداری کے مجسمے کو قبول نہ کر سکا اور امام کو معتصم نے زہر دے دیا۔ اس طرح شمع

کا اقتدار جس میں ڈوب گیا۔ اب دنیا پھر اسی موڑ پر آ گئی تھی جہاں تاریکیاں ہی تاریکیاں تھیں برائیاں ہی برائیاں تھیں۔ پھر امام محمد تقی کے بعد آپ کے فرزند ارجمند امام علی نقی نے قانون امامت کے فرائض کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔

امام علی نقی علیہ السلام

۵ رجب ۲۱۴ ہجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے ۳ رجب ۲۵۴ ہجری کو زہر سے شہید ہوئے اور بمقام سر من رائے دفن ہوئے۔ آپ کو معتز باللہ نے زہر دیا تھا آپ بھی اپنے پدر عالی قدر کی طرح کم سنی ہی میں درجۂ امامت پر فائز ہوئے امام محمد تقیؑ کی وفات کے وقت آپ کا سن مبارک زیادہ سے زیادہ چھ برس کا تھا آپ کے عدیم المثال ارشادات و اقوال فلسفہ اسلامی اور احکام شریعت الٰہیہ کے متعلق کتب فریقین میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں وہ جہاں آپ کی منفرد جامعیت اعلمیت و صلاحیت و قابلیت کو ثابت کرتی ہے وہاں اس کا اعلان بھی ہے ائمہ اہل بیت تعلیم و تربیت کے محتاج نہیں۔ معتصم آپ سے نہیں الجھا اس لئے کہ رومیوں کا عروج اور تاریک ریشہ دوانیاں معتصم کے لئے دردسری ہوئی تھیں۔ اسے اپنے تاج و تخت کا سنبھالنا ہی دشوار ہو رہا تھا ادھر سپاہیوں نے عباس بن مامون کو ملا کر معتصم کا تختہ الٹنے کا پروگرام بنا لیا تھا مگر بروقت کی مخبری نے اس کے تخت کو بچا لیا ہے اور اس قسم کی دیگر کشمکش نے اس وقت کے امراء و سلاطین کو الجھا رکھا تھا جس کے باعث امام کو موقع ملا اور آپ نے مدینہ میں سولہ سال تک بھرپور رشد و ہدایت اور اشاعت مذہب حقہ میں گذارے آل محمدؐ کے لئے یہ موقع کم نہ تھا آپ کی بے مثال علمی وجاہت کی شہرت آفاقیت حاصل کر گئی اور عراق و مصر و حجاز یمن و فارس الجزائر کے تشنگان علوم و معارف آپ کے پاس استفادہ و استفاضہ کے لئے جوق در جوق آنے لگے دربار کے غدار حریص و طامع افراد کب برداشت کر سکتے تھے بہر حال فریب سے سرکاری امام کو متوکل نے مدینہ سے اپنے پاس سامرہ بلوا لیا۔ راستے کے سلسلہ میں آپ کا معجز نما ارشاد کہ جاڑے کا سامان ساتھ لے چلو یحییٰ بن ہرثمہ کے ایمان و اعتقاد میں روح پرور انقلاب کا باعث بن گیا۔ متوکل نے وہی کیا جو اسے خاندانی طور سے ورثہ میں ملا تھا۔ مگر آپ نے نہ کبھی ناراضگی و ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور نہ کسی طرح کا گلہ نہ شکایت بلکہ بکمال اطمینان و کشادہ پیشانی رضا بقضاءہ و تسلیماً لامرہ کہہ کر متوکل کے مقرر کردہ ویرانے میں اتر پڑے آپ کی معجز نما ذات کے کمالات نے یہاں بھی ایمان پرور انقلاب کا ماحول پیدا کر دیا۔ اور پھر آپ نظر بند کر لیے گئے مگر دار و رسن زندان ہی آپ کے علم و فضل و کمال کی شہرت کا ذریعہ بن گیا۔ وہ لوگوں سے کہتا تھا دیکھو تو میرا قیدی کیسا ہے آج تک ایسا قیدی نگاہ سے نہیں گزرا مسلسل چودہ سال اسی قید و بند میں گذارے پھر رہائی ہوئی مگر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ رہائی تھی یہ تو قید سے بھی بدتر صورت تھی ہر طرح کی یادا سر آن لیا فریب مگر امام سے ایک نہ بس پا سکا۔

زینب کذابہ اور امام علی نقی۔

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ متوکل کے دربار میں ایک عورت نے سیدانی ہونے کا دعویٰ کیا متوکل نے کہا کہ یہ کیسے تسلیم کیا جائے کہ تو سیدانی ہے لوگوں نے کہا کہ امام علی نقیؑ سے پوچھو۔ متوکل نے آپ کو طلب کیا اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور اس عورت

دعویٰ سیادت کے سلسلہ میں آپ سے دریافت طلب ہوا آپ نے فرمایا خوارج اور دشمن تو تلواروں پر چڑھا رہے اور معاملہ کو اس پر چھوڑ دو اگر سیادت ہوگی تو در مدعا اس کا پیکر کر دیا گیا یہ کہہ کر بہت بعد دعوت کا حق گیا اور لیجئے چھوٹے ہونے کا اقرار کر لیا۔ متوکل نے لوگوں سے کہا کہ اتوا امام علی نقی کے ارشاد کا قرینہ خود معین پر کر کے دیکھ لے۔ متوکل نے تین درندے قصر کے صحن میں چھوڑ دئے اور امام کو اس میں چھوڑ دیا گیا متوکل بالشان دربار کے منگ رانوں کے ... د کھنے لگا درندے ... امام کے قدموں پر ... کر کے ... یا دہ ... کے حوالہ ... متوکل سرمستی ... اور فضل رکھا ... اختلاف ... در ...

جاسوس غلط اور جھوٹی مخبری کر کے انعام لیتے ... سختیاں ہوتی رہی ہیں یہ ادبیات ہے کہ علوم و معارف کی ... کے سوا آپ کا دوسرا جرم نہ تھا بالآخر ... آپ نے ... سنا ... لیکن مکمل ... بعد ... کے فرائض انجام ... رہے ہیں آپ نے رہبری کے اپنے ... اسلوب و طریقہ کار ... کر دیا ہے کہ ... آپ کے اقوال و ارشادات مشعل ... کا کام دینگے۔ —— کاش دنیا ان افراد کو موقع دیتی ... اور ... کی ضرورت نہ ... عالم میں اسلام کی روشنی پھیل جاتی ایک ... ہوتا ... ایک راستہ ہوتا اور ایک منزل نہ کوئی رہزن ہوتا نہ کوئی ڈاکو، نہ ظالم ہوتا نہ مظلوم ——

حضرت علیؑ کا مکتوب

ایک سپہ سالار کے نام

اگر وہ سرکش اطاعت کی ٹھنڈی چھاؤں کی طرف لوٹ آئیں تو ہمیں یہی پسند ہے لیکن اگر پھوٹ اور بغاوت پر ان کے دل جم چکے ہیں تو جو لوگ تمہاری فرماں برداری کا دم بھر رہے ہیں انہیں لے کر نافرمانوں کی سرکوبی پر اٹھ کھڑے ہو۔ دیکھو جو دل سے تمہارے ساتھ ہیں انہیں سے کام لینا جو تم سے بدسلوکی کرتے ہیں ان کی پرواہ نہ کرنا جو شخص خوش دلی سے ہمارے ساتھ نہیں اس کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے۔ اس کا بیٹھے رہنا کھڑے ہونے سے زیادہ مفید ہے۔

۱۰ عثمان بن حنیف ۱۲



ہم کو بھی ایک سجدۂ شکرانہ چاہیئے

(جناب نواب مرتضیٰ حسین خاں صاحب ضوؔ لکھنوی)

فصلِ بہار آگئی اب کیا نہ چاہیئے
جام و سبو و شیشہ و پیمانہ چاہیئے

جی چاہتا ہے شکوۂ جور و جفا کروں
پھر دل میں سوچتا ہوں کہ ایسا نہ چاہیئے

کیا کہہ رہا ہے دیکھ کے کہہ رہا ہو تو
کچھ امتیاز بھی دلِ دیوانہ چاہیئے

دیکھے ہوئے ہوا ہوں تجھے اے پیکرِ جمال
جب آنکھ لڑ چکی ہو تو پردہ نہ چاہیئے

کعبہ کو سج دے آج تو اے نیرِ عرب
کوئی مکیں زینتِ کاشانہ چاہیئے

پڑھ کر درود لیتا ہوں ساقی کا ایسے نام
رندوں میں شورِ نعرۂ مستانہ چاہیئے

ساقی ہے ایسا ساقیِ تسنیم و سلسبیل
نام اس کا بے وضو کبھی لینا نہ چاہیئے

پینے کو جس کے در پہ خود آتے ہوں انبیا
اس مرتبہ کا ساقیِ میخانہ چاہیئے

کعبہ صدف بنا ہے کہ حق ادا کرے
تاجِ نبی کو گوہرِ یک دانہ چاہیئے

آئے علیؑ چمک گئے اسلام کے نصیب
جشنِ سرور زینتِ کاشانہ چاہیئے

سجدے کریں گے جس کو نصیری وہ آگیا
ہم کو بھی ایک سجدۂ شکرانہ چاہیئے

محوِ جمالِ پاکِ رسالت تھے مرتضیٰ
ہر شمع کے لئے کوئی پروانہ چاہیئے

پست انبیاء ہیں رتبۂ حیدر کے سامنے
بندہ کا اوج اس سے زیادہ نہ چاہیئے

غالب تمام کفر پہ ایمانِ کل ہوا
شیرِ خدا کی چال بھی شیرانہ چاہیئے

سوئے ہیں نفسِ نبی کے ہجرت کی شب علیؑ
اب جان کیسی جان کی پروا نہ چاہیئے

خیبر میں کہہ رہا تھا پلٹتا ہوا علم
آنا ہو یوں تو جنگ پہ جانا نہ چاہیئے

اکثر زرہ اتار کے لڑتے تھے مرتضیٰ
مردوں کو صرف ہمتِ مردانہ چاہیئے

اے ضوؔ ترے کفیل ہیں مشکل کشائے خلق
تجھ کو کسی طرح کا بھی خطرہ نہ چاہیئے

فلسفۂ اسلام
نہج البلاغہ کی روشنی میں *

(جناب شہید صدیقی، ایم اے)

مقدمہ

نہج البلاغہ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے خطبات، خطوط اور اقوال کا مستند مجموعہ ہے جس کو سید رضی علیہ الرحمہ نے ۴۰۰ھ میں مرتب کیا۔ حضرت علی ان انسانی علوم کے اولین بانی تھے جو پیغمبر اسلام سے اسلام کی تعلیم پا کر معرض وجود میں آئے۔ حضرت علی کی اس فضیلت کی تصدیق رسول اللہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے "انا مدینة العلم و علی بابها" میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ اسلام کے فلسفہ کو پیغمبر اسلام سے بہتر کون سمجھ سکتا تھا اور اگر ہم اسے اسی طرح سمجھنا چاہیں جس طرح رسول سمجھتے تھے تو نہج البلاغہ کے علاوہ اس تک ہماری رسائی کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔

حسن اتفاق کہ اسی طرح نہج البلاغہ اور لارڈ برٹرینڈ رسل (Lord Bertrand Russell) کی ہسٹری آف ویسٹرن فلاسفی (A History of Western Philosophy) کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ یہ دونوں کتابیں اپنی اپنی مخصوص نوعیت کے اعتبار سے بہت متاثر کرنے والی ہیں۔ ہسٹری آف ویسٹرن فلاسفی یا اس کے مصنف کو تعارف کی ضرورت نہیں۔ محض ڈاکٹر جولین ہکسلے (Julian Huxley) اور ایف ایل راکوز (...) کے تبصرے ان دونوں کی اہمیت اور عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ملاحظہ ہو:-

"جہاں تک میں واقف ہوں برٹرینڈ رسل کی یہ تصنیف مغربی فلسفہ کی تاریخ کو اس کے ... اور سماجی پس منظر میں پیش کرنے کی پہلی کوشش ہے۔ اس حیثیت سے نیز بدلتے ہوئے فلسفیانہ افکار کی تاریخ کی تعبیر کی حیثیت سے یہ کتاب اس قابل ہے کہ اس کا مطالعہ وسیع حلقوں میں کیا جائے۔"
(ڈاکٹر جولین ہکسلے)

"مغربی فلسفہ کا ایسا ... تسلسل قائم کر کے جائزہ اس باریک بینی اور وسعت نظر کے ساتھ کر کے ان کے

* زیر تصنیف کتاب کا مقدمہ ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

بھیک دارہ میں زندگی کا خون دوڑنے لگے عقلی
کمالات کا ایک شاہکار ہے — اس کا مصنف
ہمارے عصر کا سقراط ہے۔ (اے۔ ایل۔ راؤز)
اس تاریخ کو پڑھنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اس نے
ایک نیا دروازہ کھول دیا ہے جس میں جھانک کر میں مغرب
کی پوری ماضی کی تاریخ کی ایک جھلک دیکھ سکتا ہوں۔ محض
اتنا ہی نہیں رسل کے ذہن رسا کی روشنی میں صاف نظر آجاتا
ہے کہ عظیم فلاسفر کا ذہن کن خطوط پر کام کرتا ہے اور ان کا
اپنے دور کے ذہنی احوال اور اپنے تاریخی عہد سے کیا ربط ہے۔
پُرجوش کیا ہے حق مفکرین قابل تعریف بھی ہیں اور لائق رحم
بھی — تعریف اس استقامت کے لئے جس کے بغیر فلسفہ
کے بلند اور دشوار گزار پہاڑ پر چڑھنا ممکن نہیں اور رحم
یہ دیکھ کر کہ کیسے کیسے عظیم فلسفی کس طرح جہل و گمراہی کے تاریک
غاروں میں گر گئے۔ اس کتاب نے ماضی کے دبیز پردوں کو
چیر کر گویا مجھے عالم رویا میں پہنچا دیا اور میں نے دیکھا کہ سقراط
ایتھنز (Athens) کے نوجوانوں سے ہمکلام ہے اور انہیں
اخلاق کا درس دے رہا ہے۔ افلاطون عینیت (Idealism)
فضا میں ایک فرشتہ کی طرح اپنے چمکدار پروں کو جنبش
دے کر اڑنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے، ارسطو عالم حقیقی
(Real World) سے افلاطون کے تصورات (Ideas)
اس مادی دنیا میں واپس لا کر ان کو مادیت کا جامہ
پہنا رہا ہے۔ ڈیکارٹ (Descartes) خود اپنے وجود
کا ثبوت فراہم کرنے کے لئے بآواز بلند سوچ رہا ہے "میں
سوچتا ہوں اس لئے میں ہوں"۔ برکلے (Berkley)
اپنے ذہن میں اپنے آپ کو مقید کئے ہوئے اپنے ذہن کے
علاوہ کسی شے کے متعلق کچھ بھی جاننے سے انکار کر رہا ہے
ہیوم (Hume) ایک پہاڑ کی چوٹی پر شکست بیٹھا
رہا ہے اور چاروں طرف سے خود اس کے ذہن کی پیدا کردہ
گرد آلود فضا اسے گھیرے ہوئے ہے اور وہ شکایت کر رہا ہے
کہ اسے کوئی شے نظر نہیں آتی۔ پروفیسر کانٹ
(Professor Kant) اخلاقیات پر
لیکچر دے رہا ہے اور اپنے طلبا کو حکم دے رہا ہے کہ وہ اخلاق
کے ان مطلق اصول (Categorical Imperative)
کی پیروی کریں جن کا یہ قطعی طور پر علم حاصل ہونے کا
دعویدار تھا۔ ہیگل (Hegel) عمل (Thesis)
اور رد عمل (Antithesis) کے متضاد اور منفی
اصول کے تانے بانے کو ترکیب (Synthesis)
دے کر خوابوں کی ایک حسین دنیا بُن رہا ہے۔ شوپن ہاور
(Schopenhauer) سرخ پوشاک میں
ملبوس نہایت خوش و خرم قنوطیت اور یاسیت کے اس
تاریک اور پرہول غار کے دہانے پر کھڑا رہا ہے جہاں اس
کا اندھا ارادہ (Blind Will) اسے لے گیا تھا
نیٹشے (Nietzsche) پاگل پن میں عالم جنون میں اپنے
مافوق البشر ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے، کارل مارکس
(Karl Marx) ہیگل کے خواب کے اس مادی دنیا
میں شرمندۂ تعبیر ہونے کا خواب دیکھ رہا ہے اس مفروضہ
کی بنیاد پر کہ ہیگل کے تصوراتی عالم کے متضاد عناصر کے
تصادم اور ترکیب پر مبنی اصول ارتقا (Dialectics)
اس مادی دنیا میں بھی کارفرما ہے۔ برگساں (Bergson)
قوت حیات (Life Force) کی تحریک پر ایک
مکڑی کی طرح غیر عقلیت (Irrationalism)
کا ایک خوبصورت جالا تان کر اس میں چھپا ہوا ہے تاکہ عقل
کے حملوں سے محفوظ رہ سکے، اور ولیم جیمس William
James خدا کو ایک حقیقت سمجھ کر ماننے کے بجائے
محض خدا کے عقیدہ کو مفید سمجھ کر اختیار کرنے کی تلقین
کر کے اس بات کا مدعی ہے کہ اس سے بھی بالکل یکساں
نتائج مرتب ہوں گے:
رسل کی تاریخ اسرار کائنات کی ظلمتوں میں ذہن انسانی

کے مختلف اور خود شناسی کی غیر شعوری جد و جہد کی مسلسل کاوش اور انسان کے ناقابلِ حصول مقاصد کے حصول کی اُن تھک کوششوں کا نقشہ کھینچتی ہے۔ تمام فلسفیوں میں جو بات لائقِ ستائش ہے وہ ہمارے مادی حقائق کے ساتھ اُن کی وابستگی اور جو امر افسوسناک ہے وہ ہے اُن کی ذہنی کاوشوں میں صحیح سمت کا فقدان جس کی وجہ سے پوری تاریخ فلسفہ مختلف نظام ہائے فکر کے جوڑ پیوند کا ایک مجموعہ بن گئی ہے جس میں ایک دوسرے سے بہت تھوڑا ربط پایا جاتا ہے

برٹرینڈ رسل کا نقطۂ نظر بالکل صحیح اور قابلِ قبول ہے لیکن اُس کی ناکامیاں ہی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر نظامِ فکر محض اُس دور کی پیداوار ہے جس میں اُس کی تخلیق ہوئی۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ سماجی اور معاشی حالات کے ماتحت ہونے کی بنا پر ہر نظامِ فلسفہ لازمی طور پر تنگ نظری اور محدودیت کا شکار ہو گیا۔ اس کے علاوہ خود فلاسفہ کے میلانِ طبع اور ذوق اور رجحان نے بھی اُن کے ذہنی اُفق کو محدود سا دیا اس کے نتیجہ میں اُن کا فلسفۂ حیات محدود ہو گیا

مختلف فلسفیوں کی ان کوتاہیوں کے علاوہ سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ہر فلسفی نے علم کے اُس شعبہ کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دے دی جس سے اُس کو دلچسپی تھی۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ایک ہمہ گیر فلسفۂ حیات سوئی کی نوک پر تعمیر نہیں کیا جا سکتا۔ منطق، حساب، جمالیات، نفسیات، کوئی بھی شعبۂ علم ہو اُس کی اس وسیع و بسیط کائنات کے مقابلہ میں ایک سوئی کی نوک سے زیادہ رسائی نہیں ہے اور پھر خالقِ کائنات کی اُس ناقابلِ تصور جلالت کے سامنے تمام موجودات کی کوئی حقیقت نہیں ہے جو اس پوری کائنات پہ محیط ہے اور اس کے حکیمانہ نظم و نسق کو برقرار رکھتی ہے

رسل (Russell) کا شکوہ بالکل بجا ہے کہ پارمینڈیز (Parmenides)، افلاطون (Plato)، اسپنوزا (Spinoza)، لیبنز (Leibnitz) سے ہیگل (Hegel) تک بعض بلند مرتبہ فلسفیوں نے مابعد الطبیعیات کی بنیاد منطق پر رکھی۔ اسی طرح کچھ فلسفیوں نے حساب اور اقلیدس کو فلسفہ اور الٰہیات کا سنگِ اساس بنایا ہے رسل کہتا ہے :-

"زمان اور ماورائیت کے متعلق تصوف کے بہت سے نظریات مجرد حساب پر مبنی ہیں اس لئے کہ ابدی وحدتوں مثلاً اعداد کی اگر کوئی حقیقت ہے تو وہ ابدی ہیں اور نہ زمان کے حدود میں نہیں ہیں ایسی ابدی اشیاء کا تصور خدا کے تصورات کی حیثیت سے کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے افلاطون کا عقیدہ تھا کہ خدا اقلیدس کا ماہر ہے اور سر جیمس جینس (Sir James Jeans) کا عقیدہ ہے کہ خدا ریاضی سے دلچسپی رکھتا ہے"

(ہسٹری آف ویسٹرن فلاسفی ص [illegible])

"شخصی مذہب جوش و از خود رفتگی (Ecstasy) اور الٰہیات علم حساب سے ماخوذ ہیں اور دونوں فیثاغورث (Pythagoras) کے یہاں پائے جاتے ہیں" (ہسٹری آف ویسٹرن فلاسفی ص [illegible])

جب ہم فکر کی بنیادوں پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فلسفہ کا بڑا حصہ الفاظ کی بازیگری اور منطقی تحفظ پر مبنی ہے اور اُس نے ہمارے علم میں کوئی اضافہ نہیں کیا ہے۔ استنباطی منطق (Deductive Logic) علم حساب کی طرح ایسے کلیات پر مبنی ہے جن کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی لیکن یہ بات بالکل واضح نہیں ہے کہ ان کلیات کو بغیر کسی دلیل کے مسلمات میں داخل کیوں سمجھ لیا جائے۔ نیز منطق کی اس شاخ کو کلیات سے نتائج اخذ کرنے کے لئے تو استعمال کیا جاتا ہے لیکن اس کی مدد سے نئے حقائق کا انکشاف

استقرائی منطق (Inductive Logic) جو تجربیت (Empiricism) کی بنیاد ہے اُس کی اپنی خامیاں ہیں۔ اُس کی بنیاد ہے مشاہدات و تجربات کے ذریعہ اعداد و شمار کی بنیاد پر نتائج اخذ کرنا۔ کلیات کی تدوین کا یہ طریقہ بھی بہت اطمینان بخش نہیں ہے اس لئے کہ اس شبہ کا امکان ہمیشہ باقی رہتا ہے کہ اگر تجربات و مشاہدات کے دائرہ کو وسیع کیا جائے تو ممکن ہے کہ پہلے جو نتائج نکلے تھے اُن سے مختلف نتائج برآمد ہوں سب سے بڑی بات یہ کہ استقراء کا یہ اصول خود استقراء (Induction) پر مبنی نہیں ہے۔ عام طور پر اب یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ حساب اور منطق اُن فطری قوانین پر مبنی ہیں جن کے مطابق ذہن انسانی کام کرتا ہے لیکن اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ کائنات کے قوانین اور ذہن انسانی کے قوانین میں ہم آہنگی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ منطق پر مبنی کوئی مابعد الطبیعاتی نظام قابل وثوق نہیں ہو سکتا۔ تمام فلسفیوں میں ہیگل کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اُس نے ایک ایسا فلسفہ پیش کیا جو منطقی تناقص سے بہت حد تک بری ہے لیکن چونکہ خود منطق کی بنیاد ہی مشتبہ ہے اس لئے منطقی ہم آہنگی کسی نظام کی صداقت کا ثبوت نہیں بن سکتی۔ فلسفہ سے مایوس ہو کر جب ہم سائنس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انسانی دماغ کی کسی کاوش سے بھی سائنس سے اقدار نہیں اخذ کئے جا سکتے جہاں تک اقدار اور انسانی ذوق سے متعلق مسائل کا تعلق ہے سائنس کوئی فیصلہ صادر کرنے سے قاصر ہے۔ برٹرینڈ رسل کے الفاظ میں "غیر متغیر قوانین کی تلاش انسانی فکر و تجسس کے بہت گہرے محرکات میں سے ہے" اور مجھے کہنے دیجئے کہ ہم غیر متغیر حقائق کی جستجو میں جب فلسفہ کی طرف مڑتے ہیں تو ہمیں مایوس ہو کر واپس لوٹنا پڑتا ہے اس لئے کہ اس میں ہمیں ذہنی بھول بھلیوں کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔

رسل اپنی تاریخ کے مقدمہ میں لکھتا ہے:۔

"میرے نزدیک فلسفہ کا میدان الٰہیات (Theology) اور سائنس کے درمیان میں ہے۔ الٰہیات کی طرح اس میں بھی اُن اُمور پر بحث کی جاتی ہے جو علم کی باوثوق اور مصدقہ شاخوں کی دسترس سے باہر ہیں لیکن سائنس ہی کی طرح اس کی بنیاد بھی سند (Authority) پر نہیں ہے بلکہ اس کا خطاب انسان کی قوت ناطقہ سے ہے۔ میرے خیال میں سارا قابل وثوق علم سائنس سے حاصل ہوتا ہے اور تمام عقائد و مسلمات (Dogma) ہمارے مصدقہ علوم کے دائرہ سے باہر ہیں اور الٰہیات سے تعلق رکھتے ہیں لیکن سائنس اور الٰہیات کے بیچ میں ایک درمیانی حصہ ایسا ہے جو دونوں میں مشترک ہے یہ مشترک میدان فلسفہ کا ہے جو کسی کی ملکیت نہیں ہے اور اس پر دونوں طرف سے حملہ ہوتا ہے۔ غور و فکر کرنے والے ذہنوں کی نظر میں جو زندگی کے اہم ترین سوالات ہیں اُن کا سائنس میں کوئی جواب نہیں ہے اور الٰہیات کے ماہرین کے جوابات جو پورے وثوق سے دئے جاتے ہیں اطمینان بخش نہیں سمجھے جاتے جیسے کہ پچھلی صدیوں میں سمجھے جاتے تھے۔ کیا دنیا ذہن اور مادہ میں بٹی ہوئی ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو ذہن کیا ہے اور مادہ کیا ہے؟ کیا ذہن مادہ کا پابند ہے یا وہ خود مختار طاقتوں کا مالک ہے؟ کیا کائنات میں کسی قسم کی وحدت یا مقصد کو تلاش کیا جا سکتا ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو یہ کیا ہے اور اس کا کیا مقصد ہے؟ کیا کائنات ارتقاء کی منزلیں طے کر کے کسی مقصد کی طرف گامزن ہے؟ کیا واقعی قوانین فطرت

کا وجود ہے، یا اُن کے وجود پر ہم اس لئے عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہم فطری طور پر نظم و ضبط کو پسند کرتے ہیں؟ کیا انسان ویسا ہے جیسا وہ ایک عالم نجوم کو نظر آتا ہے یعنی غیر خالص کاربن اور پانی کا مجموعہ جو ایک چھوٹے اور غیر اہم سیارہ پر رینگ رہا ہے؟ یا وہ ویسا ہے جیسا ہیملٹ (Hamlet) کو نظر آتا ہے؟ یا انسان کے بارے میں یہ دونوں تصورات صحیح ہیں اور وہ ان کا مجموعہ ہے؟ کیا دائمی کوئی نظام عمل ایسا ہے جسے عمدہ و رفیع کہا جا سکے اور دوسرا ایسا جسے پست سمجھا جائے یا تمام نظام ہائے زندگی کلی طور پر عبث اور بے مقصد ہیں؟ اگر کوئی طرز اصول زندگی ہے تو وہ کیا ہے اور اسے کیوں اختیار کیا جا سکتا ہے؟ کیا خیر کی قدر و قیمت اس کی ابدیت کی بنا پر ہے یا اُن کی ناپائیداری کی حقیقت کے باوجود ضروری ہے کہ کائنات کا رخ موت کی طرف بڑھ رہا ہے؟ کیا دانش نام کی کسی شے کا وجود ہے؟ یا وہ محض حماقت کی ایک تہذیب یافتہ شکل ہے؟ ان تمام سوالات کا جواب سائنس کی تجربہ گاہ میں نہیں مل سکتا۔ الٰہیات کے الگ الگ جو نظام ہیں اُنھوں نے ان سوالات کے جوابات دیئے ہیں اور وہ سب کے سب فیصلہ کن جوابات ہیں لیکن موجودہ ذہن ان جوابات کے محکم اور فیصلہ کن ہونے ہی کی بنا پر اُنھیں شک و شبہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔ فلسفہ کا مقصد ان تمام سوالات کا جواب دینا نہیں بلکہ ان سوالات کا مطالعہ کرنا ہے۔"
(صفحہ ۱۱)

"فلسفۂ اسلام" اس مطالعہ کا موضوع ہے۔ ہمارا فلسفہ کا تصور رسل کے تصور سے بالکل مختلف ہے اس لئے یہ لفظ بالکل دوسرے مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے۔ فلسفۂ اسلام زندگی کا علم ہے اور یہ نہ صرف علم ہے بلکہ ایک بامعنی اور باشعور زندگی بسر کرنے کے فن کی تعلیم بھی ہے۔ یہ علم برائے علم کے بجائے علم برائے زندگی کا حامی ہے۔ فلسفۂ اسلام کی ابتدا بھی معرفت ہے اور انتہا بھی معرفت۔ اس لئے اس فلسفہ کی مابعد الطبیعیات بھی الٰہیات ہے اس کا سماجی فلسفہ بھی الٰہیات ہے اور اس کا فلسفۂ اخلاق بھی الٰہیات ہے۔ اس کی ابتدا خودشناسی سے ہوتی ہے اور انتہا خدا پرستی پر (نقد عرف نفسہ عرف ربہ) اور ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ دین (فلسفۂ اسلام) کی ابتدا معرفت الٰہی ہے اور وہ ہمیں خودشناسی و خود آگاہی کی منزل تک پہنچاتا ہے (اول الدین معرفۃ) اسلامی نقطۂ نظر سے علم برائے علم، خیر برائے خیر کے نظریات صحیح نہیں ہیں اس لئے کہ علم اور خیر سے محبت کا مقصد محض بامعنی زندگی بسر کرنا ہے۔ اسلامی فلسفہ کی رو سے علم کی تمام شاخیں زندگی کے محور کے گرد گھومتی ہیں تاکہ وہ ہمارے تمام روحانی، ذہنی اور جسمانی اعمال میں مقصدیت پیدا کر کے اُن کو تعمیر کے رخ پر موڑ سکیں۔ تاریخ فلسفہ گواہ ہے کہ جب انسان کے تجربی رجحانات حدود و قیود سے آزاد ہو جاتے ہیں تو علم کا ہر شعبہ یہاں تک کہ علم الاخلاق بھی انسان کے لئے گمراہ کن بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کسب علم کو منع نہیں کرتا لیکن انسان کے تجربی رجحانات کی ناکہ بندی کر کے تعمیر کے حدود میں علم سے دلچسپی لینے کی تعلیم دیتا ہے۔

رسل نے کہا ہے کہ الٰہیات (Theology) نے زندگی کے بنیادی مسائل کے جو فیصلہ کن جوابات دیئے ہیں اُن کے محکم اور فیصلہ کن ہونے ہی کی بنا پر موجودہ دور کا انسان اُنھیں شک و شبہ سے دیکھتا ہے۔ یہ تبصرہ باطل مذاہب پر صادق آتا ہے لیکن حق مذہب پر اس

کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اپنے مقدمہ میں رسل نے لکھا ہے کہ فلسفہ کا کام بنیادی مسائل کا جواب دینا نہیں بلکہ محض اُن پر غور کرنا ہے۔ لیکن اس مطالعہ کا مقصد محض اُن پر غور کرنا ہی نہیں ہے بلکہ اُن کا اُس حد تک جواب دینا بھی ہے جہاں تک نہج البلاغہ کی روشنی میں میں فلسفۂ اسلام کو سمجھ سکا ہوں۔

اس موقع پر ضروری ہے کہ لفظ مذہب کی وضاحت کر دی جائے۔ ہمیں مذہب کے اُس وسیع مفہوم سے کوئی دلچسپی نہیں جس کے تحت [illegible] سے لے کر اب تک عالم کے تمام مذاہب آتے ہیں۔ مذہب سے ہماری مراد محض وہ فلسفۂ حیات ہے جو اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس لئے ہمارے موضوع کے حدود میں مذاہب عالم کے انسانی، سماجی مطالعہ، اُن کے باہمی تقابل اور اُن کی ابتدا اور ارتقاء کے مسائل نہیں آتے۔

یہ موضوع میرے ذہن میں اُس وقت آیا جب میں نے رسل کی تاریخ فلسفہ پڑھنے کے بعد نہج البلاغہ کا مطالعہ کیا۔ پہلی کتاب کے بعد دوسری کتاب کے مطالعہ سے ایک نہایت خوشگوار تبدیلی کا احساس ہوا۔ یہ تبدیلی قنوطیت سے رجائیت کی، تشکیک و لاادریت سے ایقان و یقین کی، ذہانت و حدت طبع سے علم و عرفان کی اور شادمانی و مسرت سے روحانی سکون اور اطمینان نفس کی تبدیلی تھی۔

میں نے نہج البلاغہ پڑھنا شروع کی اور تھوڑی ہی دیر میں کتاب کو بھول گیا ـــ میرے کانوں میں صاف علیؑ کی مستحکم اور حق آشنا آواز آنے لگی ـــ مجھے اعتراف کرنا پڑے گا کہ میں نے علیؑ کی آواز اور اُن کے لب و لہجہ میں کسی کو خطاب کرتے ہوئے نہیں سنا۔ وہ شے جسے امامت کا اعجاز کہنا چاہیئے اُن کے اسلوب بیان کی یکسانیت ہے جس میں کسی عام انسانی لہجہ کا دھوکا نہیں ہو سکتا۔ میں ملٹن کے پیغمبرانہ لب و لہجہ سے بھی واقف ہوں۔ ملٹن کے پرشکوہ اور بلند (Sublime) اسلوب بیان سے بھی آشنا ہوں اور شیکسپیر کی طلاقت لسان سے بھی مانوس ہوں لیکن ان میں سے کوئی بھی اپنے کلام کے ہر حصہ میں اُس بلندی پر باقی نہیں رہتا جس کا تصور ہم نے اُس کی ذات کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے۔ میں نے کہیں بھی اسلوب کی جلالت و شکوہ کو آورد سے، عظمت کو اظہار برتری کی کاوش سے اور طلاقت لسانی کو جذباتیت سے مبرّا نہیں پایا سوائے علیؑ کے۔ علیؑ کے یہاں تحکم ہے لیکن خودنمائی نہیں، عظمت ہے لیکن تکبر نہیں، ہیبت و جلال ہے لیکن درشتی نہیں! ـــ کتنے عادل اور کتنے کریم النفس، کتنے پُرجاہ و جلال لیکن کتنے حلیم و منکسر المزاج، عام انسانی سطح سے کتنے بلند و ارفع لیکن کتنی بھرپور انسانیت کے حامل!

نہج البلاغہ حضرت علیؑ کے خطبات، اقوال اور خطوط کا مجموعہ ہے۔ اس کا موضوع فلسفہ نہیں ہے لیکن میں نے محسوس کیا کہ انھوں نے زندگی کے بنیادی مسائل پر جتنا کہا ہے وہ اُس سے کہیں زیادہ ہے جو پوری تاریخ انسانی میں تمام فلسفی اب تک کہہ سکے ہیں اس لئے علیؑ کے تعلیمات کو اگر الٰہیات، فلسفۂ تمدن اور علم الاخلاق کے عنوانات کے تحت مدوّن و مرتب کر کے ایک مکمل نظام حیات کی شکل میں پیش کیا جائے تو یہ اسلام اور عالم انسانیت کی ایک عظیم خدمت ہوگی۔ اگر میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا تو فلسفۂ اسلام کے صحیح خط و خال سامنے آجائیں گے جس کی روشنی میں نوع انسانی پُرامن اور بامقصد زندگی بسر کر سکتی ہے۔

قضیۂ خلافت

"الائمۃ من قریش"

کی روشنی میں

—— از جناب [illegible] محمود [illegible] پوری بی اے

تاریخ اسلام کی [illegible] کا [illegible]
سقیفہ بنی ساعدہ میں اتحاد [illegible]
[illegible] انصار [illegible]
کا نام بھی [illegible] گیا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] انصار [illegible]
[illegible]
ہو گیا [illegible]

[illegible] جلد ۲ ص ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷ [illegible]
موید میں [illegible] مورخ لکھتے ہیں [illegible]
انصار کے مقابلہ میں پیش کرنے کے لئے اپنے ذہن میں ایک
تقریر [illegible] جب مجمع میں پہنچ کر [illegible]
کرنے کو تھا تو [illegible] نے مجھے روک دیا اور خود تقریر
کرنا شروع کی اور جو میں نے سوچا تھا وہ سب بیان کیا [illegible]
ابوبکر نے اس موقع پر جو تقریر کی [illegible] اس میں کچھ حمد و نعت ہے
اور کچھ مہاجرین اور انصار کی تعریف ہے اس کا ذکر ہے خلافت
خاص قریش کا حق ہے [illegible] عرب [illegible] قریش [illegible] کے خلاف

مطیع نہیں کریں گے انصار میں وزارت اور قریش میں امارت
رہنا چاہئے حضرت ابوبکر کی تقریر ختم ہونے پر حضرت عمر نے حضرت
ابوبکر کے تمام ارشاد کی تائید کی حضرت عمر کی تائید میں تقریر
ختم [illegible] منذر انصاری نے ایک پرجوش لہجے میں
انصار سے مخاطب ہو کر کہا دیکھو سنبھلے رہو ابوبکر اور ان کے
ساتھی کی باتوں میں نہ آنا تم ان سے زیادہ سزاوار خلافت
ہو [illegible] خدا کی نصرت میں تمہاری ہی تلواروں نے کام دیا
[illegible] تم زیادہ [illegible] کس کی باتیں کرتا ہے خدا تجھے
[illegible] کرے [illegible] نے بھی پلٹ کر انہیں جواب دیا مگر
فوراً ابو عبیدہ نے دونوں کو نرم کر کے معاملہ کو سنبھالا اور
کہا کہ اے انصار رسول دیکھو تم نے جس طرح سب سے
پہلے دین خدا کی نصرت کی اس کے خلاف اب سب سے
پہلے دل نہ کھٹے ہو اب بشیر ابن سعد انصاری چونکہ
[illegible] ہو کر انصار پر افسوس [illegible] کرنا شروع کیا اور فرمایا
اے گروہ انصار خدا کی قسم اگرچہ ہم باعتبار فضیلت جہاد و
دین ان سے اول ہیں لیکن خوب سمجھ لو کہ اس سے ہمارا مقصود
رضا [illegible] اطاعت نبی اور راہ خدا میں محنت اٹھانا تھا ہم
اس میں حکومت [illegible] دنیا نہیں چاہتے۔ محمد علی [illegible]

وآلہ وسلم قریش میں سے ہیں۔ اور آنحضرتؐ کی قوم ان کی خلافت کی زیادہ مستحق ہے۔ واللہ میں تو قریش سے خلافت کے بارے میں تنازعہ نہ کروں گا غرضکہ گروہ انصار اور حضرات شیخین میں لاد نعم کا سلسلہ قائم تھا اور بڑے زور شور سے بحث ہو رہی تھی۔ حضرت عمر نے یہ رنگ دیکھ کر دفعتہً حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیا کہ سب سے پہلے میں بیعت کرتا ہوں ساتھ ہی حضرت ابو عبیدہ جراح عبدالرحمن ابن عوف نے بھی ہاتھ بڑھا دیے۔ گروہ انصار میں سب سے پہلے لپک کر بشیر ابن سعد نے بیعت کی حباب ابن منذر نے یہ دیکھ کر کہا۔ بشیر برا کیا۔ تو نے از روئے حسد سعد ابن عبادہ کے خلاف یہ کارروائی کی بشیر نے کہا یہ بات نہیں بلکہ میں خاندان رسولؐ کے ساتھ اس بارے میں منازعت کو پسند نہ کیا۔ اس کے بعد اسید بن حضیر نقیب قبیلہ اوس نے اپنے قبیلے والوں کو ادھار کر بڑھ کر بیعت کرو اگر قبیلہ خزرج میں سے کوئی خلیفہ ہو جائے گا تو تم کو کچھ بھی اس میں حصہ نہ ملے گا۔ اور وہ اپنے ہمیشہ کہ یہ متحد فضیلت ثابت کیا کریں گے۔ چنانچہ یہ سکر عوام نے بلا تامل بیعت کرنا شروع کر دی۔ سعد ابن عبادہ اٹھ کر اپنے گھر چلے گئے بعد ازاں ان سے جب بیعت کے واسطے کہا گیا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

یہ بات عقلاً سوچنے کی ہے کہ جب انصار کے مقابلہ میں یہ حجت پیش کی گئی کہ خلافت صوری رسولؐ اللہ کے خاندان والوں کا حق ہے تو چاہئیے تھا جو رسول کے قریب اقربا تھے انہیں منصب خلافت سونپا جاتا مگر اس سلسلہ میں کسی نے اس وقت سوچا بھی نہیں

تاریخ کبیر طبری، تاریخ ابن اثیر جزری اور تاریخ ابوالفدا میں اتنا ضرور لکھا ہوا ملتا ہے کہ انصار نے یہ بھی کہا تھا کہ (لا نبایع الا علیاً) ہم سوائے علیؑ کے کسی کی بیعت نہ کریں گے۔ اس کا جواب کسی نے کچھ نہ دیا۔ غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے "صدائے تھا ار نعقت الاصوات" یہی تھا جس کے خوف سے گھبرا کر جلدی سے دفعتہً حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیا۔

حضرت ابوبکر اور ان کے طرفداروں نے انصار اور دیگر قبائل عرب کے مقابلے میں اس خصوصیت کے اعتبار سے کہ ہم قریش میں سے ہیں اور رسول اللہ بھی قریش میں سے تھے خلافت صوری کے لئے اپنا استحقاق ظاہر کیا تھا لیکن درحقیقت یہ بات خود اس امر کی قوی دلیل تھی کہ اس اعتبار سے بھی رسول خدا کے جانشین علی ابن ابی طالبؑ کے سوا دوسرا نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ اور تمام بنی ہاشم نے۔ برابر قریش کے سامنے ان کی اسی مسلمہ دلیل کو پیش کیا اور قریش کچھ جواب نہ دے سکے۔

علامہ جمال الدین محدث شامی روضۃ الاحباب میں ایک جماعت مورخین سے نقل کرتے ہیں کہ جب عام طور پر مہاجرین و انصار حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تو بعد اسکے حضرت علیؑ کو بھی حضرت ابوبکر نے ایک جلسہ خاص میں طلب کیا۔ اور جب وہ تشریف لائے تو ان سے یہ گفتگو ہوئی۔ حضرت علیؑ نے پوچھا مجھے کیوں بلایا گیا ہے؟ حضرت عمر نے کہا اس لئے کہ جس طرح اور سب نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی آپ بھی کیجئے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا جس دلیل سے تم نے بمقابلہ انصار خلافت حاصل کی اسی حجت کو میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں انصاف کرو کہ آنحضرتؐ سے میں قریب تر ہوں یا تم حضرت عمر نے کہا ہم آپ کو بیعت کے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا پہلے میرے سوال کا جواب دو ۔ ۔ ۔ ۔ پھر مجھ سے بیعت طلب کرو۔ حضرت عمر ساکت ہوئے اور ابوعبیدہ نے کہا بیشک اے علیؑ تم کو یہ شرف حاصل ہے کہ سب سے پہلے تم نے اسلام قبول کیا رسول اللہ کے عزیز قریب ہو۔ اور لائق حکومت و خلافت بھی ہو لیکن اب صحابہ ابوبکر پر اتفاق کر چکے ہیں۔ یہی مناسب ہے کہ تم بھی بیعت کر لو۔

حضرت علیؑ نے کہا "ابو عبیدہ تم امین امت ہو اور
مقتضائے امانت یہ ہے کہ گفتار، کردار دونوں راستی پر
مبنی ہوں۔ دیکھو! خاندان رسالت سے اس نعمت کے چھین
لینے کی فکر نہ کرو جو خدا نے اس خاندان کو عطا کی ہے۔
ہمارا ہی گھر مہبط وحی، مورد امر و نہی، منبع فضل و علم اور
معدن عقل و حلم ہے اور اس لئے ہم ہی شایان خلافت و
امارت ہیں۔ ابو عبیدہ بھی خاموش ہو گئے اور بشیر ابن سعد
انصاری کہنے لگے [illegible] ابوالحسن یہ قصد جو آج تم ظاہر کرتے
ہو اگر اس سے پہلے لوگوں کو تمہارا یہ قصد معلوم ہو جاتا تو سب تمہارے
ہاتھ پر بیعت کرتے اور کوئی [illegible] کرتا لیکن
تم تو گھر میں بیٹھ رہے اور لوگوں نے [illegible] نہیں [illegible] کو
یہ گمان ہوا کہ تم خلافت سے کنارہ کش ہو گئے ہو اور اس
بارے میں [illegible] مسلمانوں
نے دوسرے کو خلیفہ بنا لیا اب [illegible] تم اس کی
خواہش ظاہر کرتے ہو۔
حضرت علیؑ نے جواب دیا بشیر! تم اس کو روا
رکھتے ہو کہ میں رسول اللہ کے جسد اطہر کو [illegible]
کو بے غسل و کفن چھوڑ کر [illegible] حاصل کے لئے
حکومت و خلافت کی طلب میں لوگوں سے جھگڑا کرتا پھرتا
[illegible] ابوبکر نے کہا "ابوالحسن!
میرا تو یہ گمان تھا کہ تمہیں میرے ساتھ [illegible] اتفاق
میں معاملہ [illegible] ہوگا۔ اگر میں جانتا کہ میری بیعت نہ کرو گے تو ہرگز
خلافت اختیار نہ کرتا۔ اب لوگوں نے میری خلافت پر اتفاق کر لیا
ہے اگر تم نے بیعت کر لی تو گویا تمہاری جانب سے جو میرا گمان تھا
لائق واقع ہوگا اور اگر چاہو تو بہتر ہے توقف کرو اور سوچ
سمجھ کر کوئی حرج نہیں ہے۔ اس بات کا حضرت علیؑ نے کچھ جواب
نہ دیا اور وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر چلے آئے۔ روضۃ الاحباب
مقصد دوم صفحہ ۲۴-۲۵ مطبوعہ لکھنؤ۔
اقتباس بالا کی روشنی میں یہ امر واضح ہو جاتا
ہے کہ جس معیار پر خلافت کا منصب حاصل کیا گیا تھا۔
جب وہی استدلال علیؑ نے پیش کیا تو کسی سے کوئی
جواب بن نہ پڑا۔ بات واقعی لاجواب تھی۔ اگر جواب
دیا جا سکتا تو موقع اس کا متقاضی تھا کہ لوگ جواب
دے کر قائل کرتے مگر سکوت خود کھلی ہوئی غمازی کر رہا
ہے کہ حق خلافت علیؑ ہی کا تھا جواب با جواب دینے
کے بجائے یہ کہا گیا کہ بغیر بیعت لئے ہم نہ چھوڑیں گے۔ جو
اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے جواب نہیں تھا۔ بلکہ
محض زبردستی تھی۔
ابو عبیدہ بھی جواب دینے سے قاصر رہے بلکہ یہ کہہ
کر سپر انداختہ ہو کر بعض اعتراف کرنا پڑا کہ لائق خلافت و امارت
علیؑ تھے [illegible] ان کے بیان سے یہ بھی مصدق ہو گیا کہ علیؑ اول
المسلمین تھے
حاضرین کی خاموشی نے مہر صداقت ثبت کر دی۔ علیؑ ابن
ابی طالب علیہ السلام کے جواب سے معلوم ہوا کہ بیعت کرنے کا
مشورہ جو ابو عبیدہ دے رہے تھے وہ راستی پر مبنی نہ تھا بلکہ
خلاف دیانت تھا۔ بشیر ابن سعد کی گفتگو سے یہ پتہ چلا کہ بزم سقیفہ
میں علی کی عدم موجودگی سے ناجائز فائدہ اٹھایا گیا۔ اور یہ باور
کرایا گیا کہ علی خلافت کے خواہاں نہیں ہیں۔ علیؑ نے جو جواب دیا
سچی [illegible] ہے اور اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ رسولؐ کو بے غسل و
کفن چھوڑ کر تصفیہ خلافت کا طے کرنا امر غیر مناسب تھا نیز علیؑ
نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ خلافت "من جانب اللہ" انہیں تفویض کی
گئی تھی۔ علامہ ابن خلدون مغربی بھی اپنی تاریخ [illegible] العبر
جلد سوم میں رقمطراز ہیں کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم اہل بیت کا اعتقاد تھا کہ بمقابلہ قریش ہم خلافت کے
لئے مستحق ہیں۔
تاریخ طبری مطبوعہ لیڈن صفحہ ۹۶۷ تا ۱۸۲۷۔
اور تاریخ ابن اثیر جزری جلد ۳ صفحہ ۲۲۴، ۲۲۵۔
حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر

مجلس میں شعر و شاعری کا ذکر چھڑا اور بات یہاں تک پہنچی کہ کس شاعر کو تمام شعراء پر ترجیح دی جاتی تھی کوئی کسی کو پیش کرتا۔ حضرت عمر نے میری طرف اشارہ کر کے حاضرین جلسہ سے کہا یہ اس معاملہ میں تم سب سے زیادہ واقف ہیں پھر مجھ سے فرمایا ہاں تمہارے نزدیک گروہ عرب میں کون اشعر الشعراء ہے میں نے کہا زہیر ابن ابی سلمیٰ حضرت عمر نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں زہیر کا کلام پیش کرو۔ میں نے اشعار پیش کئے حضرت عمر نے کہا در حقیقت بہت اچھا کہتا تھا لیکن میں جانتا ہوں کہ کوئی قوم بنی ہاشم خاندان رسولؐ کے سوا اس مدح کے سزاوار نہیں۔ عبداللہ نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں اور آپ ہمیشہ صدق مقال میں موفق رہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ رسولؐ اللہ کے بعد کس خیال نے قوم کو تمہاری خلافت تسلیم کرنے سے باز رکھا۔ عبداللہ نے یہ گفتگو پسند نہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر میں نہیں جانتا تو آپ ارشاد فرمائیں۔ حضرت عمر نے کہا۔ سنو قوم نے اسے پسند نہ کیا کہ خلافت اور نبوت دونوں تمہارے ہی خاندان میں رہیں چنانچہ تمہیں علیحدہ کر کے قریش نے خلافت کو اپنے اختیار میں لے لیا اور اس باب میں قریش کی رائے صائب بھی تھی۔ عبداللہ نے کہا اگر اجازت دیجئے اور خفا نہ ہوں تو کچھ عرض کروں۔ حضرت عمر نے کہا کہو حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ آپ کا یہ ارشاد کہ قریش اپنے لئے خلافت اختیار کرنے میں مصیب اور موفق ہے صحیح ہیں ہے بشرطیکہ اس وقت صحیح ہوتا کہ خدائے عزوجل بھی ان کو خلافت کے لئے اختیار کرتا اور اس کا مستحق قرار دیتا۔ اب رہا یہ کہ قریش نے ہم میں خلافت و نبوت کے جمع ہونے کو ناپسند کیا اس کے متعلق یہ عرض کروں گا کہ خداوند عالم ایک قوم کی کراہت ناپسند آنے کے بارے میں فرماتا ہے

ذالک بانھم کرھوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالھم۔ حضرت عمر نے یہ سن کر کہا ہیہات قسم ہے خدا کی اے ابن عباسؓ تمہاری بعض باتیں مجھے معلوم ہوا کرتی ہیں مگر میں ان سے تعرض نہیں کرتا کہ کہیں تمہاری وقعت میرے دل سے زائل نہ ہو جائے۔ حضرت عبداللہ نے کہا فرمائیے تو سہی وہ کون سی باتیں ہیں۔ اگر وہ باتیں درست اور بجا ہیں تو آپ کے دل سے میری منزلت زائل ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور اگر وہ اقوال باطل ہیں تو ان سے میں اجتناب کر دوں گا حضرت عمر نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کہتے ہو حسداً اور ظلماً ہم بنی ہاشم سے لوگوں نے خلافت چھین لی۔ حضرت عبداللہ نے کہا ظلماً یہ تو ہر جاہل و عالم پر روشن ہے اور حسد کو کہیے تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ابلیس نے آدم پر حسد کیا اور ہم آدم ہی کی اولاد ہیں ہم پر بھی حسد کیا گیا تو کون محل استعجاب ہے حضرت عمر نے کہا افسوس ہے کہ بنی ہاشم کے دلوں میں حسد و کدورت اور کینہ ہی بھرا رہا۔ حضرت عبداللہ نے کہا اس قوم کے دلوں کی مذمت نہ کیجئے جن سے خدا نے رجس کو دور کیا ہے اور جن کو کامل طور پر پاک کیا ہے اور یہ بھی سمجھئے کہ قلب رسولؐ بھی قلوب بنی ہاشم میں محدود ہے۔ حضرت عمر نے کہا جاؤ میرے پاس سے چلے جاؤ عبداللہ نے کہا ابھی جاتا ہوں یہ کہہ کر اٹھنے لگے۔ حضرت عمر کچھ نادم سے ہو کر فرمانے لگے نہیں نہیں بیٹھ جاؤ ابن عباس! واللہ میں تمہارے حق کی بہت رعایت کرتا ہوں اور تمہاری خوشی کو درست رکھتا ہوں۔ عبداللہ نے کہا آپ پر کیا موقوف ہے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے جس نے اس کی رعایت کی اپنے حق میں اچھا کیا اور جس نے رعایت نہ کی اپنے حق میں برا کیا یہ کہہ کر عبداللہ ابن عباس اٹھے اور چلے گئے۔

حضرت عمر اور حضرت عبداللہ ابن عباس کے اس مکالمہ سے بھی معلوم ہوا کہ ابن عباس بھی اس امر کے قائل تھے کہ قریش میں بنی ہاشم منصب خلافت کے حقدار تھے لوگوں نے حسداً اور ظلماً حق خلافت چھین لیا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قریش کا یہ عمل خلاف منشائے باری تھا۔ اور اللہ نے بنی ہاشم کو یہ منصب جلیلہ عطا فرمایا تھا ابن عباس کے قول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بنی ہاشم میں وہ

افراد تھے جو ہر طرح پاک و پاکیزہ تھے اور قلب محمدی دراصل انہیں کے سینوں میں تھا

ان تاریخی شواہد نے مدعی خلافت کے تعین کے لئے لازمی ہے کہ یہ تحقیق کی جائے کہ قریش سے مراد کون لوگ ہیں محققین علم انساب عرب میں اس امر میں شدید اختلاف ہے ایک جماعت کے خیال میں صرف جناب قصی کی نسل قریش ہے دوسرے مکتبہ فکر کے چند مورخین کے نقطہ نظر سے ان کے بزرگ فہر کی پوری نسل قریش ہے اس اختلاف کا اثر یہ ہوگا کہ اگر صرف قصی کی نسل قریش کہلائے گی تو ان کے اور بھائیوں یا بزرگوں کی اولاد قریش سے خارج سمجھی جائے گی اور اگر فہر کی کل نسل قریش کہی جائے گی تو ان کی نسل کے سب لوگ قریش تسلیم کئے جائیں گے اور حدیث الائمۃ من قریش کی رو سے مستحق خلافت بھی ہو جائیں گے۔

جو لوگ اس بات کے دعویدار ہیں کہ صرف قصی کی اولاد ہی قریش ہے ان میں سب سے بڑے مورخ ہیں، محققین علم انساب میں علامہ ابن عبد ربہ قدیم مصنف ادب اور مورخ ہیں وہ عقد فرید جلد ۲ صفحہ ۳ پر رقمطراز ہیں

"مورخوں کو قصی بن کلاب نے جمع کیا تھا وہ سب قریش کہلائے کیونکہ تقرش کے معنی اکٹھا جمع کرنے کے ہیں اور قصی کو لوگ مجمع کرنے والا کہتے تھے انہیں کے بارے میں شاعر نے کہا ہے تمہارا باپ قصی کو لوگ جمع کرنے والا کہتے تھے کیونکہ اسی نے فہر کے قبیلوں کو جمع کیا۔"

مولانا شبلی قدرے تفصیل سے تحریر فرماتے ہیں کہ قصی نے اس قدر شہرت اور اقتدار حاصل کیا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قریش کا لقب اوّل انہی کو ملا۔ چنانچہ علامہ ابن عبد ربہ نے عقد فرید میں بھی لکھا ہے کہ یہی تصریح کی ہے کہ قصی نے چونکہ خاندان کو جمع کرکے کعبے کے پاس آباد کیا اسی لئے انکو قریش کہنے لگے کیونکہ تقرش کے معنی جمع کرنے کے ہیں اسی بنا پر اس کو مجمع بھی کہتے ہیں

قصی بن کلاب کا مفصل تذکرہ طبقات ابن سعد جلد اول مطبوعہ لیڈن ۱۳۲۲ھ صفحہ ۳۶ تا ۴۲ پر ملتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں قریش کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ قریش کے معنی جمع کرنے کے ہیں قصی نے لوگوں کو ایک رشتہ میں منسلک کیا اسی لئے قریش کہلائے۔ بعض کہتے ہیں ایک مچھلی کا نام ہے جو تمام مچھلیوں کو کھا جاتی ہے چونکہ قصی بہت بڑے سردار تھے اس لئے ان کو مچھلی سے تشبیہ دی۔ عام خیال یہ ہے کہ قریش قصی یا کسی خاص شخص کا نام ہے لیکن امام سہیلی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ قبیلہ کا نام ہے جس طرح قبائل عرب جانوروں کے نام پر نام رکھتے تھے (ملاحظہ ہو سیرۃ النبی مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ جلد ا صفحہ ۱۱۹)

تحقیق قریش کے سلسلے میں اگر جملہ مورخین و محققین کا تذکرہ کیا جائے تو ناخوشگوار طول ہوگا لہذا صرف دو مورخین علامہ ابن اثیر جزری اور علامہ طبری کے اقوال پیش کرتا ہوں کیونکہ یہ ہر دو مورخین اسلامی مورخوں میں سب سے معتبر مانے جاتے ہیں

علامہ ابن اثیر تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۰ پر رقمطراز ہیں

"لوگوں کا بیان ہے کہ عرب کو قصی نے جمع کیا۔ تب ان لوگوں کو قریش کہنے لگے۔ تقرش کے معنی جمع ہونا ہے اور دوسرے لوگوں کا قول ہے کہ قصی جب حرم کے سردار ہوئے اور جب اچھے کام کئے تو لوگ ان کو قرشی کہنے لگے اور پہلی مرتبہ یہ نام اسی معنی کا رکھا گیا اور یہ لفظ اجتماع سے نکلا ہے۔ یعنی قصی میں بھی صفتیں جمع تھیں اس لئے قریش کہے گئے۔"

علامہ ابن جریر طبری تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ پر لکھتے ہیں

"خاندان بنی امیہ کے مشہور خلیفہ عبدالملک بن مروان نے محمد ابن بشیر سے پوچھا قریش کا یہ نام کب سے چلا۔ انہوں نے کہا جب یہ لوگ الگ الگ رہنے کے بعد حرم میں اکٹھے ہوئے

کیوں کہ قریش کے معنی جمع کے ہیں۔ اس جواب پر عبدالملک نے کہا میں نے آج تک یہ نہیں سنا بلکہ یہ سنتا آیا ہوں کہ قصیٰ کو قریش کہتے تھے اور ان کے پہلے کسی کا نام قریش نہیں تھا" اس کے بعد یہ لکھتے ہیں۔ جب قصیٰ حرم (مکہ معظمہ) میں آکر مقیم ہوئے اور وہاں بڑے اچھے اچھے کام کئے تو سب لوگ ان کو قریشی کہنے لگے لہٰذا وہی پہلے شخص ہیں جو اس نام سے پکارے گئے

قرآن مجید کے مفسرین نے بھی عبدالملک کے انکار والی روایت نقل کی ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۹ فتح الباری شرح بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۰ مطبوعہ دہلی

معتبر مورخین کی تحریر اور واضح متن خود کتاب باری کی تصدیق کے بعد کون ہے جو عبدالملک والی روایت سے انکار کر سکتا ہے علاوہ اس کے اسلام علماء اسلام میں بہت بڑے محدث، علم حدیث کے بڑے امام، محقق اور مصنف جیسے مولانا شبلی نے سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۷۰ پر لکھا ہے، حافظ ابن حجر کے کمال فن حدیث پر زمانہ کا اتفاق ہے" لہٰذا ان کی تصدیق سونے پر سہاگہ ہے

درصورت بالا عبدالملک کا سوال، محمد ابن جبیر کا جواب اور پھر عبدالملک کا کہنا کہ قصیٰ سے پہلے کسی شخص کا نام قریش ہوا ہی نہیں بہت فیصلہ کن ہے۔ اس لئے کہ وہ خلیفہ بنی امیہ کا بہت معزز، زبردست اور حالات عرب سے پوری طرح پر واقف خلیفہ گزرا ہے اور خود قریش سے تعلق رکھتا ہے اس کی تصدیق کے بعد کسی مصنف یا مورخ کا جو زمانہ مابعد میں پیدا ہوا ہو۔ اس سلسلے میں نئی تحقیق کرنا کوئی وزن نہیں رکھتا۔

قریش کی خصوصیات و فضائل کے قائل تھے اس سلسلے میں کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۱۹ لغایۃ ۲۰۰ قابل ملاحظہ ہے۔

(۱) لوگوں کی خوبی اور بھلائی قریش میں ہے بغیر قریش لوگ درست نہیں رہ سکتے (۲) اچھائی اور برائی میں سب لوگ قریش کے پیرو ہیں (۳) قریش کو وہ فضیلتیں دی گئیں ہیں جو کسی اور کو نہیں ملیں (۴) خدا نے قریش کو سات باتوں کی وجہ سے فضیلت دی وہ باتیں ایسی ہیں جو کسی اور کو نہ اب تک ملی ہیں اور نہ آئندہ ملیں گی (۵) جو شخص قریش کی ذلت چاہے گا اس کو اللہ ذلیل کرے گا (۶) روز قیامت قریش سب لوگوں کے آگے ہوں گے (۷) قریش اللہ کے خاص اور چیدہ کئے ہوئے ہیں (۸) قریش اللہ کے اہل ہیں جب کوئی عرب کا قبیلہ ان کی مخالفت کرے گا تو شیطان کا گروہ ہو جائے گا

پیغمبر صلعم کی مذکورہ سات حدیثوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قریش لوگوں کی بھلائی کا ذریعہ ہیں اور ہر ایک کی بھلائی قریش سے وابستہ ہے وہ صاحب فضائل کثیرہ ہیں اور ہر ایک سے افضل ہیں ان کا ذلت خواہ ذلیل ہے اور مخالفت کرنے والا گروہ شیطانی ہے۔ وہ اللہ کے خاص بندے ہیں بروز حساب وہ سب سے آگے ہوں گے

لہٰذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کفار قریش بھی کیا ان صفات و خصوصیات کے مستحق ہیں ہرگز نہیں اس لئے پیغمبر نے بھی فرما دیا اچھائی برائی میں سب لوگ قریش کے پیرو ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ قریش میں مختلف مدد دلوں میں جو نیک ہوں گے انہیں کے صفات احادیث مذکورہ میں مخصوص ہیں

اہل اسلام کے نقطۂ نظر کے مطابق پیغمبر اسلام کی یہ مسلم الثبوت حدیث ہے کہ میرے بعد وہی خلیفہ ہوں گے جو قریش سے ہوں گے پس معلوم ہوا کہ قریش سے علاوہ کسی اور قبیلہ کا خلیفہ نہیں ہو سکتا اور اگر بالفرض محال کوئی دوسرا غیر قریشی بھی خلیفہ بن بیٹھے تو لوگوں کو اسے ہمارا خلیفہ نہ ماننا چاہئیے مگر یہ سوال البتہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا کل قریش مستحق خلافت ہیں یا بعض ان میں سے ظاہر ہے کہ کل قریش خلیفہ ہو نہیں سکتے ہیں۔ اس لئے کہ اکثر ان میں کفار بھی ہیں پس ماننا پڑے گا کہ بعض قریش خلیفہ ہوں گے۔

جب یہ طے ہو گیا کہ بعض قریش خلیفہ ہوں گے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کفار کے علاوہ سب اہل قریش خلیفہ ہوں گے یا بعض تو اس موقع پر یہ بھی معلوم ہو سکتی ہے کہ بعض خلیفہ ہوں اگر کل خلیفہ ہو جائیں گے تو خلافت کس کے اوپر کریں گے اس موقع پر یہ سوچنا لازم ہو جاتا ہے کہ پھر کن خصوصیات کی بنا پر انتخاب خلیفہ کا

کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۸ پر ارشاد پیغمبر ملتا ہے کہ

"میری خلافت یا حکومت کے اہل صرف قریش ہیں"

پس حدیث مذکورہ سے یہی معلوم ہوا کہ سوائے قریش کوئی خلیفہ ہونے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ صحو مذکورہ پر پھر دوسری حدیث اس دشواری کو حل کر دیتی ہے

ارشاد ہوتا ہے کہ اے اہل قریش والو! اس خلافت کے مستحق تم ہی لوگ ہو جب تک تم اللہ کی اطاعت کرو۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ خلافت کے لئے دو ضروری شرطیں ہیں قریشی ہونا اور عصیان سے بری ہونا یعنی معصوم ہونا۔ پس اس قول کی بنا پر قریشی بھی خلیفہ نہیں ہو سکتا ضروری ہے کہ وہ مسلم ہو صاحب عصمت ہو پس جو مسلم قریشی ہے اور معصوم نہیں وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا خلیفہ تو وہ ہو گا جو قریشی بھی ہو اور معصوم بھی ہو

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رسالہ مسائل صفحہ ۹۱ ۹۲ پر رقمطراز ہیں کہ امامت کے لئے چند شرطیں ہیں

(اول) اسلام (دوم) ذکورۃ (سوم) حریت (چہارم) عقل (پنجم) بلوغ (ششم) عدالت (ہفتم) قریشیت

قاضی صاحب کی آخری دو شرطیں اور شرط اول یہ لازمی شرائط ہیں قاضی صاحب نے لکھنے کو لکھ دیا مگر پھر تمام شرائط کو خارج کر کے صرف اسلام کو ضروری سمجھا ہے

چنانچہ تحریر فرماتے ہیں عدالت اور قریشیت شرط ہیں مگر حالت اختیار میں پس اگر دیدہ و دانستہ فاسق یا غیر قریشی کو امام بنائیں گے تو گناہ گار ہوں گے۔ مگر اس شخص کی امامت منعقد ہو جائے گی۔ اور اس کے خلاف خروج جائز نہ ہو گا۔ اور اگر مسلط ہونے والا فاسق یا غیر قریشی ہو گا تو خود عاصی ہو گا۔ مگر لوگوں پر اس کی اطاعت لازم ہو گی اور خروج حرام اور شرط اسلام ساقط نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اولی الامر منکم میں کافر شامل نہیں ہیں۔ پس اگر کافر مسلط ہو جائے مسلمانوں پر تو پھر اطاعت اس کی واجب نہیں ہے۔ اور اس پر خروج کرنا حلال ہے اور شرط ذکورۃ و حریت مثل عدالت و قریشیت ہے۔ پس اگر عورت یا غلام مسلط ہو جائے گا تو اطاعت اس کی واجب ہو جائے گی کیونکہ وہ اولی الامر منکم میں شامل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ سوائے اسلام کے کوئی اور شرط امامت میں نہیں ہے۔

مذکورہ احادیث کے علاوہ بہت سی حدیثیں تائید کرتی ہیں کہ ائمہ قریش سے ہوں گے مثلاً آنحضرتؐ نے قریش سے کہا کہ یہ امر خلافت ہمیشہ تم لوگوں ہی میں قائم رہے گا۔ تم ہی اس کے مستحق رہو گے جب تک تم اچھی باتیں کرو دنیا سے یہ شرف جاتا رہے۔ پس معلوم ہوا کہ خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گی۔ کوئی زمانہ قریش کی خلافت سے خالی نہ رہے گا۔ پھر یہ بھی پتہ چلا کہ کچھ امور ایسے بھی ہیں جن سے حق زائل ہو جائے گا۔ رہا یہ دعویٰ خاص و عوام فقرہ "الائمہ من قریش" خود دلیل واضح ہے امام کی جمع ائمہ ہے۔ اور اس پر الف لام استغراق کا داخل ہے جو یہ ظاہر کر رہا ہے کہ جتنے خلیفہ ہوں گے وہ سب قریش سے ہوں گے۔ نیز یہ بھی فرمان رسولؐ موجود ہے۔ مسلمانوں میں لوگ تمہارے دینی اور دنیاوی حاکم قریش ہی سے ہوں گے، تمہارے پیشوا قریش ہی سے ہوں گے۔

جب یہ مسلم ہے خلفاء سب قریش سے ہوں گے تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتنے خلیفہ ہوں گے احادیث پیغمبر نے وضاحت یہ بھی بتا دیا کہ خلفاء ۱۲ اور صرف ۱۲ ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ یکون من بعدی اثنا عشر کلهم من قریش۔ میرے بعد ۱۲ خلیفہ ہوں گے اور کل قریش سے ہوں گے پس معلوم ہوا کہ صرف بارہ خلیفہ ہوں گے وہ کل قریشی

۔۔۔ دین و دنیا دونوں کے حاکم ہوں گے۔

ارشاد ہوتا ہے اس امت اسلام کی حکومت والا امت قریش ہی میں رہے گی جو شخص ان کو دشمن رکھے گا اللہ اس کو منہ کے بل جہنم میں جھونکے گا۔ یہ صفت اس وقت تک رہے گی جب تک یہ دین کو قائم رکھیں۔

پیغمبرؐ کی یہ حدیث بھی موجود ہے۔ لا یزال علی الناس الامر فی قریش۔ لوگوں پر قریش سے کوئی نہ کوئی امام ہمیشہ موجود رہے گا۔ خلفاء کی تعداد کے تعین کے بعد بتر طوالامام بہت رہیں گے کبھی ہوئی عمارتی کا ربایہ کہ بارہ خلفاء میں سے کوئی قیامت تک موجود رہے گا ۔۔۔ یہ بھی فرمایا اس امت کا دین اس وقت تک درست رہے گا یہ اس وقت تک دشمنوں پر غالب رہیں گے جب تک اس میں بارہ خلیفہ ہوتے رہیں گے جو سب قریش سے ہوں گے اسکے بعد فتنہ و فساد پھیل جائے گا۔ یہ حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کا دین اس وقت درست رہے گا جب تک اس میں بارہ خلیفہ ہوتے رہیں گے۔ جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ نیز یہ بھی فرمان رسول ہے کہ یہ دین اس وقت تک غالب اور مستحکم رہے گا جب تک اس میں بارہ خلیفہ ہوتے رہیں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ حضرت کا یہ بھی قول ہے کہ اس امت کا دین اس وقت تک غالب رہے گا جب تک بارہ بزرگ قائم رہیں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے حضرت نے یہ بھی ارشاد فرمایا میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے جو قریش ہی سے ہوں گے، یہ خلافت و امارت قریش ہی میں رہے گی۔ حضرت نے یہ بھی کہا، میرے بعد اسلام کے بارہ سردار و حاکم ہوں گے اور سب قریش سے ہوں گے۔ ملاحظہ ہو بخاری کتاب الفتن پ ۲۹ صفحہ ۲۲۸، نیز صحیح مسلم مطبوعہ دہلی جلد ۲۔ صفحہ ۱۱۹ پر یہ حدیث نکلا ہے۔

دین اسلام میں جب تک بارہ خلیفہ ہوں گے یہ مٹ نہیں سکتا وہ سب قریش سے ہوں گے۔

یہ حدیث یوں بھی نقل ہے لا یزال الدین قائما حتی یقوم الساعۃ او یکون اثنا عشر خلیفۃ کلہم من قریش۔ (ہمیشہ یہ دین اسلام قائم رہے گا جب تک اس میں بارہ خلیفہ ہوتے رہیں گے جو سب قریش سے ہوں گے۔ یا قیامت آجائے یہ ہوا کہ دین اسلام قیامت آنے پر ختم ہوگا۔ قیامت تک اس بات کی دلیل ہے کہ دین اسلام باقی ہے ۔۔۔ اسلام اس امر کا ثبوت ہے کہ ائمہ میں سے کوئی امام موجود ہے۔ دوسری حدیث توضیح مزید کرتی ہے لن یزال ھذا الدین قائما الی اثنا عشر من قریش فاذا ھلکوا ماجت الارض باھلھا یہ دین اس وقت تک قائم رہے گا جب تک اس میں بارہ حضرات رہیں گے جو سب قریش سے ہوں گے جب وہ بارہ حضرات ختم ہو جائیں گے تو زمین اور اس کے سب باشندے تہ و بالا ہو جائیں گے

مذکورہ بالا احادیث کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۹۸ تا ۲۰۱ جلد ۶ صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۰ اور صحیح بخاری باب المناقب قریش پ ۱۴۔ ۔۔۔ پارہ ۲۹ صفحہ ۲۲۸، جامع ترمذی صفحہ ۳۶۹ سنن ابی داؤد صفحہ ۵۸۸ مشکوۃ جلد ۸ صفحہ ۹۳ تفسیر درمنثور، تفسیر معالم التنزیل اور جامع الاصول کے علاوہ دیگر کتب میں بھی مذکورہ احادیث مندرج ہیں

۔۔۔ بارہ کی ۔۔۔ میں حیدا نور معلوم ہوئے ۔۔۔ ۔۔۔ خلیفہ ہوں گے اس سے زائد نہ ہوں گے۔ دینی اور دنیوی حاکم ہوں گے دین حاکم الگ دنیوی حاکم الگ الگ نہ ہوں گے۔ ان میں سے کوئی نہ کوئی خلیفہ قیامت تک موجود رہے گا ۔۔۔ قیامت ۔۔۔ قیامت کا نہ آنا اور زمین اور اس کے باشندوں کا کلیۃً تہ و بالا نہ ہونا دلیل ہے کہ کوئی خلیفہ موجود ہے۔ خلیفہ ہونے کے لئے دو شرطیں لازمی ہیں۔ قریشی ہونا اور معصوم ہونا ۔۔۔ اور جو ختم ہو جاتی ہے کہ قریش فہر کی اولاد ہے یا قصی کی اولاد ہیں۔

یعنی ثقیفہ ساعدہ میں حدیث کی بنا پر خلافت چھپائی گئی اس لئے خود خلافت چھپائی گئی اس قول نے خود خلافت کی حقیقت واضح کر دی معتبر مورخین و محققین کے خیالات اور ثبوت اوائل بیان میں پیش کر چکا ہوں کہ صرف قصی کی اولاد قریش میں داخل ہے لہذا بنی تیم و بنی عدی قصی کی پشت میں آتے ہی نہیں کیونکہ تیم ایک پشت قبل اور عدی دو پشت قبل [illegible] چلے اور قریش پہلے پہل قصی کو کہا گیا۔ جس سبب وہ پیغمبرؐ [illegible] مستحق خلافت ہو ہی نہیں سکتے لہذا اصول کی بنا [illegible] خلافتوں کی بنیاد متزلزل ہو جاتی ہے اور ان کا باطل ہونا ثابت ہو جاتا ہے اور [illegible] غلط ہو گئی تو پوری [illegible] خلافت کا ہی اللہ حافظ ہے

ان مورخین کے قول کو اگر باطل بھی مان لیا جائے تو یہ کہتے ہیں کہ فہر کی پوری اولاد قریش ہے تو اگرچہ ان کا حرف غلط ہے [illegible] تعصب میں رکھا کر بھی مان لیں اگر ان کا دعویٰ تسلیم بھی کر لیا جائے تو عصمت [illegible] ضروری قرار دی جا چکی ہے۔ لہذا حسب [illegible] قول پیغمبر بنی تیم اور بنی عدی کی خلافت باطل ہو جاتی ہے

علی مرتضیٰ کے علاوہ ما بعد کی خلافتیں بھی عدم عصمت کی بنا پر قابل توجہ نہیں رہتیں عدم عصمت کی تصدیق کے لئے کنز العمال [illegible] دلیل واضح ہے ملاحظہ ہو۔

ترجمہ:۔ پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد اور اپنی انعقاد خلافت کے وقت پہلا خطبہ جو حضرت ابوبکر صدیق نے پڑھا وہ یہی تھا کہ اے یاران رسولؐ میں پیغمبر کا خلیفہ ہوں لیکن وہ چیز جو پیغمبر کی خصوصیت میں تھی وہ مجھ سے رہ جا چکی اول وحی دوسرے عصمت شیطان سے نیز اسی خطبہ میں حسب ذیل فقرہ توضیح مزید کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں معصوم نہیں ہوں اس لئے میری اطاعت اس امر میں فرض ہے جو موافق سنت پیغمبر و شریعت ہو۔

جب خود اقرار ہے کہ میں معصوم نہیں ہوں جس کے معنی یہ ہیں کہ احتمال بلکہ یقین عصیان موجود ہے۔ لہذا [illegible] کی روشنی میں استخلاف بے معنی ہو جاتا ہے۔ نیز کتاب مذکور کے اسی سلسلہ میں یہ بھی موجود ہے چونکہ لوگ پیغمبر کی اطاعت پر جاری تھے اور ہر مشکل میں وحی الہی کا سہارا ڈھونڈتے تھے اور پیغمبر کی عصمت کے سبب سے بلا تامل اطاعت کرتے تھے۔ [illegible] خلیفہ کو لازم تھا کہ انہیں آگاہ کر دیں کہ جو دو چیزیں خواص پیغمبر سے ہیں وہ انہیں میں پائی جاتی تھیں۔ غرض مجھ میں نہیں [illegible] اس قول کے مد جملہ خلفاء میں عدم عصمت کا ہونا بالکل واضح ہو جاتا ہے اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ جملہ خلفاء عصمت سے عاری تھے۔ لہذا اولاد قصی قریب ہوں یا بنی قصی میں ان میں خلافت کی صلاحیت نہ تھی۔

سواد اعظم کے نظریہ کے مطابق تعیین امامت اثنا عشری بھی مسئلہ دشوار ہے رسول نے ۱۲ کی تعداد معین فرما دی۔ اس سے زیادہ خلیفہ ہونا خلاف قول رسول اور تاریخ اسلام شاہد ہے کہ چار خلیفہ راشدین کے علاوہ ۱۴ بنی امیہ اور ۳۷ بنی عباس کل ۵۵ خلفاء [illegible] اول میں ملتے ہیں ایک [illegible] میں خلیفہ ہوئے پھر ٹرکی مرکز خلافت بنا اور اس کے بعد خلافت بالکل ختم ہو گئی ان خلفاء کی مجموعی تعداد [illegible] ہو جاتی ہے۔ جو منافی ارشاد رسول ہے۔ نیز ان میں اکثر قریشی نہ تھے۔ لہذا اس جہت سے بھی مفاد حدیث کے قائلین [illegible] دشواری کے پیش نظر بقول مولانا شبلی حدیث الائمہ من قریش کتابوں سے محو کی جا رہی ہے [illegible]

قسطنطنیہ میں کتابوں کے چھپنے سے پہلے یہاں کے جانچ کے محکمہ میں جس کا نام معارف ہے اصل کتاب پیش کی جاتی ہے۔ اور جو عبارت محکمہ کے نزدیک قابل حذف ہوتی ہے وہ نہیں چھاپی جاتی۔ میرے سامنے ایک مطبع میں [illegible] مقاصد نسفی چھپ رہی تھی۔ معارف نے اس کی تمام وہ عبارت قلم زد کر دی تھی جس میں خلافت کی بحث [illegible] قریش کی حدیث مذکور ہے [illegible]

معارضہ لے بہ نفرت کیا ستاد یکھا اور مجھے یاد ہے کہ میں حضرت کلاد ہے سے بے اختیار ہو گیا تھا۔

خلافت باطلہ کے گرتے ہوئے قصر کو گرنے سے بچانے کے لئے ترمذی مطبوعہ احمدی میرٹھ کی جلد ۲ صفحہ ۵۰ پر جو حدیث نکلی ہے وہ بھی اس کی ایک کڑی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ۔

۳۰ برس تک خلافت رہے گی اور پھر حکومت ہو جائے گی:

یہ گنجائش اس لئے پیدا کی گئی ہے تاکہ ۱۲ کی مقررہ تعداد سے جو زائد خلفاء ہیں وہ بادشاہت کے تحت باقی رہیں۔ مگر یہ تاویل بیجا ہی کہی جائے گی

مذکورہ متعدد احادیث رسول میں دینی اور دنیاوی دونوں حکومتیں ۱۲ میں حصر کی گئی ہیں۔ نیز ان کی مدت آغاز قیامت تک ہے۔ لہذا قول رسول کے مقابلہ میں کسی عالم کی رائے کوئی وزن نہیں رکھتی۔ تیس برس جو مقرر کئے گئے ہیں وہ حدیث ماثورہ کی روشنی میں غلط ہیں ہی۔ نیز پوری طرح عہد خلافت سے منضبط بھی نہیں ہوتے۔

مظاہر حق مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۲۳ میں جامع الاصول سے نقل کیا ہے کہ۔

حضرت ابوبکر کی خلافت دو برس چار مہینے، حضرت عمر کی خلافت دس برس چھ مہینے، حضرت عثمان کی خلافت بارہ برس چند روز کم اور خلافت مولا علیؑ ۴ برس ۹ مہینے۔ اس حساب سے کل ۲۹ برس، ۷ مہینے ہوتے ہیں ۵ مہینے کی کمی پڑتی ہے اس لئے بعضوں نے امام حسنؑ کے عہد کے مہینے اسی ۳۰ برس میں شامل کر لئے ہیں یہ امور اس کی صحت میں اشکال واقعی پیدا کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ احادیث پیغمبرؐ کی روشنی میں اسلامی خلفاء کی تعداد، میعاد خلافت صفات مقررہ کے معدودیں نیز قریشیہ کے معیار پر پوری نہیں اترتی۔ برخلاف اس کے پیغمبر کے بارہ نائب ہمارے عقیدے کے بموجب معصوم ہیں جیسا کہ نص قرآنی موجود اور ان کی بقا رہی تا قیامت ہے۔ اور قریش کی افضل ترین فرد ہیں۔

لہذا حدیث الائمۃ من قریش کی روشنی میں حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام تا قائم آل عبا ہمارے جملہ ائمہ اثنا عشر صفات مذکورہ کے حامل ہیں اور ان کی امامت تا بہ دور قیامت ہے جو معاد حدیث کے مطابق ہے لہذا حقیقی امامت الائمہ من قریش کی روشنی میں ہمارے ائمہ اثنا عشر ہیں۔

حضرت علیؑ کا خط
ایک عہدہ دار کے نام
(حساب پیش کرو)

مجھے ایک خبر ملی ہے، اگر سچی ہے تو تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کر لیا ہے۔ اپنے امام کی نافرمانی کی ہے، اپنی امانت گنوا دی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ملک اجاڑ دیا ہے جو کچھ تمہارے پاؤں کے نیچے تھا اسے ہتھیا لیا ہے اور جو کچھ تمہارے ہاتھ میں تھا اسے ہڑپ کر گئے ہو۔ لہذا اپنا حساب میرے پاس بھیجو اور یقین کرو خدا کا حساب آدمیوں کے حساب سے خوفناک ہے۔



کردارِ علیؑ کے آئینے میں
سیرتِ نبیؐ کا موقع

(سید غلام السیدین باقری، جوراسی)

تاریخِ وجود کی ورق گردانی اور کتابِ ہستی کے گہرے مطالعے کے بعد یہ شوس حقیقت پردے میں نہیں رہتی کہ سارے اجزائے عالم باہم لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں اور نظامِ کائنات کی تعمیل اس وقت تک ناکام ہے جب تک اس کا ایک پرزہ دوسرے کی اعانت و امداد کے لئے آمادہ نہ ہو۔ اور کلکِ مشیت اس کے لئے ایک دستور العمل مرتب نہ کر دے۔

کسی حسی مشاہدے کے لئے صرف انسان کا [illegible] نہیں ہے بلکہ دیکھنے کے لئے آنکھ کی [illegible] اس وقت تک ناکارہ ہے جب تک [illegible] بیکار ہے جب تک اس کے اندر تیلی نہ ہو اور تیلی بھی غیر مفید ہے جب تک اس میں جلا نہ ہو اور تیلی کی جلا بھی اپنا کام انجام دینے کے لئے قوت باصرہ کی محتاج ہے۔ ادھر قوتِ باصرہ بھی بغیر آنکھ کے کچھ نہیں کر سکتی۔ الغرض اسی طرح دنیا کی تمام مخلوقات کے اغراض و مقاصد ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ انسان اگر اپنے چہرہ کا عکس دیکھنا چاہے تو اس کے لئے کسی شفاف چیز کی حاجت ہوگی۔ اگر وہ کسی زنگ آلودہ لوہے میں عکس تلاش کرے تو مایوسی ہوگی لیکن اسی لوہے پر اگر جلا کر دی جائے تو ہلکا سا پرتو بھی ابھر آئے گا۔

آدمی گندے پانی میں اپنی تصویر ڈھونڈے تو کچھ بھی نظر نہیں آئے گا لیکن صاف و شفاف پانی میں سراپے کے خد و خال بخوبی دیکھ سکتا ہے پانی جس قدر شفاف ہوگا اسی قدر واضح نقشہ پیش کرے گا۔ لیکن پھر بھی وہ پانی اتنی صحیح عکاسی نہیں کر سکتا جتنی ایک آئینہ کر دکھائے گا۔ ہاں البتہ اس کے لئے بھی صفائی شرط ہے اگر آئینہ گندہ ہے تو اس سے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ جس قدر اس کی صفائی زیادہ ہوگی اسی قدر اس کی کارکردگی میں اضافہ ہوگا۔ اگر آئینے کی جلا مکمل ہے تو چہرے کے باریک سے باریک خطوط کا بہ آسانی مطالعہ ہو سکتا ہے لیکن یہ بھی بغیر روشنی کے بیکار ہے۔ کیونکہ تاریکی میں وہ اپنا کام چھوڑ دیتا ہے روشنی اور نور میں جتنی جتنی زیادتی ہوتی جائے گی آئینہ اسی قدر زیادہ کارآمد ہوتا جائے گا۔

اگر پردۂ ظلمت میں ہزاروں آئینے رکھ دیئے جائیں تب بھی ان سے کوئی مطلب حل نہیں ہوگا۔ لیکن مرئی پر کسی [illegible] کو الزام نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ دراصل خطا تاریکی [illegible] ہے۔ البتہ اگر آئینوں کے درمیان ایک شمع [illegible]

جائے کا سامنے آئینہ میں اس کا عکس اتر جائے گا۔ اگر کسی آئینے میں شمع کا بہت دھندلا نظر آئے تو سمجھ لینا چاہئے کہ بہت دھندلا نہیں بلکہ آئینہ گندہ ہے۔ کوئی آئینہ اگر زنگ آلود ہو تو اس میں شمع کا کیا قصور؟ یا اگر آئینے کی پشت شمع کی جانب کر دی جائے تو قیامت تک اس میں شمع کا پرتو نظر نہیں آ سکتا۔ اگر شمع کی لو آئینہ بھی دیکھنا ہے اور آئینے کو با مقصد بنانا ہے تو اس کا رخ شمع کی طرف کرنا پڑے گا۔

آئینے میں شمع کا عکس دیکھا تو مزدور جا سکتا ہے لیکن اسی وقت تک جب تک کہ وہ ضیا پاشی کرتی ہے۔ شاید یہی سبب تھا کہ بزم عالم سے شمع رسالتؐ کے اٹھتے ہی بغیر کسی فصل و توقف کے فوراً اس کی جگہ شمع امامت رکھدی گئی تاکہ ظلمت کا تسلط نہ ہونے پائے اور حدیث پیغمبرؐ نے بڑھ کے اعلان کر دیا۔ اولنا محمدٌ واوسطنا محمدٌ واخرنا محمدٌ وکلنا محمدٌ (ہمارا اول بھی محمدؐ ہے، درمیان میں بھی محمدؐ ہے آخری بھی محمدؐ ہے اور ہم سب کے کل محمدؐ ہیں) اس حدیث کی ترجمانی ایک شاعر نے کیا خوب کی ہے ؎

امام جتنے ہیں اک نور سے ہے سب کا خمیر
ہیں ان میں سارے محمدؐ صغیر ہوں کہ کبیر
خیال ہے کہ نظر بندی مصورؔ نے
پلٹ پلٹ کے دکھائی رہو وہی تصویر

پیغمبرؐ کے نور کو قرآن مجید میں سراج منیر یعنی روشن چراغ کہا گیا ہے۔ لہٰذا اب شمع رسالت کے پروانوں کو مثل آئینوں کے سمجھئے۔ جو آئینہ جس قدر شفاف تھا اس میں اتنا ہی واضح عکس اترا۔ جن لوگوں نے اپنے ظاہر کو تو بزم رسولؐ سے وابستہ رکھا لیکن باطن کے رخ کو دنیا کے عارضی جمال سے منحرف نہ کر سکے۔ ان کو اس شمع سے کوئی فیض حاصل نہ ہو سکا۔ دوسرے افراد امت تو اس بات کے محتاج تھے کہ ان کے سامنے ایک نہ ایک چراغ ہدایت روشن رہے۔

تاکہ شمع رسالتؐ کا نور ان کے فانوس دل سے محو نہ ہونے پائے۔ لیکن معصوم کی صلاحیت چونکہ ہم سے کہیں زیادہ بہتر و برتر ہوتی ہے لہٰذا علیؑ ابن ابی طالب کی ذات اقدس میں کردار پیغمبرؐ کا جو عکس اترا تھا وہ ایک لافانی نقش بن کر رہ گیا۔ اس موقع پر میں اپنے دعوے کی شہادت میں تاریخ اسلام کے چند اوراق پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول خداؐ اور حضرت امیرالمومنینؑ کی ابتدائے خلقت پر بھی ایک نظر ڈالی جائے۔ تاکہ ازل سے آخر تک جناب امیرؑ اور حضور سرور کائناتؐ میں مماثلت و مطابقت کا ثبوت مل سکے۔

ابوالحکام الحسن الدامغانی کی کتاب اربعین، مناقب خطیب خوارزم، کتاب تنزل السائرین مصنفہ شرف الدین ورزینی شافعی، مودات میر سید علی ہمدانی مسند امام احمد ابن حنبل اور بحرالانساب جعفر وغیرہ میں جناب سلمان فارسی سے مروی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا۔ "میں اور علیؑ ایک نور تھے اور وہ نور آدمؑ کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پیشتر خدائے عزّ وجل کی بارگاہ میں طاعت و تقدیس کرتا تھا جب قدرت نے آدمؑ کو پیدا کیا تو اس نور کو صلب آدمؑ میں رکھا اور برابر ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ اس کو صلب عبدالمطلب میں قرار دیا پھر اس نور کو دو حصوں میں منقسم کیا میرے حصے کو عبداللہ کی پشت میں قائم کیا اور علیؑ کے حصے کو ابوطالب کے صلب میں پس علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں"

اسی طرح کی ایک دوسری روایت دستورالحقائق اور ہدایت السعداء وغیرہ میں مرقوم ہے کہ پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ "تیرا خون میرا خون ہے۔ تیرا گوشت میرا گوشت ہے۔ تیرا دل میرا دل ہے، تیرا نفس میرا نفس ہے اور تیری روح میری روح ہے۔"

نیز صحیح بخاری اور ہدایت السعداء میں جابر ابن عبداللہ

ماری کے اور مسند ابو یعلیٰ، مسند بزار، صواعق محرقہ،
استیعاب میں سعد وقاص سے روایت ہے کہ پیغمبرؐ نے
فرمایا اور جو شخص علیؑ کو دوست رکھے وہ بیشک مجھ کو دوست
رکھتا ہے۔ اور جو شخص علیؑ کو دشمن رکھے وہ بیشک مجھ کو دشمن
رکھتا ہے۔ اور جو شخص علیؑ کو اذیت دے وہ بیشک مجھکو
اذیت دیتا ہے اور جو شخص مجھ کو ایذا پہنچاتا ہے وہ بیشک
خدائے عزوجل کو ایذا دیتا ہے۔"

ساتھ اشیرکی شان میں احادیث پیغمبرؐ کا ایک
... ہے جس کا احاطہ مشکل ہے ... حد سے بھی یہاں پیش کرنا
ممکن نہیں ہے اب مدکورہ بالا احادیث کے بعد امیرالمومنینؑ
کی عبادتی زندگی پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔ اسلام اور
حیات انسانی کا پہلا اور عظیم مقصد عبادت و اطاعت الٰہی
ہے ابتداءً پیغمبرؐ کی اور اس کے بعد جناب امیرؑ کی عبادت
کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے تو
کفار قریش آپ کو طرح طرح سے اذیتیں دیتے تھے لہٰذا
آپ نماز کے وقت پہاڑ کی گھاٹیوں اور دروں میں چلے جاتے
اور چھپ کر عبادت الٰہی بجالاتے تھے لیکن آپ کے ہمراہ
علی ابن ابی طالب بھی ضرور ہوتے تھے۔ چنانچہ کتاب صفوۃ
الزلال میں خود جناب امیرالمومنینؑ سے مروی ہے کہ
"میں نے رسولؐ خدا کے ہمراہ سات برس نماز پڑھی قبل اسکے
کہ کوئی دوسرا شخص ایمان لائے اور نماز پڑھے" اور
صحیح ترمذی میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ "سب سے
پہلے جس شخص نے پیغمبرؐ کے ہمراہ نماز پڑھی وہ علی ابن ابی طالب
ہیں" الغرض پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار سے پوشیدہ
عبادت الٰہی فرمایا کرتے تھے لیکن پھر بھی مشرکین مکہ اپنی
شقاوت دلی کی بنا پر آپ کی تلاش و جستجو میں رہتے تھے
ایک بار طاعت الٰہی میں مشغول پاکر گلوئے مبارک میں چادر
پیٹ کر اس پر بل دیتے گئے یہانتک کہ حضرت کا دم گھٹنے لگا۔

لیکن ذوق وجد و طاعت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے انہماک و
استغراق عبادت میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔

اب امیرالمومنین علیہ السلام کے استغراق عبادت کا
مشہور و معروف واقعہ ملاحظہ ہو۔

ملا عبدالرحمٰن جامی نے تحفۃ الاحرار میں بصورت نظم تحریر
فرمایا ہے نیز مناقب مرتضوی اور تفسیر حسینی میں منقول ہے کہ
حضرت علیؑ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ ہر رات آپ کے خلوت
خانے سے ایک ہزار تکبیرۃ الاحرام کی آوازیں سنی جاتی تھیں۔
نماز میں استغراق اور محویت کا یہ عالم تھا کہ جنگ احد میں جب
دشمن مخالف کا تیر آپ کے پائے مبارک میں لگا اور اس کی پیکان
اس طرح گڑ گئی کہ اس کا نکالنا سخت مشکل ہوگیا۔ یہانتک کہ
امیرالمومنین علیہ السلام خود بھی رنج سے کھینچے جانے کی تکلیف کو
برداشت نہ کرسکے تو جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ا
نے فرمایا کہ جب علیؑ نماز میں مصروف ہوں تو زور سے پکڑ کر نکال
لیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے خود ہی ایسا فرمایا۔
الغرض جب نماز کے وقت تیر پائے مبارک سے کھینچا گیا تو
سارا مصلیٰ خون سے تر ہو گیا لیکن جناب امیرؑ کو ذرا بھی خبر نہ
ہوئی

رسولؐ اسلام باوجودیکہ (من المہد الی اللحد) معصوم تھے اللہ
اشرف المرسلین، خاتم النبیینؐ نیز حبیب خدا کے لقب سے ملقب
تھے۔ لیکن قلب مبارک پر خوف الٰہی کا یہ اثر تھا کہ روایت
عین الحیاۃ کے مطابق جب آپؐ نماز کے لئے ایستادہ ہوتے تھے تو
چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہوجاتا تھا اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ
معلوم نہیں مجھ پر کیا گزرے گی!"

ملا باقر مجلسی علیہ الرحمہ حیات القلوب کے صفحہ ١١٩ پر تحریر
فرماتے ہیں "درحدیث معتبر میں امام زین العابدینؑ سے
منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میرے ماں باپ فدا ہوں حضرت
رسولؐ خدا پر کہ باوجود ان کرامتوں کے جو آپ کو عطا کی گئی
تھیں آپ نے کبھی عبادت الٰہی میں اہتمام خاص اور سعی کا ...

ترک نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ کثرتِ عبادت سے حضرت کی پنڈلیاں اینٹھنے لگیں اور پائے مبارک پر ورم آگیا۔ یہ حالت دیکھ کر لوگوں نے عرض کی کہ آپ اپنی جان پر اتنی مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں؟ حالانکہ آپ کے گناہانِ گزشتہ و آئندہ سب کے سب معاف ہو چکے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ کہا جاؤں؟"

عبادتِ الٰہی میں گریہ و زاری اور کثرت سے اشکباری آپ کی خاص عادت تھی۔ چنانچہ عبداللہ بن شخیر بیان کرتے ہیں "کہ ایک بار میں جنابِ رسالتمآب کی خدمت میں آیا تو دیکھا کہ آپ نماز میں مصروف ہیں اور آنکھوں سے مسلسل اشک جاری ہیں۔ یہاں تک کہ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں معلوم ہوتا تھا کہ چکی چل رہی ہے یا ہانڈی ابل رہی ہے۔"

غرضکہ جب بھی آنحضرت پر خوفِ خدا کا زیادہ غلبہ ہوتا تھا تو آپ کی یہی کیفیت ہو جاتی تھی اور ادھر آپ کے نقشِ قدم پر چلنے والے یعنی علیؑ ابن ابیطالب کا بھی یہی حال تھا۔ چنانچہ ارجح المطالب صفحہ ۱۲۴ اور مناقبِ مرتضوی مؤلفہ شیخ محمد صالح کشفی الحنفی، ینابیع المودۃ، ذخیرۃ الملوک، مصنفہ میر سید علی ہمدانی وغیرہ میں ابن عباس سے روایت ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تھا حضرت علی نہایت مضطرب ہوتے اور رنگِ مبارک متغیر ہو جاتا تھا۔ جب حاضرین عرض کرتے کہ یا حضرت! آپ کو کیا صدمہ پہونچا جو اس قدر اضطراب اور بے چینی لاحق ہے؟ تو آپ جواب دیتے کہ "اس امانت کی ادائیگی کا وقت آپہنچا جس کے بوجھ کو آسمان و زمین اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے"

حضرت علیؑ کے بارے میں جناب ابو درداء نے جن کا شمار صحابۂ کبار میں ہوتا تھا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ جس کو ہم نے مولانا مفتی میر محمد عباس صاحب اعلی اللہ مقامہ کی مشہور و معروف مثنوی من و سلویٰ سے نقل کیا ہے۔ "مثنوی کے لفظ بہ لفظ ترجمے کے بجائے بعض مقامات پر صرف مفہوم ہی پر اکتفا کی گئی ہے۔ اور بخوفِ طوالت روایت کا کچھ حصہ حذف کر دیا ہے:

ابو درداء صحابیٔ رسولؐ ناقل ہیں کہ میں ایک رات صحرا کی طرف گیا۔ ناگاہ میرے کان میں ایک پُر درد نالہ کی صدا آئی جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کوئی شخص بالحاح و زاری خدا کی بارگاہ میں دعا کر رہا تھا "خداوندا! میں اپنے گناہوں کے سبب بہت دل تنگ ہوں حالانکہ میرا نامۂ اعمال جرم و خطا سے بھر چکا ہے لیکن تجھ سے بخشش و عطا کا خواستگار ہوں اور لطف و مہربانی کی آرزو رکھتا ہوں"

ابو درداء آواز کی جانب روانہ ہوئے، جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام مصروفِ عبادتِ الٰہی ہیں۔ آپ نے پہلے چند رکعت نماز پڑھی اس کے بعد خدا کی بارگاہ میں بہت ہی عجز و فروتنی کے ساتھ یہ دعا فرمانے لگے۔

"اے میرے مولا و آقا! اور اے میرے مونس و ہمدم خدا! جب میں تیری بخشش و کرم پر نظر کرتا ہوں تو میرے گناہوں کا پہاڑ مثل خشک گھاس کی پتیوں کے دکھائی دیتا ہے۔ اور جب تیرے عدل و جزا کو دیکھتا ہوں تو تیرے قہر و غضب کی آگ یاد آ جاتی ہے۔ آہ! آہ! اے معبود! تیرے حساب و عذاب کے روز وہ جرم و خطا جو دل سے محو ہو گئے تھے اپنے نامۂ اعمال میں دیکھ رہا ہوں۔ آہ! تو جب کہے گا کہ اس کو جرم و عصیاں کی پاداش میں گرفتار کریں تو گروہ مردم ہیں اس کو ذلیل و خوار کریں گے۔ وائے ہو غریب و مضطر اور بے مونس دیار پر، اس وقت نہ کوئی ساتھی مدد کو پہنچے گا اور نہ کوئی ایسا شخص فریاد رس ہوگا۔ آہ! اس وقت اس کو نظر سے گرا دیں گے اور تیرے غضب سے اس کو جہنم میں ڈالدیں گے۔"

اس کے بعد حضرت نے ایک پُر درد آہ کھینچی اور آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہنے لگا۔ بالآخر وہ صدائے نالۂ دلگداز موقوف ہو گئی۔ ابو درداء کہتے ہیں کہ مجھ کو خیال ہوا کہ شاید آپ سو گئے

بیداری کی تکلیف برداشت کرنے کے بعد سو گئے ہیں (چونکہ)
صبح ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ نماز صبح کے لئے حضرت کو
بیدار کر دوں لیکن جب میں آپ کے سرہانے پہنچا تو
دیکھا تو آپ خاک پر پڑے ہیں اور جسم مثل خشک لکڑی کے
سخت ہو گیا ہے میں نے ہر چند جنبش دی مگر آپ کے جسم میں
کوئی حرکت پیدا نہیں ہوئی اس وقت میں نے ایک آہ سرد بھری
اور کلمۂ (انا للہ وانا الیہ راجعون) زبان پر جاری کیا
[illegible] جناب فاطمہؑ [illegible] اسی وقت پر حاضر ہوا اور عرض
کی کہ امیر المومنینؑ نے انتقال فرمایا جناب فاطمہؑ یہ سن کر
بہت [illegible] مغموم ہوئیں اور [illegible] کا سبب دریافت کیا
تو ورد کہتے ہیں کہ میں نے جناب سیدہؑ سے یہ سارا واقعہ
بیان کیا [illegible] سارا حال سن کر ارشاد فرمایا کہ ابو الحسن
کا سا یہ حال خوف خدا میں یہی حال ہو جاتا ہے اور ورد فرماتے
ہیں کہ پھر سفر میں چند اصحاب کے ہمراہ میں اس صحرا میں پہنچا
اور جناب امیرؑ کے چہرے پر پانی چھڑکا اس وقت مجھ پر
گریہ طاری تھا اور میرے ہوش و حواس جواب دے چکے تھے
وا حضرت کچھ دیر میں، آپ کو ہوش آگیا

پیغمبرؐ عربی کے بارے میں جملہ مورخین اسلام کا
اتفاق ہے کہ آپ پیوند دار لباس زیب تن فرماتے، سوکھی
جو کی روٹی استعمال کرتے، ہر شخص کے ساتھ بہت ہی
حلم و بردباری اور اخلاق سے پیش آتے ہمیشہ سچ بولتے،
اپنے ہاتھ سے اپنا کام انجام دیتے کبھی کسی سائل کے سوال
کو رد نہ فرماتے اور خود بھوک کی شدت سے شکم مبارک پر پتھر
باندھ لیتے۔ تبلیغ دین کے سلسلے میں طرح طرح کی اذیتیں برداشت
کرتے اور دوسروں کے مسائل نہایت حسن و خوبی سے حل
فرماتے تھے۔

اب اس کے بعد مولائے کائنات علیؑ ابن ابیطالب
علیہ السلام کی زندگی پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔
محمد ابن طلحہ شافعی کتاب مطالب السؤل میں تحریر
فرماتے ہیں کہ ابو اسحٰق سبیعی کا بیان ہے کہ میں نے [illegible]
صحابۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آنحضرت کے بعد لوگوں
میں سب سے زیادہ سخی کون تھا؟ سب نے کہا کہ علی ابن ابی
طالب علیہ السلام۔

امام شعبی ذکر کرتے ہیں کہ امیر المومنینؑ علی علیہ السلام
تمام لوگوں کے مقابلہ میں ایسے سخی ترین تھے کہ آپ نے کبھی
کسی سائل کے لئے اپنی زبان سے انکار نہیں فرمایا۔ آپ
اپنے ہاتھ سے یہود مدینہ کے نخلستان کو سیراب فرماتے۔ یہاں
تک کہ ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے۔ پھر اجرت کے پیسے
خیرات کر دیتے اور خود بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر
باندھ لیتے تھے۔

امام محمد ابن یوسف گنجی شافعی لکھتے ہیں کہ معاویہ نے
خالد ابن معمر سے پوچھا کہ تم کس بات پر علی مرتضیٰؑ کو دوست رکھتے
ہو؟ وہ کہنے لگے تین باتوں پر۔ ایک تو ان کے حلم پر جب
ان کو غصہ آ جاتا۔ دوسرے ان کی صداقت پر جب وہ تقریر
فرماتے ہیں۔ اور تیسرے ان کے عدل پر جب وہ کوئی فیصلہ
فرماتے ہیں

صاحب ارجح المطالب صفحہ ۱۴۲ پر بروایت دیلمی و طبرانی
تحریر کرتے ہیں کہ سلمان فارسی و ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ
آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تم صدیق اکبر ہو [illegible]
مصابیح، صواعق محرقہ، اور مناقب مرتضوی میں ابن عباس سے
مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: امتوں کے صدیق تین ہیں۔ اوّل
حبیب نجار، مومن آل یٰسین، دوم حزقیل مومن آل فرعون
سوم علیؑ ابن ابی طالب، اور یہ تمام صدیقوں سے افضل ہیں۔
سبط ابن جوزی خواص الامہ کے صفحہ ۹۳ پر باسناد احمد ابن
حنبل تحریر فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ ہم اس
امت میں آنحضرتؐ کے بعد حضرت علی سے زیادہ زاہد کسی کو
نہیں پاتے۔ نیز روضۃ الشہداء میں جابر ابن عبداللہ انصاری
سے مروی ہے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں [illegible]

کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میری آنکھوں نے آسمان کے نیچے علی مرتضیٰ سے بڑھ کر کوئی ناصر نہیں دیکھا

امام ثعلبی اپنی تفسیر میں اور عالم فاضل سید شہاب الدین کتاب توضیح الدلائل علیٰ ترجیح الفضائل میں لکھتے ہیں۔
بغرض اختصار صرف ترجمے ہی پر اکتفا کی جاتی ہے "یہ مطلب پوشیدہ اور مخفی نہیں ہے کہ ہمارے مولا امیرالمومنین علیؑ بہت سی باتوں بلکہ زیادہ تر اچھی خصلتوں، پاکیزہ اعمال عادات، عبادات، اور اخلاقی حالات میں رسول اللہ سے مشابہت رکھتے تھے۔ یہ بات اخبار صحیحہ اور آثار صریحہ کے ذریعے پایۂ صحت کو پہنچی ہوئی ہے۔ اس کے لئے الگ سے کوئی دلیل و برہان قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ توضیح حجت اور بیان کی احتیاج ہے۔ بعض علمائے امیرالمومنینؑ کے ان خصائل میں سے چند کو شمار کیا ہے جن میں آپ پیغمبرؐ خاتم کی طرح تھے:

ریاض النضرۃ کی جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ پر انس ابن مالک سے مروی ہے کہ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہر نبی کی نظیر اس کی امت میں ہوتی رہی ہے اور میری نظیر علیؑ ہیں"

آپ کی قناعت اور ترک لذات کے سلسلے میں ذخیرۃ الملوک مصنفہ میر سید علی ہمدانی میں ابن عباس سے منقول ہے کہ "امیرالمومنینؑ مہینے میں ایک صاع جو کا آٹا پسوا کر تھیلے میں بھر لیتے۔ اور اس کے منہ پر مہر لگا دیتے۔ پھر کبھی اس میں سے ایک روٹی پکا کر افطار کرتے اور کبھی ایک مٹھی آٹے ہی پر قناعت کرتے لوگوں نے عرض کی کہ یا امیرالمومنینؑ! آپ اس پر مہر کیوں لگاتے ہیں؟ فرمایا اس وجہ سے کہ کہیں حسینؑ اس میں کچھ گیہوں کا آٹا نہ ملا دیں۔

حبیب السیر جلد دوم میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنینؑ کرم اللہ وجہہ نے کبھی تین روز پے در پے شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا اور اکثر اوقات جو کی روٹی کے ساتھ سالن کی طرف بھی رغبت نہیں فرماتے تھے۔ جب آپ سے اہل بیتؑ کھانا تناول فرمانے کو کہتے۔ تو آپ جواب میں ارشاد فرماتے تھے کہ میرے لئے اسی قدر کھانا کافی ہے۔ جو میری پشت کو قائم رکھے اور مجھ کو میرے پروردگار کی عبادت سے نہ روکے۔

تفسیر حافظی و فخر رازی، ترجمۃ الخواص، صحائف، ہدایت السعدا، اور ذخیرۃ الملوک وغیرہ میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنینؑ جمعہ کے روز نہایت بلاغت اور کمال فصاحت کے ساتھ منبر پر خطبہ فرماتے تھے۔ پرانا لباس جو پیوند لگنے سے بھرا ہوا تھا زیب تن کئے اور ایک تلوار جس پر لیف خرما کا بند تھا دست مبارک میں لئے ہوئے تھے۔ عبداللہ ابن عباس کے دل میں خیال آیا کہ یہ حالت امیرالمومنینؑ کے شایان و سزاوار نہیں۔ آنحضرت کرم اللہ وجہہ بعلم ولایت ان کے دلی خیال سے آگاہ ہو گئے۔ اور فرمایا کہ میں نے اس قدر پیوند پر پیوند لگائے کہ پیوند لگانے والے سے شرم آنے لگی علیؑ کو زینت دنیا اور آرائش سے کیا سروکار جس کا پھول کانٹا اور جس کا رس زہریلا ڈنک ہے۔ میں کیونکر اس لذت سے خوش ہوں جو تھوڑی دیر میں ختم اور فنا ہو جائے گی۔ میں کس طرح پیٹ بھر کر کھاؤں جبکہ ملک حجاز میں بہت سے خالی پیٹ اور بھوکے ہوں گے۔ اور بھوک کی زیادتی سے پیچ و تاب کھاتے ہوں گے۔ میں کیونکر اس بات سے خوش ہوں کہ مجھ کو لوگ امیرالمومنینؑ کہیں۔ مسلمان اپنا مقتدا و پیشوا جانیں اور میں سختیوں اور مشکلوں میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوں اور بھوک جیسی تنگئ معاش و احتیاج میں ان کے ساتھ موافقت نہ کروں۔

روضۃ الشہدا میں مرقوم ہے کہ ایک روز امیرالمومنینؑ کرم اللہ وجہہ اپنا ضروری سامان خرید کر خود اٹھائے لئے جا رہے تھے کہ آپ کے ایک خادم نے آ کر عرض کی کہ یہ بوجھ مجھ کو دے دیجئے۔ آپ نے فرمایا صاحب عیال اپنے اہل و عیال کا بوجھ اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے۔

آپؑ کی خدمت دین کے سلسلے میں جملہ مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ ہمیشہ پیغمبرؐ کے ساتھ ساتھ اور ان کے

سینہ سپر رہے شب ہجرت اپنی جان ہلاکت میں ڈال کر رسولؐ کی جان بچائی، جنگوں میں سب سے آگے رہتے تھے اور صرف آپ ہی کے دم سے اسلام کی جنگیں فتح ہوئیں۔

آیۃ الذین ینفقون اموالہم باللیل والنہار کے بارے میں احسن الانتخاب، ریاض النضرہ، اور مطالب السؤل وغیرہ میں مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ مع اہل بیتؑ کے تین روز تک مسلسل اپنی روٹیاں سائل کو دیتے رہے اور خود روزے پر روزہ رکھا جس کے صدقہ میں مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

رسولؐ جیسا علم بھی حضرت علیؓ کے علاوہ کسی دوسرے کو نہیں ملا چنانچہ ترمذی شریف صفحہ ۲۳۴، ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ اور ینابیع المودۃ صفحہ ۶۵ پر لکھا ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میں علم کا گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶ میں حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میری امت میں میرے بعد سب سے زیادہ علم والے علیؓ ہیں"۔ رسولؐ کے بعد حضرت علیؓ سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والا بھی کوئی نہیں تھا۔

چنانچہ ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ پر انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "میری امت میں سب سے بڑے قاضی علی ابن ابی طالبؑ ہیں"۔ طبقات ابن سعد و ریاض النضرہ میں حضرت عمر کا قول ہے کہ ہم میں سب سے بڑے قاضی علی ابن ابی طالب ہیں۔

جب خلفائے ثلاثہ کے زمانہ حکومت میں کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تھا تو لوگ حضرت علیؓ کی جانب رجوع کرتے تھے۔ اور ینابیع المودۃ، ریاض النضرہ اور مناقب المطالب مستدرک حاکم، نیز دیگر کتب معتبرہ میں درج ہے کہ حضرت عمر اکثر کہا کرتے تھے۔ اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

پیغمبرؐ کی طرح حضرت علیؓ کو معجزات بھی عطا ہوئے تھے چنانچہ شواہد النبوۃ میں مرقوم ہے کہ خدا نے امیرالمومنینؑ کی دعا سے دو مرتبہ آفتاب کو غروب ہونے کے بعد [illegible] کیا۔ ایک دفعہ رسول خداؐ کی حیات میں جنگ خیبر کے بعد منزل صہبا پر اور دوسری دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد۔

راحت القلوب مصنفہ شیخ فرید گنج شکر میں لکھا ہے کہ ایک روز چند یہودیوں نے ازراہ تمسخر ایک فقیر کو امیرالمومنینؑ کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ شاہ مرداں شیر یزداں آرہا ہے جا کر کچھ سوال کر۔ اس محتاج نے آکر اپنے فقر و فاقہ کا حال عرض کیا جناب امیرؑ نے ہر چند تلاش کیا مگر اپنے پاس کچھ نہ پایا۔ پس علم غیب سے ان یہودیوں کے بد ارادے سے واقف ہوگئے اور سائل کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر دس مرتبہ درود پڑھ کر دم کیا اور فرمایا مٹھی بند کر۔ اس نے مٹھی بند کر لی اور حضرت کے حکم کے مطابق یہودیوں کے پاس گیا۔ انہوں نے یہ پوچھا شاہ مرداں نے تجھے کیا دیا؟ وہ بولا کچھ نہیں صرف دس مرتبہ درود پڑھ کر دم کیا اور فرمایا مٹھی بند کر۔ یہودیوں نے ہنس کر کہا اچھا مٹھی کھول۔ جب اس نے ہاتھ کھولا تو اس میں دس دینار سرخ تھے۔ یہ عجیب و غریب معجزہ دیکھ کر اس قدر یہودی مشرف با اسلام ہوئے جن کا شمار نہیں۔

احسن الکبار میں حارث سے منقول ہے کہ ایک روز امیرالمومنینؑ بنی اسد کے قبرستان میں کھڑے تھے۔ ناگاہ ایک شیر آپ کی طرف آیا۔ حاضرین اس کی ہیبت سے خوفزدہ ہوئے تو جناب امیرؑ نے ان کو خاموش رہنے کا حکم دیا۔ شیر نے آکر امیرؑ کے پاؤں پر سر رکھ دیا۔ اور تضرع و زاری شروع کی امیرالمومنینؑ نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ تو خدا کے حکم سے واپس چلا جا، اب اس کے بعد اس طرف نہ آنا۔ اور یہ بات میری جانب سے تمام درندوں کو پہونچا دینا۔ شیر بہت منت و زاری کے بعد واپس چلا گیا۔

علمائے اہل سنت کی معتبر و موثق کتابوں سے اس کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ اگر جناب امیرؑ کی حیات طیبہ کو ایک طرف پیغمبر ختمی المرتبت کی سیرت کا آئینہ بنایا گیا تو دو

جانب دیگر انبیاء مرسلین کے صفات وخصائل کا حامل بھی قرار دیا گیا تھا چنانچہ امام احمد ابن حنبل نے مسند میں، امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں بذیل آیہ مباہلہ، محمد بن یوسف گنجی شافعی نے کفایت الطالب باب ۲۳ میں، علامہ محب طبری نے ریاض النضرہ جلد ۲ باب ۴ فصل ۹ میں، نور الدین مالکی نے فصول المہمہ کے صفحہ ۱۲۱ پر بحوالہ بیہقی ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ جلد دوم۔ ص ۴۴۹ میں، حافظ ابو بکر بن نقیہ شافعی احمد بن الحسین بیہقی نے مناقب میں، محی الدین عربی نے کتاب یواقیت وجواہر کے مبحث ۳۲ ص ۱۷۲ میں، شیخ سلمان بلخی حنفی نے ینابیع المودۃ باب ۴۰ کی ابتدا میں مسند احمد، صحیح بیہقی، اور شرح المواقف والطریقۃ المحمدیہ کے حوالے سے، اور محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل ص ۲۲ میں الفاظ وعبارات کی مختصر سی کمی وبیشی کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا "جو شخص چاہتا ہے کہ آدمؑ کو ان کے علم میں، نوحؑ کو ان کے تقویٰ یا حکمت میں، ابراہیمؑ کو ان کی خلقت یا حلم میں، موسیٰ کو ان کی ہیبت میں اور عیسیٰؑ کو ان کی عبادت میں دیکھے تو وہ علی ابن ابی طالب پر نظر کرے۔"

میر سید علی ہمدانی شافعی نے مودۃ القربیٰ مودت ہشتم میں یہ حدیث چند اضافوں کے ساتھ جناب جابر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا "درحقیقت خدا نے علیؑ کے اندر انبیاء کی نوے خصلتیں جمع کی ہیں جو کسی دوسرے کو نہیں دیں۔"

جناب امیرؑ کی شان میں احادیث وروایات کا ایک ایسا بیش بہا خزانہ ہے جس کا عشر عشیر بھی اس مختصر مضمون میں ذکر کرنا ممکن نہیں۔ لہٰذا اشارے کے طور پر چند احادیث وروایات پیش کردی گئی ہیں۔ انھیں مذکورہ بالا احادیث وروایات کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علی پیکر رسالتؐ کی ایک مکمل اور جامع تصویر تھے اور ابتدا سے لے کر وفات پیغمبرؐ تک کوئی ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ علیؑ ابن ابی طالب کے علاوہ کسی دوسرے شخص نے اپنی ساری زندگی کو کردار پیغمبرؐ کا آئینہ بنا دیا۔ لہٰذا امیر المومنینؑ کے بجائے کسی دوسرے شخص کو منصب رسولؐ کا حقدار سمجھنا بہت بڑی ناانصافی ہوگی۔ کیونکہ کسی فلسفی کا جانشین فلسفی اور کسی سائنس داں کا جانشین سائنس داں ہی ہوسکتا ہے اگر کسی عربی اسکول کے مدرس کی جگہ پر ایک انگریزی زبان کے عالم کو مقرر کر دیا جائے تو ظاہر ہے کہ مدرسے کا سارا نظام تعلیم درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔

اگر کسی انگوٹھی کا نگینہ بدلا جائے تو دوسرا نگینہ اس سائز اور ناپ کا لگ سکتا ہے جس ناپ کا پہلے والا تھا ورنہ اگر ذرا بھی فرق ہو جائے تو نگینہ ظاہر رہے۔

اب بعد رسولؐ منصب الٰہی اور صاحب منصب کو اس معیار پر پرکھا جائے تو اصل ونقل کا فرق خود بخود واضح ہو جائے گا۔ کیونکہ مسند نبوت کی زینت اسی جانشین سے قائم رہے گی جو بظاہر وباطن قول وفعل اور خصائل وخصائل میں آنحضرت سے پوری مطابقت رکھتا ہو۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

سمجھو نہ جانشینی حیدرؑ کو اور کچھ
انگشتری وہی ہے نگینہ بدل گیا



حکومتیں آج بھی علوی نظام کی محتاج ہیں

(جناب مولانا محمد جابر باقری صاحب مدیر اکسیر)

اِستعمِل العَدلَ واحذَرِ العَسفَ وَالحَیفَ فَاِنَّ العَسفَ یَعُودُ بِالجَلاءِ وَالحَیفَ یَدعُوا اِلَی السَّیف۔ عدل کو رواج دو اور ظلم و ستم سے پرہیز کرو کیونکہ سختیاں ملک کو تباہ کر دیتی ہیں اور ظلم جنگ کی دعوت دیتا ہے۔ اسی کائنات کے پردہ حقیقت کی ... تاریخ گواہ ہے کہ آپ نے اپنے ... عہدہ سپرد کرتے ہوئے بطور نصیحت فرماتے تھے۔

میں نے حقیقی حکومتوں کا جائزہ لیا، ان میں ... سربراہان حکومت نے حاکمیت کے حدود کا سہارا لئے بغیر حکومت کی ہو لیکن جب میں نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کا طرز حکومت دیکھا تو آپ کا کوئی عمل بھی ایسا ... حاکم و محکوم میں ... کرتا ہو ... آپ نے اپنے جائز حقوق کو بھی عوام ... کی خاطر چھوڑ دیئے ... کر دیتے ہیں ... آسانی سے سمجھے گئے ... عوامی سطح سے ہٹ کر اگر آپ کے گھریلو ماحول پر نظر ڈالی جائے تو وہ موقع بھی سامنے آتا ہے جب دو لباس خریدے گئے ہیں۔ ایک کی قیمت زیادہ ہے اور دوسرے کی کم تو حضرت کم قیمت لباس اپنے لئے منتخب فرمانے کے بعد بیش قیمت لباس اپنے غلام قنبر کو یہ کہکر دے دیتے ہیں کہ یہ لباس جوانوں کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ آپ نے یہ انداز اسی لئے اختیار کیا کہ قنبر کا دل غلامی کے تصور سے آشنا ہوئے بغیر یہ لباس قبول کر لے۔

کبھی آپ کا یہ معمول بھی نظر آتا ہے کہ رات کی تاریکی میں روٹیوں اور خرموں کی جھولی لے کر کوفہ کے ہر یتیم و مسکین اور بیوہ کے گھر جا کر تقسیم کر رہے ہیں اور منہ چھپائے ہوئے ہیں تاکہ کوئی پہچان کر غیرت محسوس نہ کرے۔ یہ تو آپ کا ایثار تھا ساتھ ہی بحیثیت خلیفۂ وقت اپنی ذمہ داری کے پیش نظر ... اس کا حق ہو نکلنے میں اتنی تعجیل فرماتے کہ آپ کا یہ وطیرہ بن گیا تھا کہ بیت المال میں جو کچھ آتا اسے فوراً تقسیم کر دیتے اور صرف ایثار ...

جو معاوضہ کے لئے ضروری ہوتا تھی حضرت کے پاس پھل لائے جاتے تو ہم بچے بھی ہوں تقسیم کر دیتے شہد، روغن زیتون اور اسی قسم کی دیگر اشیاء بھی تقسیم فرما دیتے۔ ایک دن سوئی دھاگہ تک آپ نے تقسیم کر دیا۔ ایک بار اصفہان سے کچھ مال آیا۔ اس کے آپ نے سات حصے کیے ایک روٹی تھی۔ اس کے بھی آپ نے سات ٹکڑے کر کے مستحقین تک پہونچا دیے۔

ہمیں وہ قابل تاسی موقع بھی ملتا ہے کہ بیت المال کا حساب و کتاب ہو رہا ہے۔ ابن عباس بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ چراغ اس لئے گل کر دیتے ہیں کہ دوران گفتگو میں بیت المال کا تیل خرچ نہ ہو۔ ظاہری خلافت سنبھالنے کے بعد جب ایک شخص مدینہ سے کوفہ بغرض ملاقات پہونچتا ہے، اور دارالامارہ کے قریب سرد ترین رات میں آپ کو ایک ہلکی چادر میں ٹھٹھرتے ہوئے کھڑا پاتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے۔ جب وجہ پوچھتا ہے تو ولی خدا اور وصی نبی یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مدینہ سے میں یہی صرف ایک چادر لے کے چلا تھا۔ یاد رکھو بیت المال سے میں نے کوئی خیانت نہیں کی ہے۔ کیا دنیا عدل و انصاف کی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے؟

میں نے بالعموم مشاہدہ کیا ہے کہ جب کوئی شخص عہدۂ اقتدار کی کرسی سنبھالتا ہے تو عوام کی فلاح و بہبود کے لئے اگر کوئی کام کرتا بھی ہے تو اس سے پہلے وہ اپنے کنبہ اور خاندان کے افراد کو ہر ممکن فائدہ پہنچاتا ہے۔ مگر علیؑ ابن ابیطالبؑ خلیفۂ وقت ہیں، بیت المال قبضہ میں ہے۔ سگے بھائی عقیل ابن ابیطالب معاشی پریشانیوں سے تنگ آکر اپنے حصہ سے زیادہ کے طالب ہوتے ہیں۔ حضرت ان کو سمجھاتے ہیں لیکن اصرار بڑھتا جاتا ہے تو آپ نے ایک غلام سے لوہے کی سلاخ گرم کروا کر منگاتے ہیں۔ اور جناب عقیل سے کہتے ہیں اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ۔ عقیل جواب دیتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا آپ میرا ہاتھ جلا دیں گے؟ امیرالمومنین فرماتے ہیں۔ کیوں عقیل تم اتنی گرمی بھی برداشت نہیں کر سکتے؟ اور میرے لئے چاہتے ہو کہ مال مسلمین میں تصرف کر کے جہنم کی آگ میں جلوں۔

خلیفۂ وقت کی حیثیت سے یہ آپ کا فرض تھا جو آپ نے اس انداز سے عطا کیا کہ جناب عقیل کو سبق بھی مل جائے لیکن اس کے بعد کیا علیؑ کا دل بھائی کی پریشانی دیکھ کر بے چین نہ ہوتا؟ نہیں نہیں علیؑ تو کسی فرد کی بھی پریشانی نہ دیکھ سکتے تھے۔ آپ نے اس کے بعد یہ طریقہ اختیار کیا خود کم سے کم مال پر اکتفا کرتے اور اپنے حصے میں سے عقیل کو بھی بھیج دیتے۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ سے کچھ لوگ دوسروں سے زیادہ کے طالب ہوئے تو یہ کہہ کر آپ نے سوال مسترد کر دیا کہ اگر میرا مال ہوتا تو بھی میں تم کو برابر ہی دیتا اور یہ تو ہے ہی اللہ کا مال (اور اللہ کے نزدیک سب مسلمان برابر ہیں)۔ خدا جانتا ہے مملکتیں بچ سکتی ہیں، حکومتوں پر عوام اعتبار کر سکتے ہیں اور سلطنتیں حقیقی استحکام پا سکتی ہیں۔ اگر علوی طرز حکومت اختیار کر لیا جائے۔ وہ علیؑ ہی تھے جنہوں نے حریت پسندوں کو آزادی کا تصور بخشا ہے جب ہی تو ایک عیسائی محقق جارج جرداق متاثر ہو کر لکھتا ہے "سب سے زیادہ قوی خیز بات یہ ہے کہ علیؑ نے اپنے عہد کے خطرناک ترین واقع پر بھی اس کی آزادی کا پورا پورا لحاظ رکھا کیونکہ علیؑ اس آزادی کو خود انسانی کے لئے انتہائی لازمی چیز سمجھتے تھے۔ کسی عالم میں بھی آپ نے اس سے تخلف جائز نہیں سمجھا"

یہاں تک کہ آپ کے غلام بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ فرائض کی کوتاہی پر علیؑ ہم سے تعرض نہ کریں گے اور ہمیں یہ احساس بھی نہ ہونے دیں گے کہ ہم غلام ہیں۔

حضرتؑ نے ایک مرتبہ اپنے ایک غلام کو پکارا۔ اس نے جواب نہ دیا۔ دوبارہ سہ بارہ پکارا پھر بھی جواب نہ ملا تو آپ نے اٹھ کر فرمایا اے لڑکے کیا تو نے سنا نہیں تھا؟ اس نے کہا سنا تھا، فرمایا جواب کیوں نہ دیا؟ اس نے جواب دیا چونکہ میں آپ کی سزا سے بے خوف تھا بدا اہلی کر گیا۔ جانتے ہیں کہ آپ کیا [illegible] مار کے بجائے اسے کچھ تادیبی سزا دیتے، آپ نے فرمایا جا میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کیا۔ یہ صرف ایک غلام کو آزاد ہی نہیں کر رہے تھے بلکہ تمام آقاؤں کو یہ سبق دے رہے تھے کہ غلام کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے۔ حکمران عوام کی نگاہوں میں سرخرو ہو جاتے، سربراہان حکومت کے نام تاریخ میں زندہ و تابندہ رہتے۔ بادشاہ رعایا کا دل جیت لیتے، اگر وہ ابن علیؑ ابن ابیطالبؑ کے نقش قدم کو اپنا راہبر سمجھ کر چلتے جنہوں نے جنگ میں ہارے ہوئے دشمن کو بھی معاف کر دیا جس نے پناہ مانگی اس کو پناہ ملی اور جس نے راہ فرار اختیار کی اسے جانے دیا، وہ موقع بھی سامنے آتا ہے کہ جب تک گھاٹ دشمنوں کے قبضہ میں رہا اس نے آپ پر پانی بند رکھا لیکن جب گھاٹ آپکے قبضہ میں آگیا تو ہر ایک کو پانی پینے کی اجازت دے دی گئی۔ اور آپ نے انتقام نہیں لیا۔ ہر طرف جنگ کے شعلے دلوں میں نفرت کی چنگاریاں، سروں میں خودی کا سودا، مال و دولت کی ہوس، پالنے والے سے بیزاری اور اس کے نتیجہ میں تباہی بار بار دنیا کو دعوت دے رہی ہے کہ جس کشتی [illegible] ت ہے علوی نظام

حکومت کی دہشت آدم تباہ تو ہو سکتی ہے لیکن امن نہیں قائم کر سکتی۔

دیکھو! دیکھو! علیؑ کا انداز حکومت، جب آپ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد خطبہ کے لئے منبر پر جاتے ہیں تو مجمع آپ کو بوسیدہ عمامہ اور قبا میں دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہے۔ ایک شخص اٹھ کر سوال کر دیتا ہے کہ آپ خلیفہ وقت ہو کر ایسا لباس کیوں پہنے ہوئے ہیں؟ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ لباس میں نے اس لئے پہنا ہے کہ غریب اور محتاج اس کو دیکھ کر احساس کمتری میں نہ مبتلا ہوں اور امراء و اغنیاء اس سے سبق حاصل کریں کاش حاکم و محکوم امیرالمومنینؑ کے طرز عمل سے درس لیتے۔

مولائے کائنات کے وہ جملے جو آپ نے مالک ابن حارث اشتر کو مصر کا گورنر بناتے وقت ارشاد فرمائے تھے آج بھی صفحۂ عالم میں لازوال پیغام بن کر گونج رہے ہیں۔ اور آج کی بے چین اور مضطرب حکومتوں کو دعوت عمل دے رہے ہیں کہ کوئی ایسا معاہدہ نہ کرو جس میں تاویل کر کے توڑنے کی گنجائش ہو! اور ناحق خونریزی سے بچو، کیونکہ کوئی امر اس سے زیادہ عذاب لانے والا، اس سے بڑھ کر وبال کا باعث نعمت کو زائل کرنے والا اور مدت حکومت ختم کر دینے والا نہیں ہے

اگر رعیت کو تمہاری طرف ظلم کا سوئے ظن پیدا ہو جائے تو تم اپنا عذر اس کے سامنے ظاہر کرو اور اسکے شبہات دور کرو! ایسی عذر خواہی سے تمہارے نفس کی ریاضت ہوگی اور رعیت پر مہربانی اور شفقت

ع علیؑ سے کوئی سیکھے آئین جہانبانی

ذوقِ نظر

از تکمیل رضوی لکھنوی

ذوقِ نظر مجبور نہیں ہے — کعبہ کوہِ طور نہیں ہے
جلوہ نظر سے دور ہی لیکن — دیدۂ دل سے دور نہیں ہے
یوم ولادت ہے مولا کا — کون ہے جو مسرور نہیں ہے
نادِ علی ہے لب پہ نبیؐ کے — فاتحِ خیبر دور نہیں ہے
عشقِ علی میں جیسے میثم — ایسا کوئی منصور نہیں ہے
مرضیٔ مولا از ہمہ اولیٰ — کون کہے منظور نہیں ہے
قصۂ خیبر قصۂ اژدر — دہر میں کیا مشہور نہیں ہے
ہم کو بھی بخشیں اپنی غلامی — اُن کے کرم سے دور نہیں ہے
باغ میں آکے دیکھے دنیا — یہ ہے علی مزدور نہیں ہے
کہہ لیں خدا حیدر کو نصیری — ہم کو یہ منظور نہیں ہے

تکمیل اپنا ایک ہے جادہ
منزلِ مقصد دور نہیں ہے



نہج البلاغہ کے معاشی عناصر

(جناب ستار محمد ... صاحب ایم کام لیکچرر ... علی گڑھ)

نہج البلاغہ مولانا کے ان تمام خطبات، واقعات اور پند و
باب مدینۃ العلم امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے
خطبات، مکتوبات، احکام اور ارشادات کا مجموعہ
ہے جسے علامہ سید رضی نے بڑی محنت اور جانفشانی سے
مرتب کیا تھا۔ علامہ علاء الدین ... نے ... عربی
میں تحریر فرمایا ہے کہ اس کتاب سے صدق قرآن اور
سبقت ... حقیقت بھی یہی ہے عالم ...
کے سب ہی ... جو کچھ ... سکتے ہیں وہ سب
نہج البلاغہ میں کسی نہ کسی انداز میں ہمارے سامنے

جسے پیغمبر اسلام خود باب مدینۃ العلم کہہ کر
دنیا کے سامنے پیش کریں اس شخصیت کے تمام اعمال
واقوال عین روح اسلامی کے مطابق ہوں گے

امیر المومنین نے ملک کے تحفظ، بدعنوانیوں کو
روکنے اور رشوت کو ختم کرنے، امن و امان برقرار رکھنے
دیانت دار افسران کی تقرری کرنے، ایک بہترین فوجی
کے انتظام کرنے، عوام میں سے ہر ایک کو اس کے حق
کے مطابق بیت المال سے تقسیم کرنے، صرف جنگ کرنے
کے خیال سے فوجیوں کی بھرتی کو روکنے، تجارت کو
فروغ دینے اور مسلم و غیر مسلم کی خبرگیری برابری سے
کرنے کے علاوہ اور بہت سے دوسرے کامیاب اصلاحی
اقدامات کئے

امیر المومنین کی رائے سے ایک غیر منقولہ جائداد کی
پیمائش (CADAST SURVEY) کی بنیاد ڈالی
گئی تھی ... مالیہ وصولی کے نئے طریقے اپنائے گئے تھے۔
کسانوں پر ... کے بوجھ کو کم کر دیا گیا تھا اور انھیں
ان کی زمینیں مستقل طور پر دے دی گئی تھیں۔ بڑے
پیمانے پر ... فارس کی جانب سے لگائے
گئے چیکوں میں ترمیمات کی گئی تھیں۔ آب پاشی کی
غرض سے نہروں کا ایک مکمل جال سا بچھا دیا گیا تھا
اور کسانوں کو ان کی ضروریات کے مطابق ساکھ
بہم پہنچانے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ مقامی کسانوں کو
ان کی (مقبوضہ) زمینوں سے محروم نہ کر دیا جائے اسی
غرض سے زمینوں کا بیع کرنا ممنوع قرار دے دیا گیا
تھا (ملاحظہ ہو A STORY OF THE SARACENS by SYEO AMEER ALI) Page 30.

اپیل کے لئے ایک اپیل کی عدالت (APPEAL COURT) کا انعقاد فرمایا تھا جس کے افسران حضرت خود ہی مقرر فرماتے تھے۔

شعبۂ مالیات عامہ (DEPTT. OF PUBLIC FINANCE) کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا:۔

(۱) شعبۂ وصولیابی (آمدنی)

(۲) شعبۂ اخراجات

حضرت علی علیہ السلام نے ہی سب سے پہلے مالیاتی وصولیابی و ادائیگی کے لئے طریقۂ بجٹ (BUDGETORY SYSTEM) اپنایا تھا۔ زمینوں پر ٹیکس کی غرض سے زرخیزی (FERTILITY) ہی کو بنیاد بنایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً ہونے والی فصلوں اور ٹیکس ادا کرنے والوں کی استعداد کو بھی مد نظر رکھا جاتا تھا۔ زمینوں پر ٹیکس کی شرح مندرجۂ ذیل تھی:۔

۱۔ اول درجہ کی (سب سے زرخیز) زمین ۱½ درہم فی جریب

۲۔ دوئم درجہ کی زرخیز زمین ۱ " " "

۳۔ سوئم درجہ کی زمین ½ " " " "

۴۔ باغات اور کھجور کے باغات ۱۰ " " " "

(نوٹ: ایک جریب = اندازاً ۲۲۶۸ مربع گز)

ایک دلچسپ بات یہ تھی کہ زمینوں پر وصول شدہ خراج کو صوبہ جاتی آمدنی (PROVINCIAL INCOME) سمجھا جاتا تھا جو عدالتوں، دفاتر اور دوسری مدوں پر مرکزی حکومت کے احکام کے مطابق خرچ ہوتی تھی۔

اس طرح اگر نہج البلاغہ کا مطالعہ کیا جائے تو بہت سے معاشی حقائق جنھیں آج نیا تصور کیا جاتا ہے، ہمارے سامنے آ جائیں گے۔ مثال کے طور پر حضرت مالک اشتر کو حضرت نے مصر کا گورنر مقرر کر کے بھیجا تو مندرجۂ ذیل معیشت (Economy) سے تعلق رکھنے والے احکام اپنے ایک مکتوب میں بھیجے تھے۔ (نہج البلاغہ (مع اُردو ترجمہ) سید افصار حسین نقوی احباب پبلشرز لکھنؤ)

• دیکھو محکمۂ خراج کی نگرانی میں کہ تاہی نہ ہو خراج کے ٹھیک رہنے ہی میں سب کی بھلائی و خوشحالی ہے۔ سب کے رزق کا مدار خراج پر ہے اور خراج کے تحصیلداروں پر لیکن خراج سے زیادہ ملک کی آبادی پر توجہ دینی چاہیئے کیونکہ خراج بھی تو خوشحالی سے حاصل ہوتا ہے۔ جو حاکم آبادکاری کئے بغیر خراج چاہتا ہے اُس کی حکومت یقیناً چند روزہ ثابت ہوگی۔"

اسی خط میں فلسفیٔ اسلام و واقف اسرار لدنی نے خراج کو حالات کے تحت لانے کی ہدایت فرماتے ہوئے تحریر کیا تھا۔ • اگر کاشتکار خراج کی زیادتی کی، کسی آسمانی آفت کی، آبپاشی میں خلل پڑ جانے کی، رطوبت میں قلت کی، سیلاب یا خشکی کے سبب فصلوں کے خراب ہو جانے کی شکایت کریں تو ان کی سُننا اور خراج کو کم کر دینا۔"

موجودہ زمانے کی فلاحی سرکاریں (WELFARE STATES) بھی آفات ناگہانی کے مد نظر اس طرح کے اقدامات کرتی ہیں اور خراج میں کمی کے احکام اس وجہ سے جاری کرتی ہیں کہ کاشتکاروں کا بوجھ کم ہو جائے اور ملک کے لئے ضروری غذا اور کچا مال پیدا کرنے میں کوئی کمی نہ واقع ہو بلکہ ان اقدامات کی وجہ سے اُن میں وہی جوش و ولولہ باقی رہے کہ جو تھا۔ حضرت علی علیہ السلام نے بھی اسی طرح کی بات آج سے چودہ سو سال سے بھی زائد پہلے بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا تھا:۔

"کاشتکار ہی تمہارا اصل خزانہ ہیں۔ ان سے جو رعایت بھی کروگے اُس سے ملک کی فلاح ہوگی حکومت کی رونق بڑھے گی نیز تم رعایا سے مال کے خراج کے ساتھ تعریف کا خراج بھی وصول کروگے"۔

ابھی حال ہی میں ہمارے ملک میں بینکوں کے قومیائے جانے (NATIONALISE) کی ایک بڑی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ بینک اپنی ساکھ کا بہت کم حصہ کاشتکاروں کو فراہم کر رہے تھے۔ اس طرح معیشت (Economy) کے ایک اہم حلقے کی ساری ذمہ داریاں پوری نہیں کر رہے تھے حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمان کہ کاشتکاروں کا خاص خیال رکھا جائے واضح طور پر آج کی تسلیم شدہ حقیقت کا پیش رو انکشاف تھا۔

آج کے اخراجات کے تصورات

(CONCEPT OF EXPENDITURE) کے تحت یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ ایک اچھی حکومت کو زیادہ سے زیادہ رقم فلاح و بہبود کی مدوں پر خرچ کرنا چاہئے کیونکہ براہ راست یا اس کے علاوہ جو بھی رقم سرکار کے ذریعے خرچ کی جاتی ہے وہ کسی نہ کسی فرد یا طبقے کی آمدنی بن جاتی ہے۔ مال کے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں آنے جانے کو بدن میں لہو کی روانی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے کیونکہ جس طرح خون رگ و پے میں دوڑتا ہے ویسے ہی ملک کے گوشے گوشے اور گھر گھر میں رواں دواں ہو کر معیشت (Economy) کے کاروباری حلقوں میں ترقی کا باعث ہوتا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے

ولا یحسبنّ الذین یبخلون بما اتٰہم اللہ من فضلہ ھو خیراً لھم بل ھو شرّ لھم سیطوّقون ما بخلوا بہ یوم القیٰمۃ وللہ میراث السمٰوات والارض۔

"اور جن لوگوں کو خدا نے اپنے فضل و کرم سے جو کچھ دیا ہے بخل کرتے ہیں (وہ یہ سوچتے ہیں کہ) یہ اُن کے لئے بہتر ہوگا۔ یہ اُن کے حق میں بدتر ہے کیونکہ جس (مال) کا وہ بخل کرتے ہیں قیامت کے دن یہ طوق بنا کر گلے میں پہنایا جائے گا۔ بے شک سارے زمین و آسمان کی میراث خدا ہی کی ہے"

امیر المومنینؑ نے مالک اشتر کو لکھا تھا کہ "اپنے مشورے میں بخیل کو شریک نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں احسان کرنے سے روکے گا اور فقر سے ڈرائے گا۔ ظلم کی راہ سے دولت سمیٹنے کی ترغیب دے گا"۔

یوں تو ہمیشہ سے مگر صنعتی انقلاب (INDUSTRIAL REVOLUTION) کے بعد سے خاص کر طبقاتی کشمکش (CLASS CONFLICT) کو ایک نعرہ کی حیثیت حاصل ہے۔ آپسی بے اعتباری اور علیحدگی کے رجحانات نے امیروں اور غریبوں کے درمیان ایک خلیج سی پیدا کر دی ہے۔ یقیناً یہی قابل ستائش نہیں ہے کہ افراد و مالک (جن میں سے غریب و امیر، تباہ حال و خوشحال) صرف ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ سانس لیں بلکہ اُن میں انسانی مسائل اور معاملات میں میل جول اور ہم آہنگی بھی ہونی چاہیئے۔ حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشتر کو ہدایت فرمائی تھی کہ "دیکھو رعایا میں کئی طبقے ہوتے ہیں۔ یہ طبقے ایک دوسرے سے وابستہ رہتے ہیں اور آپس میں کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتے کیونکہ اُن کی خوشحالی اور امن و امان ایک دوسرے پر منحصر ہوتی ہے"۔ اس طرح عالم رنگ و بو میں صلح و آشتی سے رہنے کے لئے ضروری ہے کہ طبقاتی تقسیم کو امن و امان کے نقطہ نظر سے باہمی تعلقات و معاملات کو سلجھانے کی غرض سے کارآمد طور پر استعمال کیا جائے نہ کہ آپسی تنازعہ

کہ جیسا کہ قوم کے ترقی یافتہ ملک میں طبقاتی
تقسیمات کے غلط طور سے عمل پیرا ہونے کی وجہ سے
پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے صرف بلحاظ کارپرداز
(FUNCTIONAL) مندرجہ ذیل طبقات وضع
کئے ہیں۔

۱۔ خدا کی فوج جو راہِ خدا میں جہاد کرتی ہے
۲۔ عوام و خواص کا تحریری کام کرنے والا طبقہ
جو احکام جاری کرتا ہے اور اُن کی رُو سے عمل پیرا
ہوتا ہے۔
۳۔ انصاف کرنے والے قاضی جو امن و امان
کے عمال ہوتے ہیں۔
۴۔ افسر جو ملک میں امن و امان برقرار رکھتے
ہیں اور ملک کی خوشحالی کے ضامن ہوتے ہیں
۵۔ عوام جو خراج دیتے ہیں
۶۔ سوداگر اور اہلِ صنعت و حرفت۔
۷۔ غریبوں اور مسکینوں کا نچلا طبقہ۔

مندرجہ بالا طبقات بلحاظ کارپردازی
(FUNCTIONAL) میں سے ہر ایک کے لئے امیر المومنینؑ
نے احکام درج کئے تھے۔ غریبوں، محروم لوگوں
(HAVE - NOTS) اور مجبور اور اپاہج "طبقے کی
امداد و اعانت ازبس ضروری ہے۔"

"... یہ وہ لوگ ہیں جن کا کوئی سہارا نہیں،
فقیر و مسکین، محتاج، قلاش، اپاہج، ان میں ایسے بھی
ہیں جو ہاتھ نہیں پھیلاتے مگر خود صورت سوال ہیں۔
ان لوگوں کے بارے میں جو فرض خدا نے تمہیں سونپا
ہے اس پر نگاہ رکھنا اسے تلف نہ ہونے دینا۔" یہی نہیں
حضرت علی علیہ السلام نے ان ذرائع اور طریقوں کی
طرف بھی اشارہ کیا ہے جن کی وجہ سے ان نادار لوگوں
کی امداد حکومت وقت کر سکتی ہے۔ تحریر فرمایا کہ "بیت المال
میں سے ایک حصہ ان کے لئے خاص کر دینا اور حکومت
کی زمینوں پر پیدا ہونے والی اجناس میں سے اُن کا
بھی حصہ رکھنا۔ ان میں سے کون دور ہے اور کون
نزدیک؟ یہ نہ دیکھنا (کیونکہ) دور و نزدیک سب کا
حق برابر ہے اور ہر ایک کے حق کی ذمہ داری تمہارے
(حکومت کے) سر ڈال دی گئی ہے۔"

موجودہ فلاحی حکومتوں (WELFARE STATE)
کے ترقیاتی پروگرام مندرجہ بالا کے لحاظ سے وضع کئے
جاتے ہیں۔ بے شک اس طرح کے افراد کی ذمہ داری
صرف خوشحال لوگوں ہی پر نہیں ہے بلکہ حکومتوں
کا بھی فرض ہے کہ وہ اس طرح کے فلاحی اور بہبودی
اُمور میں بھی دلچسپی لیں۔

لنڈن اسکول برائے معاشیات (LONDON
SCHOOL OF ECONOMICS)
کے ای۔ ایف۔ ایم۔ ڈربن نے موجودہ صدی ہجری
میں لکھا تھا کہ "سماجی برابری ہماری زندگی کی خوشیوں
کو یقیناً دوبالا کر دیتی ہے۔ (کیونکہ) اس کی وجہ سے دولت
(سے پیدا ہونے) والا احساسِ جرم (Sense of
guilt) جو اس وجہ سے پنپتا ہے کہ کچھ ہی
لوگوں کا حصہ محرومیاں اس وجہ سے ہیں کہ وہ غریب
ہیں اور اُنھیں اس طرح کی خوشی دینے والے ذرائع
نصیب نہیں ہیں جو ہمارا حصہ ہیں، کو بھی ختم کر دے گا
جو ان میں موجودہ سماجی نظام کے تحت آرام و آسائش
سے زندگی گزارنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے (یقیناً)
ہمارے معاشرے میں خوشحالی کے لئے انصاف کا جذبہ
اشد ضروری ہے ملاحظہ ہو (THE POLICIES
OF DEMOCRATIC SOCIALISM P.330)

اس طرح ایک مستحکم حکومت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ
مختلف النوع ذمہ داریوں کو نبھاتی رہیں۔" دیکھو

لت کا تشخص ان بیچاروں (ادنیٰ طبقہ کے لوگوں)
غافل نہ کرے۔ اگر تم نے اس بارے میں اہم امور
کو پورا کر دیا تو بھی اس وجہ سے تمہاری معمولی سی
غفلت بھی معاف نہ کی جائے گی۔ لہٰذا ان کے ساتھ
کبر سے پیش نہ آنا اور اپنی توجہ سے انہیں محروم نہ
رکھنا۔ ان میں سے ایسے بھی ہوں گے جو تمہارے پاس
نہیں پہنچ سکتے۔ انہیں نگاہیں ٹھکراتی ہیں اور لوگ
ان سے گھن کھاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری بھی تمہارا کام
ہے۔ ان کے لئے بھروسے کے آدمیوں کی خدمات حاصل
کر دیا کرو۔ جو ایسے ہوں جو خوفِ خدا رکھتے ہوں
اور دل کے انکسار ہوں۔ لوگ ان بے کسوں کے حالات
تمہارے پاس لایا کریں اور تم وہ کرتا کر قیامت کے دن
خدا کے سامنے تمہیں شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ یاد رکھو رعایا
میں ان غریبوں سے زیادہ انصاف کا مستحق کوئی نہیں ہے۔
مندرجہ بالا کے ساتھ ساتھ امیر المومنینؑ نے کمسن
یتیموں اور بوڑھے اپاہجوں کے سلسلے میں خاص ہدایت
کی تھی کہ ان کا خیال رکھا جائے کیونکہ ان کا کوئی سہارا
باقی نہیں (رہتا) اور یہ بھیک مانگنے کے بھی لائق نہیں
ہوتے۔ لہٰذا اگر وہ حکومت تک نہیں پہنچ سکتے تو
حکومت (کے صاحبِ اقتدار لوگوں) کو چاہیئے کہ وہ ان
تک پہنچیں۔ یعنی ان کی خبر گیری کرتے رہیں۔ اس نکتہ عمل
پر زور دیتے ہوئے حضرت علیؑ نے مالک اشتر کو پیغمبر اسلام
کا قول یاد دلایا تھا۔ "میں نے رسول اللہؐ کو بار بار فرماتے
سنا ہے کہ اس قوم کی بھلائی نہیں ہو سکتی جس میں کمزور دل
کو طاقت ور سے پورا حق نہیں دلایا جاتا۔"
آخری سطور کی رو سے یہ صاف ظاہر ہے کہ عوام الناس
کی بھلائی کے لئے جن میں سے اکثر لوگ کم تر اور مفلوک الحال
ہوتے ہیں۔ ضروری ہے کہ وہ حضرات جن کو اللہ نے اپنی
نعمتوں سے مالا مال کیا ہے۔ انہیں مجبور کیا جائے کہ وہ

غرباؤ مساکین کے حقوق کا پاس رکھیں۔ موجودہ
حکومتیں آج فلاحِ عامہ اور دولت کے بڑھانے کی غرض
سے امیروں اور بڑے تاجروں پر ٹیکس نافذ کرتی ہیں
تاکہ اس طرح معاشرے کے پست طبقوں کی بھلائی
کے کام انجام دیئے جا سکیں۔ یہ نقطۂ نظر جمہوری نظام
کی حکومتوں (DEMOCRATIC GOVTS)
کے لئے اور بھی ضروری ہو گیا ہے کیونکہ ان حکومتوں کا
انعقاد رائے شماری کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ان اقدامات
کی کسوٹی کیا ہو؟ یہ مسئلہ اکثر پارلیمانی حکومتوں کے
زیرِ بحث رہا کرتا ہے۔ مثلاً کون سا ٹیکس نافذ کیا جائے؟
کون سی روزمرہ کے استعمال کی اشیاء پر محصول بڑھایا جائے؟
اس کا فیصلہ امیر المومنینؑ کی اس حکیمانہ تحریر کی رو سے
کیا جا سکتا ہے کہ "تمہیں سب سے زیادہ پسندیدہ راہ ہونا
چاہیئے جو حق کے لحاظ سے سب سے زیادہ درمیانی، انصاف
کی رو سے سب سے زیادہ عام اور رعایا کو سب سے
زیادہ رضامند کرنے والی ہو۔" مالک اشتر کے لئے دستور
حکومت مرتب کرتے وقت آپ نے تحریر کیا تھا: "یہ بھی
یاد رکھو کہ عوام کی ناراضگی خواص (V.I.P.S) کی
رضامندی کو بہا لے جاتی ہے اور خواص کی ناراضگی عوام
کی رضامندی کے ہوتے ہوئے گوارا کر لی جاتی ہے۔"
اس طرح امیر المومنینؑ نے ایک تقسیم پرداز حکومت
(DISTRIBUTIVE STATE) کی طرف اشارہ کیا ہے
پیداوار و بخشش، اجارہ داری اور دولت اور عوامل
پیداواری ذرائع (FACTORS OF PRODUCTION)
کا چند نفوس کے پاس جمع ہو کر رہ جانا۔ عوام میں ہراس
اور بد دلی پھیلاتا ہے اور معیشت (ECONOMY) کو
مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ امیر المومنینؑ نے اس
حقیقت کی طرف یہ تحریر کر کے اشارہ فرمایا کہ "خیال رکھو
کسی مصاحب یا رشتہ دار کو جاگیر دو ... ایسا کرنے سے

یہ لوگ ہمارا پر ظلم کریں گے، خود فائدہ اٹھائیں گے اور دنیا و آخرت میں حقوق خدا کی بدگوئی تمہارے سر پڑے گی۔"

زمانۂ سوداگری (MERCANTILIST ERA) سے نئے زمانۂ سوداگری NEO-MERCANTILISTS ERA تک اور جب سے آج کی آواز "تجارت امداد سے بہتر ہے" (TRADE IS BETTER THAN AID) کا تعاقب انسان کی جس ایک خواہش نے کیا ہے وہ ہے خوشحالی کی اُمید۔ یقیناً اس خوشحالی کا ایک بڑا حصہ تاجر اور صنعت گروں کے اقدامات پر مبنی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج عالمی حکومتیں اس بات کی کوشاں رہتی ہیں کہ ترقی کرتے ہوئے ملک کی تجارت میں روز بروز ترقی ہوتی رہے۔ بین الاقوامی کانفرنس برائے تجارت و ترقی (UNCTAD) کا وجود بھی اُس نقطۂ خیال کا مرہونِ منت ہے۔ امیر المومنینؑ نے تحریر فرمایا تھا:-

• طبقوں کی بقا کے لئے تاجر اور اہلِ صنعت و حرفت ضروری ہیں کہ بازار لگاتے ہیں اور سب کی ضرورتوں (کے سامان) مہیا کرتے ہیں۔ تجار اور اہلِ حرفت کا پورا خیال رکھنا۔ اُن کا بھی جو مقیم ہیں، اُن کا بھی جو پھیری لگاتے ہیں کیونکہ یہ لوگ ملک کی دولت بڑھاتے ہیں۔ دُور دُور سے سامان لاتے ہیں، خشکیوں، تریوں، میدانوں، ریگستانوں، سمندروں، دریاؤں، پہاڑوں کو پار کر کے ضروریات زندگی مہیا کرتے ہیں۔ ایسی ایسی جگہوں سے مال ڈھولاتے ہیں جہاں اور لوگ نہیں پہنچتے بلکہ وہاں جانے کی ہمت بھی نہیں کر سکتے۔

فاوفوا الکیل والمیزان ولا تبخسوا الناس اشیاءھم ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا (ناپ اور تول پوری کیا کرو اور لوگوں کو اُن کی (خریدی ہوئی) چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں اس کی اصلاح و درستی کے بعد فساد نہ کرتے پھرو۔

مندرجہ بالا آیت کی رُو سے ہر انسان کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ تجارتی معیار کو مفادِ عامہ یعنی خدمت کے ذریعہ منافع (PROFIT THROUGH SERVICE) کو ہی اپنا مسلک بنائے۔ کم تولنے، ذخیرہ اندوزی اور اجارہ داری کرے اور خراب مال بیچنے سے باز آئے ورنہ رسولؐ کے ارشاد کے مطابق ایسا تاجر گنہگار رہے جب تک کہ وہ خرید و فروخت میں ایماندارانہ رویہ کا حامل نہ ہو۔ حضرت علی علیہ السلام نے بھی مالک اشتر کو تحریر فرمایا تھا کہ:-

• اجارہ داری کی قطعی ممانعت کر دیا کیونکہ رسول اللہؐ نے اسے منع فرمایا ہے لیکن ہاں خرید و فروخت خوشدلی سے ہو۔ وزن بٹے ٹھیک رہیں، نرخ مقرر ہوں نہ بیچنے والا گھاٹے میں رہے اور نہ مول لینے والا مونڈا جائے۔

اس طرح موجودہ معاشی نظام کو سدھارنے کی غرض سے قیمتوں پر کنٹرول (PRICE CONTROL) اجارہ داری کے خلاف قانون وغیرہ کی ضرورت کی وجہ واضح طور پر سمجھی جا سکتی ہیں۔

• تاجر اور اہلِ صنعت و حرفت امن پسند لوگ ہوتے ہیں۔ ان سے شورش و بغاوت کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ پھر بھی ضروری ہے کہ پایۂ تخت میں بھی اور اطراف ملک میں بھی اُن پر نگاہ رکھی جائے کیونکہ اُن میں سے اکثر بڑے تنگ دل بڑے بخیل ہوتے ہیں منافع کے لئے ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور مال کی کمی کر کے چور بازاری کرتے ہیں اس طرح کی صورت مفادِ عامہ کو نقصان پہنچاتی ہے اور حکمراں کے لئے بدنامی کا

باعث ہوتی ہے۔"

مندرجۂ بالا بدعنوانیوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے آپ نے مالک اشتر کو تاکید فرمائی تھی اور ایسے حالات کا سختی کے ساتھ مقابلہ کرنے کی ہدایت بھی فرمائی تھی۔ "اگر ممانعت کرنے پر بھی کوئی ذخیرہ اندوزی (وغیرہ) کا مرتکب ہو تو اعتدال کے ساتھ اُسے عبرت انگیز سزا دی جائے"

لیکن ایک حکمراں اپنے عوام کے حقوق کی بحالی کے لئے جد و جہد کر نہیں سکتا جب تک کہ خود اُس کا دامن بدعنوانیوں سے پاک نہ ہو۔ لہٰذا امام امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشتر کو حکم تحریر فرمایا تھا کہ دیکھو کسی ایسی چیز کو اپنے لئے خاص نہ کر لینا جس میں سب کا حق برابر کا ہے"

اس بات کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے اگر ہم ذہن نشین کر لیں کہ کائنات عالم میں جو کچھ ہے سب خدائے واحد کی ملکیت ہے اور تمام نعمتیں انسانوں کے لئے ہیں جو آپس میں بھائی بھائی ہیں اور جن کا حق آپس میں برابر برابر ہے۔

قصیدہ در مدح حضرت علی علیہ السلام

از

(شہید صفی پوری)

بیار بادہ کہ آمد شفیعِ روزِ شمار | نشاط دائرہ برکف شد و دلا میخوار

بہر دیار سعادت، بہر بلد عشرت | چمن چمن گُل و لالہ دمن دمن گلزار

چمن بجلوۂ گُل ہمچو نوعروس حسیں | دمن ز بادِ مُعطّر چو طبلۂ عطّار

شفق بروئے سحر صد ہزار گلشن رنگ | سحر ز ماہِ امامت ہزار مہر انوار

بخانۂ احدیت ولیٔ حق آید | جہاں بگشت ز افراطِ حُسن یوسف زار

قضا یمین و مشیت یسار و حق بجلو | ظفر معین و شرف ہمرکاب و بخت نثار

بُتانِ کعبہ ہراساں کہ بُت شکن آید | نفاق و کفر گریزاں کہ حق شود ضو بار

بصد جلال بیامد علیؑ ولیٔ خدا | علیؑ وصیِ محمدؐ، علیؑ شہِ ابرار

امامِ فیض رساں از کمالِ خُلقِ عظیم | ولیٔ نُور پذیر از جمالِ طُور انوار

بخانهٔ صمدی افتخار ابراہیم | بہ بستر نبوی ہمچو احمدِ مختار
ابو تراب بفرشِ زمینِ مسکینی | بوقتِ زغرهٔ کفار حیدرِ کرار
بہ تختِ دادرسی شاہِ معدلت گستر | بہ نزدِ خستهٔ حرمان چارہ جو غمخوار
براہِ عشق نشان دادهٔ دیارِ حبیب | بخانقاہِ ورع متقیِ زہد شعار
گہے بدوشِ نبوت برفعتِ معراج | گہے رسن بہ گلو اوجِ حلم را معیار
فلک شگاف گہے ہیبتِ یداللہی | گہے صفاتِ جمالی سکونِ قلبِ زار
نگاہِ جلوہ پرست آشنائے نورِ ازل | دلِ نقاب کشا پردہ دارِ جلوهٔ یار
فصاحت این کہ فصاحت بوجد می آید | بلاغت آن کہ بلاغت نثارِ گفتار
شہے کہ نطق بلرزد بذکرِ اوصافش | شہنشہے کہ خدیوانِ دہر را سردار
سحابِ فیض، فلک جاہ، بحرِ استغنا | بسیطِ جود، قضا اقتدار، کوہِ وقار
جہان مسخر و اژدر شکار و خیبر گیر | قوی و صفدر و جرار و حیدر و کرار

شہید مدحِ شہِ دیں نمی تواں گنجد
بہ نظمِ شاعرِ معنی طراز و وصف نگار

ایک طویل قصیدہ کا ایک جزو

در مدحِ شیرِ نیستانِ نبوت حضرت علی علیہ السلام

جناب سید ارشاد حسین صاحب انصاری ایڈووکیٹ دہلی

یا علیؑ یا مطلعِ دیں کے منور ماہتاب
یا غرورِ ملتِ بیضا غرورِ کائنات
یا علی یا بحرِ ذخارِ علومِ باطنی
اے علیؑ اے مزرعہ ایماں کی امیدِ حیات
اے علیؑ اے گلشنِ فخرِ رسالت کی بہار
اے علیؑ اے حسرتِ بیداریٔ انسانیت
اے تمنائے دلِ قدرت کے پاکیزہ ثمر
اس کا ہم نور اس کا ہمنام آ گیا کعبہ میں آج
کس کو حاصل ہے مشیت میں مجالِ دم زدن
ایک شب پہلے ہی کامل ہو گیا ماہِ رجب
لے کر تو بغلِ جلیل ہر زعیمِ ہر زماں
یکسر از آغوشِ مادر تا بہ آغوشِ لحد
دی زمیں نے پاؤں کو قوت سہارا مل گیا
کیا عجب مغرب سے پلٹا یا جو دوبارہ آفتاب
مدحتِ حیدرؑ میں دیوارِ حرم کے لب کھلے
آمدِ حیدر ہے کعبہ میں "درِ حیدرؑ" بنا
ہمسرِ شانِ علی شانِ ولادت در حرم
کیوں نہ چومے کامیابی پائے عزمِ حیدری
دیدیا اپنے سے بہتر اپنے خادم کو لباس
کیا تقابل وسعتِ محدود و لا محدود ہیں
ذہنِ انساں سے مٹایا نقشِ طبقاتی نظام
دینِ اسلام انقلابِ نظم و اصلاحِ جہاں
جس کو جو دیدے تری بخشش ترا جود و کرم

یا علیؑ یا مشرقِ نورِ خدا کے آفتاب
یا معینِ بیکساں مشکل کشا یا بوتراب
یا علی یا کنزِ مخفی پارۂ ام الکتاب
اے علیؑ اے بارشِ رحمت کے گوہر زا سحاب
اے علیؑ اے نزہتِ فردوسِ عدن کے گلاب
اے علیؑ اے ملتِ خوابیدہ کے تعبیرِ خواب
اے علیؑ اے خواہشِ وحدت کے شائستہ جواب
کون کہہ سکتا ہے اب حسنِ ازل ہے لاجواب
حسنِ لاثانی نے خود پیدا کیا اپنا جواب
تیرھویں کو پا گیا حسنِ فلک اوجِ شباب
لے کر تیری مدح میں رطب اللساں ام الکتاب
خدمتِ انساں پہ قرباں طفلی و شیب و شباب
جب شکستِ ہمتِ دل نے کہا یا بوترابؑ
جاں پلٹ آتی ہے مُردوں میں بحکمِ بوترابؑ
اور علی یا فاطمہؑ کہہ کر کیا در نے خطاب
کھل گیا گویا حرم میں مستقل مدحت کا باب
دائیاں قدرت نے خود بھیجی تھیں کر کے انتخاب
جب چلے مولاؑ چلی فتح و ظفر بھی ہمرکاب
اللہ اللہ نکتہ رس تھی کتنی فکرِ لاجواب
بادشاہوں کی تراب اہلِ ولا کے بوتراب
ہمسری شاہ و گدا کی تیرا لاثانی نصاب
تیری دنیا انقلابی تیرا نعرہ انقلاب
نام از [illegible] لکھدے دنیا کے دلوں پہ بوترابؑ

امام اوّل کی آخری وصیتیں

(جناب سید قائم مہدی صاحب بارہ بنکوی ایم اے)

کعبہ میں ولادت ہوتی ہے، مسجد میں شہادت ہوتی ہے
جو قابلِ عزت ہوتا ہے، ہر حال میں عزت ہوتی ہے

دنیا کے عظیم ترین مفکروں کی دماغی وسعتوں کو محدود کر لینا آسان ہے، عالم کے بڑے بڑے مدبروں کے منتہائے فکر و نظر کو معلوم کر لینا سہل ہے، ہر فلسفی حکیم کی حکیمانہ موشگافیوں کا نچوڑ نکال لینا بھی ممکن ہے لیکن اے حکیمِ اسلام تو شاہراہِ حکمت کا وہ رہبر کامل ہے کہ تیرے پائے اقدس کی خاک چشمِ حکمت کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ تیرے ایک ایک نفس پر کائنات کے مدبرین کی زندگیاں نثار ہوں۔

دنیا جانتی ہے کہ امیر المومنینؑ کی زندگی کن کن اسرار و رموزِ قدرت کی آئینہ دار تھی۔ یہ امامِ حقیقی جس طرح جیتے جی اُٹھتے بیٹھتے برابر اپنے خطبوں، نصیحتوں اور وعظوں میں تعلیماتِ اسلامی اور احکامِ ربانی اور اسی قسم کے بے شمار جواہر پارے ادا کیا کرتا تھا آج بھی ایسے نازک وقت میں جبکہ ابن ملجم کی زہر آلود تلوار اپنا کام کر چکی ہے۔ سر کے زخم سے خون بہہ بہہ کر پیشانی پر جم گیا ہے، سانسیں اُکھڑ رہی ہیں۔ نبضیں ڈوب رہی ہیں اور موت کا فرشتہ سامنے کھڑا ہے لیکن حقیقی سانسیں مل رہی ہیں اُس کا ایک ایک لمحہ اور ہر ہر دھڑکن یہ مجسم سقراط اپنی منصبی ذمہ داری کے مصرف میں لا رہا ہے۔

ایسے پُرہول وقت اور جگر پاش ماحول کی کیفیت کا صحیح اندازہ وہی کر سکتا ہے جس میں نفسیاتی پیچیدگیوں کے سمجھنے کی بصیرت موجود ہو۔ انسان نزع کے وقت اپنے سارے ہوش و حواس اور فہم و شعور کھو دیتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ اپنی اولاد سے اپنے گھریلو معاملات کے متعلق وصیتیں کرنے لگتا ہے۔

لیکن یاد رکھئے! عام انسانوں کے مقابلے میں محمد و آلِ محمد کو یہی تو امتیاز حاصل ہے کہ کسی موقع پر بھی اُن سے اپنے خواہشاتِ نفسانی کے تحت ایک لفظ بھی زبان آشنا نہیں ہوا اور نہ اُن پر کبھی موت کی ہیبت طاری ہوئی۔ نمائندہ مشیتِ الٰہی کی عزت، دین کا وقار، غریبوں کا پاسدار، بیواؤں کا دستگیر، یتیموں کا خبرگیر، متقیوں کا امام، علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے جب زہر آلود تلوار لگتی ہے تو بے ساختہ کہتے ہیں۔ "رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا"۔ وقتِ آخر اس چھوٹے سے جملے میں علیؑ نے اپنی منصبی زندگی کی کامیابی پر بھرپور اطمینانِ قلب ظاہر کیا ہے۔ جب کہ یہ امر مسلمہ ہے کہ وقتِ آخر انسان کی زبان نہیں اُس کا ضمیر بولتا ہے۔ اور پھر سانس کی آخری آمد و شد پر [illegible] اطمینانِ قلب کے ساتھ یوں گہر افشانی کر رہا ہے۔

تعریف کرتا ہوں اس خدائے بزرگ کی جو ایسی ہی [illegible] سزاوار ہے۔ اس کے احکام کا اس وقت تک [illegible] اس کے ساتھ دیکھا [illegible]

ایسا نہیں موت سے کسی کو مفر نہیں۔ موت سے بھاگنے والا بھی موت کا سامنا کرتا ہے۔ مجبور ہو کر موت ہر ایک کو اپنی جانب کھینچ لیتی ہے۔ دیکھو مسئلۂ قضا و قدر میں زیادہ پریشان و متفکر نہ ہو کیونکہ وہ خدا کے علم و اسرار میں ہے۔

میری مخصوص وصیت تم لوگوں سے یہی ہے کہ خدائے تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک جانو اور کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہ سمجھو۔ سنت محمدیؐ کو ضائع نہ کرنا۔ ہمیشہ کتاب خدا اور سنت محمدیؐ پر کاربند رہنا ہمارے اہل بیتؑ اور حسنینؑ سے بھی غافل نہ رہنا دیکھو راہ ہدایت کی دو قسمیں ہیں ان کو روشن رکھنا۔ خدا نے ہر شخص کو بقدر اس کی طاقت کے تکلیف دی ہے۔ کم علم نادانوں سے خفیف مواخذہ ہوگا۔ آگاہ ہو کہ تمہارا پروردگار کریم ہے۔ رحیم، علیم اور دانا ہے۔

کل جو تمہارا امام و مصاحب تھا آج وہ تمہارے لئے عبرت گاہ ہے اور کل تمہارے درمیان سے رحلت کر جائے گا۔ اگر مجھے اس زخم سے شفا ہو جائے تو خدائے عزوجل کا شکر بجا لاؤں گا۔

(سوانح عمری حضرت علی ابن ابیطالبؑ۔ مصنف فوق بلگرامی ص ۴۴۳)

کیا کہنا امیر المومنینؑ کے کلام بلاغت نظام۔ شیکسپیر (Shakespeare) کے ڈراموں کی ساری صنعت طرازیاں اور ملٹن (Milton) کے تیور پر کی حقیقت آمیزیاں یک دفعہ اس پر نثار ہو جائیں۔

کلام علیؑ کا ایک ایک لفظ گوش ہوش سے سننے اور عقل سلیم کی انتہائی گہرائیوں سے سمجھنے کا مقتضی ہے۔ اس بے ثباتی دنیا کی حقیقت کی نقاب کشائی کرتے ہوئے ہمارے مولا فرماتے ہیں۔ سچ کہتا ہوں میں نے کبھی اس دنیا میں دل نہ لگایا اور اس دار فانی میں اس طرح رہا جیسے کوئی مسافر کچھ دیر سکون لینے کے لئے درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھ جائے (یعنی اسے اپنی منزل نہ سمجھے) اور وہ سایہ بہت جلد و غیر محسوس طور پر اس کے سر سے دور ہو جائے یا کسی کے نزدیک تھوڑے سے خس و خاشاک جمع ہو جائیں اور پھر ہوا کا دوسرا جھونکا اسے اس طرح متفرق کر دے جس طرح پہلا ابر کسی کے سر پر سایہ افگن ہوا اور پھر وہ سایہ ایک دم سے دور ہو جائے (ناگہانی موت کے لیے کیسی لطیف تشبیہ دی گئی ہے) میرا بدن چند روز کے لیے تمہارے ساتھ رہا مگر دل ہمیشہ اس کی رضا و مرضی کے تابع رہا بہت جلد تم میرے بدن کو روح سے خالی پاؤ گے اب نہ وہ بلیغ خطبے اس سے سنو گے۔ وہ علوم الٰہی اور معارف ربانی حاصل کرو گے اب میں وداع کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ روز حشر تم سے ملاقات کروں اور اس وقت میری صحیح قدر و منزلت جو اگلی تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ ہے معلوم ہو گی۔

یاد رکھو۔ جب میں تمہارے درمیان سے اٹھ جاؤں گا اور ایک دوسرا شخص میری جگہ پر تمہارا امیر ہوگا تو مجھے یاد کرو گے۔ اب میں تمہارے لیے اور خود اپنے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں (ماخوذ از تہذیب المتین)

اس کے بعد امیر المومنینؑ وصیت فرماتے ہیں حسنین علیہم السلام سے جن میں بظاہر مخاطب یہی دونوں شہزادے ہیں لیکن بالواسطہ طور پر ترغیب اس وقت حاضرین مجمع کو دی گئی ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ کبھی فرض شناسی میں کوتاہی نہ کرنا۔ کبھی دنیا طلبی کی لالچ نہ کرنا اور جب کبھی کوئی کلام کرنا تو حق کے لئے میں تم دونوں کو اور ان لوگوں کو بھی جن تک میری آواز پہونچ سکے نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کا خوف ہمیشہ کرنا۔ آپس میں نزاع نہ کرنا بلکہ شیرازہ کو مجتمع رکھنا۔ دیکھو یتیموں کی خبرگیری اور پڑوسیوں کے حقوق سے کبھی غافل نہ ہونا جیسا کہ مجھ سے پہلے یہی وصیت پیغمبرؐ نے

ہدایت کرتے رہنا۔ دوسروں سے حسن خلق اور فیاضی سے پیش آنا اور دیکھو اگر میں جانبر نہ ہو سکوں تو میرے قاتل کو ایک ہی ضرب لگانا کیونکہ عدل اسی میں ہے اور ہرگز اسے مثلہ نہ کرنا کیونکہ پیغمبرؐ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔

ان گہربار کلمات میں اگر غور و خوض سے کام لیا جائے تو کردار سازی کا ایک ایسا نظام فکر نیز سماج و معاشرہ کی فلاح و بہبود کا ایسا طریقۂ کار مرتب کر کے پیش کیا گیا ہے کہ رسولؐ کے طرز اصلاح کا ایک نقشہ سامنے آجاتا ہے یہی اولوالعزمیوں کو دی گئی اور پھر حکمت کی تعلیم دی گئی ہے۔

بیشک آج جب علیؑ کی سیرت کے [illegible] نگاہوں کے سامنے آتے ہیں تو یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہیں رہتی کہ

ـــہ

نفس اتنا مضمحل ایمان اس درجہ قوی
نان جو توڑے نہ ٹوٹے باب خیبر توڑ دے
جب علیؑ سا ناخدا ہو اور خدا سا کارساز
چھوڑ دے دھارے پہ کشتی اور لنگر توڑ دے

حکمت کے لعل و گہر ـــــ ارشادات امیرالمومنینؑ

۱۔ ہر انسان کی قیمت اس کا شاہکار ہو۔

۲۔ عقل مند کا سینہ اس کے رازوں کا صندوق ہوتا ہے، چہرے کی بشاشت و شگفتگی دام محبت ہے اور برداشت عیبوں کی قبر ہے۔

۳۔ جس قدر جو اہل ہمت ہوتا ہے اتنی ہی اس کی قدر ہوتی ہے جس میں جس قدر مروت ہوتی ہو اتنا ہی وہ سچا سمجھا جاتا ہے جس میں جس قدر غیرت ہوتی ہے اسے اتنا ہی بہادر سمجھتے ہیں جس قدر جو شخص غیرت مند ہوگا اتنا ہی پاکدامن ہوگا۔

۴۔ جب تم پر نعمتوں کا آغاز ہونے لگے تو ناشکری کر کے تکمیل نعمت کو نہ روکو۔

۵۔ لوگوں سے اس طرح گھل مل کر رہو کہ اگر مر جاؤ تو تمہارے غم میں اشکبار ہو جائیں اور اگر زندہ رہو تو تم سے ملنے کے لیے بے چین رہیں۔

۶۔ بڑے گناہوں کا کفارہ یہ ہے کہ مبتلائے مصیبت کی فریاد رسی کرو، غمزدہ و رنجور کی تکلیف دور کرو۔

۷۔ جو تمہیں بری بات کے انجام سے ڈراتا ہو وہ تمہیں اچھے مستقبل کی بشارت دیتا ہو۔

۸۔ غلطی معاف کرنے کا سزاوار سب سے زیادہ وہ ہے جو سب سے زیادہ سزا دینے پر قدرت رکھتا ہو (۹) جسے قریب کے لوگ نہیں پوچھتے دور کے لوگ اسکے قدردان مل جاتے ہیں (۱۰) جاہل یا افراط سے کام لیتا ہے یا تفریط سے اعتدال و میانہ روی کا صحیح تصور مفقود ہے۔

(پیش کردہ) سید ولی الحسن عابدی
مفتی محلہ مفتی ہاؤس۔ جونپور

سخی آج پیرِ مغاں ہوگیا

(جناب سید کوثر عباس صاحب کوثرؔ کندرکوی)

یہ دینِ نبی جب جواں ہوگیا
تو پھر کفر نذرِ خزاں ہوگیا

ہوا کس کی آمد کا فیض و کرم
یہ سارا جہاں بوستاں ہوگیا

جو احمد کے گلشن کا ہے باغباں
وہ نظروں میں سب کی عیاں ہوگیا

ذرا آکے دیکھیں کہاں ہیں کلیم
یہاں حق کا جلوہ عیاں ہوگیا

مکرّم معزّز ہے مولد ترا
عبادت گہہ مردماں ہوگیا

ندائیں فلک سے یہ آنے لگیں
معین رسولِ زماں ہوگیا

علیؑ نے بنایا نشانہ جسے
اسی کا عدو آسماں ہوگیا

ہوائیں مسرت کی چلنے لگیں
سخی آج پیرِ مغاں ہوگیا

مطلع ثانی

وہ کعبہ کا وارث عیاں ہوگیا
خدا جس کا خود میزباں ہوگیا

ہوئے مست رندانِ حُبِّ علی
نصیبہ ہر اک کا جواں ہوگیا

کیا ٹکڑے اژدر کو آئی صدا
یہ بچہ ابھی سے جواں ہوگیا

رہا طور پر جو کہ جلوہ نہاں
وہ کعبہ میں آکر عیاں ہوگیا

محمدؐ کے گھر میں جب آئے علیؑ
ہر اک ذرہ جنت نشاں ہوگیا

یہ ہے معجزہ ایک ہی وقت کا
کہ چالیس جا میہماں ہوگیا

جو شمعِ رسالت کا پروانہ ہو
وہی نام وردِ زباں ہوگیا

اثر ان کی مشکل کشائی کا ہے
جو اسلام باعزّ و شاں ہوگیا

ہو نورِ خدا اور نفسِ رسولؐ
زمانے میں سب پر عیاں ہوگیا

ہوا ابرِ رحمت جو سایہ فگن
زمانے میں وہ ضوفشاں ہوگیا

ملی حب کہ کوثرؔ کو الفت کی مے
تو اُس وقت سے مدح خواں ہوگیا

قطعہ

علیؑ حسنین و زہرہ کی بہاروں پر حکومت ہے
زمیں پر، آسماں پر، چاند تاروں پر حکومت ہے

مفسّر ہیں یہ قرآں کے یہی تفسیرِ قرآں ہیں
انھیں کے علم کی قرآں کے پاروں پر حکومت ہے

قصیدہ در مدح حضرت علی علیہ السلام

از
صہبا نقوی
بی کام
مظفر پوری

مجھ کو عطا ہو ساقیا جامِ ولائے حیدری
تشنۂ مدحتِ علیؑ ہے مرا ذوقِ شاعری

طاقِ حرم میں آج ہے جامِ شرابِ کوثری
نازاں ہے جس پہ ساقیا دامنِ زہد کی تری

شاعرِ بوتراب ہوں جامِ شرابِ نقل دے
طبعِ رسا کو آج ہے، تو صلۂ سخنوری

چھائی ہوئی بہار ہے، رندادل شار ہے
دیدہ پُر خمار ہے، دُردکشِ جامِ کوثری

لاکھ بلائیں لئے ایک جمالِ دلنشیں
لاکھ لگاوٹیں لئے ایک ادائے دلبری

جلوۂ حور اک طرف، سجدۂ طور اک طرف
سینۂ دل میں اک طرف عکسِ جمالِ حیدری

مطلعِ نو پڑھوں صباؔ کیوں نہ بنامِ مرتضیٰ
جامِ ولاسے دُھل گیا داغِ فراقِ حیدری

اے گلِ باغِ ہاشمی، حاملِ حُسن رزری
تیرا لقب ہے مرتضیٰ، تیرا شرف غضنفری

خانۂ ربِ دوجہاں میں ہے علیؑ ترا ورود
آج کی شب ہے دیدنی، حیرتِ چرخِ چنبری

صلِّ علیٰ کا شور ہے فرش سے لے کے عرش تک
آج خدا کے گھر میں ہے، جشنِ ولائے حیدری

اے دلِ بے قرار دیکھ، دیدۂ اعتبار دیکھ
عشق کی بارگاہ میں، حُسن کی جلوہ گستری

شاعرِ بجتس کو آج فرصتِ یک نفس نہیں
وردِ زباں شوق ہے، مدح و ثنائے حیدری

گلشنِ روزگار میں دیکھے تمہارے بہتریں
معرکۂ کارزار میں نام سے تیرے تھرتھری

تیرا عدو ہے دوزخی، تیرا محب ہے جنتی
رونقِ پہلوئے نبیؐ، قوتِ دستِ جعفری

بعدِ نبی جہاں میں ہیں، اپنے امام مرتضیٰ
ایسے نبیؐ پہ ختم ہے سلسلۂ پیمبری

حاملِ جلوۂ اَلَہ، عکسِ جمالِ مصطفےٰ
واقفِ شرحِ لافتیٰ، نورِ جبینِ سروری

ہے علیؑ کا مرتبہ، بعدِ خدا فقط نبیؐ
اُن کو خدا نے کی عطا، شوکت و شانِ صفدری

گلشن و کوہ و دشت میں فیض رسانیٔ علیؑ
مہر و مہ و نجوم میں پرتوِ حُسنِ حیدری

شیرِ خدا کے معجزات، مُردے کو بخش دیں حیاتؑ
نطقِ علیؑ کے سامنے جھوٹ ہے سحرِ سامری

ہے وہ نبیؐ کا در، جہاں سر بسجود ہیں مَلک
ہے وہ علیؑ کا آستاں، جس سے خجل سکندری

خالقِ ذوالجلال کی، شانِ عطا تو دیکھئے
سینۂ شیرِ کردگار، جذبۂ بندہ پروری

عہدِ خدائے لم یلد، حاملِ عزمِ مستعد
تیرا مزاج بُت شکن، تیرا شکوہ سروری

جن و بشر سے پوچھئے، شمس و قمر سے پوچھئے
سائلِ در سے پوچھئے، جود و سخائے حیدری

ضربِ ذوالفقار کے تازہ ہیں آج بھی نشاں ۔ گونج رہا ہے آج تک نعرۂ فتحِ خیبری
ذات ہے بوتراب کی جزوِ حیاتِ احمدی ۔ ختمِ رسل سے پوچھئے وصف و کمالِ حیدری
ایک سے بڑھ کے ایک تھے گرچہ جہاں میں قوی ۔ تو نے ملا دیا خاک میں سب کا غرور و خودسری
عقدہ کشائے دو جہاں، مظہرِ نصِ کبریا ۔ تجھ کو خدا نے سونپ دی دونوں جہاں کی سروری

گلشنِ خلد سے جہاں آئی صدائے مرحبا
[illegible] ہوئے چلا [illegible] داستانِ حیدری

مئے واجب

(از رضا عارف رضوی)

میخانۂ ولایت پہ کیسا ہے اژدہام ۔ سنتے ہیں آج صبح سے چلتا ہے دورِ جام
کس نے سبیل کی ہے مبارک ہو [illegible] ۔ [illegible] رحم ہونے کا یقیں نہیں ہے تمام

قطعہ

گردش میں ہے وہ بادۂ رنگینِ معرفت ۔ جس کی طلب میں ہو گئے سیراب تشنہ کام
ہاں جس کے پینے والے ہیں سلطانِ اولیا ۔ میکش پہ جس شراب کا لازم ہے احترام
وہ مے کہ جو ہے باعثِ ایجادِ کائنات ۔ جس کا سرور عرشِ معلّٰی کا ہے قیام
جس کا خمار موجبِ ایمان و آگہی ۔ وہ شے ہے جس پہ جہنم کرے حرام
وہ مے جو قدسیوں کو بھی دل سے پسند ہے ۔ فردوس میں ہے جس کے پلانے کا انتظام
یعنی مئے مودتِ سردارِ اوصیا ۔ یعنی شہ ولائے امامِ فلک مقام
چھایا ہے بزمِ اہلِ عقیدت پہ کیف سا ۔ عارف یہی ہے مطلعِ پُرنور کا مقام

مطلع

یہ کہہ رہا ہے تیرہ رجب کا مہِ تمام ۔ آمد ہے اس کی عرش پہ لکھا ہے جس کا نام
وسعت حرم کی دامنِ پُرشوق ہو گئی ۔ بہرِ ولادتِ شہِ والا یہ اہتمام
اے بدر تجھ کو ایسی تجلی کا واسطہ ۔ بنتِ اسد کے چاند کو پہنچا دے اک پیام
کہہ دے امامِ دیں سے یہی بعدِ تہنیت ۔ لاکھوں سلام تجھ پہ شہنشاہِ نیک نام
لاریب تو نگاہِ فضیلت میں انتخاب ۔ تو مظہرِ صفاتِ الٰہی ہے لا کلام
تبلیغِ دینِ حق تری احسان مند ہے ۔ تو نے درست کر دیا اسلام کا نظام
بانی ہیں تجھ سے نطق کے شیریں بیانیاں ۔ ہے بحرِ بیکرانِ فصاحت ترا کلام
اب تک نجف ہی مرکزِ تحصیلِ علم ہے ۔ اے بابِ علمِ دیں ترا جاری ہے فیضِ عام
قبضے میں تیرے کوثر و تسنیم و سلسبیل ۔ رضوان تیرے در کا اک ادنیٰ سا ہے غلام
ہے ورد تیرے نام کا وجہِ سکونِ دل ۔ مشکل کشائے کون و مکاں سیدِ انام
کرے قبول اگرچہ یہ شایاں نہیں ترے ۔ مدحِ خلوص ہے جو قصیدہ ہوا ہے تمام

منقبت

در شانِ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب اسد اللہ الغالب علیہ السلام

(جناب سید توفیق الحسن صاحب توفیق وکیل کوٹھی نواب محسن الملک۔ اٹاوہ)

شاہِ مرداں مددے، فیضِ یزداں مددے   فخرِ آدم مددے، فخرِ سلیماں مددے
شاہِ ذیشاں مددے، صاحبِ عرفاں مددے   حرزِ جاں، دافعِ غم، نورِ عریاں مددے
دُور مجھ سے مرے اعمال کی زشتی ہو جائے
پار دریائے خطا سے مری کشتی ہو جائے

کم نہیں آپ کا بھی احمدِ مرسل سے مقام   گر وہ پیغمبرِ دوراں ہیں تو ہیں آپ امامؑ
گر وہ ہیں خیرِ اُمم، آپ بھی ہیں خیرِ انام   اُن کا گھر دارِ اماں، آپ کا گھر دارِ سلام
گر مباہات محمدؐ پہ خدا کرتا ہے
ساتھ ہی آپ کی بھی حمد و ثنا کرتا ہے

اُن کو قرآن دیا، آپ کو دی اُس نے حسام   اُن پہ خالق کا دُرود، آپ پہ خالق کا سلام
اُن کو محبوب کہا، آپ کو اپنا ہمنام   دونوں ہیں چشمۂ عرفانِ خواص اور عوام
گر لقب سیدِ والا کا ہے شاہِ مشرقین
آپ کی ذاتِ گرامی ہے امامِ حرمین

ہیں اگر سیدِ ابرار شفیعِ محشر   آپ بھی ہیں بخدا مالکِ حوضِ کوثر
ہے اگر اُن کا لقب بادشہِ جن و بشر   ہے خطاب آپ کا بھی فاتحِ بابِ خیبر
وہ سرِ عرش اگر صاحبِ معراج ہوئے
بر سرِ دوشِ نبیؐ آپ بھی سرتاج ہوئے

گر وہ ہیں عرش نشیں، آپ ہیں کعبہ کے مکیں   گر وہ ہیں حبلِ متیں، آپ بھی ہیں مرکزِ دیں
در پہ جھکتی ہے اگر اُن کے فرشتوں کی جبیں   یا علیؑ آپ کے شاگرد بھی ہیں روحِ امیں
شمعِ اسلام محمدؐ ہیں تو آپ اُس کی ضیا
وجہِ تخلیقِ جہاں وہ ہیں تو آپ اُس کی بقا
گر وہ ہیں واقفِ اسرارِ خفی اور جلی   آپ سے بھی تو کوئی چیز نہیں ہے مخفی

تھا حقیقت میں تقاضائے عدالت بھی یہی آپ کو دی جو ولایت تو نبوت اُنھیں دی

گر رسولِ عربی قوم کے سردار ہوئے
آپ اسلام کے لشکر کے علم دار ہوئے

گر محمدؐ مہِ کامل ہیں تو آپ اُس کا نور گر وہ ہیں قدرتِ معبود تو آپ اُس کا ظہور
لوحِ محفوظ اگر وہ ہیں تو آپ اُس کی سطور مثلِ جاں آپ تنِ پاکِ نبیؐ میں مستور

آپ یوں سیدِ لولاک سے وابستہ ہیں
جس طرح پھولوں میں رعنائیاں پیوستہ ہیں

ہے اگر ذاتِ محمدؐ کی مجیب الدعوات یا علیؑ آپ بھی بر لاتے ہیں سب کی حاجات
گر وہ ہیں چشمۂ الطاف و فیوض و برکات آپ بھی ہیں بخدا دافعِ رنج و آفات

در پہ گر اُن کے ہر اک غم کی دوا ملتی ہے
آپ کے ذکر سے خالق کی رضا ملتی ہے

چاند دو ٹکڑے گر انگشتِ محمدؐ سے ہوا آپ کے واسطے بھی ڈوب کے سورج پلٹا
آپ بھی مثلِ محمدؐ کے ہیں اعجاز نما اس میں اک ذرّہ برابر بھی نہیں شک بخدا

فرق کیوں دونوں میں، ہو نورِ خدا ہیں دونوں
ایک ہی شمعِ فروزاں کی ضیاء ہیں دونوں

گر وہ ہیں بانیٔ دیں آپ ہیں بنیادِ یقیں آپ بھی منصف و عادل ہیں اگر وہ ہیں امیں
آپ کو قرب نہ ہو اُن سے یہ ممکن ہی نہیں جسم ہوتا ہے جہاں جان بھی ہوتی ہے وہیں

کیسے ممکن ہے کہ خورشید تو ہو نور نہ ہو
کوئی قادر تو ہو لیکن اُسے مقدور نہ ہو

گر وہ ہیں شہرِ علوم، آپ درِ شہرِ علوم آپ قرآن کی آیات کا واضح مفہوم
نام بھی آپ کا ہے نامِ خدا سے موسوم آپ کے وصف ہیں قرآن کے اندر مرقوم

گر خدا نے کہا اُن کے لئے لولاک لما
آپ کی شان میں بھی اِنّا فتحنا آیا

بندگی آپ کی ہے عین عبادت اُس کی آپ کی ہے جو حیثیت وہ حیثیت اُس کی
دشمنی آپ کی ہے صاف عداوت اُس کی ہے نہاں آپ کی اُلفت میں محبت اُس کی

مرتبہ دے کے ولایت کا سرافراز کیا
انبیاء سے بھی سوا آپ کو ممتاز کیا

آپ کی بات کو سب اہلِ یقیں مانتے ہیں ہیں جو حق آشنا وہ قبلۂ دیں مانتے ہیں

آپ کے رتبے کو سب عرش نشیں مانتے ہیں　　آپ کے علم کو جبریلِ امیں مانتے ہیں
سب کو جانے دو خدا آپ کا ہے رتبہ شناس
یا علیؑ آپ کی ہر بات کا ہے اُس کو پاس
آپ جو کچھ ہیں حقیقت میں ہیں اُس سے بھی سوا　　آپ کو اپنا ہر اک وصف خدا نے بخشا
ہیں کہیں آپ یداللہ، کہیں شیرِ خدا　　آپ کے نام میں اللہ نے یہ وصف دیا
لب پہ جس شخص کے بھی آپ کا نام آتا ہے
اُس کا بگڑا ہوا ہر کام سنور جاتا ہے
آپ کے قدموں کا یہ فیض ہے یا شاہِ نجف　　آپ کے در کا ہر اک ذرّہ ہے خورشید بہ کف
کہہ رہا ہوں علی الاعلان یہ از رہِ بے تکلف　　پائے کرسی سے بڑھا مہرِ مودّت کا شرف
ماسوا آپ کے یہ اوج کسی نے پایا
ہے کوئی اور بھی بندہ جو خدا کہلایا

قطعات

(حکیم محمد کاظم بنارسی)

نظمِ ریاضِ شاہِ مدینہ بدل گیا　　ظاہر میں اک ذرا سا قرینہ بدل گیا
سمجھو نہ جانشینیٔ حیدرؑ سے اور کچھ　　انگشتری وہی ہے نگینہ بدل گیا

مجھ کو محبتِ ہے آلِ نبیؐ ملی　　نعمت جو چاہتے تھے خدا سے وہی ملی
کاظمؔ خدا گواہ دعائے رسولؐ سے　　قرآں کے ساتھ ساتھ ولائے علیؑ ملی

مجاہدِ کربلا

بحمد اللہ یہ کتاب اب زیرِ طباعت ہے اور کوشش یہ ہے کہ اس کو ماہ ستمبر ۸۱ء میں ضرور شائع کر دیا جائے مگر یہ جب ہی ممکن ہے کہ افرادِ دینی اسی طرح برابر توجہ فرماتے رہیں اور عطیہ جات سرمایہ جلد از جلد فراہم کر دیں۔ اس کتاب کو ۳۱ پونڈ کے سفید اور دبیز کاغذ پر طبع کرنا مقصود ہے اور صوری حیثیت سے بھی اس کو معیاری شائع کرنا ہے۔ جزو بندی کے ساتھ ساتھ ڈائی سے سنہری نام کی ڈائی سے نام طبع ہوگا۔

ممبرانِ خاص اور دیگر افرادِ دینی سے استدعا ہے کہ وہ دس دس روپیہ بطور عطیہ جلد از جلد مرحمت فرمادیں۔ جن ممبران نے اپنا عطیہ ابھی نہیں ارسال کیا ہے وہ فوری توجہ فرمائیں۔ کتاب شائع ہوتے ہی بذریعہ رجسٹری ان کی خدمت میں ارسال کر دی جائے گی۔

ممبران عام کو یہ کتاب نصف قیمت پر بشمول صرفہ ڈاک ارسال ہوگی لہٰذا وہ اس کی ایک جلد کے لئے پانچ روپیہ ارسال فرمادیں۔ ممبرانِ عمومی بھی جن کا زرِ چندہ سال ۸۰ء تک بیباق ہے وہ بھی اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

سردست اس کتاب کو اردو میں شائع کیا جا رہا ہے اور جلد ہی اس کے انگریزی اور ہندی تراجم بھی شائع کرنا مقصود ہیں تاکہ اس کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں دیگر اقوام و ملل کے ہاتھوں تک پہونچا کر ان کو بھی کربلا کی عظیم قربانیوں اور اس کے پس منظر سے باخبر بنا کر اسلام حقیقی سے متعارف بنایا جائے۔

جو حضرات ممبر نہ ہوں اور صرف اسی جلد کو حاصل کرنا چاہیں وہ آٹھ روپیہ (چھ روپیہ قیمت اور دو روپیہ صرفہ ڈاک) بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمادیں۔ "مجاہدہ کربلا" کی ایک جلد شائع ہوتے ہی فوراً بذریعہ رجسٹری ارسال خدمت کر دی جائے گی۔

الداعی الی الخیر: سید ابن حسین نقوی عفی عنہ آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

حسینی فنڈ ۱۳۹۲ھ

(قسط پنجم)

برادرانِ ملت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحمد اللہ "حسینی فنڈ" ۱۳۹۲ھ کی یہ پانچویں قسط پیش کی جارہی ہے۔ ہم درگاہ احدیت جل شانہ میں بدعا ہیں کہ وہ منعم حقیقی ان تمام عاشقانِ حسین مظلومؑ کو اس دینی نصرت اور ملی اعانت کا اجر بے حساب بحق آل طٰہٰ ویٰسین علیہم السلام بجمیع شہدائے کربلا (ارواحنا لہم الفداء) دنیا و آخرت میں دونوں جگہ مرحمت فرمائے اور دیگر افراد دینی کو بھی اس اہم دینی مقصد کی طرف توجہ کی توفیق عطا کرے۔ آمین ثم آمین۔

اس عرصہ میں جن ممبران ورفقائے کار نے عطایا وصول کر کے ارسال فرمائے ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔ جزاہم اللہ خیرالجزاء۔

(۱)	عالیجناب مولانا حسین علی صاحب قبلہ	پرولیا	۵۰ سے/
(۲)	" محمد شفیع صاحب ڈاک	کرگل	۵۰ سے/
(۳)	" مرزا محمد حسن صاحب	سری نگر	سے/
(۴)	" سید علی صفدر صاحب	لکھنؤ	صہ/
(۵)	" سید اشتیاق حسین صاحب	الہ آباد	۱۲۵ سے/
(۶)	" الحاج سید وصی الحسن صاحب زیدی ایڈووکیٹ	اناؤ	سے/
(۷)	" سید محمد ریاض حیدر صاحب	" میونگی	سمہ/
(۸)	" سید جعفر رضا صاحب	نیپال گنج	۶/
(۹)	" محمد تقی مرزا صاحب انچارج دفتر مشن	لکھنؤ	۱۶۰/

برادرانِ دینی! آئندہ محرم کے لئے "حسینی لٹریچر" کی تیاری کا کام بحمد اللہ جاری ہے۔ کاپیاں صحت ہو ہو کر پلیٹوں پر جم رہی ہیں۔ اب کاغذ کی خریداری کا مسئلہ ہے۔ کم از کم پانچ ہزار روپیہ کا کاغذ جلد از جلد خرید لینا ہے تاکہ رمضان المبارک کے بعد سے معطیان کی خدمت میں رسائل کی روانگی شروع کی جا سکے۔

اس وقت جنتری وکیلنڈر ۱۹۷۲ء اور اعمال ماہ مبارک ۱۳۹۱ھ زیر طبع ہیں۔ سردست مالی مشکلات کے سبب تھوڑی تھوڑی تعداد میں یہ دینی ضروریات طبع ہو رہے ہیں آمدنی ہونے پر مزید کاغذ خرید کر طباعت ہو سکے گی۔ ان تبرکات کو شعبان المعظم کے اندر ہی تمام ممبران ومعطیان حسینی فنڈ کو پہونچا دینا ہوتا ہے اور یہ تبرکات "حسینی فنڈ" ہی سے طبع ہوتے ہیں۔ لہٰذا تمام افراد دینی

ہے استدعا ہے کہ وہ اپنے عطایا جلد از جلد ارسال فرما کر ماجور ہوں۔

الداعی الی الخیر۔ سید ابن حسین نقوی عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

کیفیت	رقم عطیہ	مقام	اسمائے گرامی معطیان		نمبر شمار
	مار	ناگ پور	محترمہ خانم خالدہ عذرا صاحبہ	عالیجناب	۷۹
	عـہ/	سرینگر	مرزا محمد حسن صاحب دولت آباد	،،	۸۰
	عـہ/	فرخ آباد	سید وقار حسین صاحب فتح گڑھ	،،	۸۱
	عـہ/	تھانہ	مجید حسن خاں صاحب ایلچی	،،	۸۲
	عـہ/	سادات	سید عترت حسین صاحب	،،	۸۳
	عـہ/	سرینگر	حکیم غلام رسول صاحب	،،	۸۴
	ـہ/	فیض آباد	نور الحسن صاحب مجسٹریٹ	،،	۸۵
	ـہ/	ستارہ سٹی	علی رضا ایم خاں صاحب	،،	۸۶
	صہ/	بہرولیا	افتخار علی صاحب اورا	،،	۸۷
	صہ/	لکھنؤ	محترمہ اہلیہ علی حمزہ صاحب بجنور	،،	۸۸
	صہ/	شاہ آباد	سید محمد مرتضیٰ صاحب نگرامی امجوہ	،،	۸۹
	صہ/	علی گڑھ	سید جواد حسین صاحب	،،	۹۰
	صہ/	سادات	محمد تقی خاں صاحب	،،	۹۱
	صہ/	کرگل	محمد شفیع صاحب ٹانک	،،	۹۲
	للعہ	ستارہ سٹی	علی رضا ایم خاں صاحب پاگوان	،،	۹۳
	للعہ/	سری نگر	نواب علی ماما صاحب	،،	۹۴
	للعہ/	گوجرانوالہ	ماسٹر سید حسن اختر صاحب تہری	،،	۹۵
	۲/	الہ آباد	مومنین بقوہ	،،	۹۶
	۲/	اناؤ	محترمہ بیگم سید محمد رضا صاحب	،،	۹۷
	۲/	سری نگر	سید محمود صاحب زیدی	،،	۹۸
	۲/	بارہ بنکی	ماسٹر سید فصیح الحسن صاحب جرگاوان	،،	۹۹
	۲/	کرگل	منشی غلام حسین صاحب	،،	۱۰۰
	۲/	اناؤ	سید کرار حسین صاحب سنگروان	،،	۱۰۱
	۲/	جونپور	سید حسن خاں صاحب	،،	۱۰۲

نمبر	اسمائے گرامی معطیان		مقام	رقم عطیہ	کیفیت
۱۰۳	عالیجناب محترمہ سردار فاطمہ صاحبہ	سرائے میر	بارہ بنکی	عمہ	
۱۰۴	" مرزا ابو الفضل صاحب		حیدرآباد	عمہ	
۱۰۵	" غلام حسین صاحب	یونٹ	ترگل	عمہ	
۱۰۶	" محمد حسین صاحب	"	"	عمہ	
۱۰۷	" محمد ابراہیم صاحب		"	عمہ	
۱۰۸	" فیاض حسین نانا بھائی		اندور	عمہ	
۱۰۹	" سید محمد جابر صاحب باقری جوراسی		بارہ بنکی	عہ/	
۱۱۰	" ایک بندۂ خدا		لکھنؤ	عہ/	
۱۱۱	" محترمہ بے بی سلمہا		سالگیم	عہ/	
۱۱۲	" سید صابر رضا سلمہ		"	عہ/	
۱۱۳	" سید محمد حسن صاحب	حسن پورہ	سارن	عہ	
۱۱۴	" سید لیاقت علی صاحب رضوی		سیتاپور	عہ/	
۱۱۵	" سید شاہد حسین صاحب رضوی ہلوری ڈپٹی کلکٹر		الہ آباد	عہ/	
۱۱۶	" ضامن عباس صاحب		لکھنؤ	۱۵۰	
۱۱۷	" سید محمد عاقل صاحب		اناؤ	۱۵۰	
۱۱۸	" سید محمد عسکری صاحب		"	۱۵۰	
۱۱۹	" والدہ افتخار علی سلمہ		"	۱۵	
۱۲۰	" بندو صاحب		لکھنؤ	۱۳۰	
۱۲۱	" ایک بندۂ خدا		"	۱۳۰	
۱۲۲	" " "		"	۱۳۰	
۱۲۳	" سید اعظم علی صاحب نقوی		پرتاب گڑھ	۱۴	

میزان: ۱۴ء — ۲۷۶-۱۴

میزان سابق: ۷۲ء — ۱۹۲-۷۲

جملہ رقم موصولہ: ۸۶ء — ۳۶۸-۸۶

خوشخبری — فائدہ اٹھائیے — خوشخبری

شیعہ بچّوں کی مذہبی تعلیم کا مکمل کورس شایع ہوگیا

تنظیم مکاتب امامیہ کی طرف سے بچوں کی مذہبی تعلیم کے لئے مکمل نصاب شایع کیا گیا ہے۔ اگر اس کو آپ اپنے بچوں کو پڑھا دیں تو آپ کا بچہ شیعہ عقائد، احکام، تاریخ، اخلاقیات کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرے گا۔ آپ اپنے فرض تعلیم دین سے عہدہ برآ ہو جائیں گے۔ تنظیم مکاتب امامیہ کے مکاتب میں ہزاروں بچے اسی نصاب کو پڑھ رہے ہیں۔ آج ہی آپ بھی اپنے بچہ کے لئے خرید لیں اور بچہ کو مذہبی تعلیم دلا کر اپنا فرض ادا کریں اور دین اہل بیت علیہم السّلام کی سچی مدد کریں۔ پچیس روپیہ تک کی کتابوں کے خریدار کو ۱۰ فیصدی۔ سو روپیہ تک کے خریدار کو

پچیس فیصدی اور سو روپیہ سے زائد کے خریدار کو تیس فیصدی اور دو سو روپیہ یا اس سے زائد کے خریدار کو ۳۳ فی صدی کمیشن دیا جائے گا کمیشن صرف یکمشت خریدار کو ملے گا۔ مکمل سٹ کی قیمت ۹/۰۰ محصول ڈاک ۱/۷۰ جملہ ۱۰/۷۰ کا وی۔پی ہوگا یا اگر ۱۰/۴۵ کا منی آرڈر بھیج دیں تو بذریعہ رجسٹری کتابیں روانہ ہوں گی۔ آرڈر کی تعمیل ایک چوتھائی رقم روانہ کرنے پر ہوگی۔

تفصیل نصاب

درجۂ اطفال۔ امامیہ دینیات ۲۰/-	اُردو قاعدہ ۳۰/-	عربی قاعدہ ۵۰/-
درجۂ اول۔ امامیہ دینیات ۱ ۳۳/-	امامیہ ریڈر ۱ ۳۰/-	قواعد تجوید ۱۲/-
درجۂ دوم۔ امامیہ دینیات ۲ ۵۰/-	امامیہ ریڈر ۲ ۶۰/-	اردو قواعد ۳۳/-
درجۂ سوم۔ امامیہ دینیات ۳ ۶۵/-	امامیہ ریڈر ۳ ۹۰/-	
درجۂ چہارم۔ امامیہ دینیات ۴ ۱/-	امامیہ ریڈر ۴ ۸۰/-	
درجۂ پنجم۔ امامیہ دینیات ۵ ۱/۲۵	امامیہ ریڈر ۵ ۱/۲۵	

خط وکتابت اور ترسیل زر ذیل کے پتہ پر کیجیے

سید غلام عسکری، سکریٹری تنظیم مکاتب امامیہ بجنور ضلع لکھنؤ